معلّم

اعادی نصاب نمبر

al muallim

قواعد

(۱) یہ محض تعلیمی رسالہ ہے جس میں تعلیم کے مختلف شعبوں کے متعلق مضامین درج ہونگے سیاسی مضامین شریک نہ کئے جائیں گے ۔

(۲) یہ رسالہ ہر ماہ فصلی کے پہلے ہفتہ میں شائع ہوگا ۔

(۳) پرچہ وصول نہ ہو تو ہر ماہ فصلی کی ۲۵ تک خریدار صاحبان بحوالہ نمبر خریداری مطلع فرمائیں ۔

(۴) جو مضامین ناقابل منظور ہوں گے ان کی واپسی خرچہ ڈاک پر منحصر ہوگی ۔

(۵) اس رسالہ کی قیمت سالانہ (عہ) مع محصول ڈاک ہے جو پیشگی لیجائیگی ۔

(۶) نمونہ کا پرچہ چھ آنے کا ٹکٹ وصول ہونے پر ارسال کیا جائے گا ۔

(۷) جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ وصول ہونا چاہیئے ورنہ ادائی جواب میں مجبوری ہوگی ۔

(۸) اجرت طبع اشتہارات درج ذیل ہے رقم وصول ہونے پر اشتہارات طبع کئے جائیں گے ۔

تعداد اجرت	صفحہ	نصف صفحہ	ربع صفحہ
ایک بار	عـــہ	صہ ۸ر	سے ۸ر
سہ بار	عہ ۸ر	للعـــہ	ھعہ ۸ر
شش ماہ	للعـــہ	ےعـــہ ۸ر	ےعـــہ
سالانہ	ھعـــہ	للعـــہ	ےعـــہ

(۹) جملہ مراسلت و ترسیل رقوم منی آرڈر وغیرہ پتہ ذیل پر ہونی چاہیئے ۔

مدیر .... محمد سجاد مرزا ایم ، اے (کنٹب)

عہد آفریں پریس میں چھپکر دفتر المعلم ، خیریت آباد حیدرآباد دکن سے شائع ہوا ۔

فہرست مضامین رسالہ المعلم

جلد ۱۷	بابتہ ماہ امرداد ۱۳۵۰ف	نمبر ۹

نستعلیق ٹائپ

یہ بھی ایک حیرت انگیز بات ہے۔ کہ نستعلیق ٹائپ اور قواعد اردو ان دونوں کی ابتدا سب سے اول انگریزوں نے کی ہے۔ گو یہ بہت ممکن ہے کہ انھوں نے یہ سب کچھ اپنی سہولتوں کے لئے کیا ہو۔ اور ایسٹ انڈیا کمپنی میں جو انگریز ولایت سے آتے ان کے لئے یہ سب سہولتیں بہم پہنچانا مد نظر ہو مگر واقعی جو احسانات وہ اردو پر کر گئے اس کا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اٹھارھویں صدی عیسوی سے فورٹ ولیم کالج میں اردو زبان میں کتابوں کی تصنیف و تالیف شروع کر دی گئی

تھی۔ انیسویں صدی کے ابتدائی زمانہ میں قواعد اردو چھپ کر شائع ہوئی۔ اسی زمانہ میں اردو نستعلیق ٹائپ بھی تیار ہو چکا تھا سرکار کمپنی کی سرپرستی۔ صاحب لوگوں کی دلچسپی۔ ہندوستان کے بہترین خوشنویسوں کا مجمع۔ علمی ذوق۔ واقف کار لوگ پھر پوچھنا کیا تھا۔ تقریباً ئیس چالیس سال تک بڑے زور شور سے کام ہوتا رہا۔ حرفوں کے جوڑ۔ توڑ۔ اور ٹائپ کو خوبصورت بنانے میں لوگ مصروف رہے۔ اسی عرصہ میں انھوں نے اس ٹائپ میں کئی کتابیں چھاپیں۔ جو ڈھونڈھنے پر اب بھی دستیاب ہو جاتی ہیں۔ مگر اس ٹائپ کے جوڑ بارہ تیرہ سو سے بھی زاید تھے اسی لئے کمپوز کرنے میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ اور لاگت زیادہ بیٹھتی تھی اسی لئے وہ ٹائپ عام طور پر مروج نہ ہو سکا۔ اور صرف سرکاری چھاپہ خانوں تک محدود رہا۔ آخر کار تھوڑے زمانہ کے بعد وہ ذخیرہ برباد ہو گیا اور برسوں کی کرائی محنت پر پانی پھر گیا۔ اسی دوران میں انگلستان۔ جرمنی۔ مصر۔ ترکی۔ شام اور ایران میں نستعلیق ٹائپ کے تیار کرنے میں کوششیں کی گئیں۔

مگر سوائے ایران کے بقیہ مقامات کے لوگ نستعلیق کیا سمجھیں۔ گو انہوں نے الٹا سیدھا ٹائپ تیار ضرور کر دیا۔ مگر ان کے نمونے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ نہایت بھدے۔ بدصورت۔ اور بے قاعدہ ہیں۔ رہا ایران تو وہ بقول شخصے نستعلیق کا گھر ہے خط نستعلیق کی ایجاد وہیں سے ہوئی۔ اوس نے بھی ایک کوشش کی۔ مگر دیکھا کہ خط نستعلیق کی خصوصیتوں میں سے کوئی خصوصیت بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔ تو اس خیال کو اس نے بالکل چھوڑ دیا۔

سب لوگوں نے ہمت ہار دی۔ مگر ہندوستان برابر اس کے پیچھے پڑا رہا فورٹ ولیم نے جو ٹائپ ایجاد کیا تھا اوس کے جوڑ بارہ تیرہ سو سے زیادہ تھے۔ اسلئے وہ عام طور پر مقبول نہ ہو سکا۔ اس کے بعد اکا نومیکل پریس لاہور نے کوشش کی

اوران جوڑوں کو گھٹا کر تقریباً چھ سو سے لیکر سات سو تک کر دئے مگر ایک نئی بات یہ کر دی کہ نقطے حرفوں سے جدا کر دئے۔ یعنی لفظ کمپوز کرنے کے بعد منقوطہ حروف پر نقطے علٰحدہ جمانے پڑتے تھے۔ اس لئے بعض لوگوں کے خیال میں یہ منقسم یا فریکشنل ٹائپ ہو گیا تھا۔ نقطے علٰحدہ ہونے کے سبب سے اول تو ٹائپ میں کمزوری ہو گئی تھی۔ دوسرے کمپوزنگ میں وقت بہت صرف ہوتا تھا۔ تیسرے صحت کرتے وقت یعنی جب ایک لفظ یا حرف نکال کر اس کے بجائے دوسرا حرف یا لفظ ڈالنا چاہتے۔ تو بڑی دقت ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اول تو غلطیاں بہت ہوتی تھیں دوسرے علٰحدہ نقطے ہونے کے سبب سے ایک حرف کا نقطہ دوسرے حرف پر اور دوسرے کا تیسرے پر پہنچ جاتا تھا۔ یا یہ کہو کہ جس حرف پر نقطے کی ضرورت ہوتی وہاں تو نقطہ موجود نہیں ہوتا اور جس حرف پر نقطہ کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں نقطہ موجود ہوتا تھا جس سے صحیح لفظ پڑھنے میں دقتیں ہوتی تھیں اکانومیکل پریس نے اس ٹائپ میں کئی کتابیں چھاپیں اور اس کو رائج کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر اپنی کمزوریوں کی وجہ سے یہ مقبول نہ ہوا۔

اس کے بعد گجراتی فاؤنڈری بمبئی کا نمبر آتا ہے۔ اس نے بھی حرفوں کے نقطے علٰحدہ رکھے ہیں۔ دال پر نقطہ لگا دیا ذال ہو گئی۔ رے پر نقطہ لگا دیا زے ہو گئی اس طرح بہت سے حرف بچا کر جوڑ کم کر دئے۔ مگر مصیبتیں اس سے چوگنی ہو گئیں۔ اس لئے وہ صرف نمائش کے لئے کیس میں رہتا ہے اور اس سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔

سب کے بعد حیدرآباد کا نمبر آتا ہے یہاں نستعلیق ٹائپ تیار کرنے کی کوشش مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کے زمانۂ مددگاری معتمدی عدالت امور عامہ سے شروع ہوتی ہے۔ مولوی نظام الدین صاحب مرحوم نے ایک ٹائپ تیار کیا اور انگریزی ٹائپ کی طرح اس کے حروف بھی علٰحدہ علٰحدہ رکھے۔ مگر وہ کسی کو پسند نہیں آیا۔

جب نواب سرحیدر نواز جنگ بہادر نے معتمدی عدالت امور عامہ کا جائزہ لیا۔ تو
ان کی دوربین نظر اور علمی شغف نے دار الطبع سرکار عالی کو اردو ٹائپ کی طرف توجہ
دلائی۔ اس بنا پر دار الطبع سرکار عالی نے بیروت سے ایک ٹائپ منگوایا جو انھوں نے
اردو نستعلیق ٹائپ کے نام سے ایجاد کیا تھا اس میں اول تو ڈ۔ ٹ۔ ڑ۔ پ۔ چ۔ وغیرہ موجود
نہ تھے۔ دوسرے ہر حرف پر بہت سے نقطے تھے۔ مثلاً ب پر ایک نقطہ تھا۔ اور
اس کے پیٹ میں بھی تین نقطے لگا دیئے تھے۔ اگر ب کی ضرورت ہوتی تو پیٹ کے
تین نقطے نکال دیئے جاتے اگر ت کی ضرورت ہوتی تو نیچے کا ایک نقطہ اور اوپر کا ایک
نقطہ چھیل دیا جاتا اور اگر ث کی ضرورت ہوتی تو صرف اوپر کا ایک نقطہ چھیل دیتے تھے

جس طرح اکانومیکل پریس یا بمبئی کے گجراتی ٹائپ فاؤنڈری کے بنائے ہوئے ٹائپ
میں حرفوں پر حسب ضرورت علٰحدہ علٰحدہ نقطے لگانے پڑتے تھے اس میں حسب ضرورت
نقطے چھیلنے پڑتے تھے جس سے وقت بہت ضایع ہوتا تھا۔

بیروت کے ٹائپ کا نمونہ سامنے تھا۔ ضروریات پیش نظر تھیں۔ اول اسی ٹائپ
کو مکمل کر کے کام لینے کی کوشش کی گئی جب اس سے کام چلتا نظر نہ آیا تو حسب ضرورت
اپنا ٹائپ بنانا شروع کر دیا۔ اور جب وہ ٹائپ تکمیل کو پہنچ گیا تو اس ٹائپ میں
نواب مسعود جنگ بہادر کا لکھا "روح جاپان" چھاپا گیا اس کے دیکھنے سے معلوم
ہوا کہ اس ٹائپ میں کئی سو جوڑ موجود تھے جو ان کی زیادتی سے اول تو کمپوزنگ
میں زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ دوسرے کتاب طبع ہونے کے بعد ٹائپ کے
بہت سے جوڑ اپنے خانوں میں تقسیم نہیں کئے جا سکتے تھے اس لئے وہ ٹائپ
ناکارہ ثابت ہوا۔

اس کے بعد مرزا رفیق بیگ صاحب نے ٹائپ تیار کیا۔ انھوں نے بھی
بجائے تحیر منفصم یا نئی ادی کے منسلم یا فرکشنل ٹائپ بنایا۔ اور اس طرح

جوڑوں کو گھٹا کر تقریباً تین سو سے کچھ زاید کر کے یہ دعویٰ کیا کہ کم سے کم جوڑ اور خوبصورت
ترین ٹائپ ہے۔ اور بڑی خصوصیت یہ تبلائی کہ کمپوزنگ میں آسانی ہوتی ہے غلطیاں
کم ہوتی تھیں اور حروف اپنے خانوں میں واپس تقسیم کر دئے جا سکتے تھے۔ گر فرکشنل ٹائپ
اصول ٹائپ کے خلاف ہے اس میں بڑا عیب یہ نکلا۔ کہ ذرا سی غفلت سے چھوٹے
چھوٹے ٹکڑے گر جاتے تھے۔ صحت کرتے وقت اگر ایک لفظ نکال کر دوسرا لفظ
اس کے بدلے ڈالا جائے۔ تو نسبتاً زیادہ وقت صرف ہوتا تھا اس لئے وہ بھی
بیکار ثابت ہوا۔

اس عرصہ میں دار الطبع سرکار عالی میں کئی اسکیمیں منظور ہوئیں۔ اور مسلسل ٹائپ
بنتا رہا اول جس قدر نمونے بنے تھے بیکار ثابت ہوئے اور ایک نیا نمونہ تیار کیا گیا
جو کہ بیان کیا جاتا ہے کہ قاری عبد الکریم صاحب کی نگرانی میں تیار ہوا۔ اور ۱۳۲۹ف
میں ایک کمیٹی بیٹھی جس نے اس کو پسند کیا۔ لیکن مولوی عبد الحق صاحب معتمد انجمن ترقی
اردو نے اختلاف رائے ظاہر فرمائی۔ اور اپنا رسالہ بدستور نسخ ٹائپ میں جاری رکھا

ایک شایع شدہ مضمون میں یہ درج ہے کہ دار الطبع کے ٹائپ میں ۶۱۴ جوڑ
ہیں جس میں مفردات۔ مرکبات۔ اور زوائد وغیرہ شامل ہیں لیکن مرکب الفاظ کمپوز
کرتے وقت نقطے غضب ڈھاتے ہیں مثلاً ش کے نقطے قاف پر اور تا وف کے دو نقطے
نون پر۔ اور نون کا ایک نقطہ اپنے حرفوں سے بالکل علحدہ ہو کر اوپر کی سطر پر کہیں بھی
پڑا ہوا نظر آتا ہے جس سے صحیح لفظ پڑھنے میں دقتیں واقع ہوتی ہیں اس کے علاوہ
حروف کمزور ہونے کی وجہ سے جوڑوں کے خراب ہو جانے کا زیادہ اندیشہ رہتا ہے
چونکہ حرفوں سے نقطے علحدہ ہیں۔ اس لئے نہ تو ایک مقررہ مقام پر نقطے بیٹھ سکتے
ہیں اور نہ ضرورت کے موافق حرفوں پر لگائے جا سکتے ہیں اسی وجہ سے غلطیاں
زیادہ ہوتی ہیں کمپوزنگ میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اور غلطیوں کی صحت

کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اس کے علاوہ بڑی کمزوری یہ کہ لفظوں میں
یکسانی و یکرنگی پیدا نہیں ہوتی ان تمام ٹائپ سازی کا یہ آخری نتیجہ ہے جس پر ایک
کثیر رقم صرف کی گئی ہے جس کی مقدار کوئی دو لاکھ بتاتا ہے اور کوئی اس سے بھی
بہت زیادہ۔ اس کے مکمل ہونے کے متعلق لمبے چوڑے دعوے کئے جا رہے ہیں
اس بنا پر بصرف زر کثیر عثمانیہ فاؤنڈری دارالطبع سرکار عالی میں قائم کیگئی ہے ٹائپ
تیار کر کے مختلف مطابع کو تجربہ کرنے کی غرض سے تحفۃً روانہ کیا گیا کئی ہزار روپیہ
خرچ کر کے ایک نمایشی ٹرین میں تمام ٹائپ کے نمونے رکھ کر ہندوستان کے
بڑے بڑے شہروں اور مختلف مقامات میں پھرایا۔ لوگوں نے دیکھا تعریفیں کیں
اور مختلف اخبارات نے اس کے متعلق بہت ہمت افزا خبریں شایع کیں لیکن
یہ بڑے تعجب کی بات ہے نہ تو ان لوگوں نے اس ٹائپ کو استعمال کیا جنہیں
تحفۃً روانہ کیا گیا تھا۔ اور باوجود اس فیاضانہ برتاؤ کے کسی نے بھی اندرون یا بیرون
ملک اس کو استعمال کیا اور حیرت کا مقام تو یہ ہے کہ خود دارالطبع سرکار عالی نے اپنی
اس نادر ایجاد کے باوجود بھی پرانے لیتھو کے کام کا عمل درآمد بدستور قایم رکھا چنانچہ
حکومت نے یہ رزولیوشن منظور فرمایا کہ تجارتی لحاظ سے نستعلیق ٹائپ ناکام ثابت ہوا
ایسی صورت میں جبکہ یہ ٹائپ کسی ایک کے نام کے لئے ہی نہیں بلکہ طباعت
میں انقلاب پیدا کرنے کے لئے ہے تو یہ توقع کرنا بیجا نہ ہوگا کہ کم از کم سرکاری
طباعت کا کام تو ضرور اس تو ایجاد ٹائپ میں ہوتا تاکہ اندرون اور بیرون ملک
کی جھجک نکل جاتی اور ٹائپ عام طور پر استعمال ہونے لگتا۔ اس کے برخلاف
جو جریدے کے چند صفحات نستعلیق میں ہوتے تھے وہ بھی اب نسخ میں ہونے لگے
اور جریدہ جیسی اہم چیز کا عظیم ترین حصہ بدستور لیتھو میں طبع ہوتا چلا آتا ہے۔

افریقہ میں تعلیم

افریقہ میں قدیم باشندوں کی تعلیم کا مسئلہ اہم ہوتا جاتا ہے اس لئے حکومت برطانیہ نے لارڈ ہیلے کو وہاں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ ایک مبسوط رپورٹ جملہ امور کے متعلق پیش کریں موصوف عرصہ تک ہندوستان میں ممتاز عہدوں پر رہ چکے تھے اور بڑا نام پیدا کرچکے تھے اس لئے تعلیم سے متعلق رپورٹ کا حصہ ہمارے لئے بہت دلچسپ ہے۔

مدیر

افریقہ میں تعلیم کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل افریقہ کو اپنے ماحول سے نبٹنے کے لئے بہترین لوازمات سے آراستہ کیا جائے اور ان تغیرات کے مقابل کھڑے رہنے کے قابل بنایا جائے کہ جو بڑی حد تک ان کے ماحول پر اثرانداز ہونے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں مقاصد ایک دوسرے سے بہت ہی قریبی ربط رکھتے ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی حد فاصل کھینچی نہیں جاسکتی۔ لیکن اس کے باوجود یہ ممکن ہے کہ ہم کسی ایک پر زور دیں۔ دفتر نوآبادیات کی مشاورتی کمیٹی نے اپنے قیام ۱۹۲۴ء سے ہی بجائے موخرالذکر کے اول الذکر مقصد کے حصول پر زور دیا ہے اور ساتھ ہی اہم اصول کے منضبط کئے جانے پر بھی زور دیا کہ جن پر تعلیمی مشق کی انجام دہی کے دوران میں عمل کیا جاسکے اس پالیسی کا اہم ترین نتیجہ وہ بڑھتا ہوا دباؤ ہے کہ جو ابتدائی تعلیم میں پیشہ ورانہ رجحان پر ڈالا جارہا ہے مقصد یہ ہے کہ مدرسہ میں صرف ۳ ت ہی کی تعلیم نہ ہو بلکہ ترقی یافتہ زراعتی طریقوں اور

سادہ دیہاتی دستکاری کی بھی تعلیم ہو اور مقامی طور پر تعمیر ممکنہ اور مطبخ کی ضروریات میں اصلاح کیجا سکے اور کھانے کپڑے اور رہنے سہنے کے طریقوں میں عام طور پر بہتری پیدا کرنے کیلئے آسانیاں بہم پہنچائی جائیں لیکن عملاً ابتدائی نصاب پر حکومت کا عدم اختیار اور کثیر التعداد طلبہ کی قلیل العرصہ مدارسی زندگی اس پالیسی کو وسیع تر کرنے میں حارج ہوئے ہیں اسکے باوجود اسکو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کیجا رہی ہے

ماہرین تعلیم اس حقیقت کو ضرور سراہیں گے کہ ابتدائی تعلیم کے ساتھ ضروری رغبت کا اظہار نجاری اور طباخی کی محدود تعلیم کے اضافہ سے ختم نہیں کیجا سکتی بلکہ ضرورت ہے کہ پوری تدریسی ذہنیت ایک نئی سمت اختیار کرے اس مقصد کے حصول کیلئے خاص تربیت یافتہ مدرسین کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اس قسم کے خاص تربیت یافتہ مدرسین یہاں نہ ہونے کی وجہ ابتدائی مدارس میں اکثریت ایسے مدرسین کی ہے کہ جنہوں نے خود ابتدائی تعلیم سے زاید تعلیم حاصل نہیں کی اور جنہیں ہر قسم کی تدریس کی بے قاعدہ ٹریننگ دیگئی ہے۔

ان حالات کے تحت افریقہ میں جہاں تک مدرسین کی ٹریننگ کا تعلق ہے بہت کچھ آسانیاں بہم پہنچانے کی ضرورت ہے۔ مشرقی افریقی تعلیمی کمیشن نے یہ بتاتے ہوئے کہ مشن تنہا مدرسین کی خاطر خواہ تعداد کی ٹریننگ کا انتظام نہیں کر سکتی یہ سفارش کی تھی کہ حکومت کو اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں حصہ لینا چاہیئے۔ اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ملکی کارکردہ مدرسین کی مستقل اور وسعت پذیر جماعت کے قیام کی تشکیل کا دارومدار صرف ٹریننگ کی سہولتوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس طرز زندگی پر بھی موقوف ہے کہ جو انہیں اس پیشہ کی وجہ حاصل کرنی پڑتی ہے موجودہ وقت میں ایک باورچی آسانی سے تیس شلنگ ماہانہ کما سکتا ہے اور اسی طرح ایک پولیس کا تیسرے درجہ کا جوان چھتیس شلنگ ماہانہ کماتا ہے

اس کے برعکس ایک ابتدائی مدرسہ کا مدرس صرف پچیس شلنگ اور بعض تو آٹھ شلنگ ماہانہ کماتے ہیں۔ چنانچہ ٹرینڈ مدرسین کی معتد بہ تعداد کچھ عرصہ مدرسہ میں رہنے کے بعد معقول مشاہرہ حاصل کرنے کے لئے اس پیشہ کو چھوڑ دیتی ہے

افریقہ میں بھی دوسری مقامات کی طرح عورتیں مقامی روایات کے منتقل کرنے اور گھریلو اور معاشی معاملات کے سلجھانے میں بہت بڑا حصہ لیتی ہیں اہل افریقہ میں ماحول کو اپنانے کی صلاحیت میں اصلاح اس وقت تک غیر موثر رہے گی جب تک کہ لڑکوں کے مقابل لڑکیوں کی تعلیمی ترقی سست ہوگی تقریباً برطانوی افریقہ کے اکثر وبیشتر علاقوں کا یہی حال ہے۔ مشاورتی کمیٹی اور سکرٹری آف اسٹیٹ نے ڈاکٹر بلاک لاک کے اس نقطۂ نظر سے اتفاق کیا ہے کہ پیشہ تعلیم میں عورتوں اور مردوں کے درمیان عدم مساوات کو پیدا ہونے کے مواقع دئے جارہے ہیں۔

اس حکمت عملی کا دوسرا پہلو جس پر غور و خوض کیا جانا چاہیئے یہ ہے کہ کیا ابتدائی تعلیم کو خود مکتفی بنا دیا جائے؟ یا اس کو آئندہ درجوں کی تیاری کیلئے مخص کیا جائے چونکہ طلبا کی اکثریت مشکل ہی سے ابتدائی تعلیم کو پورے طور پر تکمیل کرسکتی ہے یہ قرین مصلحت ہے کہ نصاب جہاں تک ہو سکے خود مکتفی ہو۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ یہ نصاب ان شرائط کی بھی تکمیل کرے کہ جن کے تحت منتخبہ طلبہ اعلیٰ ٹریننگ حاصل کریں گے اسی دوران میں قابل غور امر یہ ہے کہ مشرقی افریقہ کے تعلیمی کمیشن نے زور دیا تھا کہ اعلیٰ یا مابعد ابتدائی تعلیم کو پورے طور پر پیشہ ورانہ یا حرفتی نہیں بنا دینا چاہیئے۔ پیشہ ورانہ تعلیم اور عام تعلیم اصل میں لازم وملزوم ہیں اور افریقی طبقات دوسروں کی طرح اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتے جب تک کہ افراد کو تمدنی تعلیم نہ دیجا چکی ہو

ایسی ابتدائی تعلیم کی تنظیم میں کہ جسے ہم خودکنفی بنانا چاہتے ہیں ایک مشکل
یہ آن پڑتی ہے کہ کیا تعلیم یوروپی زبان میں دیجائے اگر نصاب کو اس قابل بنانا
ہو کہ طالب علم اعلیٰ تعلیم جاری رکھ سکے تو ضروری ہے کہ طالب علم جس قدر جلد
ہو سکے انگریزی زبان سکھنا شروع کردے مزید براں خود اہل افریقہ انگریزی
زبان میں تعلیم پانا چاہتے ہیں اور حقیقت میں ان کے اسکول جانے کی وجہ
بھی یہی ہے اس پر بھی اگر یوروپی زبان میں تعلیم دینا موافق حال تصور کرلیا جائے
تو ہمیں وقت اور توجہ کی بے حد ضرورت ہے جس کی وجہ نصاب نہ صرف
پیچیدہ بلکہ ادق ہو جائیگا اور ہم کسی طرح بھی ابتدائی تعلیم کو عوام کی عام
ضروریات کے موافق نہیں بنا سکتے دوسری مشکل یہ ہے کہ شہری اور دیہی رقبوں
کی ضروریات میں امتیاز کرتے ہوے ایسے دلچسپ ابتدائی نصاب کی فہمائش کرنی
چاہئے کہ جو ان کی ضروریات کو پورا کرسکے مزید براں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو چیز
مشرقی افریقہ کے لئے بہتر ہو وہ مغربی افریقہ کے لیے ممکن نہ ہو۔ جہاں کہیں بھی
تعلیمی پالیسی سے متعلق مشورہ کی ضرورت ہو ماہران تعلیم عہدہ داران حکومت
اور سماجی حالات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے مابین گہرا اشتراک عمل ہونا
چاہئے اور خود اہل افریقہ کی خواہشات کو تعلیمی پروگراموں کی فہمائش میں اہم
جگہ دیجانی چاہئے۔ انہیں بعض اوقات ان مقاصد کے متعلق شبہ ہونے لگتا ہے
جو پیشہ ورانہ مضامین اور دیسی زبانوں میں تعلیم دینے میں کارفرما ہوتے ہیں
اور وہ شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ انگریزی زبان سے عدم واقفیت
کی وجہ انتظام حکومت اور مغربی تہذیب تک پہنچ کے ذرایع مشکل اور نہ
غیر یقینی ہو جاتے ہیں۔

افریقہ کے تقریباً تمام حصوں میں لوگ توسیع تعلیم کے خواہشمند ہیں

اس غرض کے لئے اکثر حصوں میں انہوں نے خود رضاکارانہ محاصل عائد کر کے اس کا عملی ثبوت دیا ہے۔ اور یہاں تک کہ بعض حصوں میں انہوں نے مدرسہ میں جبری حاضری کو بھی رواج دیا ہے

بدیہی طور پر یہ مناسب ہے کہ اہل افریقہ کو اگر تعلیمی تنظیم کی اصلاح میں پیش قدمی کا موقع نہیں دیا جاتا تو کم از کم اہم حصہ لینے کا موقع ضرور دیا جانا چاہئے

اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا باعث دلچسپی ہوگا کہ افریقہ کے اکثر علاقوں میں اہل افریقہ کو تعلیمی مشاورتی کمیٹیوں میں نمائندگی حاصل ہے۔ بعض حصوں میں مرکزی کمیٹی کے ساتھ صوبوں یا اضلاع کے لئے مقامی کمیٹیوں کا اضافہ کیا گیا ہے اور دوسرے حصوں میں انتظام خود مدارس کر لیتے ہیں۔

برطانوی افریقہ میں تعلیمی تنظیم پر سب سے بڑا اعتراض وصفی نہیں بلکہ عددی ہے۔ آج بھی مشن اور سرکاری مدارس میں طفلی آبادی کے صرف ۱۰ فیصد کے لئے گنجائش ہے اور بقیہ نود کے لئے تعلیم حاصل کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے اگر اہل افریقہ کو اپنے ماحول سے نمٹنے کا موقع دیا جائے اور آنے والے تغیرات کیلئے تیار کیا جائے تو حکومت کو تعلیمی ترقی سے متعلق بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کا سامنا ہوگا اور مشاورتی کمیٹیوں سے تعلیم عوام اور تعلیمی انصاب سے روبراہ ہونے کیلئے تعاون کرنا ہوگا۔ مشرقی افریقی تعلیمی کمیشن نے یہ واضح کیا ہے کہ مشنوں کا مالیہ بالکل محدود ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کو اپنے وسائل سے عملاً تمام تر تعلیمی اصلاح کرنی ہوگی جس کی باخبر حلقوں میں خواہش کیجا رہی ہے۔

ہندوستان کے فوقانیہ مدارس

ہندوستان میں تعلیم کا چرچہ سب سے زیادہ صوبہ بنگال میں ہے چنانچہ جامعہ کلکتہ کا شمار دنیا کی بڑی بڑی جامعات میں ہوتا ہے یہ جامعہ امتحان میٹرک کے لیئے سالانہ تقریباً ۲۵ ہزار طلبا تیار کرتی ہے اور اسی تناسب سے انٹر میڈیٹ اور دیگر جامعاتی امتحانات کے لیئے۔ پس ہندوستان کے باقی حصص کے لیئے یہ جاننا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ بنگال میں تعلیم اور بالخصوص ثانوی تعلیم کی جو اہم اور ساتھ ہی مشکل بھی ہے کیا حالت ہے پروفیسر ارین چندر رائے نائب معتمد مجلس متحدہ بنگال نے کافی صحیح معلومات کے ساتھ بنگال کی تعلیم کا خاکہ ایک مفید اور مختصر کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے جس کو وہ "مسئلہ" (problem) کے نام سے موسوم کرتے ہیں

صوبہ بنگال میں بارہ سو سے زیادہ فوقانی مدارس ہیں جنمیں سے تقریباً نصف غیر امدادی ہیں۔ ان مدارس میں طلبا کی تعداد کافی اور روانی ہونے کی وجہ سے مدرسین پر زیادہ بار پڑتا ہے اور بدقسمتی سے انہیں اپنی محنت کا معقول صلہ بھی نہیں ملتا۔ لہذا ایسی صورت میں تعلیمی رفتار کا غیر موثر ہونا کوئی غیر متوقع امر نہیں۔ اسی لیئے سیاڈلر کمیٹی (sadler committee) نے اپنی ایک رپورٹ میں یہ بتلایا ہے کہ "طلبا نہ تو جامعہ کے نصاب کے لیئے موزوں ہیں اور نہ عملی زندگی کے لیئے کیونکہ مدارس پر جامعات کے اثرات ضرورت سے زیادہ ہیں فوقانی طلبہ اپنے ملک اور ماحول کی اجازت کے بغیر زیادہ تر جامعات کی طرف مائل نظر آتے ہیں"۔

یہ الجھنیں ایسی ہیں کہ ہمیں کسی خاص نتیجہ پر پہنچنے نہیں دیتیں۔ یہ حالت بنگال تک ہی محدود نہیں بلکہ ہر ملک نے تعلیم سے متعلق گذشتہ ایام میں غیر اطمینانی محسوس کی اور کہا کہ موجودہ تعلیم بچہ کو اس کی نئی زندگی کے قابل بنانے کے بجائے برعکس کردیتی ہے۔ امریکہ انگلستان جرمنی اور فرانس میں Liberal Education and a useful Education ایسی ہی جنگ چھڑ گئی جیسی کہ کسی زمانے میں کلاسکی اور جدید ادبیات میں ہوئی تھی ممالک متذکرہ صدر میں ان دو مختلف فریقوں کے مناسب حال انتظامات کیئے گئے ہیں لیکن انگلستان کی دو جامعات نے اپنے مسلک میں ترمیم قبول نہیں کی بلکہ دیگر صنعتی شہروں میں طلبا کو نئے علوم میں تربیت دینے کے لیئے علحدہ جامعات کا افتتاح عمل میں آیا دوسرے ممالک کی جامعات نے قدیم اور جدید تعلیم میں خوشگوار تعلقات کو قائم رکھتے ہوئے ایک بین بین مسلک اختیار کیا۔

اس لئے ہندوستان ہی ایسا ملک نہیں ہے جس کو موجودہ طریقہ تعلیم غیر مطمئن کرتا ہے کسی کا قول ہے کہ "اشیا کے بارے میں غیر اطمینانی ہی آگے چلکر امید افزا صورت اختیار کرلیتی ہے۔" ہر ملک کا ماحول عجیب وغریب ہوتا ہے اور بالخصوص ہندوستان کا ماحول کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ ہر مسئلہ خواہ وہ سیاسی ہو یا سماجی ہو یا تعلیمی ایک عقدۂ لاینحل بن جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا ملک کافی وسیع ہے اس میں مختلف فرقوں، زبانوں اور مذاہب کے باشندے بستے ہیں ایسی صورت میں اجنبی زبان کی تعلیم کی ضرورت اس کے مستقبل کی تاریکی اور سیاسی موافقت کے نتایج وغیرہ ماہران تعلیم کو کسی مشترک نقطہ کی تلاش میں نا امید بنا دیتے ہیں۔

لیکن لیوی کا قول ہے کہ "نا امیدی کمزوروں کا حصہ ہے اور مشکلات کا

سامنا بہادروں کے لئے ہے" کیا ہم اس قول کو مشعل ہدایت بنا کر اس کی روشنی
میں ہندوستان کے لئے کوئی مناسب حل پیش نہیں کر سکتے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہندوستان میں تعلیم یافتہ اشخاص زیادہ
ہو چلے ہیں یہ سراسر غلط ہے ہندوستان کی عام تعلیمی حالت ہنوز کمزور ہے
بنگال میں، جہاں تعلیم کا زیادہ چرچا ہے فوقانی طلبہ کی تعداد تقریباً تین لاکھ
ہے۔ کیا یہ تعداد ۵ کروڑ آبادی کی مناسبت سے کم نہیں ہے۔

ہر قوم کا متوسط طبقہ ایسی ہی اہمیت رکھتا ہے جیسی کہ انسان کے جسم میں ریڑھ
کی ہڈی۔ لہٰذا اس طبقہ کے وجود اور بقا کے لئے ثانوی تعلیم از حد ضروری ہے
اب یہ امر غور طلب ہے کہ آیا ہماری ثانوی تعلیم صحیح قسم کی ہے یا نہیں؟ ہندوستان
میں فوقانی مدارس ابتک اس مقام پر نہیں پہنچے جہاں ان کو جامعات کے
مرہون منت ہوئے بغیر اپنا الگ نصب العین قائم کرنا چاہئے اور یہی وہ مقام
ہے جہاں ثانوی تعلیم ایک مکمل وحدت کا درجہ رکھتی ہے۔ طلبا میں ڈگری
حاصل کرنے کے میلان نے جو انہیں کسی سرکاری دفتر کی معمولی اہلکاری دلاتا
ہے فوقانیہ مدرسہ کو جامعہ کا تختۂ مشق بنا دیا ہے اور اسی میلان نے طلبا کو اس
عام تربیت سے محروم رکھا جس کی توقع ایک میٹرک کامیاب سے صحیح طور پر
کی جا سکتی ہے۔

۱۹

اس ناموزوں صورت حال کا حل بہت آسان ہے۔ ہمیں چاہئے کہ
دو قسم کے نصاب ترتیب دیں ایک ان طلباء کے لئے جو جامعات کی تعلیم کے
خواہاں ہیں اور دوسرا ان کے لئے جو میٹرک کے بعد تعلیم سے سبکدوش ہو جاتے
ہیں۔ یہ تقسیم وسطانی جماعتوں کے ختم پر فی الفور ہونی چاہئے۔ نصاب کی ترتیب
کے وقت صوبہ کی ضروریات حالات، اس کی تجارت و حرفت اس کے قدرتی

اور مصنوعی ذرائع آمدنی اور عوام کے رجحانات کا خیال رکھیں

ہندوستان میں زبان کا مسئلہ بیحد پیچیدہ ہے۔ بچہ کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دینا بہتر ہے لیکن ہندوستان کا وہ کونسا صوبہ ہے جہاں ایک ہی مادری زبان بولی جاتی ہے یہ وہ دن ہیں کہ ہندوستانیوں کو ایک واحد مرکز پر لانے کے لیئے وہ تمام ذرائع اختیار کیئے جائیں جو کسی قوم کی تشکیل میں ضروری ہیں ایسی صورت میں بجائے اس کے کہ ہندوستانیوں کو متحد کریں ان کو بلحاظ زبان چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تقسیم کرنا تباہ کن ثابت ہوگا اس لیئے انگریزی زبان کو باوجود اس کی اجنبیت کے ذریعہ تعلیم اس وقت تک قایم رکھیں جب تک کہ ہندوستان کی کوئی واحد مشترکہ زبان اپنے کافی ذخیرۂ الفاظ اور ادبیات کے ساتھ باشندوں میں وہ ضروری مقبولیت حاصل نہ کرے جو کسی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لیئے درکار ہے۔

ثانوی تعلیم کے لیئے مدارس عوام میں اور جامعات وحکومت میں گہرے تعلقات بھی ضروری ہیں صوبہ مدراس میں جب سے کہ جامعہ نے School leaving Education کو حکومت کے ہاتھ دیدیا ہے ہر سال نیا تجربہ عمل میں آرہا ہے صوبہ بنگال میں حکومت اور جامعہ کے درمیان بے پایاں کشمکش جاری ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوقانی مدارس جامعہ کے لیئے بالکلیہ وقف ہوگئے اور اس طرح ثانوی تعلیم کا اصلی مقصد فوت ہوگیا ثانوی تعلیم کے لیئے عوام اور بالخصوص گرنیوں اور کارخانوں کے مالک دلچسپی لیں طلبا کو اپنے کارخانوں میں عملی تربیت کا موقع دیں اور فنی اور پیشہ ورانہ مہارت کے بعد اپنے کارخانوں میں ملازمتیں دیں اس طرح کا عمل طلبا میں فنی و پیشہ ورانہ تعلیم کی ترغیب وتحریص کا باعث ہوگا۔

لیکن ثانوی تعلیم کے لیئے سب سے بڑی ضرورت اچھے مدرسین کی ہے کیونکہ قدیم زمانہ میں تعلیم کا زاویہ نگاہ موجودہ زمانے کے بالکل برعکس تھا۔ ب زیادہ یہ نہیں

دیکھا جاتا کہ کیا پڑھایا جاتا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون پڑھاتا ہے قدیم زمانہ میں ایک چھوٹی لاطینی قواعد یا منطق کے سکھانے میں بچے کی عمر کے دس سال صرف کئے جاتے تب اس کو دنیوی زندگی کے قابل سمجھا جاتا تھا۔ اس زمانے میں حقیقی معنوں میں مدرسین کی قلت ہے حال میں ریماڈ (Remaud) نے یہ شکایت کی تھی کہ فرانس میں ایسے بہت آدمیوں کی قلت ہے جو ذہنی اور اخلاقی طور پر مدرسی کے پیشے کے لئے موزوں ثابت ہوسکتے ہیں پروفیسر رائے کا خیال ہے کہ "آگے چلکر مدرسین کا مستقبل تنگ اور محدود ہو جاتا ہے کہ بہت کم لوگ اس پیشے کو اپنے لئے منتخب کرتے ہیں" اور یہی قول ہندوستان کے دیگر صوبہ جات کے لئے بھی صادق آتا ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ پیشہ مدرسی کے لئے بہترین اشخاص مہیا ہوں۔ ان کی محنت کا معقول صلہ، تدریسی ساعات میں کمی، ٹریننگ کالج میں مدرسین کے داخلہ کے وقت سختی اور احتیاط، شرکت کے بعد حقیقی اور محتاط تربیت، مدرسین پر کافی ذمہ داری اور اعتماد۔ یہ چند ایسے ذرایع ہیں جو اس شریف پیشے کیلئے بہترین اشخاص پیدا کرسکتے ہیں۔

یہ چند اشارے ہیں جن پر کافی غور و خوض سے ثانوی تعلیم کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے ثانوی تعلیم، ادبی اور پیشہ ورانہ تعلیم میں ایک قسم کا ارتباط پیدا کرکے انسان کی جسمانی اور روحی خوبیوں کو مستحکم کرتی ہے اس کے نتایج مستقبل میں خود اعتمادی اور اپنے قدموں پر آپ کھڑا ہونا سکھاتی ہے۔ اس طرح انسان دنیا میں ذلیل و خوار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ امید ہے کہ ثانوی تعلیم دنیا میں ایک نئی روشنی پیدا کرے گی۔

ہمارا مدرسہ

ہمارا مدرسہ پر جوش الفت کا کرشمہ ہے
ہزاروں ندیاں جسکی ہیں جاری یہ وہ چشمہ ہے

اسی مکتب سے ہراک علم کی لہریں ہوئیں جاری
اسی کے فیض سے سرسبز ہیں یہ کھیتیاں ساری

اسی کی آبیاری سے یہ پودے لہلہاتے ہیں
اسی کی گود میں پلکر یہ نظروں میں سماتے ہیں

اسی گلشن میں ننھی ننھی کلیاں پھول بنتی ہیں
یہیں سے پھول بنکر سارے عالم میں مہکتی ہیں

ہمارا مدرسہ پچپن برس سے ہے یہاں قایم
بحق مصطفے حق اس کو رکھے تا ابد دایم

بناتے کیلئے اس کو کئی اہل نظر آئے
مٹاتے کے لئے اسکو بہت سے بے بصر آئے

رہا اک حال پر قایم یہ سینتالیس فصلی تک
ابھی تھیں خامیاں آنے میں اسکے حال اصلی تک

اسی حالت میں قسمت سے یہاں پر ایک ظریف آئے
اسی سنہ میں بنانے کو احمد شریف آئے

بنائے اک عروس نو اسے وہ جانفشانی سے
بچایا رب! اسے ہر ایک بلائے ناگہانی سے

یکایک تخت تعلیمات صوبہ کو ہوئی حرکت
ورنگل پر اسی حرکت سے ہی نازل ہوئی برکت

جناب شیخ کرسی صدارت پہ یہاں آئے
عطا کی شان کو بھی ساتھ اپنے کھینچ کر لائے

بجایا فیض کا ڈنکا یہاں کے چپہ چپہ میں
نشہ اسکاؤٹ کی بھر دی یہاں کے بچہ بچہ میں

انہیں کی سرپرستی میں یہ اب پروان چڑھتا ہے
انہیں کے نام پر یہ مدرسہ جیتا ہے مرتا ہے

جناب احمد اللہ مہتمم ضلع ورنگل کے
ثنا خواں جسکے ہیں یہ مدرسے سارے ورنگل کے

اصول علم میں جن کو ہے کامل دستگاہ حاصل
معلم کے معلم کا ہے جن کو مرتبہ حاصل

ہمارا مدرسہ انکا ہی ادنیٰ اک کرشمہ ہے
انہیں کے فیض بے پایاں کا اک چھوٹا نمونہ ہے

فریدوں جاہ دارائے زماں وہ حضرت عثماں
فلک کے ہمنشیں لرزاں ہیں جنکے نام سے ہر آں

وہی فخر زماں روح رواں انصاف کے حامی — وہی عثماں جو ہیں حضرت عثمانؓ کے نامی
شجیع دہر یکتائے زماں ذریت رابع — ہمارے شاہ میر عثمان علی خاں آصف سابع
انہیں کے نام کا عالم میں ہر سو بول بالا ہے — یہ وہ رشک قمر ہے جسکا ہر گھر میں اجالا ہے
الٰہی انکے گلشن میں تو پہلی شان پیدا کر — ہر اک ذرہ میں خورشید فلک کی آن پیدا کر
وہی غنچوں میں شوخی ہو وہی رعنائیاں گل کی — کریں مسرور پھر سے روح کو بے چین بلبل کی
دلوں میں درد ہو اور درد میں تاثیر ہو پیدا — صنم کے چاہنے والے بھی ایکدم تجھ پہ ہوں شیدا
خدایا ! ملک دکن کو ہمیشہ کامرانی دے — ہمارے شاہ عثماں کو حیات جاودانی دے

دعا کرتا ہے افضل اس طرح رطب اللساں ہوکر
خدا آباد رکھے مدرسے کو مہرباں ہوکر

نصاب اسباق الاشیأ اور اسکی توضیح

مدرسہ وسطانیہ حضور آباد ضلع کریم نگر میں بضمن مصروفیات اوقات فرصت ایک
ٹیچرس کلب قایم ہے جہاں تفریحی مشاغل کے علاوہ علمی مشاغل کے لیئے
بھی وقت نکالا جاتا ہے یہ مضمون ان علمی مشاغل کے سلسلہ میں جلیہ اساتذہ
کے روبرو صدر مدرس مدرسہ نے پڑھا تھا۔

ہمارا وطن ایک زرعی ملک ہے اور مدارس کی ایک بہت بڑی تعداد زرعی رقبہ جات میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان مدارس کی تعلیم کو اپنے ماحول سے زیادہ مطابق کرنے اور طلباء کو زیادہ دلچسپی کے ساتھ اپنے ماحول کے معلومات حاصل کرنے کے لئے سررشتہ نے ایک ایسا جامع و مکمل نصاب مضمون سبق الاشیا کا تیار کیا ہے کہ اگر اساتذہ صحیح راستہ پر قدم زن ہو کر تعلیم دیں تو حقیقت میں اس مقصد کے حصول کے لئے انھیں کثرت کار کی شکایت ہوگی اور نہ طلبا ہی ایک بارگراں محسوس کریں گے۔

اسباق الاشیا کے مقاصد نصاب مضمون زیر بحث کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ دیہی ابتدائی و تحتانی مدارس میں بچوں کو فن زراعت کا عملی کام سکھائیں یا پیشہ ورانہ تعلیم دیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اساتذہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں جبکہ وہ طلبا کو اپنے دیہی ماحول کے متعلق معقول اور مفید معلومات بہم پہنچا سکتے ہوں اور انھیں بتا سکتے ہوں کہ وہ کس طرح قدرت کا مشاہدہ کر کے اس کے راز ہائے سربستہ سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں اس مضمون کی تعلیم سے اساتذہ کا ایک اہم مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ دریافت و تحقیق کا فطری جذبہ جو ہر بچے میں ہوتا ہے ہمیشہ ترقی پاتا رہے۔ بلکہ یہ

ان کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔ انھیں ترغیب دیجائے کہ وہ جو کچھ اپنے اطراف دیکھتے ہیں ان کے متعلق سوالات بلا تامل کیا کریں اور خود رنگ برنگ کے پھولوں۔ پودوں اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑوں کی تلاش میں گھومیں اور ان اشیاء کی نسبت جو کچھ کہ انھوں نے مدرسہ میں سیکھا ہے اصلی اشیاء کے ساتھ اس کا تطابق کرکے اپنے علم کو استوار کریں اور اپنے معلومات میں پختگی پیدا کریں۔

نصاب کا مقصد یہ ہے کہ طلبا کی فطری جولانی و بے چینی مفید راستہ پر لگا دی جائے۔ مثلاً یہ کہ ان کی قوت بصر کی اس طرح تربیت ہو کہ پودوں اور کیڑوں کو دیکھ کر وہ تمیز کر سکیں کہ مزارعین کے لئے ان میں کون مفید ہیں اور کون مضر ان کے ہاتھوں اور انگلیوں کی ایسی تربیت ہو کہ دیہی ماحول میں وہ عملی زندگی کے قابل بن جائیں۔ یعنے یہ کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ باغبانی اور کاشتکاری کے معمولی آلات کے استعمال پر اس طرح قابو پا جائیں کہ مدرسہ کی ذہنی اور دماغی تعلیم و تربیت سے فارغ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے کھیت اور باغ میں استعمال کئے جانے والے آلات کے استعمال سے بھی وہ بخوبی واقف ہو جائیں۔

اسباق الاشیاء سے متعلق نصاب میں ایسے اسباق کو جگہ دیگئی ہے جن کا تعلق بچوں کی روزمرہ زندگی اور ان کے مقامی ماحول سے بہت گہرا ہے اور جو انکی اعلیٰ تعلیم میں (اگر وہ حاصل کرنا چاہیں تو) اعلیٰ معلومات کے لئے قابل اعتماد سنگ بنیاد ثابت ہوں لیکن یہ یاد رہے کہ ایسے اسباق الاشیاء کتب درسی کے توضیحات کے محض اعادے نہوں اور استاد اور شاگرد کے درمیان مقررہ عام سوالات و جوابات تک ہی محدود ہوکر نہ رہ جائیں ان اسباق سے اگر بچوں کو حقیقی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو محض اس طرز عمل سے کہ آبجکٹ لیسنس کے اسباق مشاہدہ اشیاء اور ان کے نتائج کے اخذ کرانے کیلئے تختہ مشق بنے رہیں ان مضامین کی تعلیم آسان تجربات اور عملی کام سے جس میں طلباء

خود حصہ لیتے ہوں ہمیشہ واضح کیجاتی رہے اور یہ تجربات اور عملی کام ایسے ہوں کہ طلبا اُپنے گھروں میں خود اپنے ہاتھوں سے کام کر کے اپنے محصلہ علم کو پختہ بنا سکیں

ارتباط | سبق الاشیا اور ڈرائنگ کے اسباق میں ربط پیدا کیا جاے اور بچوں کو سکھایا جائے کہ وہ اپنے مشاہدہ کئے ہوئے اشیا کے اشکال کے خاکے بنا سکیں۔ اس طریقہ کار سے وہ معمولی آلات کشاورزی میوؤں۔ پتوں۔ پھولوں اور کیڑوں کموڑوں کے متعلق زیادہ پراثر معلومات حاصل کرسکیں گے اور ان کی دلچسپیوں میں اپنی کارکردگی کے حسن و کامیابی سے زیادہ اضافہ ہوتا جائے گا پھران تجربات اور مشاہدات وغیرہ کے بعد ان کی توضیح کے سلسلے میں مضمون نویسی کی بھی کافی مشق طلبا کو بہم پہنچائی جا سکتی ہے۔ اس طرح اپنے مشاہدوں کی توضیح کرتے ہوئے اور تجربوں کے دوران میں اپنے اخذ کئے ہوئے نتائج پر بحث کرتے ہوے طلبا اپنے اظہار خیال پر بہتر طور پر قادر ہو سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں ان اسباق کو بچوں کی دیہی زندگی سے مربوط کرتے ہوئے حسابی مسائل بھی حل کرنے کے لئے دئے جا سکتے ہیں۔

حقیقی ماحول کی ضرورت | سبق الاشیا کی تعلیم مدرسہ کے بند حجروں میں ہرگز ہرگز نہیں ہونی چاہئے اساتذہ کو چاہئے کہ جب کبھی بھی ضرورت ہو طلبا کو میدانوں کھیتوں اور مرغزاروں میں لیجا کر۔ میدانوں اور کھیتوں میں کام کرتے ہوئے جانوروں کا مشاہدہ کرواکے۔ ناگرنے۔ بکھر چلاتے فصل بونے اور درو کرنے کا عملی کام دکھلا کر باغ کے پھلوں پھولوں سے لدے ہوئے درختوں کا مشاہدہ کرواکر اور جنگل کے خودرو شجر اشجار کو تبلاکر۔ نیز مختلف پرندوں۔ حشرات الارض اور دیگر اشیائے متعلق مطالعہ قدرت کا مطالعہ کرواکر محل و موقع پر وقتیہ سبق دیں ایسے دئے ہوئے اسباق کا اعادہ کمرۂ جماعت میں خواندگی۔ مضمون نویسی۔ تصاویر

خاکہ کشی کی شکل میں کیا جا سکتا ہے جس کے نتائج ظاہر ہے کہ بہت ہی دلچسپ ہوا کریںگے

اس طریقہ تعلیم سے بچوں میں اپنے ملک اور اپنے ماحول کے اشیار سے انس اور دلچسپی پیدا ہو گی اور ان کی مشاہدہ اور استدلال کی قوتیں اس طرح تربیت پائیں گی کہ وہ اپنی تعلیم کے اعلیٰ کورس پر زیادہ آسانی کے ساتھ بہتر طور پر عبور حاصل کر سکیں گے۔

مدرس کو ماحول سے دلچسپی | ایسے اساتذہ جو شہری ماحول کے عادی ہوں لیکن جو تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں دیہی رقبہ جات میں متعین ہوں انھیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو دیہی مدارس کے حق میں مفید اور اپنے کام کو زیادہ موثر بنانے کے لئے دیہی رقبہ جات کے خاص حالات اور مسائل کا نہایت گہرا مطالعہ کریں اور بیش از بیش کوشش کریں کہ انھیں اپنے نئے ماحول سے کافی دلچسپی پیدا ہو جائے کیونکہ جب تک وہ اپنے بدلے ہوئے ماحول سے دلچسپی نہ لینے لگیں گے دیہی مدارس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

تعلیم سبق الاشیا | سبق الاشیار کی تعلیم کے دو طریقے مدارس میں رائج ہیں

(۱) شئے متعلقہ کے مشاہدہ کے ذریعہ طلبار کا اپنی کوششوں سے معلومات حاصل کرنا

(۲) شئے متعلقہ کی نسبت مدرس کا طلبار کو معلومات مہیا کرنا۔

سبق الاشیار کی صحیح تعلیم سے طلبار کو مشاہدہ اور تجربے سے معلومات حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے اور جب تک شئے متعلقہ طالب علم کے سامنے پیش نہ کی جائے جو اس کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کی اس میں عادت پیدا نہیں ہوتی اس میں خود اعتمادی نہیں ہوتی اور اپنی ذات سے کسی کام کی کوشش کی اس کی طبیعت خوگر نہیں ہوتی۔ وہ کسی دوسرے کا دست نگر بنا رہنا سیکھتا ہے ہمت اور جرأت کے کام اس سے کوسوں دور رہتے ہیں جدت و اختراع کا وہ

قطعاً اہل نہیں ہوتا اور عمر بھر لکیر کا فقیر یا کسی دوسرے کا محتاج بنا رہتا ہے اگر سبق الاشیاء کی تعلیم جیسا کہ بعض مدارس میں غلط طور پر رائج ہے دیجاتی رہے گی اور مشاہدہ تحقیق اور استدلال کا طلبہ کو موقع نہیں دیا جائیگا تو اس کو ہرگز سبق الاشیا یا آبجکٹ لیسن نہیں کہا جا سکتا۔

سبق الاشیا کی بہتر تعلیم کے لئے متذکرہ ذیل تجاویز پیش کئے جاتے ہیں اگر اساتذہ حضرات ان کا لحاظ فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

(۱) اس مضمون کی تعلیم کے وقت تعداد اسباق کا خاص خیال رکھا جائے بہت سی چیزوں کی ادھوری تعلیم سے چند ہی اشیا کی بالکل مکمل معلومات حاصل کرنے کا بچوں کو موقع دینا زیادہ مناسب اور مفید ہے۔

(۲) کسی ایسے مضمون پر سبق نہ دیا جائے جس کی توضیح وتفہیم کے لئے استاد کافی توضیحات فراہم اور پیش نہ کرسکتا ہو۔ توضیحات میں اصل اشیا ان کے حقیقی ماڈل ونقشے اور خاکے شامل ہیں۔

(۳) طلبا کو ترغیب دیجائے کہ وہ اپنے طور پر سبق کی توضیحات فراہم کرنے کی کوشش کریں۔

(۴) طلبا کو آمادہ کیا جائے کہ وہ شئے متعلقہ اور اس کے اجزا کے خاکے (رنگین یا سادہ) تیار کریں اور مشاہدہ وتحقیق کے دوران میں جن باتوں کا انہوں نے مطالعہ کیا ہے ان کو نوٹ کرلیں۔

(۵) گلی نمونے (کلے ماڈلس) شئے متعلقہ کے تیار کرسکیں ان نمونوں کے ذریعہ بچے مشاہدہ کی صحت کا اطمینان کیا جا سکتا ہے۔

(۶) اساتذہ بھی شئے متعلقہ اس کے اجزا اور ان کی تفصیل کی توضیح کے لئے کثرت سے تختۂ سیاہ پر خاکے بنا کر پیش فرمایا کریں۔

(۷) جس احتیاط کے ساتھ طلبار اشیار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کی تحریری وضاحت کرتے وقت بھی وہی احتیاط وہ ملحوظ رکھا کریں۔ اس کی انھیں خوب مشق کرائی جائے۔

سبق الاشیار کی تعلیم کے فوائد | سبق الاشیار کی تعلیم میں تین نہایت اہم فائدے جو مضمر ہیں یہ ہیں۔

(۱) پہلا اور سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ طلبار چیزوں کو بغور مطالعہ کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کے توازن اور تقابل سے ان کے فرق کا امتیاز کرنا سیکھ جاتے ہیں۔

(۲) بچوں کے معلومات میں بہت سی نئی باتوں کا اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) ان ہر دو کے نتائج کی وضاحت جب وہ کرتے ہیں تو انھیں انشا پردازی کی مشق ہوتی ہے حساب ڈرائنگ گلی نمونہ سازی اور دیگر دستکاریوں میں انھیں کافی مشق ہو ان کا استدلال ٹھیک اور انکے ہاتھ بیک ورمقتضئ احتیاط کام کرنے کے خوگر ہو جاتے ہیں۔

انکے علاوہ دیگر فائدے جو بچونکو حاصل ہوتے ہیں ان میں کے چند یہ ہیں۔

(۱) طلبا نئی نئی باتوں کے انکشافات میں جب دلچسپی لینے لگتے ہیں تو گویا ان میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے وہ بہت ہنسی خوشی سے اپنے طور پر یا باہم مل جل کر کام کرنے لگ جاتے ہیں اور ان کے دماغ۔ آنکھ و ہاتھ یکساں طور پر مصروف کار رہتے ہیں۔

(۲) اس طریقہ تعلیم سے طلبا اپنے طور پر قدرتی حقایق سے روشناس ہوکر ان معلومہ اصول فطرت کو دنیا کے دیگر اشیا پر منطبق کرنے کے عادی بن جاتے ہیں اور اس طرح ان میں نئی نئی چیزوں کی تحقیق و انکشاف کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳) انکو خداوند تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے انس پیدا ہو جاتا ہے اور وہ دلچسپی کے ساتھ اپنے اطراف و اکناف کی چیزوں کو دیکھکر ان کی قدر کرنا سیکھتے ہیں اس طرح بچوں میں سچی مصروفیت و تحقیق کا حقیقی رجحان پیدا ہو جاتا ہے جو دنیوی تعلیم کی روح ہے۔

اعادہ کا کھیل

اصولوں پر خیال آرائیاں تو ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں لیکن عمل اور طریقہ کار کے متعلق خیالات ظاہر کرنا بہت ضروری ہے مدرسین کی دنیا میں تجربوں کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

اسباق پر سوالات کرنا اور جوابوں پر نمبر دینا، لڑکوں سے سوالات کروانا اور دو ٹولیاں بناکر ایک دوسرے سے سوال کروانا مفید گردانے گئے ہیں جماعت کی دو ٹولیاں بنانے اور آپس میں سوالات وجوابات کے کھیل کھلوانے کے متعلق چند باتوں کا درج کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ اس کی تنقید وترمیم کرنے میں دلچسپی لیجائے تو ایک علمی ٹورنمنٹ کے ترتیب دینے کی صورت بھی پیدا ہو سکے گی۔

اسباق کے اعادہ کے لئے یہ سوال جواب کا کھیل ہرماہ کے یا ہر پندرہ دن یا تحتانی جماعتوں میں ہر ہفتہ کے بعد رکھنا مناسب ہوگا اس سے اعادہ کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے۔

سب سے پہلے دو ٹولیوں کے لیڈروں کا چننا ضروری ہے لیڈروں کو خود لڑکے چنتے ہیں۔ مدرس صاحب تبلادیں گے کہ ہوشیار اور مضمون میں زیادہ دلچسپی لینے والے اپنی ٹولی کو جیتوائیں گے اور مخالف ٹولی کو ہرائیں گے سب لڑکے ملکر کسی دو لڑکوں کو چننے کے بعد ان میں سے ایک لیڈر ایک لڑکے کا نام لکھ لیگا یعنی ایک لڑکے کو اپنی طرف لیگا۔ دوسرا لیڈر کسی

دوسرے ایک لڑکے کو ۔ پھر پہلا لیڈر ایک کو اپنی طرف لیگا اور دوسرا لیڈر بھی اور ایک لڑکے کو اپنی فہرست میں داخل کرلے گا ۔ جماعت کے تمام لڑکے درج فہرست اور تقسیم ہونے کے بعد کھیل شروع ہوگا ۔ یہ کرنے سے دونوں طرف ہوشیار اور متوسط لڑکے مساوی ہونگے ۔ ہر پارٹی کے لڑکے ایک ہی جگہ بیٹھینگے ۔ دونوں ٹولی کے لڑکے الگ الگ رہیں گے ۔ بالکل نئے لڑکے شریک کھیل نہیں ہوں گے وہ صرف سوال و جواب کو غور سے سنیں گے اور ضرورت پر گواہی دینے کے کام آئیں گے ۔ اگر لڑکے کم ہیں تو دو لیڈر کافی ہیں اگر لڑکوں کی تعداد زیادہ ہے تو ہر ٹولی کے لئے ایک کپتان کی ضرورت پڑیگی جو مخالف ٹولی پر نگرانی کرتے رہیں گے ۔ جب کبھی دو جماعتوں میں مقابلہ ہو تو صرف دو جج مشترکہ طور پر (دونوں جماعتوں سے) چنے جائیں گے ۔ یہ دونوں جج کتابیں اور نوٹ بک لیکر دور بیٹھیں گے اور جواب کو پرکھیں گے اور نمبر دیں گے دونوں کی رائے ایک نہو تو مدرس تصفیہ کریگا دو جماعتوں کا مقابلہ ہو تو ہر جماعت اپنے لیڈر اور اپنے کپتانوں کو آپ ہی چن لیگی (صرف ججوں کو مشترک طور پر چنیں گی) اگر کوئی لڑکا دوسری ٹولی میں منتقل ہونا چاہے تو وہ کھیل شروع ہونے سے پہلے چنتے وقت ہو سکتا ہے لیکن کھیل شروع ہونے کے بعد عمل منتقلی نہیں ہوگا ۔ اگر دونوں لیڈر رضامند ہوں تو خاص حالات میں منتقلی کی جا سکتی ہے ۔

کھیل شروع ہونے کے بعد کوئی لڑکا پنسل کاغذ وغیرہ اپنے ہاتھ میں نہ رکھے گا ۔ اگر کوئی لڑکا بھول کر بھی رکھے گا (-½) نمبر ٹولی کو ملے گا یعنی آدھا نمبر کم کر دیا جائے گا ۔ کوئی لڑکا آوازہ کریگا تو (-½) نمبر پائیگا یعنی ½ نمبر گھٹا یا جائے گا ۔ اگر بات کریگا تو (-۱) نمبر پائے گا یعنی ایک نمبر گھٹا دیا جائے گا ۔ لیڈر اشارہ کرنے پر بھی نمبر کٹیں گے لیڈر اور کپتان اپنی ٹولی کو سدھرتے اور دوسری

ٹولی پر نگرانی کرتے رہیں گے۔ کوئی لڑکا کسی کی شکایت نہیں کر سکتا ہے لیڈر اور کیپٹن شکایت کر سکتے ہیں لیڈر کم آواز میں احتیاط و ادب کے ساتھ بات کر سکیں گے۔ ججوں کا کام صرف فیصلہ سنانا (یعنی نمبر دینا) ہوگا جج نہ ہوں (لڑکے کم ہوں) تو مدرس ان کا پورا کام انجام دیگا۔ لیڈر کیپٹن جج سب موجود ہوں تو مدرس کا کام کم ہو جائے گا لیکن سب پر نگرانی کرنے اور ان کی خامیوں کو دور کرنے کا کام بڑھ جائے گا۔

ایک ٹولی کا ایک لڑکا باری باری سے سوال کریگا دونوں ٹولیاں سن لیں گے سوال میں کوئی خامی ہے تو لیڈر جج یا مدرس اسے درست کریگا اگر سوال بالکل غلط ہے تو (-۱) نمبر دیا جائے گا یعنی ایک نمبر گھٹایا جائے گا کوئی لڑکا بھی سوال کے معنی کھڑے ہوکر مدرس سے پوچھ سکے گا۔

سوال کرنے والا مخالف ٹولی کے کسی ایک لڑکے سے پوچھے گا اگر وہ لڑکا پورا جواب دیگا تو جواب دینے والے ٹولی کو تین نمبر ملیں گے پہلا نہیں بولا دوسرا لڑکا بولا تو ۲ نمبر ملیں گے۔ تیسرا بولنے پر صرف ایک نمبر ملے گا اگر پہلا آدھا جواب دیا اور دوسرا آدھا (پہلے کی تکمیل کیا) تو پہلے کے آدھے نمبر $1\frac{1}{2}$ اور دوسرے لڑکے کے آدھے نمبر (۱) اسطرح جملہ ($1\frac{1}{2}+1=2\frac{1}{2}$) نمبر ملیں گے۔ پہلا اور تیسرا ملکر تکمیل کرنے پر (۳ + ۱) یعنی ۴ کا آدھا) ۲ نمبر ملیں گے اس طرح حساب سے نمبر دینا ہوگا۔ تحتانی جماعتوں میں صحیح عدد میں ہی نمبر دینا ہوگا کیونکہ کسر سے وہ واقف نہیں ہوتے۔ اگر تینوں لڑکے جواب نہ دیں تو صفر ملے گا اور سوال کرنے والا اپنی ٹولی کے کسی لڑکے سے پوچھے گا اس میں بھی پہلے کو تین دوسرے کو دو تیسرے کو ایک نمبر ملیگا۔ اگر لڑکے زیادہ ہوں تو پہلے کو ۵ نمبر دوسرے کو چار اور تیسرے کو ۳ اور چوتھے کو ۲ اور پانچویں کو

ایک نمبر ملیگا اگر زیادہ لڑکوں کی دو جماعتوں میں مقابلہ ہو تو ۸ لڑکوں تک بڑھایا جا سکے گا اور پہلے کو آٹھ نمبر دیا جائے گا۔ آٹھ لڑکوں سے پوچھا جائیگا

مضمون انگریزی میں کھیل ہو رہا ہو تو صحیح سوال کے لئے بھی ایک یا دو نمبر سوال کرنے والی ٹولی کو ملے گا۔

بورڈ پر دو حصے کرکے نمبر دیتے رہنا چاہئے اور بازو منفی نمبر یعنی گھٹنے کے نمبر بھی درج رہنا چاہئے۔ اگر لڑکے صابر اور ٹرینیڈ ہوں تو گھنٹہ ہونے سے ایک دو منٹ پہلے نمبر جمع کرکے جس ٹولی کی جیت ہوئی ہے تیلا دینا چاہئے کتنے نمبر سے جیت ہوئی ہے ہارنے والے کتنے نمبر لئے ہیں وغیرہ جماعت میں بولدینا چاہئے۔ آیندہ کی تیاری کے لئے کہدینا چاہئے اگر لڑکے اس قدر صابر نہیں اور شور غل ہونے کا اندیشہ ہو تو گھنٹہ ختم ہونے کے بعد تمام لڑکوں کو بھیجکر صرف لیڈروں سے نمبر جمع کرواکر ہار جیت کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ وہ لیڈر اپنی اپنی ٹولی والوں کو کہدیں گے۔ ایک شرط لگانا کہ ایک ٹولی دوسری ٹولی سے ۱۲، ۲۰، ۴۴ نمبر زاید لینے سے جیت ہوگی زیادہ جوشیلے لڑکوں کے لئے مفید ہے کیونکہ جیتنے کے شوق یا ہارنے کے خوف سے کم اثر کرتا ہے کیونکہ ایک دم ۱۲ زاید نمبر لینا مشکل ہے اور مقابلہ برابری پر ختم ہو جاتا ہے۔ پھر بھی دو چار نمبر زاید لئے ہوئے لڑکے کچھ خوش رہتے ہیں۔ کم نمبر لی ہوئی ٹولی آئندہ کھیل میں زاید نمبر لینے کی دھن میں رہتی ہے اس لئے گڑبڑ کا موقع نہیں رہتا۔

دو تین بار کھیلنے کے بعد پھر ٹولی بندی نئی طور سے ہونا مناسب ہے کیونکہ لڑکے چننے کے کام سے واقف ہوں گے اور ٹولی بندی کی خرابی یا سداری نہیں رہے گی۔ پہلی ٹولی کے لڑکے دوسری ٹولی میں جانے سے پاسداری کا مادہ کم ہوکر انصاف کا مادہ آجائے گا کھیل کا اعلان اور ٹولی بندی کم از کم

ایک دن پہلے ہونا چاہئے کیونکہ لڑکوں کو پڑھنے اور سوچنے کا موقع ملجاتا ہے۔ ایک دن کی تعطیل کے بعد کھیل رہے تو اور بھی اچھا رہتا ہے البتہ پانچ چھ دن کی تعطیلات کے بعد مقابلہ رکھنا زیادہ مفید نہیں کیونکہ لڑکے لمبی تعطیلات میں اس قدر جم کر کھیل کی تیاری نہیں کرتے تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایک یا دو دن کی تعطیل میں لڑکے زیادہ تیار ہوتے ہیں۔

اگر ایسے کھیل دو مدرسوں کے لڑکوں میں ہوں تو مقابلہ (کامپٹیشن) دلچسپ رہے گا لڑکوں کی تیاری بھی اچھی ہوگی۔ ایسے موقعوں پر البتہ بڑی تعطیلات کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مدرسوں میں ایک دوسرے کے عملی درس و تدریس کے مشاہدہ کرنیکا رواج بہت کم ہے اس کی وجہ غالباً تکلف، شرمندگی جیسی کوئی جبلت اور نکتہ چینی سے کچھ ڈر وغیرہ ہوں لیکن کام کی دلچسپی۔ جدت پسندی، اختلاف رائے کی قدردانی اور ہر ایک کو اپنے اپنے طریقہ پر سدھارنے کے موقع دینے کا ہمدرد مادہ زیادہ ہو تو خوف نکتہ چینی یا تکلف وغیرہ پر غالب آ جا سکتے ہیں جو اسباق جلسوں وغیرہ میں دئے جاتے ہیں ان میں طریقہ اکثر نقلی و بناوٹی کے حد تک بھی پہنچ جا سکتا ہے نمائشی سبقوں وغیرہ سے تجربہ اس قدر اچھا نہیں رہتا جس قدر کہ روزانہ کے معمولی سبق وغیرہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اس بحث پر ایک مضمون ہو سکتا ہے اب یہ لکھنا کافی ہے کہ ہر مدرس کو اپنا تجربہ ظاہر کرنا اور دوسروں کا تجربہ معلوم کرنا اصولی کتب کے مطالعہ سے زیادہ مفید اور موثر ہے۔ طریقہ کار کے ارتقا کے لئے تجربہ ضروری ہے۔ عینی مشاہدہ بھی سبق آموز ہے کشادہ دلی سے مشاہدہ کرنا اور کشادہ دلی سے دوسروں کو مشاہدہ کا موقع دینا تعلیمی ترقی کی حقیقی بنیاد ہے

———

تبصرے

اردو برائے بالغاں

جناب صاحبزادہ سعید الظفر خاں صاحب نے ایک دیدہ زیب کتاب انگریزی زبان میں بالغوں کو اردو پڑھانے کے طریقہ پر لکھی ہے یہ ملک کی خوش قسمتی ہے، کہ صاحبزادہ صاحب اس کے باوجود کہ ایک مشہور ڈاکٹر (طب) ہیں اور فن تعلیم سے ان کا صرف اس قدر تعلق رہا ہے کہ ریاست بھوپال میں دیگر سررشتہ جات کے ساتھ سررشتہ تعلیمات کے بھی وزیر تھے ایک ایسے مسئلہ کے حل پر توجہ فرما رہے ہیں جو بالکلیہ ماہرین تعلیم اور مدرسین سے متعلق ہے اس میں شک نہیں کہ صاحبزادہ صاحب کی کتاب نے تعلیم بالغان سے متعلق ادب میں گرانقدر اضافہ فرمایا ہے لیکن اس میں بعض ایسی تجاویز ہیں جن کی آزادانہ تنقید غالباً بے موقع یا ناپسندیدہ نہ ہوگی۔

اس کتاب میں بالغان کو تہجی یا صوتی طریقہ کے بموجب تعلیم دینے کی سفارش کی گئی ہے اور ساتھ ہی اس طریقہ کی تائید میں چند تجربے بھی پیش کئے ہیں۔ لیکن امریکہ اور جرمنی کے ماہرین سالہا سال کے ایسے تجربوں کے بعد جو سینکڑوں ہزاروں طلبہ پر کئے گئے اس قطعی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ لفظی یا جملی (ورڈ یا سینٹنس) طریقے بہترین ہیں۔ بامعنی چیز ہی دلچسپی کا باعث ہوتی ہے بامعنی لفظ ہی سمجھ میں آسکتا ہے لفظ ہی اکائی بن سکتا ہے محض حرفوں کی یکجائی سے مقصد

حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لفظ کو بحیثیت اکائی نہ کہ مجموعہ حروف سکھانا چاہئے موثر پڑھائی سے لیۓ الفاظ کا معنی دار ہونا ضروری ہے۔

صاحبزادہ صاحب کی دوسری اہم تجویز یہ ہے کہ بالغوں کی تعلیم کا آغاز لکھائی سے کیا جائے اور ابتدا میں قلم کی گرفت وغیرہ کے متعلق ہدایات دینے کے بعد نستعلیق خط ان کی چند ترمیموں کے ساتھ سکھایا جائے۔

یہ بھی ماہرین تعلیم کی متفقہ رائے کے بالکل خلاف ہے بالغوں کی خاص نفسیات اور احساس کمتری کے باعث یہ اور زیادہ ضروری ہے کہ انکی تعلیم میں کم سے کم وہ طریقہ نہ استعمال کیا جائے جو کہ عام طور پر ہندوستان میں چھوٹے بچوں کے لئے رائج ہے مسلمہ اصول کے مطابق بالغ کو لکھنا سکھانے سے پہلے پڑھنا سکھانا چاہئے ہر بالغ کافی الفاظ کا ذخیرہ رکھتا ہے۔ اگر اسکو پہلے مانوس الفاظ پڑھنا سکھا دیا گیا تو نہ صرف اس کے احساس کمتری میں کمی ہوگی بلکہ اسے پڑھنے کا ایسا شوق ہو جائے گا کہ وہ پھر آسانی سے لکھنا سیکھ لیگا۔ مجوزہ رسم خط کے متعلق ہم ذرا تفصیل سے بحث کریں گے لیکن ایک اہم اور غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا کسی بالغ کو ایسا رسم خط سکھانا مناسب ہے جس رسم خط میں کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ تحریر دیکھنے کا موقع ہی نہ ملے اور پڑھنا لکھنا سیکھنے کے بعد بھی وہ اپنے کو ان پڑھ کا ان پڑھ ہی محسوس کرے۔

اعراب اعراب کے استعمال میں صاحبزادہ صاحب سے وہی سہو ہوا ہے جس کے اکثر لوگ مرتکب ہوتے ہیں جب کوئی ماہر فن یہ سمجھتا ہو کہ اس کا طریقہ منطقی ہے تو اسے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ پڑھنے والے بھی منطق سے کام لیں گے اور جب ایک علامت دو آوازیں دیگی تو وہ کان کھڑے کرینگے زیر۔ چونکہ یہ علامت عام ہے اس لئے جب کوئی علامت نہ ہو تو زیر

پڑھنا چاہیئے۔ یہ اصول ٹھیک ہے۔ مگر چونکہ اردو میں ہر متحرک کے بعد ساکن حرف آتا ہے اس لئے اگر دونوں ابتدائی حرف متحرک ہوں تو دوسرے حرف پر حرکت کی علامت لگانی چاہیئے مثلاً لفظ زبر ہی کو لیجئے۔ اگر ب پر زبر نہ لگائیں تو دوسرا حرف یعنی ب ساکن پڑھا جائے اس لئے ب پر زبر لگانا چاہیئے ورنہ زَبْرْ پڑھا جائے گا نہ کہ زَبَر۔

وَ اس کی آواز اس طرح نکلے گی جیسے کہ واو حرف صحیح مفتوح ہو۔ اگر اسکو ’ئُو‘ پڑھنا ہو تو زبر و پر نہ دینا چاہیئے بلکہ و کے ماقبل حرف پر دینا چاہیئے۔ چنانچہ ایک لفظ میں صاحبزادہ صاحب نے ایسا ہی کیا ہے۔ یعنی موت اس لئے وَ کو ایک حرف علت (vowel) قرار دینا ٹھیک نہیں دراصل یہاں و حرف ساکن ہے اور زبر کے ساتھ ملکر اپنی اصلی آواز دیتا ہے۔

زیر۔ مقصورہ (short) اور ممدودہ (long) آوازوں میں یکسانیت نہیں ہے۔

دِل نِیل

دِل میں زیر معروف ہے۔ نِیل میں مجہول ہے۔
اس کو یوں لکھنا چاہیئے

سِوا نِیل
دِل ڈِھیل

زیر کا اوپر دینا مناسب نہیں کیونکہ زیر تو زیر ہے اور اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے نیچے آنا چاہیئے۔ بہر حال اگر زیر کو اوپر لانا ہے تو ہر جگہ وہی عمل ہونا چاہیئے۔

پنسِل۔ نِیل یوں لکھنا چاہیئے۔

پیش اس میں بھی وہی بے ربطی ہے۔

اُن	جوُن	اُن میں علامت معروف کی ہے اور آواز مجہول کی جوُن میں آواز اور علامت معروف ہیں۔ پس اگر ے کو ضمہ معروف کی علامت قرار دیتے ہیں تو اس کی آواز ہلکے واو کی ہوگی اور واو کے ساتھ ملکر کھینچکر پڑھی جائے گی یعنی بغیر واو کے اس کی آواز مقصورہ ہوگی اور واوَ کے ساتھ ممدودہ۔ اسی طرح مے کو مجہول کی علامت قرار دیکر مقصورہ اور ممدودہ آوازوں میں یکسانیت
اُن	اُون	
سُن	سُونا (سنسان)	
سُہانا	سُونا (دھات)	
بُلبُل کے بجائے بُلبُل		
بُول		

پیدا کرنی چاہیئے۔ اگر قدیم طریقہ پر عمل کرنا ہو تو بُلبُل لکھنا ٹھیک ہے اس صورت میں مول بغیر پیش کے لکھیں گے البتہ مُول پر پیش لگا کر اسکی آواز کھینچکر نکالیں گے۔

نون غنہ میں بھی التباس ہوتا ہے۔ بھَونْ۔ پرِند (دونوں نونوں کی آواز میں فرق ہے۔

طرزِ تحریر اس کے متعلق صاحبزادہ صاحب نے جو طریقہ اختیار فرمایا ہے وہ نستعلیق کے نقطہ نظر سے مکمل نہیں ہے۔

مثلاً ی کی ابتدائی اور درمیانی شکلیں مکمل نہیں دیگئیں ر، د صرف ایک درمیانی شکل بتائی گئی ہے۔

جیسا کہ سجاد مرزا صاحب نے بتایا ہے ی کا شمار ب خاندان میں ہونا چاہئے کیونکہ یہ حرف اپنی بدلی ہوئی شکل میں بالکل ب کے مماثل ہو جاتا ہے۔

یَ یمن ایخدا
یُ یوسف یوگ
یہ ریت یا پریتن۔ جینا

غیر ضروری حروف صاحبزادہ صاحب نے بعض حرفوں کو غیر ضروری بنایا ہے اور ان کا ضمنی تذکرہ کر دیا ہے اگر صوتیاتی اُصول پر وہ ان حرفوں کا قائمقام تجویز کرتے تو اور بات تھی مگر یہ درست نہیں کہ یہ حروف روزمرہ بول چال میں کام نہیں آتے۔ بعض روزمرہ کے معمولی لفظوں میں ان حرفوں سے کام پڑتا ہے مثلاً

ح حقہ۔ حضرت۔ حرکت۔ حرکت۔ حاکم۔ حکومت سحری۔ بحث وغیرہ
خ خیر حلال خور۔ خدا۔ خود۔ خرگوش۔ خربوزہ۔ خریدار حریف (فصل)، بیدخل۔
ق وقت قینچی۔ قفل۔ قاضی۔ مقدمہ۔ ترقی۔ چاقو۔ قید۔
ع عورت عمارت۔ عید۔ طاعون۔ ربیع (فصل) عرضی۔
غ غریب۔ مرغا۔ مرغی۔ کاغذ۔ غلیظ
ص فیصلہ، فصل، صفر۔ صاف۔ صافا۔ صافی۔
ض عرض۔ عرضی ضبطی۔ مضبوط۔
ط طوطا۔ طلب۔ طلبی۔ طاعون۔ مطلب۔
ظ حفاظت۔ محفوظ۔ ظلم۔ ظالم ظلمی۔ غلیظ
ذ ذکر۔ ذبح۔ کاغذ۔ ذرا۔

ث یہ حرف کم استعمال ہوتا ہے پھر بھی ہندوستانیوں کے لئے خصوصاً کسانوں کے لئے ثبوت اور ثابت بہت ضروری لفظ ہیں۔

حرف **ژ** معمولی اردو میں رائج نہیں ہے

لفظ چکر (Dice) یہ بچوں کے لئے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ ترکیبی طریقوں میں فالتو توانائی کی ضرورت پڑتی ہے جو بچوں میں تو ہوتی ہے مگر ضعیف و ناتوان بڈھوں میں فالتو توانائی کہاں۔

ہو گئے مضمحل قویٰ غالبؔ اب عناصر میں اعتدال کہاں

عام مدارس میں دستی کام مولوی سید محمد جعفر صاحب نے سررشتہ تعلیمات میں اپنی جدید خدمت انسپکٹر ڈرائنگ اور مینول ٹریننگ کا جایزہ لینے کے بعد بجا طور پر یہ محسوس کیا کہ تنظیم جدید کے بموجب تعلیمی دستی کام کی صحیح تعلیم کے لئے صدر مدرسین اور مدرسین متعلقہ کا اس نئے مضمون کے اغراض ومقاصد سے کما حقہ واقف ہونا ضروری ہے چنانچہ اس کی تکمیل کے لئے انہوں نے بہت اور قابلیت سے اردو زبان میں ڈرائنگ اور آرٹ اور مینول ٹریننگ اور کرافٹ کی تشریح کرتے ہوئے ان کے طریقہ ہائے تعلیم پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

آرٹ اور کرافٹ ایسی جدید اصطلاح ہے کہ بورڈ آف ایجوکیشن لندن کی ہدایات مدرسین میں اس کا استعمال سب سے پہلے ۱۹۲۷ء کے اڈیشن میں کیا گیا۔ ہمارے مدارس کے نصاب میں ایسے جدید مضمون کی شرکت سے گویہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ریاست ابد مدت تعلیمی امور میں ترقی یافتہ ممالک کے دوش بدوش چلنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایسی مشکلات بھی رونما ہو رہی ہیں جن کا حل نہ ہوا تو فائدے کے بجائے نقصان ہو جانے کا خدشہ ہے

قابل مولف نے تعلیمی دستی کام پر یہ کتاب لکھتے وقت بالکلیہ انگلستان اور یورپ کے مواد پر بھروسہ کیا ہے اور ہندوستان خصوصاً حیدرآباد کے مدارس کے لئے ایسا پس منظر پیش کرنے پر بالکل توجہ نہیں فرمائی جس سے اس نئے مضمون کا ماضی سے تعلق پیدا ہو جاتا ۔ کیا علم و ہنر ہمارے ملک میں موجود نہیں تھا؟ کیا ہمارے آرٹ اور کرافٹ کی بہترین مثالیں ہمارے ملک میں نہیں ہیں؟ کیا فن رس (آرٹسٹ) اور کاریگر (کرافٹس مین) کی تعلیم کے لئے ہمارے پاس انتظامات نہیں تھے؟

اگر جواب اثبات میں ہے اور ہونا بھی چاہیئے تو پھر قابل مؤلف کو اصطلاحات اور متعلقہ کتب کی فراہمی میں ایسی مشکل نہ ہونی چاہیئے تھی جس کا انہوں نے اپنے پیش لفظ میں خاص طور پر ذکر فرمایا ہے اگر قدیم کتب سے قطع نظر کیا جائے تو بھی سررشتہ تعلیمات کے شایع کردہ تراجم ایجوکیشنل ہینڈ ورک بائی جنکنس اور انڈسٹریل ورک بائی ورسٹ کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے جن کے ساتھ سینکڑوں اصطلاحات کی فہرستیں بھی شامل ہیں ۔ فن تعلیم کے متعدد اردو رسالوں میں دستی کام پر مضامین شایع ہو چکے ہیں جن سے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا جا سکتا تھا ۔

اس قابل قدر کتاب میں ایک بڑی کمی ہے اس میں کسی طریقۂ تعلیم کی خاص طور پر سفارش نہیں کی گئی ہے اور نہ منظورہ نصاب کی عملی تکمیل کے لئے ایسی تفصیلی ہدایات دیگئی ہیں کہ ان کے بموجب ایک متوسط درجہ کا مدرس اخراجات کے خدشہ سے بے فکر ہو کر اطمینان کے ساتھ کام کرنے لگے ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس مفید کتاب کو ہر مدرسہ کے کتب خانہ میں جگہ دیجائے گی صدر و مدرس متعلقہ اس کا خوب مطالعہ کریں گے اور آئندہ ایڈیشن میں قابل مؤلف متذکرۂ بالا امور پر توجہ فرماتے ہوئے ایسی تفصیلی ہدایات بھی شامل فرمائیں گے

کہ ایسے مدارس یا مدرسین جو محض اخراجات کے ڈر سے دستی کام سے بھاگتے ہیں ان کو ہر کام کی تفصیل اور اس کے تخمیناً اخراجات معلوم ہو جائیں گے
قیمت عاں ملنے کا پتہ مولف یا اعظم اسٹیم پریس حیدر آباد دکن۔

مجلہ نظامیہ جناب ابو الخیر صاحب کنج نشیں مدیر مجلہ نظامیہ نے حضرت ملّا عبدالقیوم صاحب مرحوم کی یاد میں خصوصی شمارہ شایع کرکے ایک ایسے مصلح اور پیشوائے تعلیم کی یاد تازہ کی ہے جو اگر کسی اور ملک میں پیدا ہوتا تو نہ معلوم اس کی کیا قدر و منزلت ہوتی اور اس کی یادگار قایم کرنے کے لئے کیا کچھ نہ کیا جاتا۔

ملا صاحب نے بہت سی تحریکات کیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش فرمائی لیکن ان کو تعلیم سے بہت شغف تھا وہ ان چند دور بیں حضرات میں سے تھے جنہوں نے ملت کی ترقی کے لئے تعلیم کو سب سے زیادہ اہمیت دی اور آج سے نصف صدی پہلے جبری تعلیم کے نفاذ کے لئے ایک رسالہ شایع کیا اور مذہبی دلائل سے عام جبری تعلیم کی شدید ضرورت ثابت کی اس خصوصی شمارہ میں ایسا مواد فراہم کیا گیا ہے جس سے ملّا صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ پورے شمارہ میں مولوی مظہر صاحب کا مضمون پراز معلومات ہے۔ اس شمارہ کو دلچسپ بنانے کے لئے ملا صاحب کی تصاویر کے علاوہ ان کے خط کا چربہ بھی دیا گیا ہے۔ ہر تعلیم یافتہ بالخصوص ہر نوجوان مسلمان کو یہ رسالہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ ہم قابل مدیر کو اس خصوصی شمارہ پر مبارکباد دیتے ہیں۔

حجم ۱۹۲ صفحہ لکھائی چھپائی و کاغذ معمولی قیمت (عہ) پتہ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی حسینی علم حیدر آباد دکن

شعر العرب مولفہ حکیم محمد ہبۃ اللہ استاذ نظامیہ طبی کالج حیدرآباد دکن
اسے بھی ادارہ ترقی تعلیم اسلامی نے شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں بقول مولف
وہ بہت مختصر لیکن مفید اور محققانہ طور پر عربی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اردو میں
عربی شاعری کے متعلق بہت کم مواد ہے اور اب تک افسوس ہے کہ کسی عربی داں نے
"شعر العجم" کی طرح شعر العرب لکھنے پر کمر نہیں باندھی۔ حکیم صاحب نے عربی شاعری
پر اپنا مختصر رسالہ تالیف کرکے ایک بحر بیکراں کی طرف توجہ مبذول کی ہے جو قابل
ستائش ہے لیکن طباعت کی متعدد غلطیوں کے علاوہ ایک بات قابل غور یہ
ہے کہ کیا عربی اشعار کا ترجمہ اصل کا لطف اور زور ظاہر کرتا ہے؟ عربی کی خصوصیات
کو واضح کرتا ہے۔ انسان کے جذبات پر اثر کرتا ہے؟

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ مولوی سید عبد الغنی صاحب نے ایک چھوٹی سی کتاب
شائع کی تھی جس میں عربی اشعار کے ساتھ ساتھ منظوم اردو ترجمہ بھی دیا گیا تھا
مترجمین کے لیے ان کا ترجمہ ایک نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو:-

حَسِبْنَاكُمُ دِرْعًا حَصِينًا لِتَمْنَعُوا ۔۔۔ سِهَامَ العِدَى عَنِّي فَكُنْتُمْ نِصَالَهَا
یں سمجھا تھا کہ آڑے آؤ گے میرے سپر ہو کر ۔۔۔ نہیں اب جان لیتے ہو مری تیغ و تبر ہو کر
وَكُنْتُ أُرَجِّيكُمْ عِنْدَ كُلِّ مُلِمَّةٍ ۔۔۔ إِذَا أَعْوَرَتْ أَيْدِي الْيَمِينِ شِمَالَهَا
توقع تھی کہ دو گے ساتھ میرا ہر مصیبت میں ۔۔۔ پڑے پتھر جو مجھ پر تم نکل بھاگے شرر ہو کر

علاوہ بریں اردو دانوں کو متوجہ کرنے اور ان کی دلچسپی بڑھانے کیلئے
یہ مناسب ہوتا کہ مختلف عنوانات مثلاً صبر، دنیا، شجاعت وغیرہ قائم کرکے
عربی اشعار کی ترتیب دیجاتی اور اس کے بعد تبصرہ کیا جاتا۔ ہمیں توقع ہے کہ آئندہ
ترتیب اشعار اور صحیح اور موثر ترجمہ پر زیادہ توجہ کی جائے گی اور غیر متعلق تصاویر
سے احتراز کیا جائیگا۔ لکھائی چھپائی ادنی۔ کاغذ معمولی حجم ۴۴ صفحہ قیمت ۴ر

تبویب حیدری مرتبہ مولوی فضل اللہ احمد صاحب بانی گشتی کتب خانہ حیدرآباد۔ اس دلچسپ چھوٹی سی کتاب کا دیباچہ جناب ناظم صاحب سررشتۂ معلومات عامہ نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ سچ لکھتے ہیں کہ "ذخیرہ معلومات کی بڑھتی ہوئی وسعت اسباب کی متقضی ہے کہ اسے مختلف مرکزی اور ذیلی شعبوں میں تقسیم کیا جائے..... اب مختلف علوم کے لٹریچر کی ترتیب بجائے خود ایک جداگانہ علم و فن کی صورت اختیار کرچکی ہے" گو اردو کتابوں کا ذخیرہ اتنا زیادہ نہیں ہے کہ کوئی جدید طریقہ اختیار کئے بغیر کام نہ چل سکے لیکن اسی کے ساتھ اس سے استفادہ کے لئے سہولتیں بہم پہنچانا بھی بہت ضرور ہے جہاں تک ہمارے معلومات ہیں اردو کتابوں کی سائنسی ترتیب سٹی کالج میں سب سے پہلے ہوئی اس کے کتب خانہ کی مطبوعہ فہرست ہر ایک کے لئے رہنما بن سکتی ہے لیکن تبویب کے فن سے متعلق اردو میں کوئی اچھی کتاب نظر نہیں آتی تھی۔ مولوی فضل اللہ صاحب نے اس کمی کو بڑی قابلیت کے ساتھ پورا کیا ہے اگر ان کی تجویز کے مطابق کتب خانے خصوصاً مدارس کے کتب خانے عمل کریں تو یکسانیت کے ساتھ تشنگان علم کے لئے بہت سہولت ہو جائے گی۔

حجم ۴۰ صفحہ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت [illegible]

روئداد دہ سالہ مجلس احیاء اشعار [illegible] اور دستور العمل مذکورہ وصول ہوئے جس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

وظیفہ تعلیمی

سال حال (۱۳۵۰ف) کا وظیفہ یادگار نواب مسعود جنگ بہادر بہ حساب (۱۰ء) دس روپیہ ماہانہ چار سال تک بہ شرط کامیابی امتحان سالانہ سررشتہ تعلیمات کے نان گزیٹیڈ معلمین و معلمات و اہلکاران کے فرزند یا دختر کو جو امتحان ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکٹ منعقدہ ۱۳۵۰ف میں سب سے زیادہ نشانات لیکر کامیاب ہو اور جو آیندہ کالج کی تعلیم حاصل کرنا چاہے دیا جائیگا۔

یادداشت :۔ (۱) کالج کی تعلیم میں فنی تعلیم بھی داخل ہے۔

(۲) معلمین و معلمات و اہلکاران مدارس امدادی بھی بغرض وظیفہ سررشتہ تعلیمات کے نان گزیٹیڈ معلمین و معلمات و اہلکاران میں شامل ہیں۔

پس سررشتہ تعلیمات کے نان گزیٹیڈ معلمین و معلمات و اہلکاران جن کے فرزند یا دختر امتحان ہائی اسکول لیونگ سرٹیفکٹ منعقدہ ۵۰ف میں کامیاب ہوے ہوں وہ دفتر نظامت تعلیمات سے وظیفہ کا فارم بہ ادائی قیمت ایک آنہ حاصل کر کے درخواست دفتر نظامت تعلیمات میں ختم شہریور ۱۳۵۰ف تک پیش کر سکتے ہیں۔ بیرون بلدہ حیدرآباد کے نان گزیٹیڈ معلمین و معلمات و اہلکاران کو فارم کی قیمت کے علاوہ ٹکٹ بھی بھیجنے پر دفتر نظامت تعلیمات سے فارم بھیجدیا جائیگا۔

ہزاکسلنسی نواب صاحب مختاری صدر اعظم بہادر

فہرست مضامین رسالہ المعلم

تصویر ہز اکسیلنسی نواب صاحب چھتاری صدر اعظم بہادر

جلد ۱۷	بابتہ ماہ مہر ۱۳۵۰ف	نمبر ۱۱

جدید نواب صدر اعظم بہادر

کرنل، نواب، ڈاکٹر، سر، حافظ محمد احمد سعید خاں صاحب بہادر کے بی آی۔ ای۔ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی جدید صدر اعظم ممالک محروسہ سرکار عالی رئیسان صوبہ متحدہ آگرہ واودھ کے اس مشہور لال خانی خاندان کے رکن اعظم ہیں جس نے گذشتہ دور میں بہت سے سپاہی۔ دیندار اور مخیر افراد پیدا کئے آپ کے جد امجد نواب محمود علی خاں صاحب اپنی مذہبی زندگی اور خیرات اور مبرات کیلئے مشہور رہے ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار نواب عبد العلی خاں صاحب جو تعلقہ چھتاری مع مواضع ملحقہ کے رئیس تھے بڑی خوبیوں کے عالم تھے لیکن افسوس کہ

عین عالم جوانی میں رحلت کر گئے اس وقت نواب صاحب ممدوح جو ۱۲ ء دسمبر ۱۸۸۸ء
میں پیدا ہوئے تھے صغر سن تھے چنانچہ ان کا علاقہ کورٹ آف وارڈس کے تحت آ گیا
خاندانی روایات کے مطابق نواب صاحب ممدوح کی ابتدائی تعلیم گھر ہی
پر ہوئی اور اردو ۔ فارسی ۔ عربی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک حفظ کرایا گیا۔ اس کے
بعد سرسید کے مشہور ادارہ ایم اے او کالجیٹ اسکول میں داخل کئے گئے جہاں
ان کا قیام انگلش ہوس میں رہا جو ایک ایسا اقامت خانہ تھا جہاں بہترین قسم کی
تربیت دیجاتی تھی اور مختلف حصص ہندوستان کے اعلی خاندان کے افراد اپنی
ہونہار اولاد کو بڑے شوق سے اس میں شریک کراتے تھے ۔ نواب صاحب
ممدوح نے علیگڈھ میں تا تو یہ تعلیم پوری کی اور اپنے ہم مدرسہ ہم جماعت اور ہم اقامت
طلبہ میں ہمیشہ ہر دلعزیز اور ممتاز رہے ان سے ایسے خوشگوار تعلقات رکھے کہ
آج تک قایم ہیں ۔ ختم تعلیم کے بعد انتظامی کام سیکھنا شروع کیا اور جب کورٹ نے
ان کا علاقہ واپس کیا تو بڑے انہماک ۔ محنت اور بیدار مغزی سے اپنی جائداد
کا انتظام فرمانے لگے ۔

ایسے اوصاف حمیدہ کے باعث یہ ضروری تھا کہ وہ قومی کاموں کے لئے
کچھ وقت نکالتے چنانچہ ان کی قومی خدمات کا دور علیگڈھ کی خدمت سے ہی شروع
ہوا اور اس کے بعد ان کا دائرہ عمل وسیع ہوتا گیا یہاں تک کہ اس میں پورے
ہندوستان کی سیاسی سماجی تعلیمی تحریکات شامل ہوگئیں ۔ نواب صاحب ممدوح
سنہ ۱۹۲۰ء میں صوبہ متحدہ کی کونسل کے بلا مقابلہ رکن منتخب ہوئے اور کچھ ہی عرصہ
میں محض ذاتی قابلیت کی بنا پر وزیر مقرر کئے گئے ان کی وزارت کا زمانہ بہت
کامیاب ثابت ہوا ایک سے زیادہ مرتبہ گورنری کی اہم خدمات انجام دیں یہ
وہ اعزاز ہے جو ہندوستانیوں کو بہت ہی کم نصیب ہوتا ہے ۔ آپ واحد ہندوستانی

ہیں جس نے گورنری کی خدمت کو چار چاند لگائے اور ہر طرح یہ واضح کر دیا کہ اعلیٰ خاندان کے ہندوستانیوں میں صفات حکمرانی بدستور موجود ہیں حکومت برطانیہ نے آپ کی کارگزاریوں کے صلہ میں آپ کو خطابات عطا فرما کر آپکی قدرومنزلت بڑھائی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ نے اپنے مایہ ناز سپوت کو ڈاکٹر کی اعزازی ڈگری دے کر آپ کی تعلیمی اور سماجی خدمات کا اعتراف کیا۔

اس پرآشوب زمانہ میں ممالک محروسہ سرکار عالی کو ایسی ہی ہستی کی ضرورت تھی۔ ملک کی خوش قسمتی ہے کہ اعلیحضرت بندگانعالی کی دوررس نظر انتخاب آپ پر پڑی اور اس نازک دور میں صدارت عظمیٰ کے اہم اور ذمہ دار عہدہ پر آپ کا تقرر فرمایا گیا۔ نواب صاحب ممدوح ہمارے پہلے صدر اعظم ہیں جو ہندوستان کے ایک نامور رئیسوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوئے علاقہ انگریزی کی اعلیٰ ترین انتظامی خدمات کا بہترین تجربہ بھی رکھتے ہیں جو ہر طرح سے ملک کیلئے خوش آیند ہے۔

خاندانی اعزاز۔ ذاتی صفات اور نظم و نسق کے تجربہ کے ساتھ قدرت نے آپ کو عمدہ وجاہت بھی عطا فرمائی ہے۔ آپ کا شاندار قد و قامت کشادہ پیشانی۔ روشن آنکھیں۔ ستواں ناک اور بارعب مونچھیں۔ بڑے سے بڑے مجمع میں بھی آپ کو سربلند رکھتی ہیں آپ کا مشرقی اخلاق اور عادتی مشرقی مگر سادہ لباس ہر محب وطن پر خاص اثر کرتا ہے۔ آپ کا حلم و تدبر بڑوں کا سر جھکاتا اور چھوٹوں کا دل بڑھاتا ہے آپ کا جذبۂ انصاف و رحم زخم خوردہ حاجتمندوں کے لئے مرہم کا کام کرتا ہے۔ آپ کا اپنے آقائے ولی نعمت سے شعار وفاداری و اطاعت رعایا کو نمونہ کا سبق دیتا ہے

صدارت عظمیٰ کا جائزہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی پالیسی کے متعلق

کیا خوب فرمایا :-

"آپ کی عزت میری عزت، آپ کا مفاد میرا مفاد، آپ کی ترقی میری ترقی اور آپ کی فلاح میری فلاح بن گئی ہیں۔ میں رنج و مسرت کے ہر نشیب و فراز میں آپ کا شریک رہوں گا، اور آئندہ سے آپ کی اقتصادی، ذہنی، جسمانی اور سماجی فلاح اور ترقی میرا مقصد حیات قرار پائے گی، میں اپنے خون کے آخری قطرہ کو آپ کی خدمت کیلئے وقف کرکے حق نمک ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔"

ہم عالیجناب نواب صاحب ممدوح کی خدمت میں اس عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کی دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کے نیک ارادوں اور مساعی جمیلہ کی کامیابی کے لئے ہم سب دست بدعا اور کوشاں رہیں گے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

منصوبی طریقہ کی مخصوص مشکلات

منصوبی طریقہ کے بعض جوشیلے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ اس سے کام لینے کی صورت میں کسی دوسرے طریقہ تعلیم کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ اور دیگر تمام درسی اصناف سے یکدم کنارہ کشی کر کے ہم بالکلیہ اسی کو پورے اطمینان کے ساتھ تعلیمی و تدریسی عمل کیلئے کام میں لا سکتے ہیں۔ کیونکہ نصابی مضامین کو جب منصوبوں کی شکل میں لایا جاتا ہے۔ تو کار مدرسہ زیادہ قریبی طور پر اصلی مشاغل حیات سے مرتبط ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح سے مدرسے میں حقیقی زندگی کے طریقے راہ پا لیتے ہیں لیکن صریحاً یہ خیال انتہاپسندی کی دلیل اور حقیقت سے کوسوں دور ہے یہ دعویٰ کہ تمام انسانی زندگی خاکے تجویز کرنے اور منصوبے چلانے پر ہی مشتمل ہے۔ یقیناً باطل و ناواجب ہے۔ ہماری زندگی میں بہت سا کام عادتی اور روزمرہ کی نوعیت کا بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں بے شمار صناع۔ کاریگر۔ کلرک۔ محرر سوداگر دوکاندار۔ مزارعین بھی ہیں۔ جنہیں بالعموم ایک ہی قسم کا عادتی کام سرانجام دینا پڑتا ہے۔ اور اس بارے میں مطلقاً کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ مدرسہ کے بچوں کی زیادہ تعداد کو آئندہ زندگی میں ایسے ہی مہارتی اور عادتی کاموں میں زیادہ تر لگنا پڑیگا۔ بدیں لحاظ مہارتی اور مشقی کام بھی کار مدرسہ کا ضروری حصہ ہونے چاہئیں۔ اور یقیناً یہ منصوبی طریقہ کے بغیر ہی سکھلانے پڑیں گے۔ اس کے علاوہ متعدد طلبا ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو مخصوص طور پر کسی ایک یا دو مضمون مثلاً حساب۔ املا۔ مضمون نگاری نقشہ کشی وغیرہ میں بہت کمزور اور پس افتادہ ہوتے ہیں۔ ان کیلئے لامحالہ یہ ضروری ہوگا کہ انفرادی طور پر انہیں ایسی مشقوں میں لگایا جائے۔ تاکہ ان کی پس افتادگی کا ازالہ ہو سکے

اس خصوص میں اکثر مدرسین کو مدرسہ کے نظام الاوقات کی ترتیب سخت دشوار نظر آتی ہے
کیونکہ مدرسہ تحتانیہ کی کسی جماعت کا معمولی طریقہ تعلیم کے لحاظ سے جو نظام الاوقات مرتب
کیا جاتا ہے۔ اس میں مختلف نصابی مضامین مثلاً حساب۔ مادری زبان۔ جغرافیہ۔ تاریخ
مطالعہ قدرت اور دستی مشاغل وغیرہ کیلئے نصف نصف گھنٹے کا ایک ایک ساعت
رکھا جاتا ہے۔ اور بعض مضامین کی باری ہفتہ میں صرف دو یا تین بار آتی ہے منصوبی طریقہ
سے کام لینے کی صورت میں ایسا نظام الاوقات کارآمد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نصف گھنٹہ
میں کوئی منصوبی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ اس کے لئے یہ تجویز مناسب معلوم ہوتی ہے
کہ نظام الاوقات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے یعنی سوا سوا گھنٹے کے دو ساعت منصوبی
کام کے لئے اور نصف گھنٹے کے پانچ ساعت معمولی رسمی مضامین کے لئے رکھے جائیں
معمولی کام میں ورزش جسمانی۔ دینیات اخلاقیات وغیرہ کے علاوہ لکھائی پڑھائی اور
حساب جیسے رسمی مضامین بھی شامل رہیں گے۔ باقی ماندہ دوسرے حصہ میں تعلیمی کام
منصوبی طریقہ پر لیا جائے گا۔ اور چونکہ ایسے منصوبی کام میں بھی جغرافیائی۔ کائناتی۔
ادبیاتی۔ تاریخی۔ حسابی۔ اور دستی کام ضمنی حیثیت سے شامل رہتا ہے۔ اس لئے پہلے
حصہ میں اگر روایاتی مضامین کو حسب دستور پورا وقت نہ مل سکے۔ تو بھی چنداں مضائقہ
نہیں۔ کیونکہ منصوبی کام کے ضمن میں بھی ان مضامین کی تعلیم تھوڑی بہت ہوتی رہیگی
منصوبی ساعتوں میں طلبا رکو اپنے حسب استعداد خود اختیار کردہ کاموں کی سرانجام
دہی کے لئے پوری پوری آزادی رہنی چاہئے۔ اور وہ حسب موقع و ضرورت مدرس
سے بھی صلاح و مشورہ حاصل کرتے رہیں گے۔ ممکن ہے کہ اس تجویز کے متعلق بعض حضرات
یہ اعتراض کریں۔ کہ اس طرح سے مقررہ نصاب کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اور مدارس میں
ایک طرح کی مختلف العملی رو پذیر ہوگی۔ نیز امتحانات مقررہ شکلوں میں لئے جانے پر
اور آیندہ جماعتواری ترقیوں کے لئے انہیں معیاری درجہ دینے میں بہت ہی الجھنیں

پیدا ہونگی۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات کچھ وزنی نہیں پائے جاتے۔ اصولاً ہر مدرس کو نصابی خاکہ کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تفصیلی کام اپنی مرضی و منشا کے بموجب لینے کی پوری پوری آزادی رہنی چاہیے۔ اس طرح سے نصاب کی تکمیل کا سوال خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تفصیلی مسائل کی گوناگونی اور دیگر مصروفیات کی مختلف العملی بھی کچھ باعث ضرر متصور نہیں ہونی چاہیے۔ بلکہ ایسی مختلف العملی مقامی حالات اور ماحولی گردونواح کے لحاظ سے ضروری و ناگزیر اور اصولاً درست و صحیح متصور ہوگی۔ اس کے علاوہ اس سے نہ صرف مدرسین اپنے کام میں عادتی کام سے بڑھ کر زیادہ دلچسپی ہی لیں گے۔ بلکہ ذاتی غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لینے اور نئے تجربات سے دوچار ہونے کے شوق میں زیادہ گہرے انہماک کا اظہار بھی کریں گے۔

تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ منصوبی طریقہ کو مدارس میں رائج کرتے وقت بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ معمولی اسباق کے مقابلے میں جو یقیناً مختصر ہوتے ہیں اور ایک یا دو ساعتوں میں ختم ہو سکتے ہیں اس کے لئے ایسی اسکیموں کے خاکے تیار کرنے پڑیں گے۔ جو ایک طویل عرصہ کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچ سکیں۔ موجودہ نصابی کتب سے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ چونکہ واجبی پیرایہ میں رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے از سر نو جدید سلسلوں کی نصابی کتب لکھوانی ناگزیر ہوں گی۔ اسی کے ساتھ ساتھ کئی ایک انتظامی اصلاحات بھی عمل میں لانی پڑیں گی۔ معائنوں کے طریقے بالکل جدید اور نئے ہوں گے۔ دستی مشاغل اور دیگر مصروفیات کے لئے مزید اخراجات برداشت کرنے پڑیں گے۔ مدرسین کے تربیتی اداروں اور ان کے تعلیمی نصاب میں اقسام کی تبدیلیاں کرنے کے علاوہ بہت سے ساز و سامان کا مہیا کرنا بھی ضروری ہوگا۔ تاکہ طرح طرح کے تجربات سے کام لیکر معقول اصولوں کی بخوبی جانچ

وتصدیق کے لوازمات میسر آسکیں۔ اس طرح سے اچھے تربیت یافتہ ہاتھوں سے اس طریقہ کو چلانے کی صورت میں یقیناً بہت عمدہ اور قابل قدر نتائج مترتب ہو سکتے ہیں۔

فلسفہ ڈیوی اور منصوبی طریقہ عام دستور کے مطابق مدارس میں مضمون وار طریقہ پر یعنی ہر مضمون کو علحدہ علحدہ لے کر اسباق دئے جاتے تھے۔ اور اسی لئے کار مدرسہ بچے کی عملی زندگی یا مدرسہ کے باہر کی عام زندگی سے قطعاً بے ربط ہوتا تھا۔ جسے طلبا بخوبی سمجھنے سے بڑی حد تک قاصر رہتے تھے۔ یا اگر کسی حد تک سمجھتے بھی تھے تو اس کے اصلی مفہوم اور عملی استعمال سے قطعاً نابلد رہتے تھے۔ امریکہ کے پروفیسر ڈیوی اور اس کے متبعین نے جن میں کلپیٹرک کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ طریقہ تعلیم کی اس خامی کو بھانپ کر اپنے جدید فلسفہ کے بموجب مدارس میں منصوبی طریقہ پر تعلیم دینے کا پرچار کرنا شروع کیا آجکل کے ان تمام جدید نظریوں کو بخوبی سمجھنے کیلئے ضرورت ہے کہ ہم اس جدید تعلیمی فلسفہ کو جو نظریہ عملیت (Pragmatism) کے نام سے مشہور ہے کسی قدر وضاحت سے بیان کرنے کی کوشش کریں۔ اس نظریے کے پیرو ہر شئے۔ ہر خیال۔ ہر عقیدہ اور ہر اصول کی جانچ اس کے نتائج سے کرتے ہیں۔ اور جب تک اس جانچ میں یہ پورا نہ اترے۔ اسے کوئی وقعت نہیں دیتے اس نظریہ عملیت نے زمانہ حال کے مفکرین میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے کیونکہ اس سے قبل عام طور پر کسی نئے خیال یا تصور کی جانچ ان عام اصولوں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ جو دوسروں کی سند مثلاً ارسطو کا قول کسی مدبر کا ارشاد کسی ماہر کی تلقین وغیرہ پر قابل تسلیم سمجھے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر طبیعات کے اس اصول کو لیجئے کہ پانی ہمیشہ نشیب کی طرف بہتا ہے۔ نظریہ عملیت کے پیرو اسے اس وقت تک قابل تسلیم سمجھ کر آیندہ سائنس میں استعمال نہیں کریں گے۔ جب تک کہ وہ خود

پانی بہا کر اس اصول کی بخوبی جانچ نہ کر لیں۔ طبعی علوم میں نظریہ عملیت کا ظہور ابتدائی وقت ہوا تھا جب گلیلو نے حکیم ارسطو کے اس دعویٰ کے خلاف کہ بمقابلہ ہلکے اجسام کے بھاری اجسام زیادہ تیزی سے نیچے گرتے ہیں۔ اس طرح چھان بین کرنی شروع کی کہ مینار پیسا پر چڑھ کر دو غیر مساوی اجسام کو نیچے گرایا جس کے نتیجہ کے طور پر حکیم ارسطو کے قول کی تکذیب ہوئی۔ اور اس طرح سے یہ قدیم اصول ترک کر دینا پڑا تاہم نفسیات و اخلاقیات میں یہ نظریہ بہت عرصہ تک مقبولیت نہ حاصل کر سکا کیونکہ یہاں عام طور پر استنادیت (Authoritarianism) اب تک بھی جاری و ساری ہے۔ کردار کی صحت و واجبیت کے لئے عام طور پر بڑے بڑے عالموں۔ فاضلوں، حکیموں اور دانشوروں کے اقوال و مقولے دہرائے جاتے ہیں بہت سے نزاعی معاملوں اور امور زیر بحث کا تصفیہ بڑے بڑے بزرگوں اور داناؤں کی کہاوتوں اور روایتوں کے تحت ہی بالعموم عمل میں آتا ہے مگر ڈیوی اور اس کے متبعین ان شاندار کارناموں کی بنا پر جو طبعی علوم میں ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ یہاں پر بھی اسی کے استعمال کی تلقین کرتے ہیں۔ اور کسی ایسے مدعا یا نصب العین کہاوت یا روایت کی حمایت کرنے سے روگردانی کرتے ہیں جس میں روایاتی استبداد یا استنادیت کی جھلک پائی جائے۔ وہ خوش خلقی کو اس وقت تک واجب العمل کرداری خاصہ سمجھنے میں تامل کریں گے۔ جب تک کہ وہ اسے عملی طور پر اپنے کردار میں جانچ کر کے اس کے نتائج سے مطمئن نہ ہولیں۔

اسی طرح یہ حضرات قدیم نظریہ تصوریت (Idealism) سے بھی انحراف کرتے ہیں جس طرح کہ ڈیوی سماج میں مختلف جماعتوں اور ان کے مختلف مدارج کا قائل نہ ہو کر جمہوریت کا پرچار کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ایسے تمام نظریوں کو بھی پسند نہیں کرتا جن میں تصوری اور مظاہراتی دنیا میں فرق روا رکھا جاتا ہے وہ تصورات

کو حقائق یعنی اصلی اشیاء اور واقعات سے علیحدہ کرنے کے خلاف ہے تصوریتی دنیا
کو وہ اس وجہ سے ناپسند کرتا ہے کہ اس میں حقیقی اور اصلی زندگی کی کوئی جھلک نہیں
پائی جاتی محض تصورات و خیالات معمولی کاروباری انسانوں کی زندگی میں کوئی قدر و
قیمت اور وقعت نہیں رکھتے۔ یہ تو صرف امرا، اور فارغ البال متمول لوگوں کی دل
بہلائی کا ہی ذریعہ ہیں۔ غریب مزدوروں صناعوں اور کسانوں کو ان سے تمتع حاصل
کرنے کی نہ تو فرصت ہی ہوتی ہے اور نہ ہی ضرورت۔ کیونکہ انہیں پیٹ کے دھندوں
سے ہی ہمیشہ سروکار رہتا ہے۔ اسی لئے وہ تاریخ و ادب اور بلند پایہ نظموں اور دلچسپ
قصوں سے لطف اندوز نہیں ہوتے۔ انہی وجوہات کی بنا پر فلسفہ عملیت کے یہ حامی
مدرسہ میں قدیم روایاتی علوم کی جگہ تجرباتی مشاغل اور سائنسی حقائق کو لانا چاہتے ہیں
کیونکہ اب ہر کہیں جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ اور طبقہ امراء کی جگہ اب کاروباری
اشخاص نے لے لی ہے۔ اور اسی لئے ڈیوی روایاتی علوم کو استنادی حیثیت سے
مدرسہ میں لینے کی مخالفت کرتا ہے۔ اس کی رائے میں نصاب مدرسہ ان حقیقی تجربات
حیات پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ یا صرف ایسے تجربات کے تذکرے اس میں شامل رہنے
چاہئیں۔ جو بلحاظ اپنے نتائج کے موزوں متصور ہوں نہ کہ اپنے روایاتی وقار کی بدولت
اہم سمجھے جائیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ فلسفہ قدیم بزرگوں کی صدہا سالوں کی محنت
و کاوش سے استفادہ کرنے کے خلاف پرچار کرنے کی حیثیت سے ہمارے لئے
قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اس کی رو سے تو ہر فرد کو آغاز حیات کے ساتھ ہی تمام
حقایق کی از سر نو تحقیق اور چھان بین کرنی چاہیئے۔ اور اپنی مختصر سی عمر میں تمام معلومات
کو ذاتی جانچ کے بعد قبول کرنا چاہیئے۔ یقیناً زندگی کے تمام شعبوں میں ایسی تحقیقات
اور چھان بین ممکن نہیں۔ علم ہیئت کے بہت سے حقایق کی جانچ پڑتال ہمارے
بس کی بات نہیں۔ اسی طرح انسانی تولیدیات یا انسانی توارث کے بارے میں

بھی ہم بے بس ہیں۔ گو اس فلسفہ نے تعلیم اور زندگی میں ایک نیا دلچسپ موقف پیدا کر دیا ہے مگر پھر بھی مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر یہ زیادہ مقبولیت کا مستحق نہیں ثابت ہوتا۔ اس نظریہ کے حامیوں کا یہ پختہ ایقان ہے۔ کہ مدرسہ اس بڑے سماج کا مرقع ہونا چاہئے۔ جو اس کی چاردیواری کے باہر ہے۔ اور جس میں امور حیات کی واقفیت رہنے سہنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح ان حضرات کا فلسفہ زندگی کے مختلف شعبوں میں حد بندی قایم کرنے کے خلاف ہے اسی طرح سکولی علم اور بیرونی زندگی میں کوئی فرق روا رکھنے کی بھی یہ سراسر مخالفت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مدرسہ میں استنادی علوم اور روایاتی اصولوں کو شامل کرنے سے یہ انکار کرتے ہیں۔ ڈیوی مدرسہ کو بیرونی زندگی کی طرح تجربات کی جگہ قرار دیتا اور ہر ایک تجربہ کی قدر و قیمت کا تعین اس کے نتائج کے لحاظ سے کرنے پر زور دیتا ہے۔ اور چونکہ وہ جمہوریت پسند ہے۔ اس لئے وہ فکر و عمل کی جدائی کو نہ صرف نفسیاتی نقطۂ نظر سے ہی غلط سمجھتا ہے۔ بلکہ فلسفیائی زاویۂ نگاہ سے بھی اسے مذموم قرار دیتا ہے کیونکہ اس طرح سے سماج کو امرا اور کاریگروں کے دو متوازی حصوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے اسی لئے وہ اپنے مدرسہ میں منصوبی طریقہ سے کام لیتے ہوئے فکر و عمل ہر دو کے لئے ایک ساتھ ضروری مسالہ بہم پہنچاتا ہے جس سے دلچسپی و سعی باہم پیوست ہو جاتے ہیں۔ اور یہی حال مدرسہ کے باہر ہے۔ جہاں بچوں کے تمام مشاغل میں اور بالغوں کے تمام کاروبار میں ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہر کہیں پایا جاتا ہے۔

قدیم فلسفہ کی رو سے صداقت (Truth) متعدد ایاتی نظریوں کے تحت قطعی طور پر معین۔ سکونی اور ناقابل تغیر تسلیم کی جاتی ہے۔ مگر ڈیوی اس کا قائل نہیں۔ وہ صداقت کو مکمل قطعی اور ناقابل تغیر ماننے سے روگردانی کرتا اور کہتا ہے۔ کہ حقیقت کے انکشاف کے لئے مزید تحقیق اور گہری چھان بین کی ہمیشہ گنجایش

رہنی چاہئے۔ چنانچہ سابق میں بہت سی صداقتیں اور مسلمات غلط قرار پا چکے ہیں مثلاً کسی زمانہ میں زمین کے چپٹے ہونے کا ایقان عام طور پہ پایا جاتا تھا۔ مگر آجکل تمام اس کی گولائی کے قائل ہیں اسی طرح کسی زمانہ میں زمین کو ساکن تصور کیا جاتا تھا۔ مگر اب اس کی گردش سے ناواقف رہنے والے کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اسی لئے وہ قدیم روایاتی مسلمات کا قائل نہیں۔ یہاں تک کہ گو وہ مسرت کے افادیتی (Utilitarian) نظریہ کی جانب بہت مائل تھا۔ مگر پھر بھی اسے مثل دیگر نصب العین اور تصورات کے جو قبل از قبل ہی تجویز کئے جا کر مشعل راہ بنائے جاتے ہیں۔ وہ ٹھکرا دیتا ہے اور اپنا جدید و عجیب نظریہ کہ صداقت و نیکی محض اضافی حیثیت رکھتی ہیں۔ پیش کرتا ہے کیونکہ یہ ہر صورت حال میں نئے نئے طریقوں سے اور نئی نئی شکلوں میں رو پذیر ہوتی ہیں۔ اسی بنا پر وہ کسی مسلمہ یا نصب العین کو قطعیت کا درجہ نہیں دیتا۔ بلکہ ہر صورت حال اور ہر اقدام کے لئے ایک عارضی منزل مقصود کا تعین کر لیکر آگے بڑھتا ہے اور جب وہاں تک رسائی ہو جاتی ہے تو پھر اگلی منزل کا تعین کرتا اور اس کے متعلق غور و خوض کرنے لگتا ہے۔ بنا بریں وہ اس امر کی تلقین کرتا ہے کہ مدرسہ میں قدیم روایاتی صداقتوں کی سندی اہمیت تسلیم کر کے نصاب مدرسہ میں جو انہیں جو جگہ دی جاتی ہے۔ صحیح نہیں۔ اور اسی بنا پر نصاب میں اور مشغلوں کو جن سے صناعوں اور کاریگروں کو عملی زندگی میں سابقہ رہتا ہے کمتر و بے وقعت تصور کرتے ہوئے بدیں خیال مدرسہ سے باہر رکھنا کہ بچہ مدرسہ سے فارغ ہو کر کارخانہ یا شاپ میں شاگردی کی حیثیت سے انہیں سیکھ سکتا ہے۔ کسی قرینہ درست نہیں اس طرح سے طالب علمی کا زمانہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔ پہلے حصہ یعنی نظری کی تکمیل تو مدرسہ میں ہوتی ہے اور دوسرے حصہ یعنی عملی کی تربیت کارخانہ۔ میدان یا کھیت میں یہی وجہ ہے کہ سابق میں صناعوں اور کاریگروں کو مدرسہ سے خارج رکھا جاتا تھا۔ اور

ایسی عملی تعلیم سے بے اعتنائی برتی جاتی تھی ۔ حالانکہ حقیقی زندگی سے اسی کا زیادہ تعلق ہے ۔ اور اسی لئے مدرسہ کی تعلیم بالعموم غیر حقیقی اور محض خیالی ہوا کرتی تھی ۔ اس کے انعامات و محرکات بھی مصنوعی ہوتے تھے طبعی شوق اور دلچسپی کی بجائے عام طور پر جبر و سزا سے کام لینا پڑتا تھا ۔ اشتراک باہمی کی بجائے ہم جماعتوں میں باہمی رقابت و مسابقت کا دور دورہ تھا خدا خدا کرکے مدرسہ کی زندگی نے اس وقت پلٹا کھایا جبکہ انیسویں صدی اور زیادہ تر بیسویں صدی میں حیات اجتماعی بہت پیچیدہ و مخلوط ہوگئی ۔ اور لوگ کارخانوں میں جوق در جوق جانے لگے ۔

اس صنعتی دور میں اب یہ ممکن نہ رہا کہ بچے کارخانوں سے باہر رہ کر اس عملی زندگی کا بخوبی مطالعہ کر سکتے ۔ جو حیات بیرون مدرسہ کے نام سے موسوم ہے ۔ اس سے قبل وہ صناعوں اور کاریگروں کو دوکانوں اسٹالوں ۔ یا میدانوں میں کھلم کھلا کام کرتے دیکھا کرتے تھے اور کبھی کبھار خود بھی ان کا ہاتھ بٹاتے وقت عملی طور پر زندگی کے ان دھندوں کو بخوبی سمجھ لیا کرتے تھے ۔ کہ کپڑا کس طرح بنا جاتا ہے ۔ جوتا کس طرح بنتا ہے کاغذ کس طرح بناتے ہیں وغیرہ ۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد شاگردی کی حیثیت سے کام سیکھتے وقت اور مدرسہ کے زمانہ میں اپنے والدین یا اقربا کے دھندوں میں ہاتھ بٹاتے وقت انہیں عملی مشارکت کے ایسے وافر مواقع دستیاب ہوتے تھے مگر اب نہ تو مدرسہ کے زمانہ میں بچے انہیں ایسے عملی دھندوں کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے اور نہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد ہی انہیں ایسے مواقع میسر آسکتے ہیں ۔ بالفرض اگر مدرسہ چھوڑنے پر کوئی بچہ کسی کارخانہ میں کام پر لگایا بھی جاتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ کارخانہ کے کسی کونہ میں اپنی جگہ لے سکتا ہے ۔ جہاں وہ دن بھر ایک ہی طرح کا بیزار کن چھوٹا موٹا کام مثلاً سانچے صاف کرنا ۔ مہریں لگانا ۔ روغن کرنا یا لیبل چپکانا وغیرہ کرتا رہتا ہے مگر مکمل عملی کام سے جو کارخانہ کے مختلف شعبوں میں سرانجام پاتا ہے ۔ زیادہ تر ناواقف

ہی رہتا ہے اس کے علاوہ کارخانوں کے قیام سے قبل جو ہیرت سازی کا کام سادہ اجتماعی زندگی میں ہوا کرتا تھا۔ اور ہنر و مہارت کی تربیت جو ترک مدرسہ کے بعد زمانۂ شاگردی میں بہم پہنچتی تھی۔ اب اس کے حصول کے کوئی ذرائع نہ رہے۔ ان امور کی تلافی کے لئے ان ماہران تعلیم نے تعلیمی طریقہ کی چھان بین کر کے اس میں بہت سی اصلاحات تجویز کیں۔ اور بجا تپ لیا کہ زمانے کے بدلے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مدرسہ کو بھی اپنے طریقہ تعلیم میں تبدیلی کرنی چاہئے۔ انہی وجوہ کی بنا پر ڈیوی اور اس کے متبعین نے مدارس میں منصوبی طریقہ کے استعمال پر زور دینا شروع کیا تاکہ کارمدرسہ اور تعلیمی مشاغل کو پورے طور پر حقیقی زندگی سے منطبق کیا جا سکے جس طرح عملی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حقیقی مشاغل حیات خود اپنے اندر ہی قدرتی طور پر صلہ یا جزا رکھتے ہیں۔ اسی طرح مدرسہ میں بھی مصنوعی انعامات کی بجائے خود انعامی مشاغل تجویز کئے جانے چاہئیں۔

غرضیکہ ڈیوی کے اس جدید طریقہ تعلیم کا لب لباب یہ ہے۔ کہ مشاغل مدرسہ ایسے حقیقی کاموں پر مشتمل ہونے چاہئیں جنہیں بچے خود اپنی ذاتی مرضی سے منتخب و تجویز کر کے سرانجام دینے کی خواہش کریں۔ اور جن میں مدرسہ کے رسمی مضامین یعنی لکھائی پڑھائی حساب مروجہ زبان۔ دستی مشاغل وغیرہ وغیرہ کا عملی استعمال بھی ہو سکے۔ اس طریقہ کے استعمال سے دلچسپی و سعی کا قدیم تنازع بھی خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ طلباء اپنی مرضی سے تمام مشاغل مدرسہ میں گہری دلچسپی سے منہمک و مشغول رہتے ہیں۔ اور اپنی تمام مصروفیات میں کھیل کی اسپرٹ کا اظہار کرتے اور کھیل کھیل میں ہی تمام مہارتیں سیکھ لے کر ان کی بخوبی مشق کرتے ہیں پروفیسر ٹامسن اس پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گو کھیل کھیل میں بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے مگر پھر بھی بہت کچھ ایسا باقی رہ جاتا ہے جو اس طریقہ سے سیکھا نہیں جا سکتا۔ مثلاً تاریخ کے اکثر حصے۔ ریاضی کے زیادہ سنجیدہ اصول

اعلیٰ قسم کا بلند پایہ ادب وغیرہ - اس پر بھی پروفیسر موصوف اس طریقہ کی اہمیت کو حسب ذیل طریقہ پر ظاہر کرنے سے نہیں رہ سکتے -

"تاہم اس کا یہ مطلب نہیں - کہ منصوبی طریقہ کے اصولوں کی صحت و واجبیت کا میں قائل نہیں - بلکہ بڑے راسخ عقیدہ کے ساتھ میں انکی صحت کو تسلیم کرتا ہوں - اور صاف صاف بتائے دیتا ہوں کہ اگر مجھے قدیم طریقہ کی باضابطہ تدریس جس میں قدرتی و حقیقی محرکات کا فقدان ہوتا ہے - اور منصوبی طریقہ کی تدریس میں سے پسند کرنے کے لئے کہا جائے تو میں بلا تامل موخرالذکر کو ہی ترجیح دوں گا - مگر ساتھ ہی میری یہ رائے ہے کہ ہر دو کا مناسب جوڑ میل ایک بہترین تجویز ہوگی - یعنی اصولی تعلیم اور اظہاری مضامین کو باہم ملا دیا جائے - جیسا کہ واشبرن آف ونٹکا (Wash burne of Winnetka) اس قدر موثر انداز میں تلقین کی ہے اور جس کا ذکر کہیں اور بھی کیا گیا ہے - بیشک آدمی بہترین کام کھیل میں ہی کرتا ہے - اور اسی طرح لڑکا بھی - مگر ہر دو آدمی اور لڑکا بڑی شدت سے اس امر کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ انہیں ستا ... کھیل کے ضروری آلات کے استعمال کا طریقہ سکھایا جائے مشق کے لئے مواقع دیے جائیں - کامیاب مدارس میں بھی جو امتحانی نتائج کے لحاظ سے اپنے شاندار کارناموں پر بے جا نازاں ہیں یہ نقص عام طور پر پایا جاتا ہے کہ ... درس و تدریس اور مشق کرانے کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں حالانکہ امتحانی نتائج جو بیشک قابل لحاظ ہیں - بہم پسندی اور مسرت کے فقدان کی صورت میں کچھ قابل قدر منصو نہیں ہو سکتے - ... حقیقت ... مدرس ہے جو سلیقہ شعاری سے کام لیکر ایک کو دوسرے کے کام ... لاتا ہے

تاہم فلسفہ عملیت کا یہ دعویٰ کہ صداقت و نیکی محض اضافی قیمتیں ہی رکھتی ہیں۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کی رو سے صداقت محض ایک ذریعہ ہے کسی دوسرے مقصد کا اور کوئی شئے سچی نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ محدود نہ ہو اسی طرح راست بازی کو یہ گروہی رائے عامہ پر موقوف سمجھتا ہے اگر ایسا ہی ہے تو زمانہ جاہلیت و بربریت کی قدیم اقوام کو بمقابلہ عہد حاضر کے متمدن و مہذب لوگوں کے زیادہ نیک اور صاحب اخلاق قرار دینا پڑے گا کیونکہ اس زمانہ کے افعال و کردار کے خلاف بہت کم اختلاف آرا تھا۔ قدیم زمانہ کی غلامی اور انسانی قربانی کو متفقہ طور پر روا رکھنے والے لوگ ہی ہمارے مقابلے میں زیادہ تعریف و تحسین کے مستحسن سمجھے جانے چاہئیں۔ اسی طرح نیکی اور برائی کی محدود اور اضافی حیثیت کے خلاف یہ دلیل کافی ہے۔ کہ مصیبت کے وقت کسی دوست یا ہمسایہ کی مدد و اعانت کرنا ہر حال میں اور ہر زمانہ میں مستحسن فعل سمجھا جاتا ہے اور مصیبت زدہ دوست کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دینا ہر قرینہ برائی متصور ہوتا ہے۔ احسان فراموشی ہر حال میں مذموم و مطعون ہی قرار پاتی ہے اس فلسفہ کا دوسرا پہلو کہ گہری سوچ بچار اور سنجیدہ غور و فکر محض مسائلی صورت حال ہی میں ممکن ہے۔ ایک حد تک مشتبہ امر ہے بڑے بڑے ولی اور خدا رسیدہ بزرگ واقعات کا محض مطالعہ کرنے کے بعد ہی مراقبہ اور غور و خوض سے ایسے ایسے اہم نکات اور بڑے بڑے مسائل کے حل پر پہنچ جاتے ہیں کہ صدیوں تک لوگ ان کے گرد گھوما کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ اس فلسفہ کا یہ ادعا بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ کہ محض استقرائی عمل پر ہی علم و سائنس کا انحصار ہے۔ کیونکہ طبیعات و جامٹری عملیات اور طب کے بیشتر کلیے عمل استخراجی کے سوچ بچار کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔

تاہم منصوبی طریقہ جو اس فلسفہ سے ماخوذ کیا گیا ہے تعلیمی طریقوں میں بہت ہی بلند پایہ رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی بدولت نہ صرف مدرسہ اور زندگی میں ایک

مستحکم و استوار تعلق ہی قائم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے استعمال سے کتابی تعلیم کی تمام برائیوں کا بخوبی سد باب بھی کر دیا جاتا ہے قدیم طریقہ تعلیم میں جو اکثر مضامین ریاضی گرامر۔ تاریخ۔ وغیرہ کو صوری قیمت کی خاطر پڑھایا جاتا تھا۔ اب قطعاً ترک کر کے افادی اوصاف کے لحاظ سے انہیں تعلیمی عمل میں شامل کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں شہنشاہ اورنگ زیب اور ان کے استاد محترم کا وہ تاریخی مکالمہ جو بہت بڑی تعلیمی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمیں ذہن میں لانا چاہئے۔ کہ جب اس حقائق پرست اور صاف گو شاگرد کی تخت نشینی کے بعد معلم صاحب اپنی صدہا آرزوؤں اور بے شمار تمناؤں کے ساتھ دربار شاہی میں حاضر ہوتے ہیں۔ تو کس طرح لایق و فایق شاگرد اپنے زمانہ طالب علمی کی حاصل کردہ تعلیم کو بے مصرف قرار دیتے ہوئے استاد سے باز پرس کرتے ہیں۔ کہ کیوں انہوں نے بچپن کا وہ قیمتی زمانہ ایسی بے ربط اور زندگی سے غیر متعلق تعلیم کی نذر کر دیا۔ اور ایک بادشاہ کے لڑکے کو جسے آئندہ زندگی میں ملکی نظم و نسق اور انصرام سلطنت سے سروکار رہنا ضروری تھا محض ایسی کتابی تعلیم دینے پر اکتفا کیا۔ جو صرف مدرسی کے لئے ہی کچھ موزوں ہو سکتی تھی۔ واضح رہے کہ بے ربط تعلیم کی جو شکایت کی گئی ہے۔ وہ اس زمانہ کی صرفی و نحوی موشگافیوں۔ ریاضی کے لایعنی معموں۔ اقلیدس کے بے مصرف مقالوں اور منطق کی بے کار فضول بحثوں کے بارے میں ہے۔ سب سے بڑی خوبی اس طریقہ میں یہ پائی جاتی ہے کہ تمام بچے کار مدرسہ اور اس کے مشاغل میں خاصی دلچسپی اور گہرے انہماک سے لگے رہتے ہیں۔

ابجد کس طرح ایجاد ہوئی

مصر کو ہمیشہ سے دنیا کے تمام متقدمین نے دانائی، اور امور مملکت کا مکتب اور بہت سے علم و ہنر کا منبع مانا ہے اس سلطنت نے انسان کو ترقی کے لئے بہت سے عمدہ فنون اور اعلیٰ قسم کی مزدوریاں دی ہیں اور یونان (Greek) اس سے اس قدر بہرہ ور ہوا ہے کہ اس کے بہت سے مشہور آدمی مثلاً ہومر (Homer) پیتھیگورس (Pythagoras) پلیٹو (Plato) نیز اس کے بڑے قانون دان لائی کرگس (Lycurgus) اور سولن (Solon) وغیرہ وغیرہ تکمیل تعلیم کے لئے مصر میں گئے اور وہاں سے نہایت نادر و نایاب علم و ہنر سیکھے۔ خدا نے خود اس سلطنت کو ایک پاکیزہ سند دی ہے کیونکہ موسیٰ (Moses) دعا کے وقت کہا کرتا تھا کہ میں نے مصریوں سے تمام دانائی حاصل کی ہے۔ اسی مصر کی پرانی تاریخ کے دیکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ فراعنہ کے زمانہ میں ایک زندہ دل نے اپنے دریچہ کے ساتھ چند ایک لوہے کی تاریں لگا رکھی تھیں جب ان کے ساتھ ہوا ٹکراتی تو ایک عجیب دلکش آواز کانوں تک پہنچتی اور پھر اسی [illegible] کے سلسلہ سے چند ایک باجے بھی ایجاد ہوئے۔ اسی طرح منہ کے اندر جب زبان سے ہوا ٹکراتی ہے تو جس طرح جس پہلو سے جس انداز سے ٹکراتی ہے اس سے ایک نہ ایک حرکت پیدا ہوتی ہے اس حرکت کا نام آواز ہے۔ مدت تک یہ آوازیں ایسی رہیں جیسے "جنگل کی آوازیں" آخر جب امتداد زمانہ نے سکھلا دیا کہ آوازیں چاہے مشترک ہوں یا مخالف ان سے افہام و تفہیم میں بہت کچھ

فائدہ ہوسکتا ہے تو حضرت انسان کی جدت پسند طبیعت نے بے معنی "ہا۔ ہو آئیں۔ بائیں۔ شائیں۔" کو چھوڑ کے خاص خاص آوازیں خاص خاص حرکات کے لئے تجویز کر دیں۔ یہی موجد ہمارے معلم اول ٹھیرے پھر ان کی ایجاد و اختراع کی نقلیں کرنے والے ان کے باقیات الصالحات ہوئے۔ اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ معمولی ضروریات کے خاص نام قرار پاگئے چونکہ تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پہلے پہل کل بنی نوع انسان ایک ہی جگہ پر مقیم تھے اور گردش زمانہ نے ان کا شیرازہ توڑ کر کہیں سے کہیں پھینک دیا ہے۔ اس لئے ان کی ابتدائی ضروریات کے الفاظ قریباً ایک سے ہیں اور ماہران علم اللسان نے تو ایسی بال کی کھال اتار کے رکھدی ہے جس سے ثابت ہوا کہ پدر، پتا، فادر، ویٹر، پیٹر، پاٹر، پتری، سب کا ماخذ "پا" بمعنے پرورندہ ہے پھر ان حرکات آواز کی خاص علامتیں تجویز ہوئیں یعنے وہ فن ایجاد ہوا جس میں لکھنے کا طریق اور استعمال بتایا گیا۔ چنانچہ

یجر وید ادھیا ۲۵ منتر ۹ میں ہے:۔ "ہادونی وشی نابھی چترانی" یعنے آواز نکالتے وقت جیسی حرکت ہوتی ہے ویسی اس کی تصویر بنائی جائے۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ قبل اس کے کہ دنیا کے کسی اور زبان میں علم تحریر یا فن تحریر رائج ہوتا ہند میں جب انسان کے رشیوں۔ منیوں۔ بدی دانوں نے ادھر خیال کیا اور حروف کی شکلیں اس قسم کی تجویز کیں جو بالعموم ہوا کے مقابل ہونے کے بعد زبان کی خاص حرکات سے پیدا ہوتی تھیں۔ جب آریا قوم کے ہادیان مذاہب نے اس طرح حروف کی شکلیں مقرر کیں تو جہاں کہیں ایشیا یا یورپ میں ان کے بزرگ پہنچے اس فن کو ساتھ لیتے ہوئے گئے یہی وجہ ہے کہ آریا قوم کی تحریر کا طریق عربی۔ فارسی۔ سریانی۔ اردو کے برخلاف بائیں سے دائیں کو جاتی ہے۔

سنسکرت حروف کی ایجاد کے صدیوں بعد کلدانی۔ رومی۔ سریانی۔ مصری

عبرانی ۔ کوفی وغیرہ حروف کے لکھنے کا طریق جاری ہوا اور مختلف مقامات میں خاص
رواج پایا ۔ قدیم عرب چونکہ کلدانیہ سے آ کے عرب میں متوطن و متمکن ہوئے تھے
اس لئے ان میں پہلے پہل کلدانی کا رواج ہوا اور پھر جب قحطان نے وطن
چھوڑ کر یہاں رہائش کی تو سریانی بھی شروع ہوئی جو دیر تک قحطان کی اولاد
میں (عرب مستعربہ کہلاتی تھی) رائج ہوئی ...... سب سے پہلے مروجہ تلفظ
کے حروف فراعنہ کے زمانہ سے بھی پہلے مصر والوں نے نکالے ہیں مگر اس کا
تلفظ بہت سا ہندوستانی آوازوں سے ملتا تھا عرب میں تحریر کا طریق کلدانیوں
کی بدولت ہوا مگر اس زبان میں بھی مصریوں کی طرح صرف چند حروف تھے
جن کی تعداد ۱۶ سے ۱۸ تک تھی اور بعد میں عرب مستعربہ نے حسب ضرورت تھوڑے
بہت فرق کو بھی امتیاز کرنے کے لئے چند مزید شکلیں بنائیں ۔ جناب امیر نے پورے
۲۸ حروف بنائے اور ان جدید اشکال کی بدولت ایک بڑی بھاری کمی دور
ہوگئی یعنی جو امور حروف کی کمی کے باعث قلم بند نہ ہو سکتے تھے با آسانی تحریر ہونے لگے
قاضی حمید جامع مطالعات نے لکھا ہے ۔ ”سلطنت روما کا اہل عرب پر بڑا بھاری
احسان یہ ہے کہ ان کے ہاں کے بہت سے حروف اہل عرب کو اپنی زبان کی تکمیل
کے لئے مل گئے ۔“

تحریر کے بعد جس چیز کی ضرورت پڑی ”حساب“ تھا ۔ شروع میں تو کوئی
خاص اصول یا قواعد نہ تھے البتہ سو تک گنتی ضرور جاری تھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک
دو تین .... اٹھانوے ۔ ننانوے ۔ سو تک گنتی کا کون موجد تھا ؟ مگر اس میں
کچھ شک نہیں کہ ابتدا میں لوگ صرف سیدھی لکیروں سے کام لیتے تھے جیسا کہ اس
وقت بھی اکثر حساب کی یادداشت تھانہ داری کے لئے ناخواندہ عورتیں کوئلہ یا ملتانی
مٹی سے سیدھی لکیریں یا خط لکھا کرتی ہیں اور پھر جو $\frac{3}{4}$ یا $\frac{1}{2}$ یا $\frac{1}{4}$ کی ضرورت

ہوتی تھی تو ایک سیدھے خط کا ۳/۴ حصہ کے برابر تین چوتھائی کے لئے۔ نصف کے برابر ۱/۲ کے لئے اور چوتھائی کے برابر ۱/۴ ظاہر کرتا تھا۔ اہل ہند نے کسی چیز کا پورا اندازہ کرنے کے لئے خاص شکلیں تجویز کیں اور عربوں نے ان کے نام ہندیہ یا ہندزا یا ہندسہ رکھا۔ اور اعمال حسابیہ کی بنا دہائیوں پر قایم کی اس طرح سے کہ دہائی کا درجہ اکائی سے دس گنا زیادہ اور سینکڑوں سے دس گنا کم ٹھیرا۔

کلدانیوں اور مصریوں کے ہاں گنتی تھی مگر ان کے ہاں اشکال ہندسیہ کی تحریر کے رواج سے پہلے اعداد و شمار کے واسطے مختلف رنگوں کی گولیاں رکھی تھیں مثلاً ایک سے لیکر ۴ تک سفید رنگ کی گولیاں۔ اس طرح سے کہ

ایک کے لئے ایک گولی

دو کے لئے دو گولیاں

تین کے لئے تین گولیاں

پانچ کے لئے سرخ رنگ کی گولی

چھ کے لئے ایک سرخ ایک سفید گولیاں

سات کے لئے دو سفید ایک سرخ گولیاں

آٹھ کے لئے ایک سرخ اور تین سفید گولیاں

دس کے لئے سبز رنگ کی گولی

نو کے لئے سبز گولی کے ایک طرف سفید رنگ کی ایک لکیر سی دھاری

گیارہ سے چودہ تک سبز رنگ کی گولی کے ساتھ ایک دو، تین یا چار سفید رنگ کی گولیاں۔

پندرہ کے لئے ایک سبز ایک سرخ گولی

سولہ سے اٹھارہ تک پندرہ والی گولیوں کے ساتھ بندریج ایک ایک

گولی اضافہ کی جاتی تھی۔

اٹھیس کے لئے نو اور دس کی خاص گولیاں

بیس سے اڑتالیس تک سرخ سبز اور سفید گولیوں سے کام لیا جاتا تھا۔

انچاس کے لئے سیاہ رنگ کی گولی پر ایک خاص لکیر

پچاس کے لئے سیاہ رنگ کی گولی

سو کے لئے فیروزی

پانچسو کے لئے گلابی

ہزار کے لئے بادامی

دس ہزار کے لئے صندلی

} رنگ تھے

فراعنہ مصر کے ابتدائی دور تک یہی گولیاں چلتی رہیں۔ یہ پتہ نہیں چلتا ان کے آخری دور میں یا مصر کے ان بادشاہوں کے زمانہ میں جو فراعنہ کے بعد ہوئے اور طالمی یا راعی کہلائے سب سے پہلے گولیوں کے بدلے خطوط یا اشکال سے کس نے کام لیا اور یونانیوں نے کب اور کس وقت اہل مصر سے اشکال بنانے کا سبق سیکھا۔ ریورنڈ (چرم) نے اپنی کتاب (رومن لائف۔ ان۔ دی۔ ڈیز۔ آف سسرو) میں لکھا ہے۔ "ایک یونانی معلم (کرے ٹیز) نام، [illegible] اکہ جیک میں اس قدر اقتدار حاصل کیا کہ ان کی طرف سے سفیر ہو کے [illegible] روم کے دربار میں پہنچا۔ روما کے شہر کی سڑکیں ہموار نہ تھیں۔ چلتے وقت اس کے پاؤں میں چوٹ آگئی جس سے مجبور ہو کے اس نے روما ہی میں سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا یہی (کرے ٹیز) جو بعد میں روما کا معلم اول کہلایا ایک خاص جدت کا باعث ٹھیرا۔ اس نے کلدانیوں کی رنگین گولیوں کے کھیل سے نیا شعبدہ نکالا۔ اہل روما کے حروف تہجی میں سے چند ایک انتخاب کر کے گولیوں کے قایم مقام ٹھیرائے تاکہ

لکھنے میں زیادہ سہولت ہو ۔ یہی رومی ہندسہ کہلاتے ہیں :-

IX	VIII	VII	VI	V	IIII	III	II	I
نو	آٹھ	سات	چھ	پانچ	چار	تین	دو	ایک

M	D	C	L	X
ہزار	پانچسو	سو	پچاس	دس

جو اکثر لکھنے پڑھنے میں استعمال صدیوں تک ہوتے تھے ۔

ماہران علم آثار الصنادید بہمہ تن متفق ہیں کہ مصری ۔ رومن ۔ کلدانی وغیرہ عمارات کے کتبے ، سکے ، نصاویر قدیمہ وغیرہ پر اسی قسم کے حروف حضرت مسیح سے صدیوں پہلے تاریخی سال کے اظہار میں استعمال ہوتے تھے اگرچہ سارے حساب کا دارومدار سات اشکال پر تھا یعنی (M'D'C'L'X'V'I) مگر ان کے علاوہ ایک اور شکل N بھی تھی جس سے دس ہزار مراد ہوتی تھی ۔

قدیم زمانے کے مشہور مورخ (ورجل) نے لکھا ہے :-

" ڈایوڈوٹس ۔ جو سلطنت روما کے فرقہ مشائین کا سربرآوردہ تھا اور جس کے شاگردان خاص میں سے (سسرو) جیسا فصیح اللسان لکچرار ہو گزرا ہے راوی ہے کہ " روما کا مشہور معلم (اربے لی اس) نے جس کا نام طالب علم کو مار مار کے پڑھانے کی وجہ سے " کھٹے مار استاد " مشہور ہو چکا ہے) سب سے پہلے کسی مکان کے کتبے کے متعلق ایک لفظ ایسا لکھا جس کے حروف سے اس کی تعمیر کا وہ خاص سنہ نکل آتا تھا جو اس وقت روم کے بانی مبانی " رومولس " کے سال جلوس سے شروع ہوتا ہے اور بعد میں صدیوں تک جاری رہا ۔

پہلی صدی ہجری کا ابھی شباب ہی تھا کہ فتوحات اسلامی کا رقبہ دور دور پھیلنے لگا ۔ امیر معاویہ کے وقت کلمہ گویوں کے ہاتھ بہت سی قدیم عمارتیں بھی پڑیں

ان میں اکثر وہ معابد اور گرجے تھے جن پر کتبے کے ساتھ بسال تعمیر بھی رومی حروف میں تحریر تھے چنانچہ جس مقام پر اصحاب رسول مقبول جناب ایوب انصاری کا مقبرہ ہے اس کی تعمیر کا سال بھی رومی حروف میں لکھا تھا۔

یہ دیکھ کر ایک شخص ابو ادریس احمد بن احمد بن احمد کونی نے (جو ایک واسطے سے جناب امیر علیہ السلام کا شاگرد تھا) خیال کیا کہ جس طرح روما والوں نے اپنی ہاں کے چند ایک حروف کے لئے خاص ہندسہ وضع کر کے ایک نیا طریق حساب ایجاد کیا ہوا ہے۔ میں کچھ کوشش کروں اس نے پہلے روما کے حروف تہجی پر نظر کی پھر دیکھا کہ۔

(۱) صرف آٹھ حروف پر کل حساب کا دارو مدار ہے۔

(۲) باقی حروف بیکار ہیں۔

(۳) ان آٹھ حروف کے ذریعہ سے پورا مطلب بآسانی ادا نہیں ہو سکتا۔

(۴) ایک رقم کے واسطے بہت سے حروف جمع کرنے پڑتے ہیں مثلاً ۱۶۸۹ کے واسطے MDCLXXXVIII گیارہ حروف چاہئیں۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کے ابو ادریس نے اپنے استاد جناب امیر امیر کی الف۔ ب۔ ت۔ کے جملہ ۲۸ حروف کے لئے خاص ہندسے مقرر کئے مگر اس قدر بات یہ کی کہ بجائے اس کے مسلسل طور پر ا کا (۱) اور ب کے (۲) اور ت کے تین کے نئی ترتیب نکالی یعنے کل حروف کو اس طرح جوڑا کہ ان سے بامعنی الفاظ پیدا ہو گئے۔

۱ - ابجد (شروع کیا) ا ۱ ب ۲ ج ۳ د ۴

۲ - ہوز (ملا) ھ ۵ و ۶ ز ۷

۳ - حطی (واقف ہوا) ح ۸ ط ۹ ی ۱۰

۴۔ **کلمن** (بات کی) کٓ۲۰۔ لٓ۳۰۔ مٓ۴۰۔ نٓ۵۰۔

۵۔ **سعفص** (جلدی پڑھا) سٓ۶۰۔ عٓ۷۰۔ فٓ۸۰۔ صٓ۹۰۔

۶۔ **قرشت** (ترتیب دیا) قٓ۱۰۰۔ رٓ۲۰۰۔ شٓ۳۰۰۔ تٓ۴۰۰۔

۷۔ **ثخذ** (دل میں پکڑا) ثٓ۵۰۰۔ خٓ۶۰۰۔ ذٓ۷۰۰۔

۸۔ **ضظغ** (تمام کی) ضٓ۸۰۰۔ ظٓ۹۰۰۔ غٓ۱۰۰۰۔

ان حروف پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوادریس نے

(۱) دس اور پچاس کے علاوہ باقی عشرات یعنے ۲۰ و ۳۰ و ۶۰ وغیرہ کیلئے خاص حروف تجویز کئے۔

(۲) سو اور پانچسو کے علاوہ باقی مآت یعنے ۲۰۰ و ۳۰۰ وغیرہ کے لئے خاص حروف رکھے۔

اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جس رقم کے لکھنے کے واسطے گیارہ حروف کی ضرورت ہوا کرتی تھی (جیسا کہ اوپر مذکور ہے) صرف چار حرفی کلمہ تک آرہی ہے یعنے عام رقم کے برابر ابوادریس کے ان آٹھ کلموں کا ایک خاص نام بعض لوگ (ابجد ادریس) کہتے ہیں اور اختصار پسند طبیعتیں ادریس کو بھی چھوڑ کر صرف " **ابجد** " ہی پر اکتفا کرتی ہیں۔ اگرچہ ان آٹھ کلموں میں ابجد بھی ایک کلمہ ہے۔

ادریسی ابجدیت اگر کوئی کمی ہے تو صرف یہ کہ اس میں روما کے ہندسوں کی طرح خاص شکل دس ہزار یا لاکھ کے لئے نہیں رکھی گئی ہے۔ حالانکہ رومی کیرکٹر میں دس ہزار کی خاص علامت موجود تھی۔

ایلیٹ صاحب (بحوالہ ابن ابی اصیبعہ) اپنی تاریخ سندھ میں لکھتے ہیں:۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ہندوستان سے دارالخلافت مدینۃ السلام بغداد کے تعلقات اس قدر زیادہ ہو گئے تھے کہ رشید نے بجیرۂ عرب سے براہ دریا

کسی راجہ کے پاس بہت سے تحفہ و ہدایا کے ساتھ ایک سفارت بھیجی اور لکھا کہ میں اس وقت سخت مرض میں مبتلا ہوں اور چونکہ خراسان کے دور دراز سفر پر آمادہ ہوں لہذا چاہتا ہوں کہ اپنے ہاں کا مشہور طبیب "گنگا مانکیہ" یہاں بھیج دیا جائے :: تاکہ اس سفر میں میرے ساتھ رہے جیسے ہی ہم بلخ پہنچیں گے اسے واپسی کی اجازت دیدی جائے گی۔ یہ طبیب فوراً روانہ ہوا اور اس نے ایسا علاج کیا کہ حلوان پہنچنے سے پہلے خلیفہ تندرست تھا۔ اس سندھی طبیب (گنگا مانکیہ) کو (بقول مصنف طبقات الاطبا) عباسی دربار سے کچھ ایسی دلچسپی ہوئی کہ آخر میں اسحٰق بن سلیمان کے وابستگانِ دام میں تھا محکمہ بیت الحکمت میں اس سے بڑی مدد ملی۔ ہندوستان کے نہایت ہی مشہور طبیب شاناق کی کتاب۔ السموم کا ترجمہ اسنے کیا۔ اس گنگا مانکیہ نے ابجد ادریس کی ماہیت حاصل کرنے کے بعد ایک اور تین حروف کا جملہ ایسا ایزاد کیا جس کے پہلے حرف کے دس ہزار دوسرے کے پچاس ہزار اور تیسرے کے ایک لاکھ اعداد مقرر کئے تھے۔ مگر یہ فقرہ کوئی ایسا غیر مانوس تھا کہ رواج ہی نہ پایا اگر یہ کلمہ رواج پا جاتا تو بعد کے مورخوں کو ایسے سنوات (؟) تاریخی مادہ تیار کرنے میں جس کے اعداد لاکھوں تک پہنچے ہوئے ہیں بہت سے حروف کے جمع کرنے کی بجائے مختصر کلمات سے ہی بسہولیت کام نکالنے کا موقع ملجاتا۔

گوشت اور خون کی کل

ایک اوسط شخص کا خیال ہے کہ جسم انسانی کے متعلق بے شمار راز ایسے ہیں جو پوشیدہ ہیں نیز حکیم حکما کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ چند افعال انسان کی سمجھ سے باہر ہیں کئی لوگ عضلاتی طاقت کو اہمیت نہیں دیتے جب کبھی وہ عضلات کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد محض بازو کے پٹھے اور پورے جسم کے بیرونی عضلات ہوتے ہیں۔ جیسے ٹانگ اور پیٹھ کے عضلات انہیں اسکا موہوم سا تصور بھی نہیں ہوتا کہ جسم کا ہر فعل عضلاتی عمل ہوتا ہے۔

ہماری غذا عضلات کی مدد سے ہضم ہوتی ہے۔ ہم جو کچھ بھی کھاتے ہیں اس کو چبانے کے لئے عضلات درکار ہوتے ہیں۔ نگلنے کے لئے عضلات کی ضرورت ہوتی ہے جب غذا معدہ میں داخل ہوتی ہے تو عضلات کی مدد سے یہ پیسی جاتی ہے۔ غذائیت بخش عناصر کے پیدا کرنے اور ان کے جزو بدن ہونے میں عضلات مدد دیتے ہیں۔ ہاضمہ ایک کیمیائی اور عضلاتی عمل ہے اور اسکا دارو مدار ہضمی نالی کی عضلاتی بافت کی نوعیت پر ہوتا ہے۔

عضلات کی بدولت دوران خون عمل میں آتا ہے۔ قلب کیا ہے؟ یہ ایک بڑا پمپ ہے۔ جو ہر لمحہ ۶۵ سے ۸۴ مرتبہ تک حرکت کرتا رہتا ہے طبعی قلب کی حرکت ہر لمحہ تقریباً ۷۲ مرتبہ ہوتی ہے۔ مگر اس کا انحصار انفرادی زندگی زیست پر ہے۔ بعض کم خوراک کے دل کی حرکت ۶۰ ہوتی ہے اور خوش خوراک کی ۸۰ سے ۸۵ تک ہوتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ زاید کام کا اثر قلب پر

کس طرح پڑتا ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قلب کی بیماریاں آئے دن ترقی کرتی جا رہی ہیں۔ بمقابلہ زمانہ گذشتہ آجکل قلبی بیماریوں سے بہت سے لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہماری زندگی کی رفتار تیز تیز ہوتی جا رہی ہے حقیقتاً ہم ضرورت سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں جس سے نہ صرف ہمارا معدہ اور ہضمی نالی متاثر ہو رہی ہے بلکہ قلب اور دوسرے اہم اعضا پر بھی مضر اثر پڑ رہا ہے جس پر ہماری زندگی اور صحت کا دارومدار ہے۔

شریانوں میں بھی عضلات ہوتے ہیں جو قلب کے بھیجے ہوئے خون کو دبا کر چھوٹی شریانوں میں داخل کرتے ہیں پھر یہاں سے شریانوں میں ڈھکیلتے ہیں اس کے بعد خون باریک وریدوں میں سے ہوتا ہوا قلب کو لوٹایا جاتا ہے۔ فی الحقیقت جسم انسانی ایک عجیب اور پیچیدہ کل ہے

اگر جسم انسانی کی طرح مختلف غذاؤں کو توانائی میں تبدیل کرنے کا طریقہ ہمیں معلوم ہو جائے تو حیرت انگیز میکانی طاقت کی کفایت ہو سکتی ہے۔ آجکل متعدد میکانی ترکیبوں سے ہم جو توانائی حاصل کرتے ہیں اس کا اسی اور نوے فیصد ضائع ہو جاتا ہے۔

بعض لوگوں کو یہ سنکر حیرت ہو گی کہ قوت تخیل بھی عضلات کا تابع ہے دماغ کے دوران خون کو روک دیا جائے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے۔ کھانا خوب کھانے سے آدمی سست اور بلغمی ہو جاتا ہے۔ جسم کی توانائی معدہ کی طرف کھنچ کر چلی آتی ہے تاکہ غذا کو ہضم اور جزو بدن کرے۔

اب ہم ان عضلات کی طرف عود کرتے ہیں جو غذا کو ہضم کرتے اور قلب سے شریانوں میں دوران خون کو جاری رکھتے ہیں یہ عضلات زیادہ تر بیرونی امدادی عضلات کی قوت سے متاثر ہوتے ہیں۔ بالفاظ دیگر اگر ہم ہاتھ بازو پیٹھ اور ٹانگ

کے عضلات کو کام میں لائیں تو ہاضمہ سے متعلق اعضاء ایسا خون پیدا کر دیں گے جس سے بہتر قسم کے عضلات بن جائیں گے۔ یہی خون جس پر زندگی کا انحصار ہے نہ صرف ان عضلات کو تقویت دیتا ہے جن سے کام لیا جاتا ہے بلکہ جسم کی تمام بافتیں یکساں طور پر مستفید ہوتی ہیں۔ قلب مضبوط ہوتا ہے ہاضمہ کا فعل درست ہوتا ہے پورے جسم میں تازہ بافت کی وجہ سے تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ عمل کے معنی زندگی کے ہیں۔ یہ زندگی کا ایک جزو ہے اس کے بغیر زندگی دشوار ہے جسم کا ہر عضلہ عمل کا محتاج ہے۔ بیکار عضلہ کے معنی پلپلی بافت اور ناقص دوران خون کے ہیں۔ قلب کو قوی کرنا جسم کے تمام افعال کو صحت کے ساتھ جاری رکھنا اور دماغ کو صحیح و سلامت رکھنا مقصود ہو تو جسم کے تمام اعضاء سے اس قدر کام لیا جائے کہ وہ صحت بخش خون پیدا کر دیں۔ یہی خون ہے جس سے زندگی خوشگوار ہو جاتی ہے۔

صدر مدرسی

چند روز پیشتر ایک اخبار میں صدر مدرس کے متعلق ظریفانہ طور پر لکھا گیا تھا کہ وہ ہفتے میں تین گھنٹے پڑھاتا ہے اور باقی وقت مدرسین کی نکتہ چینی میں صرف کرتا ہے۔ اور مدرسہ کے گرد شان سے یہ دیکھنے کے لئے چکر لگاتا ہے کہ کہیں عمارت دفعتاً منہدم تو نہیں ہوئی ہے اور عمارت کے چوکھٹ پر تن کر کھڑا ہوا راستے سے گذرنے والوں کو دیکھتے ہوئے چھوٹے بچوں کے دلوں پر اپنے غضب کی ہستی کا دھاک بٹھاتا ہے یقیناً کوئی شخص صدر مدرس کے پیشے کے متعلق اس بے مہر و یارائے سے متفق نہیں ہوگا لیکن پھر بھی یہ حقیقت سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس سے اس عہدہ سے متعلقہ مختلف النوع فرائض پر روشنی پڑتی ہے۔

درحقیقت کوئی عہدہ صدر مدرس یا صدر معلمہ سے نوعیت میں پرمشقت اور فرائض میں زیادہ ذمہ دار نہیں ہے۔ ادارے کی رونق اور ہر دلعزیزی کلیتاً اس کے صدر کی قابلیت اور شخصیت پر منحصر ہے۔ تعلیمی کام کے لئے اسٹاف خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو جب تک صدر مدرس ایک اچھا تعلیمی خاکہ نہ تیار کرلے اس وقت تک طلباء کو صحیح معنوں میں موزوں تربیت یا حقیقی تعلیم نہیں دیجاسکتی۔

اس سے اس کی تشریح ہوتی ہے کہ صدر مدرس کیوں غیر معمولی اوصاف کا مالک ہونا چاہیئے۔ یہ ہرگز کافی نہیں ہے کہ وہ صرف ایک کامیاب مدرس ہو۔ وہ ایک عالم ہونا چاہیئے اور ساتھ ہی محنتی اور جفاکش اور مدرسہ کے مصروفیات میں انہماک اور دلچسپی ظاہر کرنے والا اس کو مدرسین اور طلباء کے ساتھ سلوک میں

سلیقہ سے کام لینے کی ضرورت ہے اور ساتھ ہی طلبار کے والدین اور عوام
کے دلوں میں بھی کافی عزت پیدا کر لینا چاہئے۔ طلبار کی رسائی صدر مدرس تک
آسانی سے ہو اور ماتحتین اور ہم ادارہ مدرسین کے ساتھ دوستانہ اور مخلصانہ
تعلقات ہوں۔ ساتھ ہی سب مدرسین کے لئے وہ تہذیب وتمدن خوشگوار
تعلقات اور امن کی زندہ مثال بننا چاہئے۔ کسی ادارے کی کامیابی کا بیشتر حصہ
صدر مدرس کے حق میں حسب ذیل خصوصیات پر منحصر ہے۔

ہمدردی اور بصیرت۔ عوام میں خیرخواہی اور اعتبار پیدا کرنا۔ اور مدرسین
اور منتظمین ادارہ کے لئے اچھے نتائج کے حاصل کرنے میں مدد دینے کی قابلیت۔

صدر مدرس کے فرائض ۔ اب ہم ذرا اساتذہ سے متعلقہ صدر مدرس کے
فرائض سے بحث کریں گے۔ تقسیم کار کا درجہ پہلے آتا ہے۔ کام کو مدرسین میں اس
تناسب سے تقسیم کرنا چاہئے کہ ہر مدرس اپنا بہترین حصہ مدرسہ کو دے سکے۔ اپنے مراتب
و مراسم میں وہ ہمدرد اور باوقار رہے۔ وہ بحیثیت ایک مشیر کے رہے نہ کہ
نکتہ چیں تخریبی تنقید کے مقابلہ میں تعمیری میلان سے کام لینا بہت مفید ثابت
ہوگا۔ اور تحکمانہ لہجہ سے التماس اور جبر کے بجائے نرم پیرایہ میں نصیحت کو ترجیح
دینا چاہئے۔ اس کا مقصد یہ ہو کہ مسائل نصاب جو تعلیم کے دوران میں پیدا ہوں
آپسی بحث مباحثہ سے حل کئے جائیں۔ اور ساتھ ہی ان سے مدرسین کی رہبری ہو۔
نہ کہ اس طرح جیسے کہ اکثر مدارس میں ہوتا ہے کہ قلم میں جو آئے وہی لکھ ماریں
صدر مدرس۔ اپنے آپ کو مطلق العنان حکمراں سمجھتا ہے۔ جس سے مدرسین کے
جان پر ہمیشہ آفت ہے تدریسی کام کا ذوق اس میں اتنا ہونا چاہئے کہ کسی وقت
بھی اپنے مضمون خاص میں جس میں اس کو کافی مہارت ہو جماعتوں میں تدریسی
کام انجام دے۔ وہ مدرسین سے تعلقات بڑھا کر ان سے متعلقہ مضامین میں نوعیت

اور مقدار میں کس قدر کام ہوا ہے جاننا چاہیئے

اس نگرانی کے کام کو بہتر طور پر انجام دینے کے لئے صدر مدرس اپنی پوری توجہ کو اس طرف مبذول کرنا چاہیئے۔ اس فرض کو آج کل صدر مدرسین بہت کم توجہ سے یا غیر مکمل طور پر ادا کرتے ہیں۔ اس کو عیب جوئی کے رجحان سے مبرا ہو کر ہر مدرس اور جماعت کے کام سے خوب واقفیت حاصل کرنا چاہیئے۔ یہ جاننا اس کا اولین فرض ہے کہ ہر مضمون اور جماعت کا مقررکردہ نصاب وقت پر ختم کیا جا رہا ہے اور تدریس حقیقت اور عملی خطوط پر جاری ہے۔

اسٹاف کی نگرانی ۔ نگرانی کے کام میں سابقہ صدر مدرسین بہت زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ جس پر آجکل عام طور پر بہت کم توجہ دیتے ہیں اس کے کئی وجوہ ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ دفتری کام میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اور اس دفتری کام نے صدر مدرسین کو بری طرح گرویدہ کر لیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ صدر مدرسین یہ خیال کرتے ہیں کہ مدرسین کو آزاد چھوڑ دیا جائے کیونکہ اس قسم کی بے دخلی سے مدرسہ میں ایک خوشگوار فضا کے پیدا ہونے کے امکانات ہیں۔

مدرس کی آزادی اور طریقہ تعلیم میں بیجا مداخلت یقینی نقصان دہ ہے لیکن ساتھ ہی مدرسین کے کام پر نگرانی کی غیر موجودگی سے ادارہ کے معیار اور استعداد میں پستی کا اندیشہ ہر وقت موجود ہے۔

نگرانی کا کام اس قدر اہم ہے کہ موثر نتائج کے حاصل کرنے کے لئے صدر مدرس مدرسہ کا تقریباً نصف وقت اس میں صرف کرے۔ یہ انسانی فطرت ہے (خواہ کوئی ہو) کہ جب تک حاکم یا عہدہ دار جانچ نہ کرے اپنے کام میں لاپرواہ ہوتا چلا جاتا ہے ایک موقع شناس صدر مدرس کام کی جانچ کے لئے مختلف طریقے اور ذرائع معلوم کرکے مدرسین کے جوش کو ابھاریگا۔ اس مقصد کے مدنظر صدر مدرس رسمی

طور پر یا غیر رسمی طور پر جماعتوں میں جانا چاہیے۔ اگر اس قسم کے معائنہ سے تعاون
عمل مطلوب ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ مدرسین اس کی مخالفت کریں جب مدرسہ
بہت بڑا ہو جیسے کہ عام طور پر بلدی فوقانیہ مدارس ہوتے ہیں تو صدر مدرس زیادہ تر
اپنے آپ کو دفتری کاروبار میں مشغول پاتا ہے۔ اور مدرسین اور طلبا سے کوئی
واقفیت نہیں ہوتی۔ اگر وہ ہفتے کے ایک بہت بڑے حصے میں نہ پڑھائے (بہت
کم صدر مدرسین روز ایک یا دو گھنٹے سے زیادہ پڑھاتے ہیں۔) اور نہ مدرسین کو
پڑھانے میں مدد دے تو اس سے یہ کیسے امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ طلبا، یا مدرسین
سے واقفیت رکھتا ہے۔ (شاید ہی کوئی ایسی صورت ہو) اگر وہ بحیثیت ایک منتظم
کے شہرت بھی حاصل کرے مگر بقول خود اپنی روح کھو دیتا ہے۔ اور اس سے
گزر کر اگر وہ تدریسی کام کی خبر نہ رکھے تو مدرسہ کی روح کے بھی کھو جانے کا
اندیشہ ہے۔

نگرانی کے علاوہ صدر مدرس کے دوسرے اہم فرائض ہیں مثلاً مدرسہ
کے نظام الاوقات کی تیاری۔ انعقاد دوری امتحانات مدرسہ اور طلبا کی ترقی۔
بعض ممالک میں نصاب کا مقرر کرنا یا کتابوں کا انتخاب صدر مدرس کے فرائض
میں سے ہوتا ہے۔ لیکن ابھی تک بعض پیچیدہ مسائل کی بنا پر ہمارے پاس یہ کام
ان حضرات کے کندھوں پر ڈالنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ ابتدائی حال تعلیمی میں داخلہ
ایک اہم مسئلہ ہے جس پر صدر مدرس کی پوری قوت صرف ہوتی ہے۔ خاصکر جبکہ
رعایتوں کا سوال اٹھتا ہے۔ وقفوں سے مدرسین کی ایک کمیٹی منعقد کر کے انہیں
مدرسہ کے عام مسائل پر حقیقی آزادی سے بحث کرنے کا موقع دینا چاہیے۔ ان مباحث
میں جن نتائج پر پہنچیں ان کو عمل میں لانے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔
طلبا کے ہوم ورک میں باقاعدگی پیدا کرنے کی ذمہ داری صدر مدرس پر ہے

طلبا ر کی بہتری یا بھلائی کے لئے صدر مدرس ہوم ورک کے اس مقدار پر نظر رکھے گا جو مختلف مدرسین طلبا ر کو دیتے ہیں ۔ ہوم ورک طالب علم کے لئے نفرت انگیز حصہ ہے ۔ مگر با وجود اس کے یہ ضروری برائی ہے ۔ صدر مدرسین کا اولین فرض یہ ہے کہ طلبا ر کی دلچسپی کا تحفظ کریں ۔ اس طرح کہ اس کے جوشیلے مدرسین دوسرے مضامین کے ہوم ورک کو نظر انداز کر کے خود کے مضمون میں بہت زیادہ ہوم ورک نہ دیں ان سب میں اور ایسے ہی دوسرے مسائل میں صدر مدرس کی کامیابی اسبابات پر مبنی ہے کہ وہ مدرسین کا دلی تعاون کس حد تک حاصل کرتا ہے ۔ مدرسہ کے زائداز نصاب مشاغل میں صدر مدرس شخصی دلچسپی کا ثبوت دینا چاہئے ۔ اور اکثر و بیشتر طلبا ر میں رہ کر ان سے میل جول پیدا کرنا چاہیئے مدرسہ کے گیمس اور اسپورٹس کی تنظیم، مباحثوں کے انجمنوں کا کام تفریحی جماعتوں کا انعقاد اور ایسے ہی دوسرے مشاغل بیرونی جماعت میں طلبا ر کی پیش قدمی کو زیادہ ترغیب دینا چاہیئے تاکہ طلبا ر میں مستعدی اور ذاتی سعی کے خصائل پیدا ہوں ۔ یہ سب زائد از نصابی مشاغل طلبا ر میں بیشتر طور پر منظم زندگی کی روح رواں پیدا کرنے والی ہوتی ہیں اور ان میں اپنی جماعت کے فوائد کا خیال پیدا ہوتا ہے ۔

النصاب العین کی تخلیق :۔ مدرسہ کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے صدر مدرس کا یہ فرض ہے کہ بچوں میں ضبط کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ صدر مدرس خود نمونہ بنکر طلبا ر اور مدرسین کے سامنے پیش ہو ۔ اس کا واحد مقصد ادارے کے لئے طلبا ر کی محبت اور وفاداری حاصل کرنا ہے ۔ صدر مدرس کی شخصی مثال اور خصائل طلبا ر میں خود عملی کی شترق پیدا کرتے ہیں ۔ ان حالات میں عوام کے نظروں میں صدر مدرس کی وقعت بڑھتی ہے ۔ اور مدرسہ کافی شہرت حاصل کرلیتا ہے اور اس کے لئے کافی امداد ملنے لگتی ہے ۔ بڑے بڑے صدر مدرسین

اپنے مدارس میں بلند انصاب العین اور روایات قائم کرتے ہیں رگبی کے صدر مدرس ڈاکٹر آرنلڈ کا نام امٹ ہوگیا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ اپنے ادارے میں بہت ہی اچھے انصاب العین پیدا کئے اور عملی زندگی اور چال چلن میں بہترین نمونہ پیش کیا۔ اس کا سب سے بڑا انکشاف یہ تھا کہ طالب علم بلوغ کے درجہ پر بے حد وفادار ہوتا ہے۔ یہ اس کا جوہر تھا کہ اس وفاداری کو معقول مقاصد اور انصاب العین سے متعلق کرے۔ اس لئے اس مدرسہ کا کوئی لڑکا ایسے کام کے کرنے سے جی چراتا تھا جس سے مدرسہ کے نام کو بٹہ لگے۔ اگر اس قسم کا احساس طلبا میں پیدا ہو جائے تو وہ اس اندرونی قوت کی وجہ سے اپنی طرز زندگی اور چال چلن کو ٹھیک کر لیتے ہیں۔ اور یہ یقینی طور پر تشکیل سیرت میں کافی مدد دینے والا ہے اور اسی سے طلبا کے اس جوش کی روک تھام ہوتی ہے جو ان میں کبھی کبھی اقتدار کے خلاف آواز اٹھانے میں نمودار ہوتے رہتا ہے۔

عہدہ صدارت کا ملنا ایک زرین موقع ہاتھ میں آتا ہے جہاں سے مستقبل کے شہریوں کے ڈھالنے کی ذمہ دارانہ خدمت انجام دی جا سکتی ہے۔

ان کے علاوہ ملکی اور معاشی حالات کے لحاظ سے مختلف مدارس میں ذیلی فرایض انجام دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً ہمارے ملک کے حالات کے مدنظر دور حاضرہ میں حسب ارشاد عالیجناب ناظم صاحب سررشتہ تعلیمات قومی (nationalism) جذبہ طلبا میں پیدا کرنے کا اہم فرض صدر مدرس انجام دیتا ہے۔

یہ بعض فرائض اور ذمہ داریاں ہیں جن کے احساس سے صدر مدرسین اولاً سررشتہ تعلیمات کے اور ثانیاً ملک و قوم کے بہی خواہ ثابت ہو سکتے ہیں

تنقید ادبیات و مطابع بابتہ ۱۳۴۹ ف

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں علمی شغف میں برابر ترقی ہو رہی ہے۔ چنانچہ رپورٹس سررشتہ جات کوتوالی اضلاع و بلدہ سے واضح ہے کہ بلدہ سے بسال زیر تنقید (۲۰۰) کتب کی اشاعت عمل میں آئی جو سال گذشتہ کی تعداد سے (۱۲۰) اور پیوستہ سے (۲۴۰) زیادہ ہے لیکن اضلاع سے اس سال بھی صرف (۴۰) کتابیں شایع ہوئیں جو گذشتہ سال کے مساوی اور پیوستہ سے (۱۴) کم ہیں۔

تفصیل بلحاظ فنون

قرآن	حدیث و فقہ	تفسیر	اوراد و وظایف			
۴	۳	۱	۱			
مذہبی	اخلاقیات	فلسفہ	کلام	ادبیات	تاریخ	سوانح
۵۲	۲۴	۳	۱	۰۷	۱۶	۲۱
قصص	ناول	ڈرامہ	زراعت	سیاسیات	نفسیات	معاشیات
۱۴	۲	۱۸	۴	۱۰	۱	۱
سائنس	طب	حفظان صحت	ورزش جسمانی	تمدن و معاشرت		
۵	۲۰	۱	۱	۶		
شعر و سخن	بھجن	موسیقی	لغت	تجوید	فلکیات	تقویم
۳۰	۹	۱	۱	۱	۲	۲۲

درسی	ہندسہ	قانون وقواعد	متفرق
٨٧	٥	٦٧	٢١٩

تفصیل بلحاظ زبان

عربی	عربی و اردو و انگریزی	عربی وانگریزی
١٥	١	١

فارسی	اردو	اردو و انگریزی	اردو و فارسی	اردو و عربی
٧	٤٨٤	٣٢	١٠	٣٧

اردو ہندی	اردو و تلنگی	اردو و مرہٹی	اردو و تلنگی و انگریزی
٤	٤	٢	٢

اردو و تلنگی و مرہٹی	اردو و ہندی و انگریزی	اردو و تلنگی و کنڑی
١٠	١	١

اردو و انگریزی و مرہٹی و تلنگی	انگریزی	تلنگی	تلنگی و کنڑی و مرہٹی
١	٢١	٤٦	٢

تلنگی و کنڑی	ہندی	مرہٹی	کنڑی
٢	٢١	٢٩	١٤

ف ٢ مندرجہ صدر کتب کے علاوہ دارالطبع سرکار عالی سے اس سال بزبان اردو ٥٤ وبزبان انگریزی ٨٨ جملہ ١٤٢ کتابیں شایع ہوئی ہیں جن کی تفصیل بلحاظ فنون حسب ذیل ہے

ادبیات	انجنیرنگ	معدنیات	زراعت	سیاسیات	حفظان صحت	قانون وقواعد
٣	١	١	٣	٣	٧	١١

متفرق	ریورٹس	تقویم	موازنہ
٦٢	٣٩	١	٢

ف ٣ تالیف و ترجمہ سرکار عالی نے اردو میں دس کتابیں شائع کی ہیں ۔

تاریخ قصص نفسیات معاشیات طب ہیئت ہندسہ متفرق فنون پر مشتمل ہیں

۱ ۱ ۱ ۱ ۲ ۲ ۱ ۱ ۱

۴ دائرۃ المعارف سرکار عالی سے ۱۳۴۸ف کا ریویو شایع ہونیکے بعد دو کتابیں المعتبر جلد ثالث و رسائل طوسی ایک جلد وصول ہوئے اور سال زیر تنقید جو کتب شایع ہوے انکی تعداد (۱۰) ہے۔

الف ۔ المنتظم جلد (۷، ۸، ۹) یہ علامہ ابن جوزی کی تاریخ کبیر کا ساتواں آٹھواں نواں حصہ ہے جن میں چوتھی صدی ہجری کے ایک سو ستر برس کے حالات درج ہیں۔

ب کتاب الخیل ۔ یہ علامہ ابو عبیدہ المتوفی ۲۰۸ھ ہجری کی تصنیف ہے جس میں گھوڑوں کے اقسام عیوب و محاسن نہایت تفصیل کے ساتھ بتائے گئے ہیں ۔

ج ۔ میزان الحکمۃ یہ ایک قابل قدر تصنیف ہے جس میں علامہ سید عبدالرحمن خازنی نے معدنیات جواہر کے اوزان معلوم کرنے کیلئے آلات و پیمانہ جات کی تشکیل کیساتھ معلومات فراہم کئے ہیں

د ۔ الاقتراح یہ علامہ جلال الدین سیوطی کی علم نحو سے متعلق بہت مفید تصنیف ہے

ھ ۔ مانالاوس فی اشکال الکریہ ۔ علم ریاضی کی بہت مختصر و مفید کتاب ہے

و ۔ الرسالۃ الشافیہ خطوط متوازیہ کی مدلل تالیف ہے ۔

ز ۔ کتاب فی المطالع } ان میں سیارگان وکواکب کے

ح ۔ کتاب الطلوع والغروب } طلوع و غروب پر بحث کی گئی ہے

(و تا ح: تصنیفات علامہ نصیرالدین طوسی)

۵ ۔ بسال زیر تنقید گیارہ مطابع قایم کرنے کی اجازت دی گئی ۔

ف ۔ اس سال جن کتابوں کا حق تصنیف محفوظ کیا گیا ان کی تعداد ۲۸ ہے

ف ۔ معتمدی امور دستوری کی اطلاع سے واضح ہوتا ہے کہ اس سال روزانہ کے ۴ سہ روزہ ۵ ا ہفتہ وار ۳ جملہ ۶ اخبارات اور ماہانہ کے ۸ سہ ماہی کے ۵ جملہ ۱۳ رسالہ جات کے اجرائی کی اجازت دی گئی ہے ۔ فقط

فہرست مضامین رسالہ المعلم

| جلد ۱ | بابتہ ماہ آبان ۱۳۵ ف | نمبر ۱۲ |

حافظہ

یہ تقریر جو محکمہ لاسلکی حیدرآباد سے نشر کی گئی تھی بعد شکریہ درج کی جاتی ہے۔

ہر شعبہ حیات میں اور ہر انسان کے لئے حافظہ اسقدر ضروری ہے کہ اس کے بغیر کامیابی اور ترقی محال ہے لہذا حافظہ کیا ہے کیا انجام دیتا ہے اور کس طرح اس سے استفادہ کرنا چاہیئے۔ جاننا ضروری ہے۔

نفسیاتی تحقیقات اور روزمرہ کے مشاہدات سے پتہ چلتا ہے کہ حافظہ قدرت کا ایک عطیہ ہے جس کی ماہیت و اصلیت میں تبدیل و تغیر ناممکن ہے۔ لہذا اس حد تک انسان اس میں رد و بدل کرنے سے مجبور رہے۔ لیکن باوجود اس مجبوری کے

کثیر التعداد کو جو حافظہ عطا ہوا ہے اس کی بدولت تقریباً ہر انسان اپنی زندگی کے مختلف کاروبار بخوبی انجام دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ حافظہ سے استفادہ کرنے کے صحیح طریقوں سے واقف ہو۔ اور حافظہ کا صحیح مصرف جانتا ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان اپنی نادانی اور غفلت سے اپنا نقصان آپ کر لیتا ہے یا فائدہ حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ حافظہ کا کوئی قصور نہیں مثلاً لاابالی زندگی لہو لعب اور بد اعمالی کی وجہ سے جہاں قوائے انسانی تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اعلیٰ سے اعلیٰ حافظہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ ضرورت سے زیادہ دماغی کام بلا فرصت و آرام دماغی بیماریاں حافظہ کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اعتدال پسندی پاک اور تندرست زندگی حافظہ کی حفاظت کرتی ہیں۔ اگر انسان حافظہ کی نگہداشت کے اصول سے واقف ہو کر ان پر عمل کرے تو یقین ہے کہ وہ ترقی و کامیابی حاصل کر سکے گا۔ لیکن کمسن اور ناتجربہ کار بچے ان گہری باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے بڑوں کا فریضہ ہے کہ وہ ان کی درست رہبری کریں اور انہیں حافظہ سے مفید کام لینے کا عادی بنائیں۔

حافظہ کا اولین اور اہم ترین کام حفظ کرنا ہے یا اس میں معلومات کے یاد کرنے کی قابلیت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مفید معلومات کا محض جان لینا کافی نہیں۔ ان کو یاد ہی کرنا چاہئے تاکہ وقت ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ بعض واقعات بغیر کوشش یا ارادہ کے فوراً ہی یاد ہو جاتے ہیں ایسے واقعات خوشگوار بھی اور ناخوشگوار بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک شخص ڈوبنے کے قریب پہنچ کر بچا لیا جاتا ہے۔ کہیں آگ لگتی ہے۔ وہاں خوف و پریشانی کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ ڈراؤنی آواز یا مہیب شکل یہ ایسی چیزیں ہیں جو ناخوشگوار ہیں۔ خوش الحانی پر لطف صحبت۔ خوش منظر تماشا وغیرہ خوشگوار ہو سکتے ہیں۔ ان دونوں قسم کی

چیزیں فوراً ہی یاد ہو جاتی ہیں ۔ تازہ واقعات و واردات ۔ اولین ارتسامات بار بار دیکھی ہوئی یا سنی ہوئی چیزیں بغیر کوشش کے یاد ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ یہ بالعموم اتفاقاً ہی وقوع میں آتی ہیں اور ان کی قدر و قیمت انفرادی اور سماجی کارکردگی میں کم ہے ۔ اس لئے انہیں نظر انداز کر کے اون واقعات و معلومات کی طرف یہاں توجہ منعطف کی جاتی ہے ۔ کہ جن کا حفظ کرنا کوشش یا ارادہ ہی سے ممکن ہے تعلیم و تربیت میں اسی طرح کے حفظ کرنے کی اہمیت اور ضرورت ہے ۔ لہذا معلمین کو چاہئے کہ ان طریقوں سے واقف ہوں کہ جن سے حفظ کرانے میں سہولت پیدا کیجاتی ہے یہ طریقے حسب ذیل ہیں ۔

۱ ۔ بچہ کی توجہ اون معلومات کی طرف مائل کی جائے جن کا حفظ کروانا مقصود ہے ۔ توجہ حاصل کرنے میں بیرونی سزا یا جزا سے کام نہیں چلے گا ۔ کیونکہ ان کا اثر عارضی ہوتا ہے اور بچہ کی سعی یا کوشش شامل حال نہیں ہوتی ۔ لہذا ان بیرونی طریقوں کے بجائے بچہ کی دلچسپی یا ذوق کو حاصل کرنا چاہئے ۔ جس سے اس کی توجہ معلومات پر مرکوز رہے گی اور وہ معلومات کو بآسانی یاد کر سکے گا پیش کردہ معلومات کا تعلق بچہ کی زندگی اور تجربہ سے ہوتا چاہئے ۔ معلومات کا آسان بھی ہونا ضروری ہے اور اگر یہ بچہ کی فطری رجحان کے مطابق ہوں تو بچہ کو ان کی طرف متوجہ ہونے میں آسانی ہے ۔ اور وہ انہیں یاد بھی کر سکے گا ۔ توجہ کو منتشر کرنے والے اسباب مثلاً شور و غل اور دماغی تکان کو دور کرنا چاہئے اس کے سوا بچہ کی ذہنی نشو نما کا خیال بھی رکھنا چاہئے ۔ مثلاً چھوٹے بچے زیادہ عرصہ تک کسی چیز کی طرف متوجہ نہیں رہ سکتے اس لئے جو معلومات ان سے حفظ کروانا مقصود ہوں زیادہ نہ ہوں ۔ معلومات کی سود مندی کا بھی احساس بچہ میں اگر پیدا کیا جائے تو وہ معلومات کی طرف آسانی متوجہ ہو سکے گا اور ان کو یاد بھی کر سکے گا ۔

حفظ کرنے میں دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ پیشکردہ معلومات کو کئی بار دہرانا چاہیئے یہاں تک کہ یاد ہو جائیں۔ دہرانے میں کوئی غلطی نہونی چاہیئے۔ ورنہ غلط تلازمات پیدا ہونگے۔ جن کا دور کرنا ایک دشوار امر ہے۔ پکار کر یا خاموشی سے بچے دہرا سکتے ہیں اس کا تصفیہ بچوں کے خاص رجحانات۔ ان کی سہولت اور جماعت میں طلبا کی تعداد کے مناسبت سے کیا جانا چاہیئے۔ ایک ہی مرتبہ زیادہ وقت دہرانے پر نہ دیا جائے بلکہ وقفہ دیکر دھرانے میں بچوں پر تکان بھی نہ ہوگی۔ اور ان میں بیزارگی بھی نہ پیدا ہوگی۔

حفظ کرنے میں تیسری شرط یہ ہے کہ معلومات یا مواد مفید طریقہ پر ترتیب اور تنظیم دیا گیا ہو مثلاً با ربط و باتسلسل معلومات شجرے۔ خاکے وغیرہ سے یاد کرنے میں مدد ملتی ہے۔ سادہ زبان دلچسپ بیان تصویری الفاظ کا یاد کرنا آسان ہے بامعنی الفاظ مہمل الفاظ کے مقابلہ میں آسانی سے یاد کئے جا سکتے ہیں۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ مختلف بچوں کا حافظہ مختلف ہوتا ہے مثلاً بعض بچے دیکھ کر یاد کرتے ہیں بعض کو سنکر یاد کرنے میں آسانی ہے اور بعض عملی کام کے ذریعہ یاد کرنے میں سہولت محسوس کرتے ہیں لہذا بچوں کے رجحان کی مناسبت سے حفظ کرانے کا ذریعہ اختیار کرنا چاہیئے۔ مناسب تو یہی ہے کہ ایک سے زیادہ حواس سے کام لیا جائے زبانی طریقہ پر جو معلومات پیش کی جائیں ان کو بچے تحریر میں دیکھیں خاموشی سے یا پکار کر پڑھیں اور مختلف طریقوں پر ان معلومات کا اظہار بھی وہ کرتے رہیں۔ اس طرح معلومات کے یاد کرنے میں سہولت پیدا کی جا سکتی ہے

حفظ کرنے میں موزوں وقت کے انتخاب کی بھی ضرورت ہے علی الصباح دماغ تازہ رہتا ہے۔ یا فرصت کے بعد جب بچے آرام لیکر تکان کو دور کر لیتے ہیں یا ٹھنڈے وقت جب دماغ آسانی سے ارتسامات قبول کر سکتا ہے یاد کرانے کے لئے موزوں

اوقات ہیں۔

حفظ کرنے کے بعد اگر فراموش ہو جائے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں حفظ کی ہوئی چیزوں کو ذہن میں محفوظ کرلینا چاہیئے۔ حافظہ میں اس چیز کی بھی قابلیت ہے چنانچہ کئی تجربوں سے معلوم کیا گیا ہے کہ حافظہ جس چیز کو یاد کرتا ہے اس کا تحفظ بھی کرلیتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا بیان ہے کہ حافظہ کا دائرہ اس قدر وسیع اور تحفظ کی قابلیت اس قدر قوی ہوتی ہے کہ کوئی بھی چیز ان سے بچ نہیں سکتی گو حفظ کی ہوئی چیزیں شعور میں نہ بھی آئیں لیکن لاشعوری طور پر ان کا تحفظ حافظہ کرلیتا ہے اس حقیقت سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ہر وقت مفید اور اچھی چیزوں ہی کے ارتسامات پیدا کرنا چاہیئے چونکہ حفظ کرنے اور تحفظ میں قریبی تعلق ہے بخوبی حفظ کرنا چاہیئے تاکہ محفوظ بھی ہو سکے علاوہ متذکرہ طریقوں کے چند اور تدابیر بھی ہیں جن پر عمل کرنے سے تحفظ کا امکان زیادہ قوی ہو جاتا ہے مثلاً جو معلومات حفظ کی گئی ہیں ان کا کبھی کبھی اعادہ بھی کرنا چاہیئے۔ یہ ضرورت اس لئے لاحق ہوئی ہے کہ وہ نقوش جن کو حافظہ قبول کرتا ہے مرور زمانہ کے ساتھ مٹنے لگتے ہیں۔ اعادہ سے نقوش از سر نو تازہ کئے جاتے ہیں اعادہ کا طریقہ کیا ہونا چاہیئے۔ اس بارے میں بعض اعادہ بطریق کل اور بعض اعادہ جزی پر زور دیتے ہیں لیکن متعدد تجربوں سے ثابت ہے کہ اعادہ بطریق کل ہی مفید ہے لیکن جب معلومات بہت زیادہ ہوں تو ان کو تفکر کی اکائیوں میں جو اپنی حد تک مکمل ہوں تقسیم کرنا چاہیئے اور ہر اکائی کا اعادہ کرنا چاہیئے۔ اعادہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ وقفہ وقفہ سے اعادہ کرنے میں معلومات کے محفوظ ہونے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ جو فرصت یا آرام دماغ کو اس میں ملتا ہے تکان یا بیزارگی کے پیدا ہونے کو دور کرتا ہے حفظ کرنے میں تلازمات کی بھی اہمیت ہے۔ اس طرح محفوظ رکھنے میں بھی یہ ضروری ہیں۔ اگر کسی شخص کو یاد رکھنا مقصود ہو تو اس کی شکل کی یاد سے اس کو یاد رکھ سکتے ہیں

اس کی شکل کے ساتھ اس کا نام ۔لباس۔ڈیل ڈول ۔مقام سکونت وغیرہ کو اگر ذہن نشین کر لیا جائے تو یقین ہے کہ اس کی یاد دیرپا ہوگی کیونکہ اگر شکل فراموش ہو جائے تو دوسری متعلقہ چیزوں سے اس کی یاد باقی یا تازہ رہ سکتی ہے

حافظہ کی تیسری خصوصیت یا قابلیت احیاء کے لفظ سے موسوم کی جاتی ہے معلومات کا یاد کر لینا اور ان معلومات کا ذہن میں تحفظ کر لینا عملی زندگی میں کافی نہیں بلکہ وقت ضرورت اون معلومات کو نفس کے آگے پیش کرنا بھی ضروری ہے ۔اسی کو احیاء کہتے ہیں ۔صحیح یاد اور احیاء کے لئے حفظ اور تحفظ کے سوا موزوں ہیج بھی درکار ہے ۔موزوں ہیج کی ایک معمولی مثال حسب ذیل ہے ۔

بچہ نے ایک نظم یاد کی ہے اور وہ یاد بھی رکھتا ہے لیکن اس نظم کو سنا نہیں سکتا اس نظم کا پہلا شعر بچہ کو سنا دیا جاتا ہے اور فوراً ہی اس کے ذہن میں پوری نظم آجاتی ہے اور وہ بغیر کسی رکاوٹ کے آخر تک پوری نظم سنا دیتا ہے ۔تاریخ میں کسی ایک سنہ کے بتلا دینے سے اس سنہ سے متعلق بچہ پورے واقعات سنا دیتا ہے اسی طرح دوسرے علوم میں بھی موزوں و مناسب نشاندہی سے ان مضامین سے متعلقہ معلومات جن کو بچہ سابق میں یاد کیا تھا اور حافظہ میں محفوظ تھے پیش کر دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ موزوں ہیج کی فراہمی میں جو شخص یہ کام انجام دیگا اس کے لئے ضروری ہے کہ ان معلومات سے واقف ہو جن کو بچہ یاد رکھتا ہے یعنے بچہ کی سابقہ و موجودہ واقفیت پر ہیج کا انحصار ہے اور اس سے ہیج فراہم کرنے والے کا واقف ہونا ضروری ہے لیکن بعض وقت موزوں ہیج کے باوجود یاد کی ہوئی چیزوں کا احیا نہیں ہوتا ۔اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں مثلاً ڈر ۔رعب ۔تکان ۔شور و غل ۔یا عارضی یا مستقل بیماری ان رکاوٹوں کو دور کرنا چاہئے تاکہ احیا ممکن ہو سکے ۔

اس مختصر تقریر میں حافظہ سے متعلق تفصیلی بحث ممکن نہ تھی لیکن امید ہے کہ مختصراً

جو یہاں پیش کیا گیا ہے وہ اس قابل متصور ہوگا کہ اس پر غور اور عمل کیا جائے۔ مدرسہ اور گھر دونوں جگہ بچوں کے حافظہ کی مختلف قابلیت پر توجہ اور ان سے پورا استفادہ کرنے پر زور دینا چاہیئے۔ ۱۲ یا ۱۴ سال کے سن تک بچوں کا حافظہ عموماً ترقی کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس زمانہ میں بچے جلد اور آسانی سے یاد کر سکتے ہیں۔ دیر تک یاد رکھ سکتے ہیں اور ان معلومات کا اعادہ بھی وہ آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بچوں کی اس خصوصیت سے استفادہ کرکے اساتذہ اور سرپرستوں کو چاہیئے۔ کہ مفید اور موزوں نظمیں۔ نثر کے منتخبہ قطعات۔ تاریخی قصے وکہانیاں۔ اہم واقعات فیصلہ کن جنگیں۔ قابل یادداشت سنین۔ علوم ریاضی و سائنس کے اصول قواعد زبان کی تعریفات جغرافیہ کے مشہور و معروف حقائق و نتائج و کردار۔ اعمال افعال سے متعلق اخلاقی و مذہبی اصول و قواعد ضوابط و عقاید بچوں سے حفظ کرانا چاہیئے

رٹو حافظہ اور منطقی حافظہ میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم میں معلومات وغیرہ بغیر سمجھے کے رٹائے جاتے ہیں اور دوسرے میں سمجھنے کے بعد حفظ کئے جاتے ہیں صحیح اصول یہ ہے کہ جن معلومات کا حفظ کرنا مقصود ہو انہیں پہلے سمجھ لینا چاہیئے اور بعد حفظ کرنا چاہیئے لیکن اس اصول کی پابندی اس قدر سختی سے نہ کرنی چاہیئے کہ بالکل رٹنا یا رٹوانا متروک ہو جائے کیونکہ نفسیات ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی عمر میں بچوں کا حافظہ عموماً رٹو بھی ہوتا ہے۔ چونکہ ان میں غور و فکر اور سوچ سمجھنے کی استعداد ترقی نہیں پاتی اس لئے منطقی حافظہ ان میں پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا رٹوانے ہی سے ان کے حافظہ کی مختلف قابلیتوں کی نشو و نما کر سکتے ہیں۔ لہٰذا عملی نقطہ نظر سے درست طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حد تک رٹوانے سے آغاز کیا جائے اور ان کی فہم و فراست کی مناسبت سے معلومات کی تدریجی تفہیم کی جائے۔ پہلے طریقہ سے جو بنیادیں ڈالی جائیں گی دوسرے سے تلازمات میں اضافہ ہو کر یہ بنیادیں پختہ ہوں گی۔ اس لئے دونوں اپنی اپنی

جگہ مفید ہیں ۔

بچوں کے تقریری ۔تحریری ۔تصویری ۔تعمیری اور عملی اظہار سے معلوم کیا جاسکتا ہے ۔کہ آیا یہ ان معلومات کو جو ان کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش کئے گئے تھے یاد رکھتے ہیں یا فراموش کر دیئے ہیں ۔آیا معلومات کی پیش کشی سے بچوں میں گہرے ارتسامات پیدا کئے گئے یا نہیں ۔بچوں کی ذہنی اور تعلیمی ترقی کے مناسبت سے مباحثے و تقاریر ۔مضمون نویسی ۔خطاطی نقش و نقشہ کشی ۔ خاکے وغیرہ کے ذریعہ بچوں کے اظہار کی ترقی کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنا چاہئے ۔الفاظ کا صحیح مفہوم درست استعمال اور صحیح مخرج ۔خوش خط اور خوش وضع تحریر ۔مناسب فاصلے اور تفکر کی موزونیت سے مضمون تحریر کی تقسیم و تفریق ۔اشیاء کی حقیقی تصاویر و نمونے ۔چیزوں کی ٹھیک ٹھیک شکل و شمائل اور اس قسم کی کئی اور چیزوں کو بخوبی ظاہر کرنا اس وقت ہی ممکن ہے جبکہ حافظہ سے صحیح اور درست معنوں میں استفادہ کیا گیا ہو ۔لہذا مدرسہ میں اور گھر پر حافظہ سے پورا پورا استفادہ کرنے کا انتظام ہونا چاہیئے ۔جن کی امید کرنا میں سمجھتا ہوں بے جا نہیں ۔ فقط

۹

سائنس کی جماعت

میدان عمل خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہر انسان کی زندگی کسی نہ کسی طریقہ پر بہت بڑی حد تک سائنس سے متاثر ہوتی ہے۔ کسان زمین کی جانچ کرتا ہے اپنے مویشی چراتا ہے کھیتی اگاتا ہے۔ یہ سب کچھ وہ سائنسی طریقہ پر کرتا ہے۔ کارخانہ کا کارکن سائنس کی مدد سے تنفس کے لئے کمرے کی ہوا کو حسب حال بناتا ہے اور کام کرنے کے لئے موافق رنگ کی روشنی حاصل کرتا ہے اور جس مشین پر کام کرتا ہے اس کی زندگی بھی سائنس کی مرہون منت ہوتی ہے یہاں تک کہ گھر والی بھی ایک کثیر التعداد سائنسی اقدام کی مدد سے اپنے گھریلو کاروبار چلاتی ہے۔

چونکہ یہ صحیح ہے کہ مرد اور عورت سائنسی دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی اولاد سائنسی مظاہر سے گھری ہوئی ہے بچے اپنے گردوپیش کی دنیا میں عجائبات پاتے ہیں۔ انہیں ان سے متعلق معلومات حاصل کرنے اور انہیں سمجھنے کا بے حد اشتیاق ہوتا ہے اور اکثر اوقات وہ حیرت انگیز مگر غیر لوط نئی باتوں پر از خود والدین اور اساتذہ کی مدد کے بغیر پہنچ جاتے ہیں۔ مدرسین اس فطری تجسس کے اساسہ سے استفادہ کر سکتے ہیں اس طرح کرنے سے ہم تھوڑی سی کوشش سے ایک ایسے صحیح اور ابتدائی سائنسی نظام العمل کی ابتدا کر سکتے ہیں کہ جو کسی جماعت کو بھی بلند پایہ پر پہنچا سکے۔ ایک ایسے اچھے سائنسی پروگرام کے نتائج مدرسے کے پورے نظام العمل میں بخوبی ظاہر ہوں گے۔

سائنس کے مقاصد الف۔ ابتدائی سائنس سکھانے کے وجوہات۔

۱۔ ماحول میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے
۲۔ سائنسی روش صحیح فیصلہ کے لئے اساس کا کام دیتی ہے۔
۳۔ تحقیقی جذبے کو تعمیری راستوں پر لگایا جاتا ہے۔
۴۔ بچوں کی تخلیقی قابلیت کو نشو ونما کا موقع ملتا ہے
۵۔ پسندیدہ ذہنی کیفیات اور کام کی عادتیں قایم ہوتی ہیں۔
۶۔ حاضر دماغی جدت عمل اور خود اعتمادی کو تحریک ہوتی ہے۔

ب ابتدائی سائنس سکھانے کے موانعات۔

۱۔ مدرس نے ابتدائی سائنس میں خصوصی تربیت حاصل نہیں کی۔
۲۔ یہ گمان کہ پیچیدہ اور قیمتی آلات سائنس ضروری ہیں۔
۳۔ گنجان نصاب (Crowded Curriculum)
۴۔ ابتدائی سائنس کی تعلیم میں قابل تحریک قوتوں سے لاعلمی۔
۵۔ انتظامی قدامت پسندی۔

الف۔ ان اعتراضات پر بحث کرتے ہوئے ہم نمبر ۱ کو پہلے لیتے ہیں۔
مدرسین قصداً تو نہیں البتہ ایک حد تک ضمنی طور پر مطالعہ قدرت جغرافیائی سائنس اور حفظان صحت کے ضمن میں بہت سی معلومات ابتدائی سائنس سے متعلق حاصل کر لیتے ہیں۔ مدرسہ ابتدائیہ کے اغراض کے لئے عام طور پر مدرس کو کسی فنی کورس کے جاننے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ دوسرے مضامین کو پڑھانے کی جس طرح وہ تیاری کرتا ہے اگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں طلبا کی طرح نئی معلومات حاصل کرنے کی آمادگی بھی پائی جائے تو اس کے لئے یہی کافی ہے۔ وافر حوالہ جاتی مواد اس کے لئے آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

ب دوسرے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی سائنس

کی حدتک تجربے اور مظاہرے سادہ اور آسان ہونے چاہئیں جس میں معین نتیجہ بچے کے لئے قابل فہم ہو پیچیدہ آلات موجب پریشانی ثابت ہوئے ہیں جہاں کہیں ممکن ہو انسانی زندگی کے ساتھ سائنسی واقعات کے عملی تعلق کو ظاہر کیا جانا چاہیے۔

ج۔ چونکہ سائنس کا ارتباط دوسرے مضامین کے ساتھ عمدگی سے قایم کیا جا سکتا ہے اس لئے گنجان نصاب (Crowded Curriculum) کی دلیل قطعاً غلط ہے اگر یہ ممکن نہیں کہ ہفتہ میں دو ساعت اس طرح پر اس مضمون کے لئے مختص کئے جائیں تو ضروری مواد بہم پہنچانے کا کام اکثر صورتوں میں باقاعدہ معاشرتی مضامین کے ضمن میں سرانجام دیا جا سکتا ہے جس سے دلچسپی میں اضافہ ہوگا۔

(د) اساتذہ کو اکثر یہ گلہ ہوتا ہے کہ روزمرہ کے کام کی یکسانی اور جماعت کے باقاعدہ کام کی جانب طلبہ لاپروائی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس کے (سائنس کے) مظاہروں میں جو متنوع قسم کا کام پایا جاتا ہے ان کی استفساری نوعیت کی بدولت سائنس طلبہ کو مصروفیتی سامان کا مسالہ بہم پہنچاتی ہے

س۔ ترقی پسند عہدے داران انتظامی ہمیشہ مدرسہ ابتدائیہ میں سائنس کی تدریس پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ وہ ایسی تدریس کے عملی نتائج دیکھنے کے از حد مشتاق ہوتے ہیں

اس سلسلہ کا مقصد اس سلسلہ مضامین کا مقصد مدرس جماعت کو ایسا ٹھوس مواد بہم پہنچانا ہے جس پر ایک اچھا موزوں تعلیمی پروگرام تشکیل پا سکے۔ مندرجہ ذیل سلسلے کے مضامین میں سے کسی ایک پر بحث کریں گے۔

ہوا۔ پانی۔ حرارت۔ کرۂ زمین اور نظام شمسی۔ نور اور صوت۔ برق اور مقناطیس۔ پودے۔ غذا۔ سادہ مشین اور موسم۔

ہوا کے سبق پر عملی تجاویز۔ ہوا ہمارے گرد و پیش کے ماحول کا ایک ایسا معمولی

خیز ہے کہ بچوں کو اس عنوان پر سبق دینے سے بہت جلد بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں اور بحث و مباحثہ کا بھی کافی موقع مل سکتا ہے یہ استاد کی نگرانی میں ہو سکتا ہے یا کسی طالب علم کی قیادت میں کہ جو اس گروہ کا صدر ہو۔ بحث کا مقصد تجربات کرنا دلچسپی پیدا کرنا اور سوالات کی تختہ سیاہ پر فہرست تیار کرنا ہے۔ جو آیندہ مزید مطالعہ و تحقیق کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی بحث کے دوران میں حسب ذیل نکات لئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ ہوا کیا ہے

۲۔ ہوا کہاں ہے۔

۳۔ ہوا کیوں ضروری ہے۔

۴۔ ہوا کیا کر سکتی ہے۔

۵۔ جب ہوا گرم ہو جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔

۶۔ تازہ ہوا کیا ہے۔

جب سوالات کی فہرست تیار ہو جائے تو اس ٹولی یا گروہ کو یہ طے کرنا ہوگا کہ اور کن طریقوں سے وہ مجوزہ عنوان سے متعلق معلومات حاصل کر سکے گی۔ یا تو ٹولی اس عنوان پر بحیثیت مجموعی بحث کرے گی یا انفرادی طور پر ہر ایک اپنے لئے موضوعات کا انتخاب کرکے اپنی رپورٹیں پیش کریگا۔ آخرالذکر طریقہ عام طور پر بہتر ہے کیونکہ اس میں مواد دستیاب ہو سکتا ہے حوالہ جاتی مواد طلبہ کی دسترس سے باہر نہ ہو تاکہ وہ آسانی سے جب انہیں موقع ملے استعمال میں لا سکیں سائنس کی آیندہ ساعت میں طلبہ اپنے تحقیقی معلومات رپورٹ کی شکل میں پیش کریں گے۔ مدرس بھی اپنی حد تک کچھ تھوڑی بہت تیاری کرے گا اور ضروری مواد جو تشریح کے ضمن میں مظاہرہ کرنے کے لئے ضروری متصور ہوگا جمع کرلے گا۔ پوری ٹولی کے اہم تحقیقی نتائج یا تو جماعت کی

یادداشتی بیاض میں یا طلبہ کی انفرادی بیاض میں درج کئے جائیں گے۔

جماعت کا کام:۔ ۱۔ تھوڑی دیر تک سانس روک لو اس کے نتیجہ کے طور پر پیدا ہونے والی تکلیف سے ہوا کی اہمیت بتائی جا سکتی ہے۔

۲۔ اپنی انگلیوں کی پوروں کو بھیگا لو اپنے ہاتھ کو سرعت سے ہوا میں ادھر ادھر پھراؤ پانی غائب ہو جاتا ہے۔ وہ ہوا میں جذب ہو گیا اس طرح بتایا جا سکتا ہے کہ ہوا میں پانی بخارات کی شکل میں موجود رہتا ہے (یہاں اس نکتہ پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے کہ بارش پانی ہے جو عمل تبخیر کے بعد منجمد ہو جاتا ہے)

۳۔ دو گلاس حاصل کر لو۔ ایک کو پانی سے بھر دو۔ بظاہر دوسرا خالی معلوم ہوتا ہے اب اسے پانی کے بیسن میں الٹا کر ثابت کرو کہ یہ خالی نہیں ہے کیا اس میں کوئی چیز ہے؟ گلاس کو اس طرح ٹیڑھا کرکے کہ اس کی ہوا خارج ہو کر پانی داخل ہو جائے۔ یہ ثابت کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ ایک گلاس لیکر نصف تک سوکھی مٹی سے بھر لو سطح پر بلبلے اٹھتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ بلبلے ہوا ہیں۔

۵۔ ایک گلاس لے کر اسے پانی سے بھر لو۔ چند منٹوں تک پانی کو پڑا رہنے دو۔ گلاس کے اندرونی حصہ میں بلبلے بننے لگیں گے۔ یہ ہوا کے بلبلے ہیں۔

مصروفیات نمبر ۳۔۴۔۵ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہوا ہر جگہ بظاہر خالی نظر آنیوالی چیزوں میں۔ مٹی میں اور پانی میں موجود ہے۔

۶۔ ایک بیسن میں ایک پیالی پانی ڈالو۔ جلتی ہوئی موم بتی بیسن میں کھڑی کر دو۔ موم بتی کے اوپر ایک گلاس الٹا دو شعلہ بجھ جائے گا اور پانی گلاس کی لمبائی کے ⅕ حصہ تک چڑھ آئے گا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہوا میں ایک حصہ آکسیجن بھی ہے کیونکہ جلنے کے لئے آکسیجن کی ضرورت ہے اور پانی نے گلاس میں چڑھ کر

شعلہ میں صرف ہونے والی آکسیجن کی جگہ لے لی

۷۔ بچے سے کہو کہ وہ اپنی بائیسکل اور پمپ کمرے میں لے آئے۔ ہوا خارج کر دو۔ پھر اسے پمپ کے ذریعہ ہوا سے بھر دو۔ بچے ت سمجھانے کے لئے کہو کہ ہوا کیوں ٹائر میں بھر رہی ہے۔ دبی ہوئی ہوا (Compressed air) کا استعمال یہاں سمجھایا جا سکتا ہے۔ مثلاً ہوائی بریک (air Brake) اٹو ٹائزس (Gutotizes) پٹ روک (Door stopper)

۸۔ غبارے کو پھونکو۔ یہاں تک کہ وہ پھٹ جائے یہ کیوں پھٹا؟ ہوا اس قدر زیادہ دبائی گئی کہ غبارہ اس کا متحمل نہ ہو سکا اور ہوا غبارے کو پھاڑ کر باہر نکل آئی۔

۹۔ ہوا کے دباو کی پیمائش کے لئے ایک سادہ سا باد پیما بناؤ۔ غبارے کے ایک ٹکڑے سے دودھ کی بوتل کا منہ خام کرو۔ اس پر سوڈے کا تنکا سریش سے چپکا دو۔ ایک پیمانہ بناؤ جسے یہ تنکا نشان زد کرتا رہے۔ اگر پیمانہ پر یہ تنکا اوپر کی طرف جائے تو یہ دباؤ کی زیادتی کو ظاہر کرے گا۔ اور اگر یہ نیچے اترے تو دباؤ کی کمی کا اظہار ہوگا۔

نظام شگر فیاکٹری بودھن کا سماجی و معاشی پہلو

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہم تعلیمی سیاحت کے سلسلہ میں نظام ساگر کے
گل گشت سے موٹروں پر سوار ہو کر جنگلوں اور پہاڑوں کے دلفریب و خوشگوار نظارے
دیکھتے ہوئے شگر فیاکٹری بودھن کے احاطہ میں جا پہنچے۔ فیاکٹری میں قدم رکھتے
ہی متعلقہ افسروں نے ہمارے پروفیسروں کا اور ہمارا استقبال فرمایا جس کے ہم
نہایت شکر گزار رہیں۔ ہم لوگوں کو تین مختلف جماعتوں میں تقسیم کر کے فیاکٹری کا تعارف
نہایت تفصیل سے کرانے کا انتظام کیا گیا۔ رہبروں نے ہمارے سوالات و اعتراضات
کے معقول پیرائے میں نہایت خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے جوابات دیے
یہ سوالات مختلف نقطۂ نظر کے تھے لیکن اس وقت اس کی کلوں کی کارکردگی اور شکر سازی
کے عملی طریقہ پر روشنی ڈالنا یا شکر سازی کی کیمیا بیان کرنا ہمارا مقصد نہیں۔

جبکہ سب جانتے ہیں کہ ہر ترقی یافتہ ملک اپنا ایک معیار رکھتا ہے اور اس معیار کا
مدار آزاد پیشوں پر ہے اور ان سب کا سرتاج "صنعت" ہے ایک صنعتی ادارہ جیسے
قایم کیا جاتا ہے تو عوام اسکو سیاسی نقطہ نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ انکی نظر ہمیشہ معاشی اور سماجی پہلو پر ہوتی ہے
ہم بھی چاہتے ہیں کہ شگر فیاکٹری کے خالص سماجی اور معاشی پہلو پر نظر ڈالیں
ایک بات غور طلب یہاں یہ ہے کہ صنعتی ادارہ جات جس طرح عوام کی فلاح کے لئے
معاون ہوتے ہیں اسی طرح عوام بھی ان اداروں کی ترقی کے لئے راستہ اور ماحول
پیدا کرتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کی ساری زراعتی، تجارتی اور صنعتی ترقیاں دراصل عوام کی

ترسیم رقم تقاوی سنہ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۲ء
اشارات
رقم جو قرض پر دیگئی
رقم جو وصول کیگئی
(۱)
ترسیم رقم تقاوی جو رعایا کو دیجا رہی ہے
رقم تقاوی جو قرض پر دیگئی اور وصول کیگئی
(۲)
ترسیم تعداد رعایا جو تقاوی حاصل کر رہی ہے
تعداد رعایا
(۳)
ترسیم قطعہ زمین ایکروں میں جس میں رعایا تقاوی رقم سے نیشکر کاشت کر رہی ہے
قطعہ زمین ایکروں میں
تقریباً (۱۵۰۰) آدمی
تقریباً (۲۵۰۰) آدمی
۲۶۱۲ ایکر
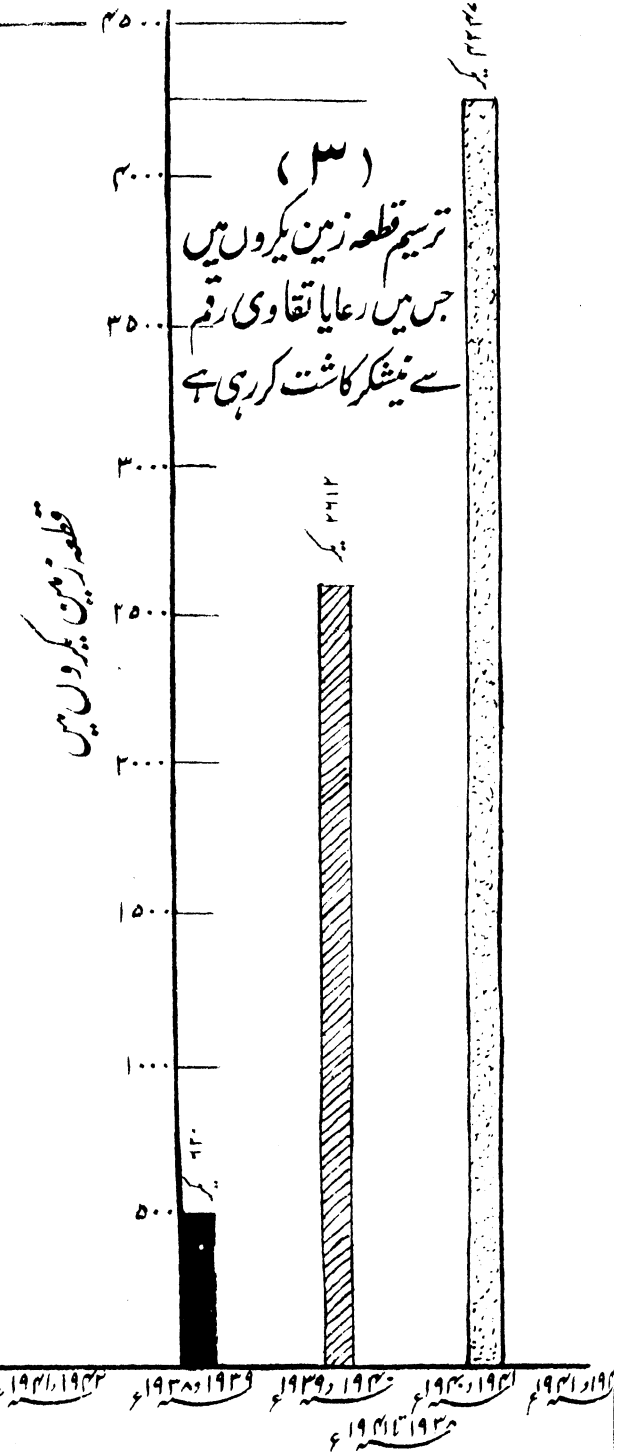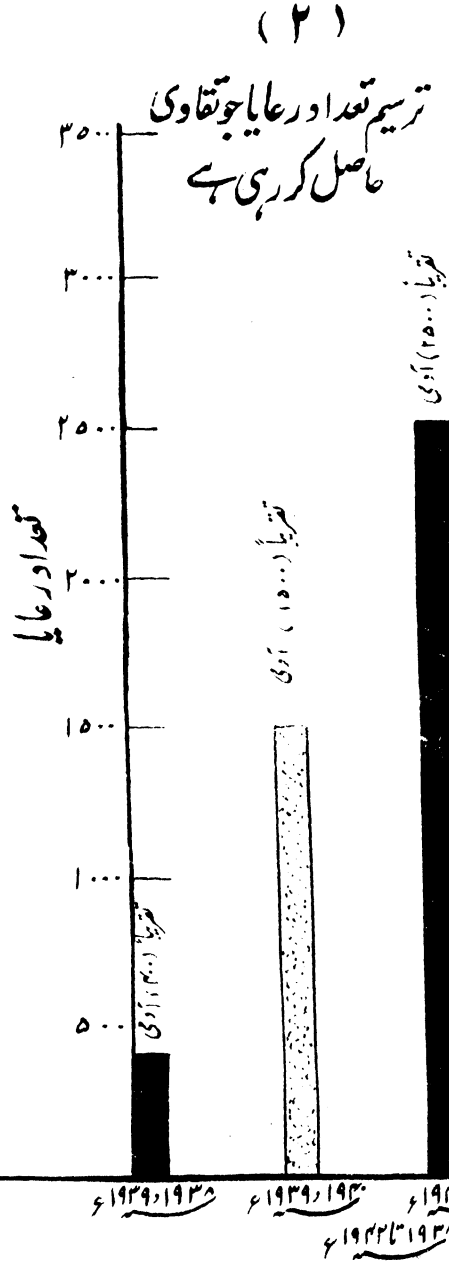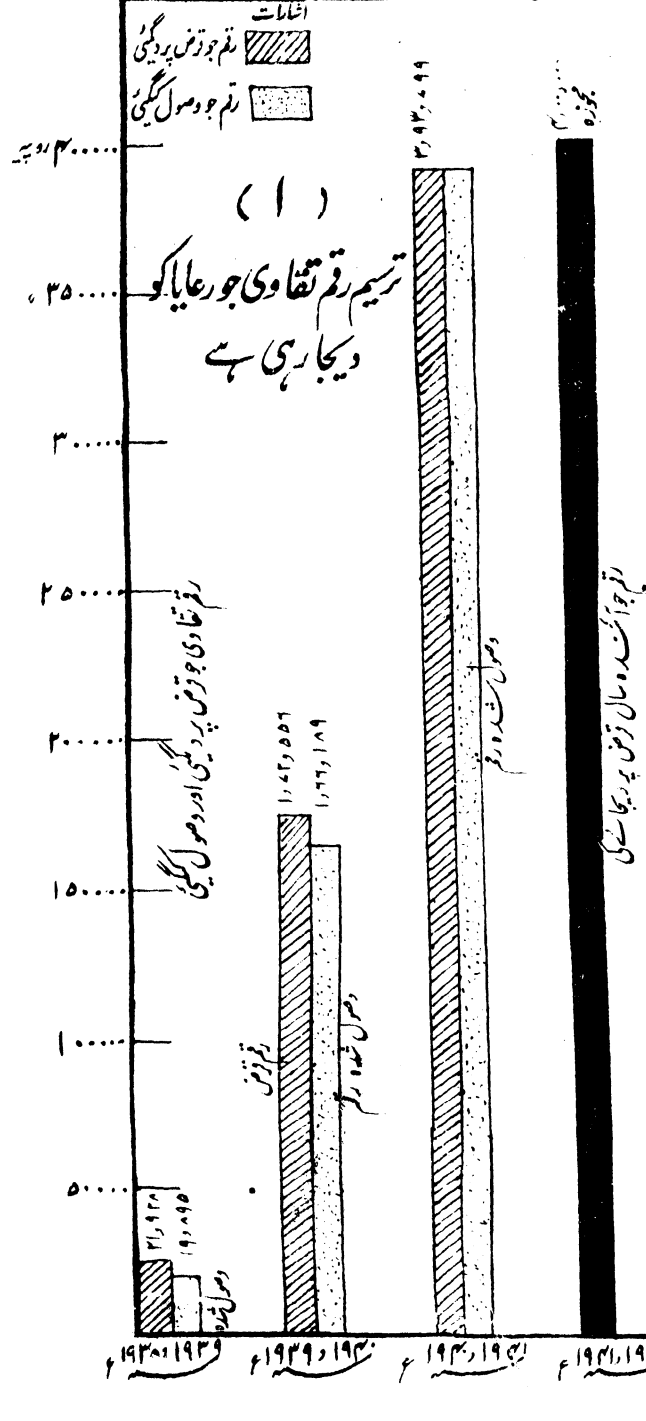
اور پبلک کو فائدہ پہنچانے کی نیت سے حکومت نے ۵ لاکھ ۵۰ ہزار کے حصص (فی حصہ ۲۵ روپیہ) مقرر کئے لیکن پبلک اس نادر موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکی بلکہ حصص لینے سے انکار کر دیا۔ پبلک کو خیال ہوا کہ اعظم جاہی ملز ورنگل اور عثمان شاہی ملز ناندیڑ کے حصص سے جب انھیں زیادہ فائدہ نہ ہو سکا تو اس سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہ ہو سکے گا۔ آخر کار حکومت نے پبلک کی بے اعتمادی دور کرنے کے لئے ان حصص کو خود خرید لیا۔ آجکل نیا کٹری کی بڑھتی شہرت اور مالی فائدہ ہر حیدرآبادی سے مخفی نہیں ہے۔ محض اسی وجہ سے ۲۵ روپیہ کا حصہ آجکل تقریباً چالیس روپیہ میں فروخت ہو رہا ہے اور ہر ایک اس کے خریدنے میں کوشاں ہے۔

اس کارخانہ میں تقریباً ۵۰۰۰ آدمی کام کرتے ہیں۔ فیاکٹری ہندوستان کے دیگر شکر فیاکٹریوں کے مانند سال میں چھ ماہ تک مسلسل چلتی ہے۔ اور ہر روز دو ہزار ٹن نیشکر سے تقریباً دو ہزار تھیلے خالص شکر تیار کرتی ہے۔ ۴ رار دی بہشت شریف کو کارخانہ میں ۱۹۵۵ تھیلے شکر تیار ہوئی تھی جس کی قیمت تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ ہوتی ہے۔ شکر فیاکٹری میں ۲۷ ر اکٹوبر سنہ ۱۹۴۱ء سے ۸ ر مارچ سنہ ۱۹۴۲ء تک ۱،۴۶،۱۳۳ تھیلے شکر تیار ہوئی جس کے منجملہ ۷۷،۶۳۲ تھیلے شکر فروخت کی گئی اور بقیہ ۶۸،۵۰۱ تھیلے شکر کارخانہ میں محفوظ ہے۔ گذشتہ سال فیاکٹری صرف ۲ ماہ چالو رہی جس سے اس کو ۶ لاکھ کا فائدہ ہوا۔ اس سال پورے چھ ماہ کام کرے گی اس لئے گذشتہ سے کئی گنا زیادہ فائدہ حاصل ہونے کی امید ہے۔

فیاکٹری اور کاشتکار کارخانہ کو روزانہ دو ہزار ٹن نیشکر کی ضرورت ہے۔ اس کی فراہمی اطراف و اکناف کے مواضعات سے کاشتکاروں کے ذریعہ کی جاتی ہے اس وقت کارخانہ کو تقریباً دو سو مواضعات اور تین تعلقہ جات سے نیشکر کی سپلائی ہوتی ہے رعایا نے اس سال تقریباً بارہ ہزار ایکر نیشکر کاشت کی ہے اور ۴ ہزار ایکر نیشکر کی

کاشت خود فیاکٹری کی جانب سے کی گئی ہے۔ بارہ ہزار ایکڑ نیشکر میں سے ۸ ہزار ایکڑ گنے کی خریدی کارخانہ نے اپنے ذمہ لیا ہے اور بقیہ چار ہزار ایکڑ نیشکر کمپنی کے احاطہ سے اسقدر فاصلہ پر ہے کہ وہاں سے اس کی سپلائی کسی قدر مشکل ہے۔ اس نیشکر سے کاشت کار گڑ تیار کرتے ہیں لیکن بازار میں گڑ کا بھاؤ بہت گرا ہوا ہے جس سے کاشتکار کو سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کارخانہ کی جانب سے تین ہزار ایکڑ نیشکر کی کاشت اس لئے کی گئی ہے کہ اگر کاشتکار کارخانہ کی روزانہ ضروری مقدار کی سپلائی کسی خاص وجہ سے نہ کر سکے تو اس کمی کی پابجائی اس قطعہ نیشکر سے کی جاتی ہے۔ اس عمل سے کارخانہ کی روزانہ کارکردگی میں نقصان نہیں ہونے پاتا۔

کارخانہ کو گنے کی سپلائی ریلوے اور موٹروں سے ہوتی ہے۔ ہر ایک کاشتکار کو ہفتہ میں ایک مرتبہ گنا کاٹنے کی چھٹی ملتی ہے اور وہ قطع شدہ گنا قریب ترین ریلوے اسٹیشن یا موٹر کے اڈوں تک لا کر ڈال دیتا ہے اور یہاں سے گنا کارخانہ کو مفت روانہ ہوجاتا ہے اور کاشتکار پر کسی قسم کا بار عاید نہیں کیا جاتا۔ اس طرح نیشکر کی سپلائی روزانہ ہر مرکز سے ہوتی ہے جس سے ہر کاشتکار مساوی طور پر رقم سے مستفید ہو سکتا ہے

کارخانہ اور زبان خلق اس میں کوئی شک نہیں کہ کارخانہ کے قیام سے کئی ہزار لوگ مستفید ہو رہے ہیں اس سے نہ صرف ان کی مالی حالت درست ہو رہی ہے بلکہ انکا سماجی درجہ بھی بلند ہو رہا ہے۔ اس کے باوجود پبلک میں نظام ساگر پراجکٹ و شکر فیاکٹری سے متعلق چند غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔

(۱) کہا جاتا ہے کہ نظام ساگر نہر اور فیاکٹری کے قیام سے مچھروں اور مکھیوں میں معتد بہ اضافہ ہو گیا ہے جس سے کارخانہ کے اطراف کے مواضعات میں کئی قسم کے متعدی امراض پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان امراض کی حالت ان مواضعات میں تقریباً دائمی ہو رہی ہے۔ لیکن یہ صرف بات ہی بات ہے حفظان صحت کا محکمہ ایسی کوئی نشاندہی نہیں کرتا

اور نہ شرح اموات و امراض میں فیاکٹری کے قیام سے کوئی اضافہ ہوا۔ یہ دراصل جہالت کا نتیجہ ہے۔ اپنی بے احتیاطیوں پر وہ فیکٹری کا پردہ ڈالنا چاہتے ہیں وہ غلیظ پانی خود پئیں گے، مویشیوں کو پلائیں گے، کوڑا کرکٹ، گوبر لید سب گھروں ہی میں جمع رکھیں گے اور جب بیمار ہو جائیں گے تو نظام ساگر اور نظام شگر فیاکٹری کا نام لیں گے۔ آپ ضلع نظام آباد کو چھوڑ کر کسی دوسرے ضلع کے دیہات کو لیجئے کیا وہاں مچھر نہیں، مکھیوں کی کثرت نہیں۔

(۲) دوسرا الزام جو شگر فیاکٹری پر لگایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ فیکٹری نے محض اپنی ذاتی منفعت کے لئے نیشکر کا نرخ گذشتہ سے کم کر دیا ہے (یعنی ۱۲ ر سے ۹ رمن) جس سے پبلک کو کثیر نقصان ہو رہا ہے۔ نیز نیشکر کی کٹوائی ایک لخت نہیں کروائی جاتی بلکہ روزانہ ایک دو گاڑیوں کے حساب سے کئی مہینوں تک کٹوائی کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے جو کاشت کاروں کی نظر میں باعث تکلیف اور نقصان رساں ہے۔ لیکن مارکٹ کا بھاؤ اس اعتراض کا خود جواب ہے۔ آجکل مارکٹ میں گڑ کا بھاؤ سولہ روپیہ کھنڈی ہے اور کارخانہ ایک کھنڈی گڑ تیار کرنے کی نیشکر ۳۰ روپیہ میں خرید کرتی ہے جس سے کاشتکار کو تقریباً ۸۰ فیصدی فائدہ حاصل ہوتا ہے نیز گڑ تیار کرنے کی کئی زحمتوں سے بچ جاتا ہے اس طرح فیاکٹری پبلک کا ۸۰ فیصدی فائدہ کراتے ہوئے اگر خود بھی فائدہ اٹھانے کی غرض سے بھاؤ میں کمی کرے تو پبلک کی یہ چیخ پکار کس قدر نامناسب ہے۔ مارکٹ میں گڑ اور شکر کے بھاؤ کے لحاظ سے قیمت کا کنٹرول کرنا بھی فیاکٹری کا کام ہے اس لحاظ سے ہر سال خرید و فروخت کا بھاؤ ایک نہیں ہو سکتا اس لئے پبلک کا الزام کسی طرح قابل قبول نہیں سمجھا جا سکتا۔

کٹوائی کے عمل پر بھی اعتراض کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ طریقہ بالکل ناموزوں ہے۔ ذرا غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ کٹوائی کا یہ ہم مرکزی طریقہ ہر کاشتکار کے لئے کس قدر مفید ہے ہر کاشت کار محض اپنا ہی فائدہ چاہتا ہے۔ دوسروں کے فائدہ

میں اپنے فائدے کا خیال ترک کر دیتا ہے اور یہ فیاکٹری کے مقاصد کے خلاف ہے فیکٹری ہر ایک کو فائدہ پہچانا چاہتی ہے یہ بھی پبلک کی کوتاہ نظری ہے۔

(۴) ایک اور سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ فیکٹری کے کارکنان اکثر مقامات پر دیانت دارانہ فرائض انجام نہیں دیتے۔ جن اسٹیشنوں پر گنا سپلائی کیا جاتا ہے وہاں ہر وقت تلوائی میں دشواری پیش آتی ہے۔ اور بعض اوقات کسی کی مٹھی گرم کرنے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ یہ چیز فیکٹری کے مقاصد بلکہ ملک کی ترقی کے لئے بھی سخت مضر ہے۔ میں عہدہ داران متعلقہ سے خاص طور پر عرض کرونگا کہ وہ اس معاملہ کی طرف توجہ فرمائیں اور ایسے خاطیوں کی سختی سے بازپرس فرمائیں۔

اس سلسلہ میں کیا یہ بات مناسب نہ ہوگی بحکم سرکار ہر سال مقامی معززین کی ایک ایسی کمیٹی تشکیل دیجائے جو وقتاً فوقتاً اسٹیشن و دیگر اڈوں کا معاینہ کرسکے اور کارکنان فیاکٹری اور عوام کے رابطہ کو نہایت خوشگوار اور استوار بنانے میں مدد دے اور جب کبھی کوئی قابل اعتراض بات معلوم ہو فوراً اس کی اطلاع متعلقہ عہدہ داروں کو دیا کرے میری رائے میں تو ایسی کمیٹی فیکٹری کے متعلق تمام بیرونی شکایات کو رفع کرنے کا بڑا ذریعہ ہوگی۔

تقاوی فیکٹری مفلس کاشتکاروں کی امداد رقم تقاوی سے کرتی ہے جس سے مفلس کاشت کار کم سود پر قرض حاصل کرکے نیشکر کی کاشت کرسکتا ہے اور آسانی سے قرضہ سے سبکدوش ہوکر خوش حال زندگی بسر کرسکتا ہے اس طریقہ کار سے کئی مفلس کاشتکار ساہوکاروں کے دائمی گرفت سے چھٹکارہ پاچکے ہیں۔ پہلی مرتبہ کاشت کاران لاعلمی کی وجہ سے رقم تقاوی لینا غیر مفید سمجھتے رہے۔ بہت کچھ سمجھانے پر ۱۹۳۸ء و ۱۹۳۹ء میں ۲۱۹۲۸ روپیہ کی رقم تقاوی (۴۰۰) چارسو کاشت کاروں میں تقسیم کی گئی فصل پر ان کاشتکاروں کو معتدبہ فائدہ حاصل ہوا اور ان میں سے ۹۴ فیصدی رعایا قرضہ سے سبکدوش ہوئی

دوسرے سال رقم تقاوی ۱۵۰،۶۲۸ روپیہ ہوگئی اور قرض لینے والے کاشتکاروں کی تعداد پندرہ سو تک پہنچ گئی۔ سال کے ختم پر ۹۶ فیصدی کاشت کار قرضہ سے سبکدوشی حاصل کئے اس طرح سے رقم تقاوی سے فائدہ حاصل کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امسال رقم تقاوی چار لاکھ تک پہنچ گئی جس سے تقریباً ۲½ ہزار پبلک مستفید ہوسکی۔ اس کی مزید وضاحت منسلکہ ترسیم سے بخوبی واضح ہوسکتی ہے کہ فیاکٹری کی جانب سے جو رقم تقاوی دیجاتی ہے وہ پبلک کے لئے کس حد تک سودمند ہے یہ ایک مختصر ساخاکہ ہے ورنہ صنعتی اداروں کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ پر پڑتا ہے زراعت اور تجارت سے تو اس کا گہرا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ گھریلو زندگی پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے کاشتکار کی فارغ البالی اور اطمینان اسی پر منحصر ہے سودی لین دین کی معیبت سے چھٹکارے میں بھی اس سے بڑی مدد ملتی ہے خصوصاً تقاوی کے ذریعہ ساہوکار کے ظالمانہ سودی پھندے سے نجات دلانے کی کوشش جو کی گئی ہے وہ ملک کی زراعتی اور حرفتی پیچیدگیوں کا واحد حل ہے۔ صرف دیانتداری سے عمل کرنا ایک آخری شرط ہے ایک طبقہ جو سود کی آلائشوں میں آلودہ ہو اس کا سماجی مرتبہ دنیا میں ہو ہی کیا سکتا ہے۔ لیکن یہی طبقہ اگر کسی وقت اپنے آپ کو سود اور قرض کی مصیبت سے آزاد کرے تو پھر بلاشبہ اس کو کھویا ہوا سماجی وقار واپس مل سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ ہمارے جاہل اور فاقہ کش ملک کا کسان اور عوام کسی مفید صنعتی اسکیم سے فائدہ اٹھانے کی صلاحیت نہیں رکھتے تو اس مشکل کے لئے بھی کوئی حل ہم کو سوچنا ہی پڑے گا۔

چند عملی تجاویز پبلک کو فیکٹری کی طریقہ کارکردگی۔ اس کے اصول وضوابط کا علم حقیقی طور پر کرانے کے لئے اس کے اطراف واکناف کے تمام مواضعات میں باضابطہ پروگرام کے ساتھ تقاریر و نمائش کا انتظام کرنا چاہئے نیز پبلک کو اس بات

کا احساس کرائیں کہ فیاکٹری کا قیام ان کی بھلائی کے لئے ہے نہ کہ ان کی بربادی کے لئے
ایسے صنعتی کارخانوں کے قیام سے ہر ملک کی زراعتی وتجارتی ترقی ممکن ہے اور رعایا
پُرآسایش زندگی بسر کرسکتی ہے جاہل اور مفلس کاشتکاروں کو سرکاری امور سے بے بہرہ
رکھنے والے لوگ زیادہ تر پٹیل پٹواری ہوتے ہیں۔ اکثر وہی عہدہ دار کاشتکاروں
کی لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس کا انسداد کرنا لازمی ہے
اس کے لئے وہی عہدہ داروں کو چند ضروری سرکاری ضوابط و معلومات کی ایک
فہرست سلیس زبان میں لکھی ہوئی دیجانی چاہیئے جس کو وہ مہینے میں ایک یا دو مرتبہ
گاؤں کے کسی ایک پبلک مقام پر بیٹھکر رعایا کو سمجھایا کریں اس کی تصدیق معاینہ
کنندہ افسر بوقت دورہ پبلک پر سوالات کرکے کرسکتے ہیں۔ اس طرح کے عمل سے
غریب کاشتکاروں کی جہالت ایک حد تک رفع ہوسکتی ہے

(۳) فیاکٹری کے انتظامی کابینہ میں سررشتہ زراعت، صنعت و مال کے عہدہ داروں
کے علاوہ کاشتکاران و سوداگران کے پبلک نمایندے بھی ہونا زیادہ مناسب ہے۔

(۴) کاشتکاروں کو مختلف کھادوں کے نام اور دام کے علاوہ ان کے استعمال
کے طریقوں سے واقف کرانا بھی ضروری ہے۔ سررشتہ زراعت یہ کام اپنے ذمہ لے سکتی
ہے اور موضع واری پروگرام مرتب کرکے تمام رعایا کو اس سے واقف کراسکتی ہے۔ نیز
پٹیل پٹواریوں کو بھی ان کے متعلق تحریری معلومات دئیے جائیں تاکہ وہ بوقت ضرورت
رعایا کی ٹھیک رہبری کرسکیں۔

۵۔ سررشتہ حیوانات مویشیوں کی نمایش موضع واری قایم کرکے کاشتکاروں
کو مویشیوں کے متعدی امراض اور ان کے انسدادی تدابیر سے واقف کرائے اور
مویشیوں کی پرورش کرنے کے صحیح اور سائنٹفک اصولوں سے بھی انھیں دوچار کرائے

۶۔ سررشتہ طبابت باضابطہ موضع واری پروگرام کے ذریعہ گاؤں والوں

کو حفظان صحت کے سادہ اور آسان طریقوں سے واقف کرائے کھیتوں میں کوڑا کرکٹ۔ گوبر۔ لید وغیرہ کھاد کے طور پر جمع کرنے کا صحیح طریقہ پبلک کو کئی امراض سے بچانے کے لئے بتانا نہایت ضروری ہے۔

خاتمہ سخن ۔ آخر میں دوبارہ عرض کروں گا کہ ان سب برائیوں کو دور کرنے کا واحد علاج علم کی اشاعت ہے۔ جب ملک کے ہر گوشہ میں علم کی روشنی پھیلے گی تو رعایا خود بخود ملک کی صنعتی و تجارتی ترقی کے حقیقی مقصد سے واقف ہو کر اپنا واجبی حق ادا کرنے پر ہر طرح تیار رہے گی۔ اس کے لئے ملک میں ابتدائی تعلیم کو لازمی کرنا نہایت ضروری ہوگا۔ اور کم از کم ہر ۵۰۰ کی آبادی کے گاؤں میں ایک سرکاری مدرسہ کھولنا لازمی ہوگا۔

اس عمل سے ملک میں نظام شکر فیاکٹری کے مانند کئی صنعتی ادارے رعایا کی جانب سے کھولے جائیں گے جس سے ریاست کی مالی و سماجی حالت درست ہو سکے گی اس طریقہ کار سے جب ملک میں صنعتی دور کا آغاز ہوگا تب بیروزگاری کا بھوت نہایت آسانی سے جلا وطن ہو جائے گا۔ اور یہاں کی رعایا بھی مغربی ممالک کی رعایا کے مانند خوش حال زندگی بسر کرتے ہوئے ملک کی معاشی و سماجی حیثیت کو ان کے برابر کر سکے گی۔ اور یہی ہماری ساری صنعتی تجارتی زراعتی اور اصلاحی اسکیموں کا مقصد اعلیٰ ہے

ابتدائی سائنس کے اسباق

پانی

پانی ہماری روزمرہ زندگی کے ماحول کا ایک اہم اور عام جزو ہے بچے اس کے استعمال اور اس کی شکلوں سے واقف ہوتے ہیں اس لئے جماعت میں بحث کے ذریعہ سے بہت سے خیالات کو بیانات اور سوالات کی شکل میں جمع کیا جا سکتا ہے مثلاً (۱) پانی بھگوتا کیوں ہے۔ (۲) پانی کیا ہے۔ (۳) پانی کہاں پایا جاتا ہے (۴) کیا پودوں کو پانی کی ضرورت ہے (۵) کیا جانوروں کو پانی کی ضرورت ہے (۶) پانی کی شکلیں کیا ہیں (۷) کیا وجہ ہے کہ بعض چیزیں تیرتی ہیں اور بعض ڈوب جاتی ہیں (۸) تبخیر و تکثیف سے کیا مراد ہے۔

اشتراک عمل اور رہنمائی کی صلاحیت اور جماعتی احساس کے نشو نما کی غرض سے جماعت کو مختلف کمیٹیوں میں تقسیم کر دینا مفید ہوگا۔ ہر ایک کمیٹی کے تفویض۔ ایک یا دو سوالات کیے جائیں۔ طلبا ان کمیٹیوں میں کام کرتے ہوے، مفوضہ سوالات کے جواب تلاش کریں، متعلقہ مواد فراہم کریں اور اپنے بیانات کی تصدیق کے لئے تجربات کا انتظام کریں۔ اس مقصد کے لئے موزوں کتب کا کافی تعداد میں فراہم کرنا نہایت ضروری ہے۔ مختلف مصنفوں کی موزوں کتابیں فراہم کی جائیں تا کہ طلبا مختلف مصنفوں کے زاویہ نظر اور خیالات سے واقف ہوسکیں اور مواد متعلقہ کی تلاش کا تجربہ حاصل کریں

اگر کمیٹی کی تجویز اختیار کی جائے تو مدرس کو اس کا انتظام کرنا ہوگا کہ کمیٹیاں اپنے جلسے منعقد کرسکیں۔ ابتدائی انتظامات میں جو وقت صرف ہوگا اس کو رائیگاں نہ تصور کیا جائے کیونکہ اچھی تنظیم آگے چلکر مفید اور دیرپا اثرات اور نتائج پیدا کریگی۔

ابتدا میں جماعت میں عام بحث ہوگی اور آخر میں مختلف کمیٹیاں، اپنی توضیحات اور تجربوں کو عام جلسہ میں پیش کریں گی اس دوران میں حسب ذیل کام انجام پائیں گے ۔

۱۔ طلباء اپنی کمیٹیوں کے صدرنشین کا انتخاب کریں گے اور طریقہ عمل تجویز کریں گے

۲۔ متعلقہ مواد کی تلاش کریں گے اور اس کو فراہم کریں گے

۳۔ کمیٹیوں کے اجلاس میں۔ فراہم کردہ مواد کی ترتیب ہوگی ۔

۴۔ جدید معلومات کے متعلق تجربات کے لئے ضروری اشیاء فراہم کریں گے (سادہ اشیاء اور آلات جو مکانوں اور چھوٹی دکانوں سے فراہم ہو سکیں)۔

۵۔ مدرس بھی ان مسائل کے متعلق معلومات فراہم کریگا ۔

۶۔ مدرس بھی ان کے متعلقہ تجربات کے لئے ضروری اشیاء فراہم کر رکھے گا تاکہ اگر طلباء کسی چیز کو بھول گئے ہوں تو فوراً مہیا کی جا سکے ۔

مشاغل :-

۱۔ پانی کا دور بتلانے کے لئے ایک خاکہ بناؤ
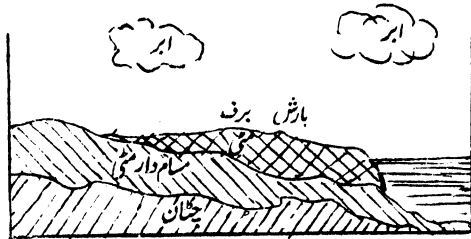
خاکہ نشان نمبر (۱)

(۲) پانی کے استعمال کی فہرست بناؤ

(۳) شیشہ کے ایک بڑے استوانے میں پانی ڈالو۔ اس میں مختلف چیزیں مثلاً مٹی۔ ریت کیلئے کاغذ اور لکڑی کے ٹکڑے وغیرہ ڈالو۔ بعض چیزیں ڈوب جاتی ہیں اور بعض تیرتی ہیں جو چیز اپنے برابر حجم کے پانی سے ہلکی ہو، تیرتی ہے اور زیادہ

وزنی ہو تو ڈوب جاتی ہے۔

۴۔ ایک بڑے برتن میں پانی ڈالو۔ اس پر ٹن کا چھوٹا ڈبہ رکھو۔ وہ اس لئے تیرتا ہے کہ ڈبہ میں ہوا ہونے کی وجہ سے وہ اپنے برابر حجم کے پانی سے ہلکا ہے ایک ہتھوڑی سے ڈبہ کو چپکا دو اور کئی مرتبہ موڑ دو۔ پھر پانی میں ڈالو اب وہ ڈوب جائے گا کیونکہ برابر حجم کے پانی سے بھاری ہے۔
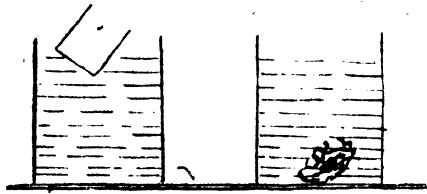
خاکہ نمبر (۲)

اس سے ظاہر ہے کہ لوہے کے جہاز کس طرح تیرتے ہیں۔

۵۔ یہ بتلانے کے لئے کہ شبنم کس طرح بنتی ہے اور یہ کہ ہوا میں پانی کے بخارات ہوتے ہیں، کسی گلاس میں برف ملا ہوا بہت ٹھنڈا پانی رکھو۔ گلاس کے بیرونی جانب پانی کے باریک باریک قطرے جمع ہو جائیں گے جب گرم ہوا، سرد گلاس سے ٹکراتی ہے تو ہوا میں کے بخارات آبی سطح پر جم جاتے ہیں۔

۶۔ پانی کی مختلف شکلوں کو واضح کرنے کے لئے برف (ٹھوس) کا ایک ٹکڑا گلاس میں رکھو اور اس کو پانی (مایع) بننے دو۔ اس کو جوش دو اور بخارات (گیس) کی شکل اختیار کرنے کا مشاہدہ کراؤ۔

۷۔ پانی میں مختلف معدنیات حل ہوتے ہیں اس کو بتلانے کے لئے نل کے پانی کو کسی چوڑے برتن میں رکھو اور گرم کرکے بخارات بنکر اڑ جانے دو۔ برتن کی سطح پر ٹھوس ذرات باقی رہ جاتے ہیں جو بخارات بنکر نہیں اڑتے۔ یہ ٹھوس معدنی

ذرات ہیں۔ اسی طرح بارش کے پانی پر عمل کرو۔ معدنی ذرات نہ رہیں گے (جس پانی میں معدنیات زیادہ ہوں، اس کو بھاری پانی کہتے ہیں اب پانی پینے کے لئے مفید ہے جس پانی میں معدنیات نہ ہوں۔ وہ ہلکا پانی ہے اور کپڑے دھونے کے لئے بہتر ہے۔)

۸۔ پانی منجمد ہوتے وقت پھیل جاتا ہے۔ ایک پرانی بوتل لو اور اس کو پانی سے بھر کر مضبوطی سے کارک لگا دو۔ اس کو ایسے سرد مقام پر رکھو کہ پانی جم کر برف بن جائے۔ پانی کے برف بننے سے بوتل ٹوٹ جائے گی۔ اسی طریقہ سے چٹانیں ٹوٹتی اور مٹی بنتی ہے۔ پانی۔ پتھر کی باریک درزوں میں پہنچ جاتا ہے اور جب برف بنتے ہوئے پھیلتا ہے تو چٹانوں کو توڑ دیتا ہے۔

۹۔ پانی گرم ہو کر پھیلتا ہے۔ چائے کی کیتلی میں تھوڑا سا پانی ڈالکر گرم کرو اور اس کی ٹونٹی سے ربر کا ایک غبارہ باندھ دو۔ اگر ڈھکن بند کر دیا جائے تو بھاپ بھر جانے سے غبارہ پھول جائے گا۔ پانی جب بھاپ بنتا ہے تو ۔۔۔ اگنا پھیل جاتا ہے۔ اسی پھیلاؤ سے بھاپ کا انجن چلایا جاتا ہے۔

۱۰۔ پانی کو بند بنا کر روک دینے سے، پانی کے دباؤ میں کیونکر اضافہ ہوتا ہے (خاکہ نمبر ۴) کی طرح ٹن کے ایک ڈبہ میں ۵ سوراخ یکساں فاصلہ پر بناؤ۔ ہر سوراخ میں ایک دیا سلائی لگا کر اس کو بند رکھو۔ ڈبہ کو پانی سے بھر دو اور اوپر کی طرف سے شروع کر کے تمام دیا سلائیوں کو نکال لو۔ دیکھو کہ پانی مختلف سوراخوں سے کس قوت کے ساتھ باہر نکلتا ہے اس تجربہ سے ظاہر ہے کہ دباؤ، گہرائی کے اضافہ سے بڑھتا جاتا ہے۔ جب بند باندھا جاتا ہے تو پانی کی گہرائی کے بڑھ جانے کی وجہ سے اسکے دباؤ میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

پرانے طریقہ تعلیم کے اثرات اور انکی اصلاح

اس مسئلہ پر سابق میں بھی مضامین شایع کئے گئے ہیں۔ کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں ہے کہ بیچارہ خانگی مدرس اپنی بے بسی کے باوجود اب تک سرکاری مدرس سے کامیاب مقابلہ کر رہا ہے دیہاتیوں پر لاعلمی اور جہالت کا الزام دیکر ہم اپنی ذمہ داری سے نہیں چھوٹ سکتے۔ دیہاتی اپنے اغراض کو خوب سمجھتا ہے۔ اگر اس کو ثابت کر دیا جائے کہ سرکاری مدرس بڑی محنت اور عمدگی کیساتھ تعلیم دیتا ہے تو یقینی وہ اس پر بھروسہ کریگا۔ سرکاری مدرس نے دیہاتی کا پورا اعتماد حاصل نہیں کیا ہے۔

مدیر

افسوس کہ ہماری دیہاتی آبادی کا اکثر حصہ تعلیمی اہمیت اور اس کے صحیح طریقہ تعلیم کی خوبیوں سے ناواقف ہے۔ جو لوگ تعلیم کو ضروری سمجھتے ہیں بھی تو معمولی حد تک کیونکہ عدم تعلیم کی وجہ ان کا مطمح نظر پست۔ اور طریقہ تعلیم وہی پرانا اور بے ڈھنگا۔ باوجود بیسیوں خرابیوں کے وہ اسی کو اچھا تصور کرتے ہیں۔ مزید طرفہ یہ کہ جدید مروجہ سرکاری طریقہ تعلیم پر نکتہ چینیاں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً ہم کو فلاں فلاں زبان کی کیا ضرورت ہے ہم کو شاستری بننا تو ہے نہیں۔ ان کے بارہ گھنٹوں میں سرکاری مدارس میں صرف چھ گھنٹے تعلیم ہوتی ہے بچے کیا خاک سیکھتے ہوں گے۔ ہمارے بچوں کو تاریخ جغرافیہ پڑھانے سے کیا فائدہ۔ مدرس صاحب خود ہی بچوں کو کھیل سکھائیں تو پڑھنے کا شوق کیسا رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ جیسی سمجھ ویسی باتیں۔ خیر یہ ان کی کم فہمی لاعلمی اور

تنگ خیالی کی باتیں ہیں اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ان کا طریقہ تعلیم کیسا ہے۔ اور اس طریقہ تعلیم سے بچوں پر کیا کیا ذہنی جسمانی مضر اثرات پڑ رہے ہیں۔ قومی اور سماجی ترقی میں کتنی زبردست رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے (کیونکہ آج کی ہونہار پود ہی کل قوم کہلانے کی مستحق ہوگی) اور ان مضر اثرات سے چھٹکارا پانے کی کیا تدابیر سوچی جائیں اس ضمن میں مدرس متعلقہ کی شخصیت قابلیت وفن ذاتی کا اظہار کرنا بھی ضروری ہوگا کیونکہ یہی مصدر تعلیم ہوتا ہے۔

مدرس ۔ دیہات کا خانگی مدرس عموماً وہ معمولی لکھا پڑھا شخص ہوتا ہے۔ جو اور کوئی ذریعہ معاش پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ یا وہ گماشتہ ہوتا ہے جو اپنے دیہاتی ساہو کے ہاں کی ملازمت کسی علت میں چھوٹنے کی وجہ پریشان ہو وہ بیچارہ آفت کا مارا طریقہ تعلیم کیا جانے اصول تعلیم سے اس کو کیا تعلق وہ تو مدرسی جیسے اہم ترین پیشے کو جس کے درس سے قوموں کا عروج وزوال وابستہ ہے۔ بیکاری یا بے ہنری کے زمانہ کا ذریعہ معاش تصور کرتا ہے۔ اس کے پاس خوشحال افراد کے چند بچے ہوتے ہیں جن سے اس کو کچھ معاوضہ ملجاتا ہے بھلا بتائے ایسا شخص ہونہار طالبعلموں کی ذہنی وجسمانی اعتبار سے کیا صحیح رہبری کرسکتا ہے۔

طریقہ تعلیم اب ہمارے دیہات کا طریقہ تعلیم دیکھئے بچہ صبح اپنے فطری ضروریات سے فارغ ہوکر بغیر ناشتہ کئے عموماً چھ سات بجے مدرسہ جاتا ہے اور مسلسل چار گھنٹے بعد بارہ کے قریب کھانے کے لئے گھر واپس لوٹتا ہے بعد فراغ طعام مدرسہ کی جو راہ لیتا ہے تو شام ہی کو اس بیچارہ کو چھٹی نصیب ہوتی ہے گویا آٹھ تو گھنٹے مدرسہ میں گزارنے پڑتے ہیں۔ اس طویل مدت میں صرف حساب اور لکھائی پڑھائی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ تعلیم کی ابتداً گنتی اور پہاڑوں سے ہوتی ہے جب یہ ضربی پہاڑے تیس تک ختم ہوتے ہیں تو پاؤ، نیم، پون، سوا، ڈیڑھ، ڈھائی وغیرہ کے پہاڑوں کی باری آتی

ہے اس کے بعد اکرا اکری حفظ کروائی جاتی ہے جب تک یہ ناقابل فہم نصاب اچھی طرح حفظ نہ ہو پڑھنا لکھنا یا حساب کا ایک قاعدہ بھی نہیں بتایا جاتا بچے کو چار اڑھے ہنس حفظ ضرور ہوتا ہے مگر وہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کا مفہوم کیا ہے اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ پہاڑے حفظ نہ کرائے جائیں بلکہ اس کی عمر و فہم کا بھی لحاظ رکھا جائے۔

پہاڑے ختم ہونے پر پڑھائی اور حساب کی تعلیم آغاز ہوتی ہے اس وقت مدرس کی فیس دوگنی ہو جاتی ہے۔ اب قاعدہ یا پرائمر جیسی کہ صورت ہو آغاز ہوتی ہے اصلی تعلیم کتاب دیکھ کر پڑھنے اور املا نقل کرنے کی ہوتی ہے معنی اور مطلب سے واقف کرانے کی زیادہ زحمت گوارا نہیں کی جاتی۔ بچہ خود عبارت کے بار بار پڑھنے سے اپنے معلومات کے دائرے کی حد تک کچھ سمجھ لے تو سمجھ لے مضمون تو یہی سے مدرس صاحب بھی نا آشنا۔ بہرکیف اس طرح کی تعلیم تیسری یا چوتھی کتاب تک ہوتی ہے البتہ حساب کی تعلیم پر زیادہ زور دیا جاتا ہے وہ بھی چار قاعدوں کی حد تک اس کے بعد مدرس صاحب کی لیاقت اور مدرسہ کا کورس ختم ہو جاتا ہے اس تعلیم کے لئے بھی کم و بیش چار سال کی مدت درکار ہوتی ہے البتہ تعلیم بچے کی کافی عمر سے شروع کی گئی ہو اور وہ ذہین ہو تو بحیثیت انفرادی تعلیم کم مدت میں یہ کورس ختم ہو جاتا ہے۔

اب ہم اس طریقہ تعلیم کے متعلق حسب ذیل نکات پر روشنی ڈالیں گے اور دیکھیں گے کہ ان سے کیا کیا مضر اثرات مترتب ہوتے ہیں۔

۱۔ اوقات تعلیم (۲) بچے کی فہم و عمر کا لحاظ کئے بغیر تعلیم (۳) کھیل کود سے مخالفت طریقہ تعلیم کا لحاظ نہ رکھنا۔ سزا۔

اوقات تعلیم پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بچے کو کم و بیش آٹھ نو گھنٹے مدرسہ میں گزارنے پڑتے ہیں اس کثیر وقت میں صرف ادب اور حساب کی تعلیم ہوتی ہے۔ اصولاً ایک مضمون کی تعلیم کے لئے جماعتی صورت میں ۴۵ منٹ کافی ہوتے ہیں انفرادی صورت تو اس سے

ان مدارس میں تو عموماً تعلیم انفرادی ہی ہوتی ہے اور ہر بچہ کا سبق زیادہ سے زیادہ ۱۰ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے سبق کے لئے بھی اتنا ہی وقفہ مگر بیچارے بچے کو شام تک مقید رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ بچہ اپنی فطری جبلتوں کے لحاظ سے گوناگوں مصروفیتوں کا عادی ہوتا ہے اور اس کی توجہ کسی ایک امر پر زیادہ دیر تک مرکوز نہیں رہتی اس لئے اس کو مختلف اسباق و اشغال میں مصروف رکھنا ضروری ہے تاکہ جبلتوں کی صحیح رہنمائی ہو سکے اس کے برعکس ایک ہی مضمون کے لئے گھنٹوں مقید کرنا اس کے مفید تجسسات کو فنا کرنے کے مترادف ہے۔ جس سے بچہ متلاشی اور چالاک ہونے کے بجائے کاہل لاپروا ہو جاتا ہے۔

تعلیم بلا لحاظ فہم عمر جب بچہ کھانے کے قابل ہوتا ہے تو اس کی عمر اور ہاضمہ کا لحاظ رکھتے ہوئے غذا ابھی اسی قسم کی بڑی احتیاط سے دیجاتی ہے اور عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ غذا کی نوعیت اور مقدار میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اگر اس میں بے احتیاطی ہو تو بچہ لاغر اور بیمار ہو جاتا ہے۔ یہی حال تعلیم کا بھی ہے۔ مگر دیہات کے پرانے طریقہ تعلیم میں ان باتوں کا لحاظ کہاں بلا لحاظ عمر و حافظہ بچہ پر پہلے پہاڑوں کا پورا کورس ختم کر دیا جاتا ہے۔ حافظہ تازہ ہونے کی وجہ بچہ ازبر تو کر لیتا ہے۔ مگر ناقابل فہم اور غیر دلچسپ ہونے کی وجہ قوت حافظہ کو زیادہ صرف کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ بچہ کو تعلیم سے نفرت سی پیدا ہوتی ہے۔ جو اکثر ترک تعلیم کا باعث ہوتی ہے اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ضروری معلومات کو نہ رٹایا جائے بلکہ سبق کو قابل فہم اور دلچسپ بنایا جائے تاکہ اس کے قوت حافظہ پر بیجا بار نہ پڑنے پائے۔ جو ایک قدرتی عطیہ اور نعمت غیر مترقبہ ہے جس کی صحت اور توانائی پر ہی بچہ کی ترقی کا انحصار ہے ورنہ ترقی مسدود۔ علیٰ ہذا القیاس یہی حال ادبی تعلیم کا ہے یعنی اسباق کو قابل فہم اور دلچسپ بنانے کی کوشش نہیں کی جاتی البتہ یاد کرنے کی نسبت سختی ضرور ہوتی ہے جو سبق قابل فہم ہی نہیں مگر اس میں تلمیذ کی دلچسپی و توجہ کا خیال نہ رکھا جائے تو اس سبق کے دماغی ارتسامات

گہرے نہیں بننے پاتے اور جلد حافظہ سے نکل جاتے ہیں اس لئے سختی پر سختی ہوتی ہے متعلم جبراً و قہراً قوت حافظہ پر بیجا بار ڈال کر رٹ لیتا ہے۔

طریقۂ تعلیم کا لحاظ نہ رکھنا دنیا میں ہر کام کے انجام دینے کے لئے ضرور ایک صحیح طریق عمل ہوتا ہے اس صحیح طریقۂ عمل سے کام کم مدت اور کم اخراجات میں بہ حسن و خوبی انجام پاتا ہے یہی حال تعلیم کا ہے اگر صحیح اصول سے تعلیم دی جائے تو بچہ کم مدت اور کم محنت میں بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ مگر پرانے دیہاتی طریقۂ تعلیم میں یہ بات کہاں۔ وہاں تو تھوڑے معلومات حاصل کرنے کے لئے عمر عزیز کا زیادہ حصہ ضائع کرنا پڑتا ہے جس کا دنیا میں کوئی معاوضہ نہیں

کھیل کود سے مخالفت پرانے دیہاتی طریقۂ تعلیم کے دلدادہ کھیل کود کی مصلحت و فوائد کو کیا جانیں وہ تو اپنی لاعلمی کی وجہ اس کو تعلیمی رکاوٹ سمجھتے ہیں اس لئے اس کا کورس میں خاص لحاظ رکھا نہیں جاتا۔ جائے غور ہے۔ حالانکہ یہی کھیل کود اکتساب تعلیم کا باعث ہیں کیونکہ بچے کی صحت کو برقرار رکھنے اور اس کی نمو اور بالیدگی میں مدد دینے میں ورزش کا زبردست ہاتھ ہے۔ وہی بچہ تعلیم حاصل کر سکتا ہے جس کی صحت اچھی ہو۔ جو بچہ بحیثیت جسمانی جتنا طاقتور ہوگا وہ اتنا ہی تعلیمی ترقی میں آگے بڑھ سکے گا جن مدارس میں ورزش اور کھیل کا معقول انتظام نہیں ہوتا۔ وہاں کے متعلم بحیثیت جسمانی کمزور ہوتے ہیں۔ اور یہی جسمانی کمزوری آئندہ تعلیمی رکاوٹ اور بیسیوں آلام کا باعث ہوتی ہے۔

سزا پرانے طریقۂ تعلیم میں سزا کو تو اس کا جزو لاینفک سمجھا جاتا ہے حالانکہ سزا کا استعمال بضرورت شدید شرارت و بدکرداری کے موقع پر ہونا چاہیئے۔ جہاں تک ہوسکے تعلیمی معاملے میں اس سے احتراز چاہیئے حقیقت ہے جبکہ سبق دلچسپ اور قابل فہم ہو تو سزا کی ضرورت ہی نہیں پڑتی مگر پرانے طریقۂ تعلیم میں ان باتوں کا خیال نہیں رکھا جاتا اور ذرا ذرا سی بات پر جسمانی سزا دیجاتی ہے۔ جو بددلی کا باعث ہوتی ہے بعض وقت اس سے برے نتائج رونما ہوتے ہیں تعلیمی امور میں بارہا سزا دینے سے بچے میں امنگ اور ترقی کا جوش مفقود ہوتا جاتا ہے اور بچہ خود کو غبی اور ناقابل ترقی سمجھ لیتا ہے۔

چھٹکارا پانیکے تدابیر یہ نقصانات جو اجمالاً بیان کئے گئے ہیں اب ہم کو ان نقصانات سے قوم کو چھٹکارا پانیکے تدابیر پر غور کرنا ہوگا۔ یوں تو ہمارے سلطان العلوم اعلحضرت خسرو دکن کی عام فیاضی سے ملک میں مدارس تحتانیہ شاہی کا جال بچھ گیا ہے جس کی وجہ اس قدیم طریقہ تعلیم کا ایک حد تک استیصال ہو چکا ہے۔ اور عام رعایا میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے دیہاتوں میں وہی بے ڈھنگے طریق تعلیم کے دلدادہ کثرت سے موجود ہیں۔

مدرسین تحتانیہ اس خیال کے افراد سے اپنا ارتباط زیادہ بڑھائیں۔ اور اس پیرایہ میں حتی الوسع صحیح طریقہ تعلیم کی تبلیغ کرتے رہیں۔ اور نت نئے طریقوں سے جو موقع اور وقت کے لحاظ سے موزوں ہوں کام لیں مثلاً مدرسین تحتانیہ اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیکر اپنے مدرسہ کا صحیح نمونہ ان کے سامنے پیش کریں تاکہ انکے دل میں مدرسہ اور صحیح طریق تعلیم سے رغبت پیدا ہو جیسا کہ ہر اچھی چیز کے دیکھنے سے فطرتاً انسان کے دل میں اسکی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ جلسے کئے جائیں جس میں خاص طور سے ایسے خیال والوں کو دعوت دیجائے اور ان کی عام فہم زبان میں جدید طریقہ تعلیم کے فوائد اور بے ڈھنگے طریقہ تعلیم کے نقصانات پر تقریریں ہوں۔ حالات ساتھ دیں تو تعلیمی مقابلے بھی مفید ہوسکتے ہیں

ہم اور ہمارے تحتانی مدرسے

عرصے سے میرا خیال تھا کہ ہمارے دیہاتی مدارس تحتانیہ کے اصلاح طلب چند اندرونی امور کی طرف آپ حضرات کی توجہ مبذول کراؤں۔ اس میں شک نہیں کہ کام کو آسان سمجھ لینا ایک معمولی بات ہے لیکن کرنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر مشکل ہے چنانچہ حضرت حافظ شیرازیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔ "کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا" سررشتہ تعلیمات جس دور سے گذر رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ایسے زمانے میں تاوقتیکہ ہم خود اپنے عیوب محاسن کا محا

نہ کریں اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ لہذا میں اپنے حسب ذیل چند پریشان خیالات کو نہایت عجز کے ساتھ آپ حضرات کے ملاحظہ میں پیش کرتا ہوں امید کہ بنظر غائر ان پر روشنی ڈالی جائے گی۔

طلبا کا داخلہ اور اخراج طلبا مسلسل کئی ہفتوں بلکہ مہینوں غیر حاضر رہتے ہیں اور رجسٹر حاضری طلبا میں ان کی مسلسل غیر حاضری کا اندراج بھی ہوتا ہے لیکن مددگار مدرس کو اس بات کا اختیار نہیں کہ وہ ایسے طالبعلم کا نام خارج کر سکے محض اسلئے کہ مدرسے کی جملہ تعداد طلبا میں کمی واقع ہو جاتی ہے البتہ اگر مدرس نے غیر حاضر طالبعلم کے معاوضہ میں دوسرا بچہ مدرسے میں لا کر داخل کر دیا تو پھر اس غیر حاضر طالبعلم کا نام خارج کر دیا جاتا ہے لیکن جائے غور ہے کہ بیچارہ مدرس دوسرا بچہ لائے تو کہاں سے لائے؟ لہذا ایسی صورت میں مدرس کو اپنا وقار کھو کر جیسی کچھ ناگزیر صورتیں اختیار کرنی پڑتی ہیں وہ ہماری برادری کے دلوں سے ہی پوچھا چاہئے۔ بالفاظ دیگر مدرس کو طلبا کے والدین کی گود تک تلاش کرنی پڑتی ہیں بڑی تلاش و جستجو اور حیرانی و پریشانی کے بعد تین چار سالہ کوئی بچہ فراہم ہو جائے تو اسکا نام درج رجسٹر کر لیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ پہلے تو خود والدین اتنی عمر کے بچے کو مدرسہ بھیجتے ہی ہیں تو وہ بھی برائے نام صرف مدرس کے تقاضے پر یعنی بچے کو صرف مولوی صاحب کے پاس بیٹھنا سکھلایا جاتا ہے اور کوئی اصلی کوشش و حقیقی توجہ تعلیم کی طرف نہیں کی جاتی نتیجتاً ایک مدرس کو دایہ کے خوشگوار فرائض بھی انجام دینے پڑتے ہیں۔ سررشتہ کے احکام تو یہ ہیں کہ پانچسالہ لڑکے کو شریک مدرسہ کیا جا سکتا ہے لیکن ایسی ناگزیر صورتوں میں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا مدرسین صاحبان قبل از وقت ان کے نام درج رجسٹر فرما لیتے اور مجبوراً اپنی اختیار تمیزی پر عمر کا تکملہ بھی کر لیتے ہیں لیکن یہی صورتیں آگے چلکر مثلاً وظیفہ تعلیمی، ملازمت اور اعلیٰ تعلیم وغیرہ کے موقعوں پر اس نونہال کے حق میں روڑے اٹکاتی ہیں۔ اس موقع پر یہ واقعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ مکرمی جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن ہوز بجکنڈہ جس وقت ناندیڑ سے تبدیل ہو کر یہاں پر تشریف لائے ہیں تو آپ کے ساتھ آپکے دو چھوٹے بھائی مسمی محمد عبدالحلیم متعلم جماعت چہارم اور مسمی محمد عبدالرؤف متعلم جماعت اول بھی ہمراہ تھے۔ ہمارے مدرسے میں ان دونوں لڑکوں کو سابقہ سند ترک مدرسہ کی بنا پر

۳۴۹ ایف

جس کو انھوں نے اپنے ساتھ لایا تھا شریک کر لیا گیا چونکہ مدرسہ کے سالانہ امتحان بابتہ "میں مسمی محمد عبدالحلیم نے جماعت چہارم میں کامیابی حاصل کر لی لہذا حسب درخواست بعطائے سند ترک مدرسہ طالبعلم مذکور کا نام مدرسے سے خارج کر دیا گیا لیکن ایک ملاقات میں میرے دوست جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب فرماتے تھے کہ :- "مولوی صاحب! سرٹیفکٹ میں عبدالحلیم کی عمر کچھ زیادہ بتلائی گئی ہے حالانکہ انکی حقیقی عمر اتنی نہیں ہے" میں نے جواب دیا کہ بھائی انکا سابقہ سرٹیفکٹ جو ہمارے دفتر میں داخل ہوا ہے اس میں بالکل یہی تاریخ ولادت درج ہے اب کیا کیا جائے بات تو معمولی تھی رفع دفع ہو گئی لیکن اسکی حقیقت پر غور کیا جائے تو کسقدر اہم ہے معلوم نہیں اس غلطی کی ابتدا کہاں سے ہوئی اور کب سے ہوتی آرہی ہے لہذا مدرسین اور بالخصوص صدر مدرس صاحبوں کو چاہیے کہ داخلہ کے وقت طلبا کے والدین سے ملکر انکی حقیقی عمر دریافت کریں ورنہ کم از کم طلبا کی جسمانی اور شخصی حالت سے عمر کا صحیح معیار قایم کریں ایسا کہ صرف آبادی مدرسہ کی خاطر ہر چہ بادا باد کے مصداق عمل ہو

اضافہ تعداد طلبا کا بڑھتا ہوا سوال بھی ایک ایسا لا علاج مرض ہے کہ تاوقتیکہ سختی کے ساتھ اس کی روک تھام نہ کیجائے اور کوئی تدبیر کارگر ہوتی دکھائی نہیں دیتی کسی جماعت یا مدرسے میں طلبا تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں لیکن کام کے ہوں، مدرس کی ذات وصفات سے مستفید ہونے والے ہوں محض گلہ بانی نہ تو سر رشتہ کا نیک مقصد ہو سکتا ہے اور نہ مالک دو مالک کا مبارک منشا۔ لہذا زیادہ عرصے کے غیر حاضر طالب علم کا نام تحت ضابطہ لازمی طور پر بلا لحاظ معاوضہ خارج کر دینا چاہیئے اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو مدرسہ اس کا ذمہ دار ہے مثلاً ایک طالب علم نقل مقام کر چکتا ہے اور دوسرے مقام پر وہ اپنی خانگی تعلیم کا اظہار کر کے وہاں کے مقامی مدرسہ میں بلا زحمت شریک بھی ہو جاتا ہے۔ اس طرح سے ایک ہی طالب علم کا نام بیک وقت دو بلکہ تین مختلف مدارس میں شریک رہتا ہے لیکن اخراج کا عمل کہیں بھی ندارد۔ اگر ہوتا بھی ہو تو شاید کسی ایک مدرسہ میں لہذا اس جانب سر رشتہ کی فوری توجہ مبذول ہونے کی ضرورت ہے اور ایسے احکام صادر فرمائے

کرتا و قتیکہ کوئی طالب علم کسی سرکاری مدرسہ کی سند ترک مدرسہ پیش نہ کرے ہرگز شریک مدرسہ نہ کیا جائے اور اگر طالب علم اپنے آپ کو خانگی تعلیم یافتہ ظاہر کرے تو ایسی صورت میں مقامی معتبر صداقت نامہ خانگی تعلیم کی بابت پیش ہونا چاہئے۔ جب تک ایسا نہ ہو یہ بیضابطگی اور نقص دور نہیں ہوسکتا۔

تعلیمی کمزوری اور عدم تکمیل نصاب دوسرا نقص جس پر معاینہ کنندہ عہدہ داروں کی بطور خاص تنقید ہوا کرتی ہے وہ تعلیمی کمزوری اور نصاب کی عدم تکمیل ہے جس کی بالکلیہ ذمہ دار مدرس کی کارگزاری ہے لیکن اس کے بنیادی وجوہ پر غور کیا جا کر انسداد نہیں کیا جاتا خصوصاً ہمارے مدارس تحتانیہ میں طالب علم مدرسہ میں سال بھر جس جس وقت وہ آئیں برابر داخل ہوتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے خصوصاً ابتدائی بنیادی جماعتوں میں سبق کی یکسانیت قایم نہیں رہتی۔ کوئی آگے ہوتا ہے اور کوئی پیچھے جس وقت کوئی نیا طالب علم جماعت میں داخل ہوتا ہے تو اس نو وارد کو شروع سے پڑھائی لکھائی اور حساب وغیرہ سکھلایا جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زیادہ وقت اس طرح صرف ہو جاتا ہے اور مدرس کی توجہ سے ہر طالب علم کو بہت کم حصہ ملتا ہے۔ نیز یہ ہمارا عینی مشاہدہ اور ہر روز کا تجربہ ہے کہ اکثر والدین اپنے بچوں کو اس غرض سے مدرسہ نہیں بھیجتے کہ وہ کچھ تعلیم حاصل کریں بلکہ زیادہ غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ مشغول رہیں اور ان کے روزمرہ کے ضروری خانگی کاروبار میں سدراہ نہ ہوں جس کی وجہ سے ایسے طالبعلم مدرسے کے کام کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے اور بعض طلبا تو حسب مرضی خود آتے ہیں اور جاتے ہیں سال بھر برابر حاضر نہیں رہتے اور یہ امر دوسرے حاضر باش طلبا کی ترقی پر بری طرح اثر انداز ہوتا ہے اس لئے کہ مدرس اپنا زیادہ وقت ایسے غیر حاضر رہنے والے اور کوشش نہ کرنے والے طلبا کی کمی اور کمزوری کو رفع کرنے پر صرف کرتا ہے اور دوسرے طلبا مدرس کی توجہ سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

رنج تو یہ ہے کہ طلبا کے والدین بھی کبھی اسباق کی پروا نہیں کرتے کہ وہ مدرسے

میں حاضر ہو کر مدرسین سے ملیں اور اپنے بچے کے تعلیمی حالات دریافت کریں۔ خیال کرنا چاہئے کہ اگر ان کے دس روپیہ کسی کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے ہوں تو بلا مبالغہ روزانہ دس چکر اس کے گھر کے لگائیں گے۔ خود نہیں جائیں گے تو کسی ذریعہ سے خبر گیری کریں گے۔ سوء اتفاق اگر وہ شخص روپوش ہو جائے یا بلا اطلاع کہیں چلا جاے تو پھر حضرت کے دل سے ہی پوچھا چاہئے۔ لیکن افسوس کہ اپنے نور چشموں جگر گوشوں کے لئے انھیں اتنی بھی تو فکر نہیں جتنی کہ دس روپیہ کے لئے ہے بعض اولیائے طلبا رعمارت مدرسہ سے تک نا آشنا رہتے ہیں اور طرفہ یہ کہ الٹے مدرس کو اولیائے طلبا کی تیز ترچھی باتیں سنکر سہنی پڑتی ہیں۔ ایسی حالت میں بیچارہ غریب الوطن مدرس کرے تو کیا کرے؟ مجبوراً ع " ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر" سمجھکر خاموش ہو جاتے ہیں۔ بہر حال تاوقتیکہ مدرسہ کو اولیائے طلبا کا تعاون حاصل نہ ہو اور سال کے چند مخصوص مہینوں میں قطعی طور پر طلبا کا داخلہ بند نہ کیا جائے یہ نقایص دور نہیں ہو سکتے سال تمام نہ سہی تو کم از کم میقات سوم میں ہی کسی نئے طالب علم کو ہرگز شریک مدرسہ نہ کیا جانا چاہئے۔

نظام الاوقات تعلیمی صدر مدرس صاحبان ترتیب نظام الاوقات میں مدرس کی دلچسپی کو ملحوظ خاطر رکھیں اور ہر سال تعلیمی کے آغاز پر تقسیم کار میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوا کرے ایسا کرنے سے ہر شخص کو باری باری سے جملہ مضامین سال بھر میں ذمہ دارانہ طور پر پڑھانے کا موقع ملتا ہے۔ برخلاف اس کے یہ میرا تجربہ ہے کہ سالہائے سال تک مدرسین کے مفوضہ کارہائے تعلیمی میں تبدیلی نہیں ہوا کرتی حتی کہ بعض مواقع ایسے بھی نظر سے گزرے ہیں کہ عہدہ دار کے معاینہ میں ایک مضمون سے متعلق کسی مدرس کی کارگزاری ٹھیک نہیں رہی لیکن باوجود اس کے وہ مضمون اس شخص سے تبدیل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا مدرسہ اور مدرسہ ہر دو کی بہبودی اسی میں ہے کہ ہر سال تعلیمی کے آغاز پر مدرسین کے مفوضہ

کاموں میں خواہ یہ انتظام حسب خواہش ہی کیوں نہ ہو لیکن کچھ نہ کچھ تبدیلی لازماً ہوا کرے
تاکہ مدرس ہر مضمون سے مانوس اور اس کے طریقہ تعلیم سے ہر وقت واقف رہے
اس میں شک نہیں کہ بڑی بڑی درسگاہوں میں خاص خاص مضامین خاص خاص ہستیوں
کے تفویض رہتے ہیں لیکن یہ عمل ہمارے مدارس تحتانیہ کیلئے چنداں اطمینان بخش نہیں ہے
طلباء کے تحریری مقابلے بعض مدارس تحتانیہ مرکزی میں تو آجکل جماعت پنجم کی تعلیم بھی دی
جارہی ہے لہذا جماعت ہائے چہارم و پنجم میں طلباء کے تحریری مقابلے ماہواری ہوا کریں
اور بہتر مضمون لکھنے والے طالب علم کی بہ فراہمی چندہ انعام سے، نشانات سے
رجسٹر حاضری طلباء میں بینیارٹی سے، الفاظ سے بہر حال مختلف طریقوں سے حوصلہ افزائی
کی جائے اس سے طلباء میں شوق و دلچسپی اور رشک کا مادہ پیدا ہوگا۔ علاوہ اس کے
طلباء کی بے قاعدہ حاضری یا غیر حاضری کا بھی بڑی حد تک انسداد ہو جائے گا چنانچہ
ہمارے ضلع کی کشتیٔ علم کے ناخدا عالیجناب مولانا مولوی محمد رحیم الدین صاحب مہتمم
تعلیمات ناندیڑ جن کی قابل قدر ہستی نو خیز ذرات ضلع کو اجاگر کرنے میں اسم بامسمیٰ
آیۂ رحمت ہے آپ کے دور رس افکار نے فوری اس نتیجہ کو بھانپ لیا اور آپنے
ذریعہ خصوصی نمبر ۳۶۰ مورخہ ۵ شہریور ۱۳۴۹ف ماہواری مضامین مقرر فرما کر مدارس
تحتانیہ مرکزی ضلع ہذا میں طلباء کے تحریری مقابلے قائم فرمائے اور بہتر مضمون نگار
کو سالانہ کانفرنس کے موقع پر عطائے انعام کا وعدہ بھی فرمایا۔
بچوں کے کھیل بڑے بڑے مدارس میں تو سر رشتہ کی جانب سے طلباء کے لئے
کھیلوں کا معقول انتظام ہے اور خود رعایا و طلباء بھی کچھ نہ کچھ حصہ لیتے ہی رہتے ہیں
لیکن مدارس تحتانیہ ہنوز کوسوں دور ہیں حقیقت بھی یہ ہے کہ غریب طلباء سے کتب
درسی کی فراہمی مشکل ہے تو پھر یہ بیچارے گیمس فیس کہاں سے ادا کریں۔ اسی لئے
تو ہماری حکومت ابد مدت نے اپنی روایتی فیاضی سے کام لیکر بہ معافی فیس طلباء

کے لئے تحتانی تعلیم عام کردی ہے۔ ان حالات کے باوجود پھر بھی مدرسین اور صدر مدرس صاحبوں کو کھیلوں کے بارے میں ممکنہ سعی سے کام لینا چاہیئے۔ معمولی ورزش جسمانی کے ساتھ کم از کم دیسی کھیل مثلاً گھوڑا اور سوار، چوہا بلی، لون پاٹ، گیند بلہ، اندھا چور، کوڑا چور، سادہ دوڑ، لمبی دوڑ، اونچی دوڑ، ایک ٹانگ کی دوڑ، تین ٹانگ کی دوڑ، رسہ کشی وغیرہ اور دیگر متفرق کھیل بالالتزام ہوا کریں تو طلبا، مدرسے سے مانوس ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ محض کھیل کی خاطر ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک حد تک غیر حاضری کا انسداد ہو کر ایسے طلبا بھی کچھ نہ کچھ تعلیم حاصل کر ہی لیں گے۔ اب رہا یہ سوال کہ مدارس تحتانیہ کے مدرسین کو روزانہ مسلسل چھ گھنٹے تعلیمی کام انجام دینا پڑتا ہے تو کیا ان چھ گھنٹوں کے بعد بھی مدرس اپنا وقت اس کام پر صرف کرے یا کیا؟ آخر مدرس کے لئے بھی تفریح طبع اور خانگی کاروبار کا کوئی وقت ہے یا نہیں؟ اس سوال کو خود آپ حضرات اچھی طرح حل فرما سکتے ہیں:- میں مانتا ہوں کہ اس قدر محنت و جانفشانی کے بعد بھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی دیہاتی رعایا کے دلوں میں آپ کی اتنی وقعت بھی نہیں جتنی کہ تحصیل کے ایک چپراسی کی یا درجۂ سوم کے ایک پولس کانسٹبل کی ہے محض اس لئے کہ ان کے دنیاوی اغراض اور روزمرہ کے ضروری کاروبار میں رکاوٹ پیدا کرنے والی کوئی چیز آپ کے قبضہ اقتدار میں نہیں ہے۔ لیکن ہر مقام پر چشم بصیرت رکھنے والی ایک دو مبارک ہستیاں ایسی بھی نظر آئیں گی جو آپ کو سر آنکھوں پر جگہ دیکر آپ کے لئے سہولتیں بہم پہنچاتی ہیں۔ اس میں شک نہیں کبھی کبھی آپ کے دل میں یہ خیال بھی جگہ لیتا ہوگا کہ کاش ہم کسی اور سررشتہ کی ملازمت اختیار کرتے تو اتنے عرصہ میں بہت کچھ ترقی کر لیتے لیکن یاد رہے کہ مدرسی ایک مقدس فریضہ ہے جن لوگوں نے اس کو پیشہ تصور کر رکھا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ ملک کا مستقبل اور آنے والی نسل کی صلاح و فلاح کا دارومدار محض آپ حضرات کی ذات پر منحصر ہے۔ آپ جسقدر

بھی ملک و قوم کی خدمت کر سکیں وہ کم ہے۔ اس کا کوئی معاوضہ نہیں ہو سکتا۔ آپکو ما یحتاج حق خدمت جو کچھ بھی ملتا ہے آپ کی ذات اس سے مستغنی اور آپ کی شان اس سے بے نیاز ہے۔ بقول شخصے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا
بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

فہرست مضامین رسالۂ المعلم

نمبر ۱	بابتہ ماہ آذر ۱۳۵۱ف	جلد ۸

ہمارا نیا سال

ہمارا یہ سال بھی پر آشوب زمانہ میں شروع ہو رہا ہے جنگ یورپ عالمگیر صورت اختیار کر رہی ہے اس کی آگ کے شعلہ براعظم ایشیا تک پہونچ گئے ہیں ہندوستان میں بھی اس کے اثرات محسوس ہونے لگے ہیں - اسلح خانے بنائے جا رہے ہیں - کاریگروں کو جدید اصولوں پر تربیت دیجا رہی ہے - فوج میں بھرتی ہو رہی ہے غیر ملکوں کی اشیا گراں ہو رہی ہیں دیسی اشیا کے دام بڑھ رہے ہیں - مختصر یہ کہ غریب اور امیر سب جنگ کے اثرات کی لپیٹ میں ہیں اور اپنی بے بسی کا احساس کرنے لگے ہیں سب سے زیادہ قابل رحم حالت تشنگان علم مصنفین مولفین اور مدیران اخبارات و رسائل کی ہے - کاغذ پنسل - سیاہی بہر حال جتنی ایسی چیزیں ہیں ان کی فراہمی میں روز بروز دشواری ہو رہی ہے کہ روپیہ خرچ کرنے پر بھی حسب منشا چیز نہیں ملتی جتنا اچھا اور ارزاں کاغذ استعمال ہوتا تھا وہ باہر سے

آتا تھا جتنی اچھی اور سستی سیاہی استعمال ہوتی تھی وہ بھی باہر سے آتی تھی۔ اب بھلا کوئی کرے تو کیا کرے! کاغذ کی حد تک 'المعلم' بہت خوش قسمت ہے۔ برسوں سے وہ ہاتھ کا بنا ہوا کاغذ نہایت استقلال اور پابندی سے استعمال کر رہا ہے اور قوی امید ہے کہ جب تک ممالک محروسہ میں مشین سے کاغذ نہ بننے لگے گا وہ اسی کاغذ کو برابر استعمال کرتا رہیگا اب رہی سیاہی! تو کیا کوئی خدا کا بندہ اس زمانہ میں بھی اس گتھی کو نہیں سلجھا سکتا؟ کیا ہمارے سائنسداں اور مالک مطابع اب بھی توجہ نہیں کرینگے؟ کیا محکمہ صنعت و حرفت اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش نہیں کریگا؟ دنیا امید پر زندہ ہے۔ ہم اب بھی نا امید نہیں ہوے ہیں کہتے ہیں۔ دیر آید درست آید۔

سال تمام کے شایع شدہ مضامین پر سرسری نظر بھی ڈالی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ عنوانات کی نوعیت ہمہ گیر رہی ہے اور رفتار زمانہ کی مناسبت سے مضمون سائنس پر زور دیا گیا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ حضرت اقبال فرماگئے ہیں۔ ع

علم اشیا داد مغرب را فروغ حکمت او ماست می بندد ز دوغ

'المعلم' کو فخر ہے کہ سائنس کی تعلیم پر ہندوستان کے مایہ ناز فرزند جناب ڈاکٹر رضی الدین صاحب کا مضمون شایع کیا گیا۔ آپ نے ازراہ کرم ایک اور معرکہ کا مضمون ہماری ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم عنایت فرماکر 'المعلم' کو عزت بخشی اس میں بھی سائنس کی اہمیت پر جو زریں خیالات ظاہر فرمائے وہ ہر برنا و پیر کے غور و فکر کے مستحق ہیں 'المعلم' صاحب موصوف کا بہت ممنون و مشکور رہے اور متوقع ہے کہ آیندہ بھی وہ اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود اس کو فراموش نہیں فرمائیں گے۔

جناب ملک سردار علی صاحب نے بڑی مہربانی سے اپنی زیر تالیف کتاب اصول تعلیم کا ایک باب 'منصوبی طریقہ' عنایت فرمایا جو دو سے زیادہ اشاعتوں میں پورا ہوا۔ یہ ایک جدید مگر ٹھوس مسئلہ ہے آپ نے بڑی قابلیت سے اس کے ہر پہلو پر جس خوبی سے روشنی ڈالی ہے اس کا اندازہ مطالعہ کنندہ ہی کو ہوسکتا ہے

یہ مضمون آپ کی تالیف کی افادیت اور عمدگی کی کافی ضمانت ہے۔ ہم موصوف کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کے مزید عالمانہ مضامین کے منتظر ہیں۔

ہمارے قدیم کرم فرما میر احمد علی خان صاحب نے دو اہم مسائل پر قلم اٹھایا انکا شکریہ ادا کرنا مشکل ہے اور چونکہ وہ اس رسم کو پسند نہیں فرماتے اس لئے ہم انکا دل ہی دل میں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جناب عشرت علیخاں صاحب نے اس سال بھی پس افتادہ طلبہ کے مسئلہ پر ایک مزید مضمون سپرد قلم فرمایا۔ پس افتادہ کے متعلق اردو میں بہت کم مواد ہے آپکے مضمون ایک ضرورت کو پورا کرتے ہیں بعض اعلیٰ عہدیداروں نے بھی انہیں دلچسپی سے پڑھا اور اسیات کی خواہش کی ہے کہ ان بدقسمت طلبہ کی اصلاح و ترقی کیلئے چند عملی تجاویز بھی پیش کی جائیں ہم امید کرتے ہیں کہ نہ صرف موصوف بلکہ دیگر اصحاب بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھائیں گے علاوہ بریں اور بھی بہت سے قابل قدر مضامین شایع ہوے مثلاً ریاضی کی تعلیم از مولوی عبدالرحمن صاحب مہاجر۔ جیون کا طبیعی اساس از جگموہن لال صاحب جسمانی تربیت اور تعلیم از مولوی فاروق حسین صاحب ضبط مدرسہ کے ذریعہ اخلاقی تعلیم از مولوی غلام حسن صاحب وغیرہ۔ مدرسین کی ضیافت طبع کی حد تک ڈاڑھی۔ ناظر صاحب کا ٹٹو۔ پھلکے اور پراٹھے میں لڑائی قابل ذکر ہیں۔

تمام اصحاب کا نام بنام ذکر اور انکا شکریہ مشکل ہے اسلئے ہم سب کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اپنے تمام قلمی معاونین کے بیحد ممنون ہیں اور انکی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارا یہ احساس ہے کہ اگر "المعلم" کا معیار بلند رہا وہ مفید ثابت ہوا اور اور اپنے مقصد کی تکمیل میں کامیاب رہا تو یہ سب کچھ انکی توجہ فرمائی کا نتیجہ ہے۔

آخر میں جناب ناظم صاحب تعلیمات اور اسپیشل افسر صاحب کا شکریہ ادا کرنا فرض ہے جن کی سرپرستی کے باعث یہ رسالہ زندہ ہے۔

سائنس پڑھانیکے چند طریقے

ایچ ۔ آئی ۔ آرم اسٹرانگ نے ایک ایسے طریقہ تعلیم کی سفارش کی تھی جس میں طالبعلم کو بذات خود اشیا کی تحقیقات کرنا پڑتا ہے ۔ یہ طریقہ "تحقیقاتی طریقہ" کہلایا گیا مضمون سائنس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے اس نے مدرسہ کے نصاب میں سائنس کی تعلیم کو ناگزیر قرار دیا اس نے یہاں تک اصرار کیا کہ تحتانی مدارس میں بھی طلبا ایک محقق کی طرح کام کرنے پر لگا دئے جائیں اس بارے میں وہ بیان کرتا ہے :۔

"یہ محض میرا خیال نہیں ہے بلکہ میرا عقیدہ ہے جو رفتہ رفتہ گذشتہ سالہا سال کے تجربوں اور مشاہدات سے بلاشبہ راسخ ہوگیا ہے، کہ مبتدی طالب علم نہ صرف ایک محقق کے درجہ میں رکھا جا سکتا ہے بلکہ قطعی رکھنا چاہئے وہ تمام لوگ جو خصوصاً اس مسئلہ میں عملی دلچسپی لیتے رہے ہیں اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں ۔ چھوٹے بچے اس طرح سے متصور کئے جانے پر خوش ہوتے ہیں خصوصاً جب ان سے یہ کہدیا جائے کہ انہیں بالکل جاسوسوں کی طرح عمل کرنا ہوگا ۔

استاد محض ایک خیالی تحقیقی راستہ اختیار کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا ۔ ہمیشہ مدعا یہ ہونا چاہئے کہ بچوں کی تربیت اس طرح سے ہو کہ وہ خود اپنے آپ مسائل حل کریں اور اس طرح سے عمل کرنے میں امکانی سہولتیں بھی حاصل کرلیں ۔ بیشک مسائل کی نوعیت بچوں کے استعداد کے موافق ہوگی اور ہشیاری کے ساتھ ان کی رہنمائی غیر محسوس طریقہ پر ہوتی رہے گی لیکن ہم ان کو ہر چیز

قبل از قبل واضح طور پر بتلا کر کہ انہیں کیا حاصل کرنا ہے اور کس طرح حاصل کیا جاتا ہے، تباہ و برباد نہ کر دیں۔ یہ رویہ محض مجرمانہ ہوگا۔"

مدرس کے فریضہ کی ساری دوراندیشی مختصراً ایک لفظ میں پیش کی جاتی ہے، جس کے معنی انگریزی زبان میں بہت وسیع ہیں۔ یعنے طلبار کو "عمل" کی تربیت دینا۔ اس نقطہ نظر سے آزمائشی مقابلہ کی بنیاد آسانی سے ڈالی جا سکتی ہے"

پروفیسر آرم اسٹرانگ نے متواتر اسباب پر زور دیا ہے کہ مدرسہ کا دارالتجربہ پیچیدہ اور بعید الفہم آلات کا مخزن نہ ہو بلکہ ایک معمولی سادہ کارخانہ ہو جس میں چند نشستوں کا انتظام اوزار، ترازو اور سادہ بنیادی آلات استعمال میں آئیں کہ جن کی مدد سے طلبار اپنے تحقیقاتی کام کو جاری رکھ سکیں۔ بلا شبہ ہم سب اس امر پر متفق ہیں کہ سائنسی زندگی کی نمایاں خصوصیت تحقیقاتی کام کی سرگرمی میں عمل کا مادہ پیدا کرنا ہے۔ لیکن مدرسہ کے تجربہ خانہ میں صرف عملی کام ہی سائنس کی تعلیم کا مدعا نہیں ہے۔ اکثر و بیشتر بہتیے محققین نے عملی کام سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں مضمون سے انتہا درجہ کی نفرت پیدا ہوگئی۔ ہمارا منشا سمجھدار نفس پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سائنسی معلومات کو وسعت دینا ہے۔ یہ سمجھنا کہ تحقیقاتی طریقہ کمل طور پر سائنس کے طریقہ تعلیم پر قابو رکھتا ہے محض ایک خواب و خیال ہے۔ البتہ یہ طریقہ ایک کارآمد رہبر بن سکتا ہے۔

ایک اور طریقہ ہے جس کو "تاریخی طریقہ" سے موسوم کرتے ہیں اسکی حمایت ڈاکٹر آئی۔ جے۔ ہومیارڈ نے خصوصاً علم کیمیا کی تعلیم کے لئے کی ہے۔ اگر اس طریقہ پر عمل کیا جائے تو مسئلہ زیر بحث کے مراحل جو جماعت سے حاصل کئے جاتے ہیں تاریخی تسلسل میں پیش کئے جائیں کسی عنوان کے انکشاف کے وقت جو واقعات یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے ہیں ان کو ایک خاکہ متصور کیا جا کر سبق یا اسباق

کا سلسلہ مترتب کیا جاتا ہے ڈاکٹر آئی۔ جے۔ ہومیارڈ کا بیان ہے۔
"تاریخی طریقہ مختلف مساوی مبادلہ اچھے طریقوں میں سے ایک طریقہ مدارس ہیں کیمیا کی تعلیم کے لئے نہیں ہے بلکہ مجھے یقین ہے کہ یہ صرف ایک ہی طریقہ ہے جس پر عمل کرنے سے موثر طور پر تمام نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ . . . . . اس کی کوشش کرنا ہمارا عین فریضہ ہے۔"

ننھا طالب علم طویل سفر کی ابتدائی منزل میں قدم رکھتا ہے۔ اس کو وہ تمام راستے طے کرنا ہے جس کو پختہ مغز لوگوں نے بہت دور کے ماضی میں طے کیا تھا اور وہ بھی ایسے دور کا ماضی جس کی بندش ہم میں سے بہت سے باوجود کوشش کے اپنے ذہن میں نہیں کر سکتے۔ پس ہم بچہ کے اس نقطۂ نظر کے سمجھنے سے قاصر ہیں جس کے ذریعہ وہ کسی خاص مضمون کو اپنے ذہن نشیں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکے محدود معلومات کی کیفیت کو بھی ہم بھول جاتے ہیں۔ اس امر پر بھی غور نہیں کرتے کہ بچہ کا تخیل ابھی غیر مشق شدہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم اس کے اکتساب علم میں بہت ہی کم معاون ہوتے ہیں۔

بعض صورتوں میں تاریخی طریقہ پر عمل کرنے سے ایک دلچسپ بحث رونما ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر غیر منظم ٹھوس اجسام کی کثافت معلوم کرنے میں ارشمیدس کے حمام کا واقعہ بیان کرنا ضروری ہوگا اس سے مطلب یہ ہے کہ واقعات تاریخی تسلسل میں پیش کئے جا کر یہ بتلایا جائے کہ کس طرح عملی ضروریات نظری دلچسپیوں میں مترتب ہوتے گئے۔

ملاحوں کے قطب نما کا رواج گلبرٹ کے مقناطیس کی سائنسی تحقیقات سے نسلیں بعد نسلوں تک رہا۔ اگر تاریخی طریقہ اختیار کیا جائے تو مقناطیس کی تعلیم کے وقت ملاحوں کا قطب نما خارج از بحث ہوگا جس سے بچہ جغرافیہ کی تعلیم میں سمتوں کی دریافت سے

دقت واقف ہوگیا ہے اصول تعلیم کے مدنظر "مقرون سے مجرد کی طرف چلو" کسی مضمون کے پڑھانے میں اس مقولے پر عمل کرنا بہتر سمجھا جاتا ہے۔

مشہور صدر مدرس اونڈل اسکول یف۔ ڈبلیو سانڈرسن مرحوم نے شدت کے ساتھ متواتر درخواست کی تھی کہ مدرسہ کی تعلیم میں سائنس کے مضمون کو سوانحی طریقہ پر پیش کیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سائنسی ایجادوں میں ایسی دلچسپیوں کا خزانہ مضمر ہے کہ جس کی چاشنی مضمون کے ساتھ بے حد دلچسپ ثابت ہوگی کبھی کبھی سوانحی مواد پیش کئے جانے پر جماعت میں سائنس کی تعلیم کا خشک اثر زایل ہوتا جائے گا۔ اس بیان کا خلاصہ جو سر پرسی نن نے کیا ہے قابل غور و توجہ ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

مخصوص اثاثہ جو کہ سائنس کے موجدوں نے دنیا کی کلچری دولت کے لئے چھوڑا ہے وہ سائنسی طریقہ نہیں ہے بلکہ سائنسی زندگی ہے۔ پھر ہمارا کام ہے کہ اپنے معیار کے موجب زندگی کی حقیقت کی تعلیم دیں نہ کہ طریقہ میں ماہر بنانے کی کوشش کریں۔ یہ صحیح ہے کہ سائنسی طریقہ سائنسی زندگی کے لئے ایسا ہی اہم اور ضروری ہے جیسا کہ سانس جسمانی زندگی کے لئے لازمی ہے۔ مگر سائنسی طریقہ ہی مقصد قرار دیا جائے تو یہ سائنسی زندگی کے ساتھ ویسی ہی مشابہت رکھے گا جیسے مصنوعی تنفس کا فطری سانس کے ساتھ ہے۔ ہمارا صحیح مدعا یہ ہونا چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو طلبا یہ محسوس کریں کہ سائنسی زندگی کے پوست کے اندر کیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے تلاش کریں اور اپنے اوزار استعمال کریں۔ صرف اس کو اپنی محنت و مشقت کا ثمرہ ہی حاصل نہ ہو بلکہ اپنی ذہنی آسودگی کی مسرت کا احساس بھی ہو۔

اگر سوانحی طریقہ استعمال کیا جائے تو ہمارا طالب علم اپنی طرز زندگی کو موجدوں کی طرز زندگی کے ساتھ مطابقت کرنے کی کوشش کرےگا۔ اس کے لئے اس کو اپنی

تقلید و تخیل کے قوتوں کو مصروف بہ عمل رکھنا ہوگا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ بچہ بچوں کی طرح نہیں بلکہ ایک بڑے سائنسداں کی طرح زندگی بسر کرے۔ سوانحی طریقہ استعمال کرنے کا مقصد سائنسی واقعات کے ساتھ موجدوں کی زندگی کی تفصیلات پیش کرنا نہیں ہے جس سے طالب علم کا واقف ہونا ضروری ہے، بلکہ یہ طریقہ بطور اضافہ معلومات استعمال کیا جا سکتا ہے تاکہ موجودہ نصاب میں ایک نئی روح اور تازگی پیدا ہو جائے۔ اگر یہ طریقہ خاص طور پر نصاب کی تدریس کا ایک اہم جز متصور کیا گیا تو سوانح کے استعمال کے بارے میں غلط قدم اٹھانے کا احتمال ہے۔ البتہ یہ طریقہ مدرسہ کی موجودہ سائنس کی درسی تعلیم کے جسم کا ایک بازو بن سکتا ہے۔

اگر کوئی ڈالٹن کے طریق پر عمل کرے تو اس کو صرف امریکن "مراسلتی کالج" کے وہی عام اصول استعمال کرنے پڑتے ہیں جو کار مدرسہ کے لئے ترتیب اسباق اور اکائی طریقوں کے عوض "معاہدہ" اور تفویض کے طریق پر عمل پیرا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تجویز میں اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ اکتساب علم میں واحد بچہ کو ایک اکائی قرار دیا جائے اور ہر ایک فرد کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ کام کے ہر پہلو کو خود آپ سے آپ پورا کرے۔ یہاں اس کے لئے کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ وہ غور و توجہ کے ساتھ اپنے استاد کو یا اپنے ہم جماعتوں کو کام کرتے دیکھا کرے۔ اگر اس عمل کو جاری رکھا جائے تو خود بچہ کو اپنے ذاتی طریقے سوچکر انکی مشق کرنی پڑے گی۔ اس امر کی اجازت دیجاتی ہے کہ وہ جسمانی ساخت اور ذہنی نشو نما کے اعتبار سے مناسب رفتار کے ساتھ کام کرے۔ سائنس کی تعلیم میں اس اصول کا استعمال بلا واسطہ اور دور رس معلوم ہوتا ہے۔ کسی کام کے تفویض کرنے سے مقصد یہ ہے کہ بچہ کو انفرادی طور پر کسی چیز کی اصلی حقیقت دریافت کرنیکی مشق بہم پہنچائی جائے۔ لیکن وہ کسی چیز کے سمجھنے میں زیادہ وقت لیتا ہے یا

عملی کام میں اس کی رفتار سست ہے تو وہ دوسروں کے نتائج ماں لینے پر مجبور نہیں ہے، تاکہ وہ اپنے کام کی رفتار کو دوسروں کے ساتھ مساوی رکھ سکے البتہ ان نتائج کو وہ تجربہ خانہ میں زیادہ وقت دیکر حاصل کرسکتا ہے جب ایک طالب علم اپنا تجربہ بہت پہلے ختم کرچکا ہو تو دوسرا جو دستی کام میں باوجود ذہین ہونے کے بدسلیقہ ہو۔ بھی اپنے تجربہ کے آلات کی ترتیب میں مصروف رہے گا۔ پھر جب عملی کام کی جگہ نظری کام لیگا تو نا واجب دوڑ کا مقابلہ بمصداق خرگوش کچھوے کی دوڑ کے شروع ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم پر کاربند ہونے سے جس میں جماعتی تدریس کی عدم موجودگی ہو مدرس کو بچہ کے عمل میں جوش اور جولانی پیدا کرنے سے محروم رکھتا ہے۔ اس طرح سے اتحاد عمل اور کام ہی سے شوق و دلچسپی مفقود ہو جاتی ہے

ڈالٹن طریق نے جو دیگر طریقوں پر پیش قدمی کی وہ یہ ہے کہ طلبا ر کو سائنس کی کتابوں کا استعمال سکھلایا۔ درسی کتب کے علاوہ اسی نوع کی دیگر کتب کا استعمال اس طریق کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ ہر ایک طالب علم درسی کتاب کا ایک نسخہ رکھنے کے بجائے جس کے صفحے اکثر حالات میں بغیر تراشے ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں، چند کتب کے مختلف نسخے تجربہ خانہ کی ایک الماری میں جمع کردئے جاتے ہیں۔ مفوضہ کام کی تکمیل کی رہنمائی ان کتب کے چند مخصوص باب کرتے ہیں اور بچہ بغیر مطالعہ کرے اس کام کو پورا نہیں کرسکتا اس طریقے سے کسی مضمون کی تعلیم میں علمی واقفیت معتدبہ ترقی کرجاتی ہے، کیونکہ اس کا انحصار صرف ایک ہی درسی کتب پر نہیں رہتا۔ جب مختلف کتب استعمال کئے جائیں تو کسی ایک کتاب کے کمزور طریقہ تحریر کو نظرانداز بھی کردیا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ کسی مضمون کے مواد کا مختلف پہلوؤں سے اظہار بخوبی ذہن نشین ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اس جز کی قیمت بالکل مفقود ہو جائیگی اگر استاد جوش عمل اور حکمت عملی کے ساتھ تفویض کردہ کام

کو بچوں کے مخصوص ضروریات اور مدرسہ کے تجربہ خانہ کے سامان کے مطابق تجویز نہ کر
طلباء کے عملی کام کی کافی نگرانی ہونی چاہیئے اور نہایت ہوشیاری سے استاد
کو ان کے کام پر قابو رکھنا چاہیئے۔ عملی کام کی تربیت اور انفرادی طور پر تجربے کرنے کا
موقع ہر ایک طالب علم کو دیا جائے اور یہ سب جماعتی تدریس کے اہم مطالب ہیں
اجتماعی طور پر جو کام کسی خاص مقصد کے لئے ضروری ہے صرف نظری اسباق ہی کے
ذریعہ جماعت میں پورا کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا طریقوں پر جو بحث کی گئی ہے وہ
درجہ کی حد تک تبدیلیاں ہیں۔ اس سے اصولی مخالفت مراد نہیں ہے۔

آلات سائنس کم خرچ بالا نشیں

جنوبی افریقہ کے دیسی ثانوی مدارس میں گذشتہ دس سالوں میں جنرل سائنس
کی تدریس میں بتدریج ترقی ہوتی رہی - اور اب لاگوس (افریقہ) کے کلیہ یابا کے
قدیم طلباء کافی تعداد میں موجود ہیں جو اپنے ملک کی خدمت بطور معالج، مدرس، سائنس
انجنیر اور ماہر فن زراعت انجام دے رہے ہیں۔ اور ایک طالب علم تو ایک بہت
بڑے صابن کے کارخانے میں تعاملات کی نگرانی کے لئے بطور صنعتی کیمیا داں مقرر
کیا گیا ہے۔

نیجیریا کی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں مضمون سائنس کے داخل کرنے کے لئے مدرسین
دارالتجربہ (معمل) اور ساز و سامان کی ضرورت ہوئی ابتدا میں یورپین مدرسین
کی خدمات حاصل کی گئی تھیں اور سائنس کی تدریس چند مدارس اور کالج (کلیہ)

کی حد تک محدود تھی۔ ان اولین رہنماؤں کے کام سے افریقی مدرسین سائنس کی تربیت ممکن ہوئی اور اب ہر سال مزید مدارس میں نظام الاوقات میں سائنس کو بطور مضمون داخل کیا جا رہا ہے۔

دارالتجربے جو عام طور پر بہت اچھے ہیں مقامی بڑھئیوں کی تیار کی ہوئی الماریوں اور افقی بنچوں کے ساتھ آراستہ کئے گئے ہیں ان میں سے کچھ اشیا سخت اور بھورے رنگ کی آئروکو لکڑی سے (مقامی طور پر دستیاب ہوتی ہے) اس خوبی کے ساتھ بنائی گئی ہیں کہ معمل کا سامان بنانے والے انگریزی کارخانوں کے مال کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

حالات جنگ کے تحت سائنس کا ساز و سامان بہت قیمتی ہو گیا ہے سو پونڈ کی رقم میں بھی بہت کم سامان خریدا جاتا ہے۔ اس رقم کا ایک بہت بڑا حصہ باربرداری اور بیمہ میں صرف ہو جاتا ہے۔ پھر بھی بعض آلات کے کئی اجزا دستیاب نہیں ہوتے۔ قیمتوں میں بھی ۲۰ تا ۳۰ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ کوارٹروں کی سربراہی اور جہازوں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت، اور پھر سامان کو جہازوں سے اتروانے میں غیر معمولی تاخیر دشواریاں پیدا کرتی ہے اچھے حالات یعنے زمانہ امن و امان میں بھی موزوں نصاب سائنس کا ساز و سامان بہت قیمتی ہوتا ہے

افریقی طلبا، عام اشیا، اور ان کے سائنسی استعمال سے متعلق کچھ بھی بنیادی معلومات نہیں رکھتے ایک چودہ سالہ لڑکا جس نے سرکاری کالج کے کافی مشکل داخلہ امتحان میں کامیابی حاصل کی تھی کارخانے (ورک شاپ) میں آنے تک پیچ سے ناواقف تھا۔ ان لڑکوں کے لئے جو ریل سے دور رہتے ہیں کوئلہ ایک نادر شئے ہے۔ اور چونے کا پتھر ایک نامعلوم شے۔ اور ایک جماعت کا تو اظہار تعجب مجھے خوب یاد ہے جس کے سامنے میں نے برف کا ایک ڈلا پیش کیا تھا

اس طرح جب کوئی معمولی شے پیش کرکے طلبا میں دلچسپی پیدا کی جا سکتی ہے تو انگلستان کے سائنس ماسٹر ہم کو خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ یقیناً ہم خوش قسمت ہیں کہ نہ صرف ہمارے طلبا اور مدرسین بہترین قسم کے ہیں بلکہ ہمارا یہ دلچسپ مشغلہ بھی ہے کہ اپنے تدریسی ساز و سامان کی کمی کو پورا کرنے کے لئے مناسب چیزوں کی تلاش کرتے رہتے ہیں ایک مرتبہ جبکہ میں شفیلڈ کے فولادی کارخانے میں گیا تھا بھٹی سے کوک کا ٹکڑا اٹھایا اور اپنے سامان کے ساتھ نیجیریا لے گیا۔ اور کالج میں دیا کچھ دنوں بعد کالج کے پرنسپل نے میرے پاس اظہار شکر کی چٹھی بھجوائی کیوں نہ ہو آخر یہ کوئلہ ہیرے کا رشتہ دار ہی تو ہے۔

ایک مدرس سائنس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ ناکارہ مشینوں کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے اپنے استعمال کے اشیا چن لے۔ اسے چاہئے کہ کارخانوں کے منتظموں اور گودام والوں سے دوستی کرے۔ نفسیات کے سادہ اصولوں اور خرید و فروخت کے معمولی طریقوں سے اس معاملہ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے نیجیریا میں اس قسم کی تلاش اور جستجو بہت ہی مفید اور دلچسپ ثابت ہو سکتی ہے چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں جو چیزیں ملی ہیں، ان میں یہ بھی شامل ہیں:۔

لاشعاعوں کا ۱۲ انچ کا شراری امالی لچھا (XRAY 12 in Spark induction coil)
ٹوٹے پھوٹے خنک ساز آلے (REFRIGERATORS) جن سے حرنا گذار مادوں کے بہترین نمونے حاصل ہوتے ہیں شیشہ کے مجوزہ یوت معین الحرارت (THERMOS-TAT) پارے کے سوئچ مقناطیسوں کے ناظر ڈھیری اور چٹخنی وغیرہ خصوصاً پرانے موٹروں سے بہت سی مفید چیزیں مل جاتی ہیں۔ موٹر کے ٹوٹے پھوٹے سامان سے برق اور مقناطیسیت پر ایک کارآمد اور بہترین سلسلہ اسباق تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس سامان میں ... مقناطیسی برقی مشین (MAGNETO) ... موٹر ...

---(BULBS) سوئچ اور مجوزہ مادوں کے نمونے ۔شراری مزاحم برقی حلقے Spark

(PARABOLIC REFLEC-TORS) سکانی عاکسے (RESISTING CONTACTS محدب

آئینے ۔برقی مقناطیسی سمت نما۔قوۃ پیما کے نمونے کے پٹرول کے مقیاس ۔مقناطیسی

اور مرکز گریز رفتار پیما اور ونڈ اسکرین وغیرہ ہمارے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں ۔

ونڈ اسکرین، پنگھر (AQUARIA) کی تیاری کیلئے قابل قدر سامان ہے ۔

ٹپہ اور ٹیلگراف کے محکموں کے کارخانے ہمیشہ قابل معاینہ ہوتے ہیں اتفاق

سے نیجیریا کے مدارس میں سائنس کے ساز و سامان کی ضرورت ایسے وقت ہوئی

جبکہ ملک کے ٹیلیفون اور تار بالکل جدید نمونے پر بنائے جا رہے تھے اور اس طرح

مدارس کے کارخانوں (ورک شاپ) میں کئی پرانے ٹیلیفون ۔سوئچ کنجیاں ۔

آواز گیر (RECEIVERS) رلیز (RELAYS) اور ہمہ قسم کے پرزے اور ان

سب سے زیادہ اہم اور قیمتی کئی ہنڈریڈ ویٹ وزن کے ڈھیری پیچ اور سرے منتقل

کرلئے گئے ۔ اب ہم انگلستان میں نیشنل ٹیلیفون کمپنی کے ٹیلیفون بھول چکے ہیں جن کے

ہینڈ دستوں کو خوب گھمانا پڑتا تھا ۔تعجب ہوتا ہے کہ یہ سب کہاں غایب ہوئے

ان میں سے اکثر ٹیلیفون کئی سال تک نیجیریا میں اور کچھ کانو (KANO) ابادان

(IBADAN) اور دوسرے شہروں میں استعمال ہوتے رہے لیکن ان میں سے

ایک کثیر تعداد کو مدارس اور کالجوں میں استعمال میں لایا گیا ہے ۔کچھ تو جماعتوں

کے مابین لگا دئے گئے ہیں کہ طلبا اس ماحول میں رہیں اور اس کے استعمال سے

واقف ہو جائیں اور باقی کے اجزا سے دوسرے آلات بنائے گئے خرد شنو

(مائکروفون) اور آواز گیر (RECEIVER) کے اجزا علحدہ علحدہ کرکے دوبارہ جوڑے

گئے ۔ اور قدیم ملیندا و لتائی برقی رو والے مشین کے ناظر دوبارہ پیٹے جا کر لپیٹ

اولتائی متبادل برقی رو کے مشین راست رو والے ڈائینمو یا ذخیرہ خانوں سے

چلنے والے موٹروں میں بدلے گئے۔ یہ بہترین نمائشی برقی گھر بناتے ہیں اور ان سے ۳ ½ اولٹ والے تین یا چار قمقمے روشن کئے جا سکتے ہیں۔ قمقموں کو موثر طریقہ پر ترتیب دیکر بنایا جا سکتا ہے کہ بازاروں کو روشن کرنے کا معیاری نمونہ کیا ہے

نیجیریا میں سال میں ایک دفعہ تمام سرکاری گوداموں کی تنقیح ہوتی ہے اور پرانے سامان مثلاً خراد ۔ موٹر پمپ ۔ آلات پیمایش (سروے) کے اخراج کے متعلق ماہرین غور کرتے ہیں۔ یہ ایک نادر موقع ہوتا ہے کہ مناسب طریقہ سے عہدہ داروں کے پاس آرڈر دیا جا کر کافی سامان جمع کرلیا جائے جو مدرسے کے ورک شاپ اور دار التجربہ میں بہت اچھی طرح استعمال کیا جا سکتا ہے

ایک پیمائشی آلہ (سروے انسٹرومنٹ) جو اس کے اصل مقصد کے لئے کار آمد نہیں رہا ہے علم مثلث کے مطالعہ کو دلچسپ بنانے کے لئے تدریسی کام میں موزوں ثابت ہو سکتا ہے۔

کچھ ہی عرصہ ہوا کہ لاگوس میں تعمیرات عامہ کے برقی شعبہ سے سامان خارج کیا گیا تھا یہ بظاہر کوڑا کرکٹ معلوم ہوتا تھا۔ اور دوسرے ممالک میں بھیجنے کے لئے احاطہ میں ڈھیر لگا دیا گیا تھا۔ یہ ایک نادر موقع تھا۔ گاڑی لائی گئی اور ڈھیر کی چھان بین شروع ہوئی سفید چمکدار چینی منفصلوں (INSULATORS) پر نظر پڑی منفصل برق کے اسباق میں بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ روشنی کے نظام کے وسعت میں بھی یہ مفید ہیں۔ بین الجماعتی ٹیلیفون اور تلغراف کے لئے ان کے درمیان تار تانے جا سکتے ہیں موٹر کو متحرک کرنے والے سوئچ ابتدا میں ناکارہ معلوم ہوئے۔ لیکن بعد میں ان سے متبادل رو کے تجربات کے لئے بہترین کشفے حاصل ہوئے اس قسم کے بالکل نئے سامان کے خریدنے کے لئے کئی پونڈ خرچ ہوتے مزاحمتی تار خراب ہوا تھا یہ برقی قوس کے چراغ (ARC LAMP) کے مزاحمت کے

تار کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ سوئچ۔ فیوز اور زمین دوز کیبل کے ٹکڑے اور پرانے پنکھوں کے موٹر اور دیگر کار آمد اشیا دان میں شریک تھے زمین دوز بحری تار اگر احتیاط سے تراشے جائیں تو ان کی مدد سے یہ واضح کیا جا سکتا ہے کہ بلند قوۃ و اسے تاروں کو مجوز کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے پنکھوں کے موٹر ۱۱۰ متبادل رو کے امالی قسم کے تھے جو موجودہ ۲۳۰ اولٹ والی رو کے لئے بالکل ناموزوں تھے لیکن گھریلو تیار شدہ جزوی طور پر رو کو روکنے والے لچھوں کو استعمال کر کے ان کو استعمال کے قابل بنا لیا گیا۔ اب یہ نمونے کے قرص۔ ہلانی۔ جوڑ توڑ۔ (CONTACT BREAKERS) کو حرکت دینے کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔

مدرس سائنس کے لئے لکڑی اور دھاتی دستی مشاغل میں کچھ مہارت حاصل کرنا لازمی ہے۔ اسے جوڑنے اور پیچ تراش، ٹھپے اور ہیک آرا HACK SAW اور دھاتی پتر کاٹنے کی قینچی (TINMAN'S SNIPS) کے استعمال سے ضرور واقف ہونا چاہیئے اس قسم کی مہارت کئی لوگوں کے لئے کار آمد ہوتی ہے۔ اور نائیجیریا کے ثانوی مدارس میں ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہر طالب علم کو ورک شاپ کے مشغلوں سے واقف کرایا جائے۔ ہم ورک شاپ اور دار التجربوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اکثر افریقی لڑکے کتابی معلومات حاصل کرنے کے حد تک بہت تیز ہیں مگر ان معلومات کو استعمال کرنے میں پیچھے ہیں حال ہی میں مجھے ایک مدرس سائنس سے واسطہ پڑا جس نے ابھی ابھی آخری امتحان امتیازی درجہ میں کامیاب کیا تھا اور سلسلوں اور متوازی طور پر جڑے ہوئے مزاحمتوں کے کافی مشکل مسائل حل کر سکتا تھا مگر اپنے دار التجربہ میں فیوز کو درست نہیں کر سکتا تھا اور یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ۱۰، ۲۰ اور ۳۰ امپیئر میں سے کس رو کا فیوز استعمال کرے۔

یا باکے کالج میں سیول انجنیرنگ طب اور تدریس سائنس کے پیشہ کی تربیت کے لئے بہترین دارالتجربہ ہیں اور موخرالذکر صورت میں ورک شاپ کی تربیت پر بہت زور دیا جاتا ہے جو بہت ضروری اور اہم ہے۔ اب سب اچھے مدرسین سائنس ورک شاپ میں کافی وقت صرف کرتے ہیں اور اس دوران تربیت میں (جو تین سے چار سال تک ہوتا ہے) کافی سازوسامان جمع کر لیتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ مدارس میں لیجاتے ہیں۔

آکزانومیٹر (AUXONOMETER) انسکٹ باکس (INSECTBOX) بریڈنگ کیج (BREEDINGCAGE) پن گھر (AQUARIA) گیلوانامیٹر (متحرک لچھے والے اور دوسرے) موٹر۔ ڈائنمو۔ تلغراف۔ لفٹنگ مقناطیس۔ دمکلوں کے نمونے دخانی انجن۔ زمین المالہ پلوں کے نمونے۔ مکانوں اور چھتوں کی بناوٹ کے نمونے علم حیل کی تعلیم کے لئے آلات صنعتی کیمیا کے قاعدوں کے ماڈل۔ شعاع راہ RAY-TRACKO کا آلہ اور دوسرے مناظری آلات ان اشیا کی مثالیں ہیں جو تیار کئے جاتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب آلات صرف ناکارہ سامان سے تیار نہیں کئے جاسکتے۔ اور ضرورت کا معمولی سامان ورک شاپ کے گودام سے ملجاتا ہے۔ یہ سامان قیمتی نہیں ہے اور جنگ کے زمانہ میں بھی اس کا مہیا کرنا ممکن ہے۔ نیجیریا میں بہترین قسم کا مہاگنی دستیاب ہوسکتا ہے۔ اس لئے لکڑی کی کوئی دقت نہیں اور دھاتوں کے بجائے پیتل استعمال ہوتا ہے اس لئے کہ اس سے کام کرنا آسان ہے اور اس پر زنگ بھی نہیں چڑھتا۔

انگلستان سے خریدے جانے والے اشیا، یہ ہیں پیتلی سلاخ ⅛ انچ سے ¾ انچ قطر تک مستطیلی تراش کی پیتلی تختیاں پیتلی نلیاں ¼ انچ سے ⅜ انچ پیتلی پیترہ پیتلی ڈھریاں اور پیچ بی۔ اے اور دٹ ورتھ تھریڈ۔

فی الحال جنوبی نیجیریا میں ۲۵ مدارس ہیں جہاں عمومی سائنس کی تعلیم کی طرف توجہ دیجا رہی ہے اور ان میں سے اکثر مدارس میں ایسے مدرسین سائنس ہیں جو کالج کے تدریس سائنس کے نصاب میں کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

بعض غیر سرکاری مدارس میں فراہمی آلات کے لئے ۸۰ پونڈ سے ۲۰۰ پونڈ تک کی رقم حکومت کی طرف سے بطور مدد دیجاتی ہے۔ یہ زیادہ تر ادویات شیشہ کا سامان اور نیجیریا میں تیار نہ ہونے والے عدسوں پر صرف کی جاتی ہے اور اسی رقم میں سے چھوٹے چھوٹے دار التجربی ورک شاپ کے ساز و سامان کی فراہمی ہو رہی ہے۔ جہاں پر کہ مدرسین سائنس اور طلبار ٹوٹے پھوٹے سامان کو درست کرتے ہیں اور مزید تدریسی سامان تیار کر لیتے ہیں۔

حیاتیاتی (بیالوجیکل) کام کے لئے خوردبینوں جیسی عدسوں اور آلات تقطیع کی ضرورت ہوتی ہے۔ جنگ سے قبل معمولی خوردبین کی قیمت ۳ پونڈ ۱۰ شلنگ تھی اور اس طرح ۲۰ طلبار کی ایک مختصر جماعت کی سربراہی کے لئے بھی بہت زیادہ رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مشکل کے رفع کرنے کے لئے خورد مخترع (MICRO PROJECTOR) کو استعمال کیا جا سکتا ہے معمولی خوردبین کو متفرق چیزوں سے ۳۰ شلنگ سے کم لاگت میں کافی اچھے خورد مخترع میں بدل سکتے ہیں۔ خورد مخترع کی تیاری کی پوری تفصیل (SCHOOL SCIENCE REVIEW) اسکول سائنس ریویو اور (SCIENCE MASTER'S BOOK) سائنس ماسٹرس بک میں شایع ہو چکی ہے۔

جیبی عدسوں کے خریدنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اب تک ہم نے آلات تقطیع کی تیاری کی کوشش نہیں کی ہے۔ ان کی تیاری ممکن ہے (MOUNTED NEEDLES) دستہ دار سوئیوں کی تیاری کوئی مشکل نہیں۔ غیر زنگ آلود سفیٹی ریزر

کی پتیوں کو دستے لگا کر اچھی طرح کام میں لایا جا سکتا ہے اثامل کئے ہوئے کم قیمت کی تشتریاں تقطیع کے کام کے لیے کار آمد ثابت ہونگی اعلیٰ کالج میں مسٹر سے ہاپکنس جو وہاں کے صنعتی معلم ہیں سمنٹ اور شیشہ کے ٹکڑوں کی مدد سے پن گھر تیار کرنے میں بہت کامیاب ہوئے ہیں شیشہ کے ڈھالے ہوئے پنگھر جو انگلستان میں فروخت ہوتے ہیں استوائی علاقوں کے لئے بالکل ناموزوں ہیں ۔ وہ سمندر کے خطرات سے بچتے ہیں تو بھی جلد یا دیر میں ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں ۔ وہ الماریوں میں ہی بغیر کسی ظاہری وجہ کے ٹوٹ جاتے ہیں کرۂ ہوائی کی اوسط تپش اور شیشہ کے اعتدال پر رہنے کی نا قابلیت مزید وجوہ ہو سکتے ہیں

استوائی خطوں میں حیاتی مادے کافی تعداد میں میسر آتے ہیں ۔ اور ایک جوشیلا مدرس سائنس بہت جلد تدریس کے لئے کافی مواد تیار کر لے سکتا ہے جب ہم نمونوں کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمہ قسم کے مسائل درپیش ہوتے ہیں شیشہ کے عجائب خانے قیمتی ہوتے ہیں ۔ اس مقصد کے لئے پرانے شیشہ کے برقی مورچے (ACCUMULATORS) کار آمد ثابت ہونگے ۔ اس کے سرے سرخ گرم چاقو سے کاٹ کر علحدہ کئے جا سکتے ہیں پرانے شیشہ کے منفی عکاسی تختیاں طاقتور کاوی سوڈا یا گرم پانی اور کپڑے دھونے کے سوڈے کے محلول سے دھو کر صاف کی جا سکتی ہیں اور ان سے نمونوں (SPECIMEN) کے صندوقوں کے لئے لکڑی کے بہترین چھت بنا سکتے ہیں ۔

بعض لوگ اپنے خوردبین اور علسالہ کے عدسے (کیمرا) خشکندہ میں رکھتے ہیں جو سلیکا گل سے بھر دیا جاتا ہے تاکہ وہ پھپوندی (FUNGUS) سے محفوظ رہ سکیں ۔ دوسرا طریقہ جب برقی رو مہیا ہو سکے یہ ہے کہ کواڑے کے ساتھ ایک قلابے دار خانہ جوڑ دیا جائے اور ۱۶ اتی طاقت والے کاربن ریشہ کا چراغ

اندر رکھدیا جائے۔ اس قسم کے صندوق میں رکھے ہوئے عدسے اور کھلے بردمائید
رکا غذ اچھی حالت میں رہ سکتے ہیں۔ موجودہ حالات میں جرمنی کے عدسوں کی
حفاظت بہت ضروری ہے چونکہ ان کی دوبارہ پالش کروانا اسوقت ناممکن ہے
نباتی اور دوسرے حیاتی نمونے (PLASTONE) پلاسٹون سے تیار کروا سکتے ہیں
اس کے طریقے دی میوزیم جرنل میں بیان کئے گئے ہیں۔

ہم ہر طالب علم سے یہ امید نہیں کرسکتے کہ اس کا دماغ ایجادی ہو لیکن کئی
طلبا میں یہ مادہ مخفی ہوتا ہے اور اس میں ترقی ممکن ہے
اس صلاحیت کا اکتساب کیونکر ممکن ہے۔ اول تو کسی خاص آلے کے
اہم ضروریات کو سمجھا جائے اور تب یہ خیال کیا جائے کہ ورک شاپ کے
کن کن مادوں اور آلات کی مدد سے عدسے تاروں کے پچھے، وغیرہ وغیرہ
ضروری مقامات پر جوڑے جاسکتے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ میں ایک معالج چشم کے کمرے میں گیا تھا۔ کونے میں ایک
دلچسپ آلہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کی قیمت دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ .. پونڈ
کا ہے۔ آلہ کے تفصیلی امتحان سے پتہ چلا کہ وہ عدسوں کے نظام اور ایک آئینہ
پر مشتمل ہے۔ اہم اجزا حسب ذیل تھے۔
وزنی ڈھلواں لوہے کا قاعدہ۔ کرومیم چڑھایا ہوا استادہ یا کھم۔ مٹھ
اور دستے یہی اشیا دکم خرچ میں بھدے طور پر نصب کئے جاسکتے تھے اور
ضروری اجزا اسی طرح صحیح وضع میں سہارے رہتے۔
فیراڈے کا آہنی حلقے والا آلہ اماله جو رائل انسٹی ٹیوٹ کے مجموعہ میں دیکھا
جاسکتا ہے بہت سادہ ہے جس کو کوئی بھی چند شلنگ کے خرچے سے تیار
کرسکتا ہے کسی آلہ ساز کی فہرست کے صفحات کے الٹنے سے معلوم ہوگا کہ

اس کی قیمت ۲ پونڈ ۱۰ شلنگ ہے اور بوجہ جنگ قیمت میں ۲۰ فیصد اضافہ ہوا ہے۔ فیراڈے متعلق گیلونا میٹر خود تیار کرلیتا تھا۔ جدید قسم کا متحرک پچھے والا گیلونا میٹر دہ شلنگ یا اس سے کم لاگت پر تیار کرکے فیراڈے کے مشہور برقی مقناطیسی تجربوں کا دہرانا کچھ مشکل نہیں ہے۔

گھریلو آلات نے کئی نئی ایجادوں کو جنم دیا ہے۔ کیمبرج میں سر جے۔ جے۔ تھامسن کے دارالتجربہ کے معاینہ میں پایا گیا کہ وہ مکانو (MECCANO) کے اجزا استعمال کرتے تھے۔ کیونڈش لیبوراٹری کے ڈاکٹر سرل نے یہ کہا تھا کہ ابتدائی آلہ موصلیت حرارت میں اس نے اپنی بیوی کی شال کو بطور غیر موصل استعمال کیا تھا۔ جب اسی آلہ کو ایک اچھے پالش کئے ہوئے مہاگنی کے صندوق میں رکھا جاتا ہے اور خاص شکل کے دبے ہوئے نمدے کے ذریعہ حرنا گداز بنایا جاتا ہے تو اس کی قیمت ۸ پونڈ ہو جاتی ہے۔

اس وقت میرے سامنے تین مشہور کتابیں۔ ای نائٹنگیل کی ہیں جو اسکول سرٹیفکٹ کے طلباء کے لئے لکھی گئی ہیں۔ حرارت اور نور، مقناطیسیت اور برق تجرباتی سکونی سیالات اور میکانیات۔ ان کتابوں میں دئے ہوئے آلات کی خریدی کے لئے بلحاظ فہرست ایک ہزار پونڈ کی ضرورت ہے (اسکول سرٹیفکیٹ کے طلباء سے ان آلات کی تفصیل جاننے کی امید ممتحن صاحب کرتے ہیں) انگلستان کے بھی کئی مدارس اس قدر رقم کی فراہمی میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ اور نیجریا میں تو بہت ہی کم مدارس اس قدر رقم کے ملنے کی امید کرسکتے ہیں۔ ہم کیا کرسکتے ہیں۔ ہم تختہ سیاہ کے خاکوں کی مدد سے درس دیتے ہیں اور طلباء ان کی تصویروں کو اپنی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں ہم ان کے قوی حافظوں کا فائدہ اٹھا کر ان کو اسکول سرٹیفکٹ کے امتحان میں کامیاب کراتے ہیں۔ ایک انگلش

پبلک اسکول کے سائنس کا مدرس اس بات پر فخر کرتا تھا کہ اس نے برق مقناطیسیت کی تعلیم بغیر ایک تجربہ کے دیکر پوری جماعت کو جامعہ لندن کے امتحان میٹرکیولیشن میں کامیاب کرایا تھا۔

سائنس کے اس طرح کی تعلیم سے امتحان میں فائدہ ہو سکتا ہے مگر اسکی تعلیمی قیمت صفر کے برابر ہے۔ ہمیں اس بات پر تیار ہونا چاہئے کہ طلباء کو خود تجربہ کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور درس کی تشریح وافر تجربات توضیحات اور تصاویر کے ذریعہ کی جائے ہمیں انگریزی مدارس کے مقابلے میں زیادہ ماڈل اور تصاویر کی ضرورت ہے چونکہ ان طلباء کے اور اکی معلومات بالکل نہیں ہیں ہماری سب مشکلات پر عبور حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثال کے لئے لاگوس کا سی۔ ایم۔ ایس۔ گرامر اسکول ہے۔ اس اسکول میں تمام مقامی طبعی آلات ۱۰۰ پونڈ میں تیار کرائے گئے ہیں۔ اس میں آلات کے تقریباً ۷۰۰ اجزا شامل ہیں جو مذکورہ بالا تینوں کتابوں کے نصاب پر حاوی ہیں اور نصاب کی پوری طرح تجربات سے توضیح کیجا سکتی ہے۔

یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس قسم کا کام کہاں تک مکمل کیا جا سکتا ہے اور اس میں کس قدر صرفہ ہوتا ہے۔ تجربہ کیا گیا۔ کام پر ایک ماہر بڑھئی اور دو لڑکے لگائے گئے جنہوں نے دھاتی کام کے آلات کے استعمال میں تربیت پائی تھی روزمرہ کے چوبی دستی آلات اور دھاتی کام کے آلات فراہم کئے گئے ان کے علاوہ دستی برما اور لچھوں کے موڑنے کے لئے لوہے کی اسطوانی سلاخ دی گئی ان لوگوں پر مشتمل ورک شاپ صنعتی دلچسپی اور بار آور تخیلات کا مرکز بن گئی۔

نائٹنگیل کے سکونی سیالات اور میکانیات کے صفحہ ۷ پر لبور جیک کی ایک تصویر ہے۔ جو کئی انگریزی موٹر خانوں میں استعمال میں ہے تیار کئے گئے ہیں۔

کم طلباء کو اس شین کے دیکھنے کا موقع ملا ہوگا۔ اور اس کو خریدنے اور بہم پہنچانے کیلئے
تقریباً ۲ پونڈ کا صرفہ ہوتا ہے ہم نے ایک لیور جیک لکڑی سے تیار کرلیا۔ یہ بہت اچھی
طرح کام کرتا ہے۔ اس کی مدد سے ناکارہ سامان میں سے ایک وزنی فولادی
دھرے (SHAFT) کو اٹھایا گیا۔ بیرم کے دوسرے سرے پر کمانی دار
ترازو لٹکا کر وزن اور طاقت میں رشتہ ظاہر کرنے کے لئے مشاہدات حاصل
کئے گئے معیار اثر کے مطالعہ کے لئے اچھے محور والے بازو اور قرص سیکل کے
سامنے کے پہیے کے بیچ حصے کو استعمال کرکے بیرنگ (BEARINIG) تیار کئے
گئے۔ اب سیکل کے پہیئے کے ہر بیچ حصے کے لئے قیمت ۲ شلنگ ہے۔

ہر صفحہ پر ساخت کے نئے نئے مسائل پیدا ہوئے لیکن بالآخر سب مشکلات
پر عبور پالیا گیا اور ہمارے پاس میکانیات اور سکونی سیالات کے کارآمد آلات
تیار ہوگئے۔ ساخت میں نئے تخیلات کو وجود میں لاتا تھا اور ان کو ہم نے سائنس
ماسٹرس کے اسوسیشن کے، سائنس ماسٹرس بک، سے حاصل کیا اس کے علاوہ ہم
نے انگریزی۔ امریکی اور جرمن فہرستوں (کیٹلاگوں) سے مدد لیکر ان کی ساخت
کے متعلق معلومات حاصل کئے۔

برقی آلات کی تیاری میں کچھ دقتیں ضرور پیش آئیں لیکن بہت ہی جلد ہمارے
بنائے ہوئے رو پیما کے پھول کے آئینوں سے منعکس ہونے والی روشنی
ہر طرف دکھائی دینے لگی متبادل رو کے ساز و سامان پر خاص توجہ کی گئی کئی تبدیل
(TRANSFORMER) بنائے گئے ان میں سے بعض تقطیع کے نمونے کے تھے
ایک بہت بڑے متبادل رو کے مقناطیس پر المونیم کا ایک حلقہ اڑ رہا تھا۔
(MAGNATIZER) اور (DEMAGNATIZER) نمودار ہوئے مزاحم پچھے
(CHOKE COILS) اور قوت پیما تیار ہوئے۔ لوکاس (LUCAS) کا ایک پرانا

شراری لچھا ایک موٹر خانے سے حاصل کیا گیا - یہ بہت اچھی برق ناگزار حالت میں تھا اس کے لئے ۴۰ اولٹ کی تبادل رو گھریلو متبدل سے دی گئی (PRIMARY) میں رو کو روکنے کے لئے ایک قدیم داب کنجی جو میگنٹو (MAGNETO) سے تیار کی گئی تھی استعمال کی گئی - اور ناکارہ سامان میں سے حاصل کئے ہوئے، پنکھے کے موٹر سے چلایا گیا - ان برے حالات میں ثانوی ان بھرن حاصل کرکے اور اس کو قمقمے کے جزوی خلا میں سے گزارنے سے بہت دلچسپ سماں پیدا کیا گیا۔

دارالتجربے کے دیوار پر لکڑی کی پٹیاں لگائی گئیں اور اس کے سطح پر تار لگائے گئے تاکہ یہ معلوم ہو کہ گھروں میں برقی تار کا انتظام کس طرح کیا جاتا ہے اس کو میٹر صدر سوئچ فیوز - ذیلی سوئچ قمقمہ اور پلگ کے ساتھ مکمل بنایا گیا - میٹر کی مدد سے برقی کیتلیوں اور پانی تاپ کی قابلیت پر دلچسپ تجربے کئے گئے۔

الماریوں کو ان سب ضروری اشیاء سے آراستہ کیا گیا جو نصاب کے ہر حصے کی تدریس کے لئے ضروری ہیں اس سے وقت میں کفایت اور کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے - ہم نے سر ولیم براگ کے برق (ELECTRICITY) کا مطالعہ کیا اور بہت کم عرصے میں وہ سب تجربات کر لئے جن کو انہوں نے رائل انسٹی ٹیوشن کے کرسمس کے لکچروں کے دوران میں کیا تھا۔

ابتدا میں برق سکونی تجربات استوائی خطوں میں کامیاب ثابت نہیں ہوئے یہاں رطوبت اکثر ۹۵ - ۱۰۰ فیصد ہوا کرتی ہے ہم نے ایک مجوزہ مادے پر تجربہ کیا پھر دوسرے پر - سلیکا کی چمنیاں بطور برق ناگزار اسٹانڈ کے استعمال کی گئیں ان کے گرد برق سے گرم ہونے والے لچھوں کو رکھ کر خاص تپش پر رکھا گیا - یہ موثر ثابت ہوا مگر بہت تکلیف دہ تھا - بالآخر ہم نے گندک کے سفوف اور موم بتی کے آمیزے کو استعمال کیا جس سے سب مشکلات دور ہو گئیں اس آمیزہ

ی تیاری کے لیئے بتی کے موم کو پگھلاؤ یہاں تک کہ موم پوری طرح پگھل جا
ب اس کو گرم کرنا روک دو۔ اس میں گندک کا سفوف ملاتے چلے جاؤ یہاں
ک کہ گاڑھا مادہ تیار ہو جائے۔ اب اس کو ڈھالنے کے لئے جس قسم کی شکل
ی ضرورت ہو اس شکل کے ڈھانچے میں ڈال دو یہ آمیزہ جب جم جائے تو چاقو
سے کاٹ کر برق پیما اور مجوزہ استادوں کے لئے بہترین پلگ تیار کئے جا سکتے
ہیں اس مادہ سے ایک اچھا برقاؤ کا قرص تیار کیا جا سکتا ہے جس کو کہ ریشم سے
رگڑنے پر بہت دنوں تک کام دے سکتا ہے۔

ومشرسٹ مشین کے اجزا ناکارہ سامان کے ڈھیر میں سے چن لیے گئے
اس سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ نئی تختیوں کی ضرورت تھی آبنوس
کی تختی میں سے تختیوں کو کاٹ کر ان پر ٹن کے پترے چڑھائے گئے چند زاید
شیشہ کی تختیاں انگلستان سے منگوائی گئیں پیتل جست اور ٹن کی تختیاں استعمال
کر کے کئی تجربے کئے گئے۔

جست کی تختیوں سے بھرن کی گرفت ممکن نہیں۔ ٹن کی تختی کے استعمال
سے بہترین نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو ایک چمکدار ڈبہ میں بند کیا گیا۔ جہاں
یہ برقی ہیر ڈرائیر بال خشک آلہ (HAIR DRYER) کی ہوا سے خشک رکھا گیا
ان حالات کے تحت بارش میں بھی اس مشین سے بہترین شرارے نکلتے تھے
ڈبے کے بازو میں ایک سوراخ کر کے اس کے راستے چالو دستے کو باہر
لا سکتے ہیں۔

مناظری مطالعہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ طبیعی دارالتجربہ میں سیاہ پردوں
کا انتظام کیا گیا۔ اور ۹ شعاع راہ (RAYTRACKS) بنائے گئے ہر ایک میں
۱۲ وولٹ اور ۳۶ واٹ کے قمقمے لگائے گئے۔ بازار سے آئینوں کے ٹکڑے

خریدکران سے پٹیاں کاٹی گئیں اور لکڑی کے انتصابی ڈھانچوں میں جوڑے گئے منحنی آئینے اور عدسے بھی اسی طرح تیار کرلئے گئے۔ استعمال شدہ تظلیلی عدسے نشوراور کثیفے انگلستان سے منگوائے گئے اور ان سے قندیل مناظر۔ رنگوں کی تشریح کا تجربہ دھواں دان آلہ طیف کا آلہ وغیرہ اسی قسم کے درجنوں دوسرے اشیاء تیار کئے گئے۔ ضیا رپیما کے لئے ایک آپٹیکل بنیچ کی ضرورت تھی کئی قسم کے ضیا پیماؤں کے نمونے بشمول لمر برو ڈہن (LUMMER BRODHUN) بنائے گئے۔ ہرچیز کو بالکل جدید طرز پر بنانے کیلئے تظلیلی مقطب (PROJEC-tion POLARIZER) سلوفین (CELLOPHANE) اور میکا سے تیار کئے ہوئے اشیاء کے استعمال سے بنایا گیا۔ رنگوں کا اثر بہت شاندار تھا

مکمل سازوسامان کے ہونے سے تدریس میں کافی وسعت پیدا ہو جاتی ہے ہم نے موجی مشین سے اپنا کام شروع کیا۔ یہ لکڑی کے پچاس متوازن ٹیوں پر مشتمل ہے ان کو افقی فولادی تار اور دوہری طول والے پردے کے سلاخوں پر سہارا گیا ہے۔ اس کے لئے ۵ شلنگ کا سامان صرف ہوا اور بہترین نتائج برآمد ہوئے۔ اگر اسی کو دوکان سے تیار خریدتے تو ۲۵ پونڈ خرچ ہوتے ۔

ارگن باجے۔ گالٹن سیٹی ۔ صوت پیما۔ کلائیڈوفون وغیرہ تیار کئے گئے۔ مختلف سروں اور آوازوں کے جواب میں مختلف نمونے حاصل ہوئے ۔ ایک پونگے کے سامنے آوازیں پیدا کیجاتیں اور اس سے میکا کا ایک پردہ اہتزاز میں آتا اور پچھلے حصے میں ایک ترکیب سے پردے کی حرکت سے ایک چھوٹا سا آئینہ حرکت میں آجاتا ۔ اس آئینہ سے منعکس ہوکر نور کی ایک پنسل ایک گردشی مثمنی آئینہ سے ہوتے ہوئے ایک پردہ پر پہنچتی اور یہ گردشی آئینہ گراموفون کے قرص پر رکھ کر گھمایا جاتا صرف گراموفون خریدا گیا ۔ اور دوسرے تمام اشیاء بنائے

گئے۔ اس پوری ترتیب کے لئے معہ تور مخترع (LIGHT PROJECTOR) ۸ شلنگ صرف ہوئے۔ اگر تیار شدہ خریدا جاتا تو ۹ پونڈ خرچ کرنا پڑتا۔

دوسرے مدارس میں بھی اسی طرح سامان مہیا کرنے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں اب تک تیاری آلات کا تجربہ ایک چھوٹے مکان میں خانگی خرچ سے کیا جاتا رہا ہے اور ساز و سامان دستی آلات تک محدود رکھا گیا۔ اس سرگرمی کو کالج کے ورک شاپ میں اب وسیع پیمانے پر انجام دیا جا رہا ہے اور تیاری آلات میں مشینوں کے استعمال سے تیزی پیدا کیجا سکتی ہے۔

مغربی افریقہ کے تعلیم میں ترقی ہوگی اور ابتدائی مدارس کے لئے بھی سارے حیاتی ساز و سامان کی ضرورت ہوگی۔ تاریخ اور جغرافیہ کی تدریس میں ماڈل اور نمونوں کے استعمال کی طرف توجہ کی جا رہی ہے۔ اور اس سے ورک شاپ کے سرگرمیوں پر مزید اثر پڑیگا مستقبل میں ایک بہت بڑے مرکزی ورک شاپ اور انفرادی اسکول ورک شاپ کی سخت ضرورت ہوگی۔

چند غور طلب تعلیماتی مسائل

خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک دکن میں تعلیم عام ہوگئی ہے اور چھوٹے چھوٹے مواضعات میں بھی مدارس قایم ہو چکے ہیں اگرچہ تعلیم جبری نہیں ہے لیکن مفت ہونیکے باعث غریب سے غریب دہقانی بھی اپنی اولاد کو بلا صرفہ تعلیم دلا سکتا ہے شہروں کا یہ حال ہے کہ جہاں چند سال پیشتر میٹرک کامیاب نظر نہیں آتے تھے اب گریجویٹ کثیر تعداد میں موجود ہیں اس مبارک دور عثمانی کی سب سے بڑی یادگار

تعلیم کی اشاعت اور عام مقبولیت ہے ہمارے سررشتہ کے ہمدرد افسروں نے اپنی محنت وقابلیت سے اشاعت تعلیم میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ملکی زبان میں مفید علوم وفنون کا سلیس ترجمہ کروا کر کتب طبع کروادیے ہیں جدید نصاب کی تیاری میں قدیم نصاب کی خامیوں کو دور کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ ریاضی و سائنس جیسے خشک ومشکل مضامین کو نہایت دلچسپ طریقہ سے پیش کیا گیا ہے، تاریخ کی جدید کتب کی تیاری میں قومی و نسلی تعصبات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے تعلیمی کانفرنسوں کے ذریعہ جدید تعلیمی مسائل کو حل کیا جارہا ہے، سینما کے توسط سے تعلیمی فلموں کو تبلایا جارہا ہے اور تعلیم بالغان کی جانب دن بدن زیادہ توجہ کی جارہی ہے وغیرہ غرض تعلیم کو عام بنانے اور ملک سے جہالت اور تاریکی کو دور کرنے کی ہر ممکنہ کوشش عمل میں لائی جارہی ہے۔ بایں ہمہ اب بھی چند مسائل حل طلب ہیں جن کی جانب توجہ کرنے کی ضرورت شدید ہے۔

اب ہم تعلیم کے مختلف پہلوؤں پر سرسری نظر ڈالیں گے۔ نصاب تعلیم کو ہمارے نظام میں روزافزوں اہمیت حاصل ہوتی جارہی ہے۔ نصاب کے مرتب کرنے میں قومی اغراض کا لحاظ ضروری ہے نصاب وہی کامیاب ہوسکتا ہے جو قوم وملک کی موجودہ ضروریات کی تکمیل کرسکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا ملک بتدریج تجارت اور صنعت وحرفت کے راستہ پر گامزن ہے۔ زراعت ہمارے ملک کا بنیادی پیشہ ہے لیکن عوام اس بات کو محسوس کرچلے ہیں کہ زراعت پر منحصر رہنا گویا اپنی بسراوقات کے لئے آسمان کی طرف نظر لگائے بیٹھا رہنا ہے خلاف اس کے صنعت وحرفت وتجارت میں انسان اپنے پیروں پر کھڑا ہوتا ہے اور جلد از جلد بیش از بیش آمدنی حاصل کرسکتا ہے۔ تجارت کو دولت و

ثروت کی شاہراہ تسلیم کیا جاتا ہے صنعت سے ملکی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور قوم میں ایک نئی جان پڑجاتی ہے۔ اس لئے دیہات کے رہنے والے شہروں کی طرف کثرت سے کوچ کر رہے ہیں جن کے پاس تھوڑا سا سرمایہ بھی ہو وہ ایک چھوٹی سی دوکان قایم کر لیتے ہیں۔ مغربی اقوام کی پیروی میں ہمارے ملک میں بھی تجارت کو اہمیت حاصل ہو رہی ہے اور صنعت کو ملک کی نجات کا راستہ تسلیم کیا جا رہا ہے چنانچہ ملک میں ہوائی اور بحری جہازوں کے کارخانے بھی قایم ہو چکے ہیں بایں حالات ہمارے نصاب تعلیم میں تجارت اور صنعت وحرفت کو اصولی اور عملی طور پر سکھلانے کے لئے کچھ گنجایش ضرور ہوتی چاہئے لیکن حالات دگرگوں ہیں۔ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان صرف ملازمت کے قابل ہوتے ہیں جس میں گنجایش بہت کم ہے اس قسم کی تعلیم سے ملک میں عام بےچینی پیدا ہو چکی ہے۔ لہذا لازم آیا کہ ابتدا ہی سے تجارت وصنعت کی اصولی او عملی تعلیم کا معقول انتظام کیا جائے۔ مدرسہ کے اوقات میں کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ اس قسم کی تعلیم کے لئے وقف ہو۔ جلد از جلد ضروری کتابیں تیار کرائی جائیں، بالایق مدرسین کا انتخاب کیا جائے اور ضروری آلات مہیا کئے جائیں۔

مزید برآں اگرچہ سائنس کی تعلیم لازمی کر دیگئی ہے لیکن امتحانات میں اس کو غیر ضروری مضمون سمجھا جاتا ہے حالانکہ آجکل سائنس کے مقابلہ میں کوئی مضمون اہم نہیں سمجھا جا سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ سائنس کو نمبر ایک کا مضمون تسلیم کیا جائے، اس کی اہمیت کو مدرسین، طلبا، اور اولیاء پر واضح کیا جائے اس مضمون کے باقاعدہ امتحانات ہوں اور اس میں کامیابی لازمی گردانی جائے سائنس کے جدید کتب و آلات کی فراہمی میں زیادہ سے زیادہ رقم ہر سال صرف کی جائے سائنس کی تعلیم کے لئے قابل اور فرض شناس استادوں

کا تقرر بمشورہ ماہرین لیا جائے اور اس بارے میں کافی اور شدید نگرانی ہو
ممکن ہو تو ہندوستان کے دیگر صوبوں سے بھی ماہرین کو دعوت دیجائے
اور ان کے مشورے سے استفادہ کیا جائے ۔

موجودہ نصاب میں ایک اور خامی یہ ہے کہ ہفتہ کے چالیس پیریڈ تعلیم میں
بیس پیریڈ صرف السنہ کے لئے وقف ہیں۔ وہ اس طرح تقسیم ہیں۔ نو پیریڈ
انگریزی، چھ پیریڈ اردو اور پانچ پیریڈ زبان دوم۔ السنہ پر اس قدر زور دیا
جانا منافی اغراض قوم و ملک ہے زمانہ ہم کو اسبات کی ہدایت کرتا ہے کہ
لفاظی، شاعری اور فسانہ نگاری کے باغ سے نکل کر سائنس، صنعت و حرفت
اور تجارت کے عملی اور مفید میدانوں میں قدم رکھیں اگر ہم زمانہ کے ساتھ ساتھ
اپنے حالات کی اصلاح کی بروقت فکر و سعی نہ کریں تو اندیشہ ہے کہ تہذیب
و ترقی کی دوڑ میں ہمارا ملک پیچھے رہ جائے گا۔

اوقات تعلیم کے متعلق بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ملک عام طور
پر نہایت گرم ہے گرمی کے وقت درس و تدریس کے کام کا انجام دیا جانا خلاف
اصول اور تکلیف دہ ہے نہ صرف مدرسین تھک جاتے ہیں بلکہ طلبا بھی بیزار
ہو جاتے ہیں۔ دو پہر کے بعد دلچسپی باقی نہیں رہتی اور ہماری تعلیم کی رفتار ایک
تھکے ماندے گھوڑے کی سی رہ جاتی ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ صبح کے اوقات
پڑھنے پڑھانے کے لئے بہترین ہوتے ہیں مناسب ہوگا اگر ہمارے مدارس
کے اوقات صباحی مقرر کئے جائیں۔ بتا جاتا ہے کہ ہندوستان کے چند صوبوں
اور ریاستوں میں اوقات بدل چکے ہیں۔ کیا ہمارے ارباب تعلیم بھی اس
جانب اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے۔ مدرسین اور طلباء عام طور پر اوقات تعلیم
کو بدلنے کے خواہاں نظر آتے ہیں تاکہ سہ پہر میں کچھ فرصت ملے اور شام میں کھیل کود

سیر و تفریح وغیرہ کے لئے کافی وقت مل سکے۔ طبقہ مدرسین اس بات پر متفق ہے
کہ مدارس کے اوقات صبح میں آٹھ تا ایک ہونے پر کام بہتر انجام پا سکے گا
درمیان میں پندرہ یا بیس منٹ کا وقفہ کافی ہوگا اگر ضرورت ہو تو اس بارے
میں رائے شماری سے رائے عام کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ
بہر صورت موجودہ اوقات کسی طرح بھی مناسب نہیں ہیں۔ صباحی مدارس سے
طلبا اور مدرسین خوش رہیں گے اور کام کی نوعیت بالکل بدل جائے گی۔

ہمارے مدارس میں جسمانی تعلیم خاطر خواہ نہیں ہوتی۔ ڈرل کے لئے ہفتے میں
دو ساعت مقرر ہیں اور کھیل کو د کیلئے عموماً میدان میسر نہیں ہیں۔ مدرسہ کا پلے گراؤنڈ
اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ ایک وقت میں بمشکل ایک کھیل جاری رہ سکتا ہے
مثلاً ایک مدرسہ وسطانیہ کے تقریباً تین صد طلبہ میں سے صرف بیس یا پچیس
طلبہ کھیل میں حصہ لے سکتے ہیں باقی طلبہ شام کے وقت یا تو گھروں کے کام کاج
میں لگے رہتے ہیں یا گلی کوچوں میں آوارہ پھرتے نظر آتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں
کہ لڑکوں میں توانائی بہت زیادہ ہوتی ہے اگر اس زاید توانائی کو جو تعلیم کے
بعد بچ رہتی ہے کام میں نہ لایا جائے تو وہ شرارت وغیرہ برے راستے اختیار
کر لیتی ہے۔ علاوہ ازیں کھیل کود طلبہ کے لئے نہایت خوش کن اور ضروری مصروفیت
ہے۔ پس ضرورت اسی امر کی ہے کہ "پلے فار آل" کے نئے آبادی کے باہر
ایک وسیع میدان ہر مدرسے کو دلوایا جائے تاکہ مدرسے کے تمام بچے اور مدرسین
شام کے وقت کھیل کود میں حصہ لے سکیں اور ان کی صحت برقرار رہ سکے۔ منظم
کھیلوں کے لئے جس قدر بھی انتظام فرمایا جائے آیندہ قوم اور ملک کی بہتری کا باعث ہوگا

ایک اور مسئلہ جو لائق غور و حل ہے وہ یہ ہے کہ مدرسین کے تقرر و تبدل
بلحاظ گریڈ ہوا کرتے ہیں مثلاً ایک سائنس کے گریجویٹ کے بجائے سنسکرت یا

اردو کے ایک گریجویٹ تشریف لاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انتظامات مدرسہ میں ایک قسم کا تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ اگر مدارس کے انتظامات مستقل بنیاد پر رکھنے کی خواہش ہو تو ہر مدرس کے لئے بمشورہ ماہرین مدرسین کی تعداد مضمون واری ایک وقت مقرر فرما دیجائے اور تقرر اور تبدل کے وقت ان مضامین کا لحاظ فرمایا جائے مثلاً ریاضی کی جائداد اول خالی ہو تو ریاضی کے ایک ٹرینڈ گریجویٹ کا تقرر یا تبدل اس جگہ فرمایا جائے۔ اس قسم کے انتظام سے توقع ہے کہ ہر مدرسہ کی ضروریات کی خاطر خواہ تکمیل ہوگی اور مدرسہ کے "ٹائم ٹیبل" کو سال بھر میں دو چار مرتبہ (جیسا کہ عام طور پر آجکل ہوا کرتا ہے) بدلنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ تبادلے بھی موسم گرما میں ہو جایا کریں تو یکم امرداد سے باقاعدہ تعلیم ہوگی۔ آجکل امرداد کا مہینہ یونہی تبادلوں کے انتظار میں گزر جاتا ہے جو لایق غور ارباب سررشتہ تعلیم ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں دیگر سررشتوں میں ان کے ملازمین کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی کوشش کیجاتی ہے ہمارے ہاں یہ حال ہے کہ مدرسین کے گریڈوں کو گھٹا کر ان کی جائدادوں کو کمتر گریڈوں میں منتقل کرنے کی فکر کی جاتی ہے۔ اور ممکن ہو تو بعض جائدادوں کی تخفیف عمل میں لائی جاتی ہے۔ ایک طرف نئے نئے اسکیموں کو بروئے کار لانے کی کوشش ہے تو دوسری طرف کارکنان تعلیم (یعنے مدرسین) کو سادہ زندگی بسر کرنیکی ہدایت کی جا کر ان کے گریڈوں کو توڑا جاتا ہے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا ترقی یافتہ ممالک میں بھی یہی عمل جاری ہے؟ ہمارے حد علم تک ہم یہ بتلا سکتے ہیں کہ مہذب و متمدن ممالک میں مدرسین کو معیار زندگی کو بڑھانے اور ان کے وقار کو دوبالا کرنے کی لگاتار کوشش جاری ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ معیار زندگی کے بلند کرنے سے انسان کی خوشحالی میں اضافہ ہو کر اس کی کارکردگی میں قابل قدر ترقی ہو جاتی ہے۔ اگر تعلیم میں حقیقی

ترقی مقصود ہو تو پہلا قدم جو اٹھایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ مدارس و مدرسین کی تعداد میں ہر سال اضافہ کیا جائے تاکہ ملک کا بچہ بچہ تعلیم حاصل کر سکے مدرسین کے گریڈوں میں کافی گنجائش ترقی اور لچک ہو۔ موجودہ گریڈوں کے باعث نہ صرف مدرسین کی زندگی بمقابلہ دیگر ملازمین سرکار۔ بالکل پست ہے بلکہ مدرسین کی اولاد کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ ان حالات میں مدرسین کی خانگی زندگی ناقابل رشک ہے اور کام کا کوئی محرک بھی باقی نہیں رہتا۔ اب ہمیں قوی توقع ہے کہ جلد تر مدرسین کے گریڈوں میں اضافہ کیا جاکر مدارس کی تعداد کو بڑھایا جائے گا۔

تجربہ شاہد ہے کہ اکثر مدرسین اس قدر نحیف و ناتواں ہو جاتے ہیں کہ وظیفہ تک ان کا زندہ رہنا محال ہو جاتا ہے۔ اگر دیگر سررشتوں کے وظیفہ یاب ملازمین کی تعداد کا مقابلہ وظیفہ یاب مدرسین کی تعداد سے کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر حکومت اور سررشتہ کے مہر و کرم کا محتاج کوئی طبقہ ہو تو وہ مدرسین کا ہے۔ قوم کے معماروں کے ساتھ زیادہ فراخدلی اور ہمدردی سے پیش آنے کی ضرورت لاحق ہے۔ دماغی کام کے اس عظیم و ناقابل برداشت بار کو کم کرنے کیلئے یہ کیا جاسکتا ہے کہ مدرسین کو ہفتہ میں دو دن مسلسل تعطیل دیجائے۔ سال میں کم از کم پندرہ یوم کی رخصت خاص بیافت سالم کا حق محفوظ رکھا جائے اور چھ سال کی مسلسل ملازمت کے بعد ایک سال کی رخصت خاص بیافت سالم (پیشگی) دیجائے تو توقع ہے کہ مدرسین کی صحت برقرار رہ سکیگی اور ان کی کارکردگی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ تعطیلات میں فرصت پاکر مدرسین کو مطالعہ، سیر و تفریح تعلیمی سیاحت اور جدید انکشافات کے مواقع حاصل ہونگے وہ خود کو قوم اور ملک کے لئے زیادہ مفید ثابت

کر سکیں گے۔ واضح باد کہ یہ تجاویز قیاسی اور ناممکن العمل نہیں ہیں بلکہ متعدد ممالک ان پر کاربند ہیں اور یہ طریقہ نہایت سودمند ثابت ہو چکا ہے جب ہم ترقی یافتہ ممالک کی پیروی میں جدید اسکیموں کا نفاذ کر رہے ہیں تو مدرسین کے لئے ان ممالک میں جو سہولتیں میسر ہیں ان سے ہمارے یہاں کے غریب مدرسین کو محروم رکھنا کس قدر حق بجانب ہو سکتا ہے؟

اب راقم الحروف اپنے ان خیالات کے آزادانہ اظہار کی معافی چاہتے ہوئے ارباب حل و اقتدار سے ادباً ملتمس ہے کہ اوپر کی چند تجاویز و تحریکات پر واقعات کی روشنی میں ہمدردانہ نظر فرمائیں۔

عادت

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ کسی آسان اور کثیر الاستعمال اصطلاح کی تعریف کرنا بہت مشکل ہے۔ اس اصطلاح کا پورا اور حقیقی مفہوم ہم سمجھتے تو ہیں لیکن اسکی لفظی تعریف میں دقت پیش آتی ہے۔ یہی حالت "عادت" کی ہے۔ یہ لفظ عام بول چال میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی متعدد مثالیں پیش کیجا سکتی ہیں۔ مثلاً "مجھے روزانہ صبح ۵ بجے اٹھنے کی عادت ہے یہ میری عادت ہے کہ شام میں چائے پئے بغیر قرار نہیں آتا۔ رات میں کسی کتاب کے دو صفحہ پڑھے بغیر احمد کو نیند نہیں آتی۔ وغیرہ" گویا ہماری روزمرہ زندگی میں بعض افعال ایسے ہیں کہ جنہیں ہم بالالتزام کئے جاتے ہیں۔ ایک فعل یا تجربہ کا جس سے ہم مانوس ہو چکے ہیں بار بار اعادہ ہوتا رہتا ہے اور یہی ہماری عادت ہے بس عادت کی جامع تعریف "کسی مانوس شدہ تجربہ کا بار بار اعادہ ہو سکتا ہے"

عادت کی نفسیاتی حقیقت جس طرح بعض علما نفسیات نے کھیل کو جبلت اور بعض نے خلقی رجحان کہا ہے اسی طرح عادت کو بھی کسی نے جبلت اور کسی نے خلقی رجحان بتایا ہے حالانکہ خلقی رجحانی افعال اور جبلی افعال ایک دوسرے سے مختلف ہیں نفسیات دانوں کے اس اختلاف کے باوجود تعلیم میں عادت کی جو نفسیاتی اہمیت ہے وہ کسی طرح کم نہیں ہوئی دونوں فریقوں نے اس کی اہمیت کو مان لیا ہے۔ عادت نہ تو محض جبلت ہے اور نہ صرف خلقی رجحان بلکہ وہ ایک اکتسابی رجحان ہے جو جبلت اور خلقی رجحان کے بین بین ہے یا یوں کہیئے کہ خلقی رجحان سے نسبتاً قریب تر ہے بچہ دنیا میں اضطراری افعال موروثی جبلتوں اور چند صلاحیتوں کے ساتھ آتا ہے۔ بوقت پیدائش اس کی کوئی عادت نہیں ہوتی۔ یہ عادتیں رفتہ رفتہ بنتی جاتی ہیں اور عادتوں کی ایک فوج کی فوج جمع ہو جاتی ہے عادتوں ہی سے بچے کی زندگی بنتی جاتی ہے مثال کے طور پر لفظ "کتا" کے سیکھنے پر غور کیجئے کہ بچے کو پہلے "ک" کے لکھنے کی عادت پھر "ت" اور آخر میں "ا" لکھنے کی عادت اور ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کو مختلف حرکتوں کی عادت ضروری ہے۔

بعض قدیم ماہرین تعلیم کا خیال تھا کہ بچوں میں کوئی عادت ہی نہ ہو مثلاً روسو کا قول ہے کہ ایمل (ایک یتیم لڑکے کا نام) کی یہ عادت ہو کہ اس کی کوئی عادت ہی نہ ہو" نفسیات اطفال کی روشنی میں اس قول کا تجزیہ کیا جائے تو یہ قول بے معنی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر ہم میں کوئی عادت ہی نہ ہو یعنی کسی کام کو پابندی سے کرنا ہم سے نہ ہو سکے تو ہماری زندگی دوبھر ہو جاتی ہے۔ مشاہدہ کی بنا پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم میں بعض اچھی عادتوں کا ہونا ازحد ضروری ہے روسو کے اس قول کی تردید پروفیسر جیمس کے ایک قول سے ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ "عمدہ عادتیں ایک ایسے سرمایہ کی مانند ہیں جو ایک مرتبہ جمع کر لیا جائے پر اس کا سود عمر بھر ملتا رہتا ہے" یہ قول زیادہ قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔ اگر میں ہر روز مدرسہ پر ٹھیک ½ ۹ بجے حاضر رہنے کا عادی نہ ہوں تو ممکن ہے کبھی دیر مدرسہ پہنچوں یا کبھی جلد پہنچ جاؤں

دونوں صورتیں میرے لئے نقصان کا باعث ہیں پس واضح ہوا کہ عادت سے ہماری زندگی منظم ہوتی ہے انہیں عادات کی وجہ سے ہم اپنے فرایض کو بغیر کسی مشکل کے انجام دیتے ہیں کسی ایک انگریز مصنف کا قول ہے (TAKE AWAY HIS HABITS AND THERE REMAINS NOTHING OF HIMSELF)

تعلیم میں عادت کی نفسیاتی اہمیت

عادت کی تعریف جو ہم نے اوپر پیش کی ہے۔ (کسی مانوس شدہ تجربہ کا اعادہ) اس کے بغور مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں دو الفاظ بہت اہمیت رکھتے ہیں (۱) مانوس شدہ تجربہ (۲) اعادہ یا تکرار یہی دو اجزا تعلیم میں عادت کی جان ہیں ایک بچہ پہلی مرتبہ ایک ریل گاڑی کا کھلونا خریدتا ہے اس کو بار بار کوکتا ہے اور گاڑی کو چلاتا ہے۔ یہ فعل اس وقت تک جاری رکھتا ہے جب تک کہ اس کی طبیعت کو سیری نہ ہو جائے گویا تشفی ہونے تک اس فعل کی تکرار اور اس کا اعادہ جاری رکھتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ بچہ میں تکرار ایک خلقی چیز ہے۔ سب سے پہلے کسی فعل کے کرنے کے لئے دلچسپی کا عنصر ضروری ہے جب دلچسپی پیدا ہو جائے گی تو اس فعل کا اعادہ بار بار ہوگا۔ نتیجہ کے طور پر بچہ اس فعل سے مانوس ہوگا بالآخر یہ فعل اس کی عادت میں داخل ہو جائے گا اسی طرح ٹینس کے کھلاڑی کی ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے ابتدا میں اس کو ٹینس کے کھیل سے شوق اور دلچسپی ہوتی ہے اس دلچسپی کی تسکین اور تکمیل کے لئے ہر روز کھیلتا رہتا ہے حتی کہ وہ اس کھیل سے مانوس ہو جاتا ہے بالآخر یہ کھیل اس کی عادت ثانی بن جاتا ہے۔ ان دونوں مثالوں میں اعادہ اور تکرار کا پہلو ضرور ہے اسلئے کہا جاتا ہے کہ بچوں میں تکرار ایک فطری رجحان ہے کسی کام پر حاوی ہونے کے بعد اس سے انس ہو جاتا ہے اس کام کے کرنے میں خاص قسم کی لذت محسوس ہوتی ہے اس لئے اس کام کے بار بار کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ انسان سے حالت شعور میں کوئی فعل سرزد ہو تو اس کے ارتسامات اس کے نفس میں محفوظ ہو جاتے ہیں اور یہ ارتسامات اس فعل کو دوبارہ

کرنے میں بڑی سہولت اور مدد پہنچاتے ہیں اس بنا پر چھوٹے بچوں کی کہانیوں اور نظموں کی کتابوں میں چند جملے بار بار دھرائے جاتے ہیں حساب کے گر بتلاتے وقت اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر ان کا بار بار اعادہ کیا جاتا ہے بڑوں کے مقابلے میں بچوں میں تکراری رجحان زیادہ ہوتا ہے یہ ایک فطری چیز ہے اور اسی سے تعلیم میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

عادت کے ذریعہ جبلت خود نمائی کا اظہار ہوتا ہے اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جبلت خود نمائی ہر شخص میں ہوتی وہ ہمیشہ اسکے اظہار کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے اوپر درج کی ہوئی مثالوں میں سے ایک مثال ٹینس کے کھلاڑی کی بھی ہے۔ جب وہ کھیل پر حاوی ہو جاتا ہے۔ تو اس کو ایک قسم کی مسرت ہوتی ہے۔ اور اس کو بار بار کرتا ہے وہ اس عادت کے ذریعہ جبلت خود نمائی کو ظاہر کرتا ہے۔ عام طور پر انسان اپنی اس جبلت کا اظہار اس فعل سے کرتا ہے جس میں اسے کامل دستگاہ ہے۔ ایک اچھا مقرر اپنی اس جبلت کا اظہار اپنی تقریر ہی سے کریگا یہ جبلت بہ نسبت بڑوں کے بچوں میں نہایت شد و مد کے ساتھ ہوتی ہے کسی چھوٹے بچے کو تاش کی ایک چال (TRICK) بتا دیجائے تو وہ اپنے ساتھیوں اور بڑوں کے روبرو بار بار اسکی نمائش کرتا ہے جہاں اسکے پس پشت اسکی جبلت خود نمائی کام کرتی ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جبلت خود نمائی کا ذریعہ صرف "اچھے کام" ہی ہے بلکہ برے افعال کے ذریعہ بھی جبلت خود نمائی کام کرتی ہے جبلت خود نمائی کو غلط راستہ ملنے سے بچوں کا میلان برے افعال کی طرف ہوتا ہے پس ہمیں چاہئے کہ بچوں میں اچھی عادتیں پیدا کریں ورنہ اس جبلت کے غلط استعمال سے ان میں بہت سی بری عادتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

عادت کا تدریس میں استعمال اور فائدہ عادت کی نفسیاتی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد مدرس کا فریضہ ہے کہ درس و تدریس میں اس سے فائدہ اٹھائے

روزانہ اسباق میں تکرار سے کام لے۔ کیونکہ بچوں میں تکراری رجحان ہوتا ہے۔ مگر یہ پیش نظر رہے کہ تکرار صرف تکرار کی حد تک نہ رہے بلکہ اس سے کچھ حقیقی مفاد بھی حاصل ہو سکے۔ اگر کوئی مدرس ریاضی کا ایک گر بتا کر محض مشق اور تکرار کی خاطر ۵۰ مشقی سوالات ایک ساتھ دیدے تو اس قسم کی تکرار سے کوئی فائدہ نہو گا بلکہ یہ ایک میکانی فعل ہو جائیگا جس کو بچہ بغیر دماغی کدوکاوش کے کرتا جائے گا۔ جیسے ہر چیز کا حد اعتدال سے تجاوز کر جانا برا ہوتا ہے۔ ویسے ہی تکرار کا بھی ضرورت سے زیادہ ہو جانا برا ہے اسی لئے بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عادت سے قوائے ذہنیہ ماند پڑجاتے ہیں یہ اعتراض اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ تکرار حد اعتدال سے بڑھا دیجاتی ہے مدرس تکرار کے ذریعہ کسی تجربہ سے متعلق ارتسامات کو خوب گہرے اور مستحکم بنائے تاکہ ذہن میں اتنی تیزی پیدا ہو جائے کہ ایک مسئلہ جو پہلے مشکل معلوم ہوتا تھا وہ اب آسان معلوم ہونے لگے چونکہ کسی تجربہ کو پہلی مرتبہ کرنے سے پیدا ہونے والے ارتسامات اس تجربہ کے دوبارہ کرنے میں مدد دیتے ہیں اسلئے بار بار تکرار سے ذہن کی تیزی اتنی بڑھا دیجائے کہ اس کا احساس تک نہو نے پائے کہ آیا ذہنی سعی درکار ہوئی یا نہیں۔ عادت کی وجہ سے شعوری کوشش کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی اور ذہنی و جسمانی توانائی بھی بڑی حد تک محفوظ ہو جاتی ہے کیونکہ عادت کی وجہ سے پیدا ہونیوالے مخلوط ہمیشہ ممد ثابت ہوتے ہیں ایک مضمون نگار ابتدا میں کسی مضمون کو بہت سوچ سوچکر اور بڑی احتیاط سے لکھنے لگتا ہے لیکن جیسے جیسے اسکو مشق ہوتی جاتی ہے وہ قلم برداشتہ لکھنے لگتا ہے۔ عادت کی وجہ سے جسمانی اعضا تیزی سے کام کرنے لگتے ہیں" مثلاً "ٹینس کا کھلاڑی ابتدا میں اپنے ہاتھوں کو حرکت دینے میں تکلیف محسوس کرتا ہے اور بسا اوقات اس سے گولا چھوٹ جاتا ہے لیکن جیسے جیسے اس کو عادت ہو جاتی ہے وہ تیزی اور پھرتی کے ساتھ ہاتھوں کو حرکت دیتا ہے اس طرح ہمیں لکھنے کی جتنی زیادہ مشق ملے ہم اتنا ہی زیادہ تیز لکھتے ہیں۔ فقط

فہرست مضامین رسالہ المعلم جلد ۱۷ سنہ ۱۳۴۵ ف

	مضمون	مضمون نگار	جلد	نمبر	ماہ
	الف اصول تعلیم				
۱	مسلمانان ہند کی تعلیم کا مسئلہ	جناب میر احمد علی خاں صاحب ریڈر عثمانیہ ٹریننگ کالج	۱۷	۱	آذر
۲	مسائلی طریقہ	جناب ملک سردار علی صاحب ریڈر عثمانیہ ٹریننگ کالج	″	۲	دے
۳	منصوبی طریقہ		″	۳	بہمن
۴	ہماری ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم	ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی پروفیسر ریاضی جامعہ عثمانیہ	″	۴	اسفندار
۵	منصوبی طریقہ کی خوبیاں اور فوائد	جناب ملک سردار علی صاحب ریڈر عثمانیہ ٹریننگ کالج	″	۵	فروردی
۶	بنیادی تعلیم	ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جامعہ ملیہ	″	۷ و ۸	خورداد و تیر
۷	منصوبی طریقہ کی مخصوص مشکلات	جناب ملک سردار علی صاحب ریڈر عثمانیہ ٹریننگ کالج	″	۱۱	مہر
۸	پرانے طریقہ تعلیم کے اثرات اور انکی اصلاح	جناب محمد غلام دستگیر صاحب قدسی مدرس مدرسہ تحتانیہ مدد ضلع گلبرگہ	″	۱۲	آبان
	(ب) نظم و نسق مدرسہ و حفظان صحت				
۱	سستی گر مقوی غذا (مع چارٹ)	مسٹر ڈی ریلے انسپکٹر جنرل ایجوکیشن آف گوالیار	۱۷	۲	دے
۲	ضبط مدرسہ ذریعہ اخلاقی تربیت	جناب غلام حسن صاحب مددگار نارمل اسکول رائچور	″	۵	فروردی
۳	وردھا اسکیم اور تعلیم بالغان	مترجمہ جناب ملک صفدر حسین صاحب بی۔ اے۔ ڈپ ایڈ	″	۶	اردی بہشت
۴	کھیل	جناب معین الدین صاحب مددگار مدرسہ وسطانیہ بھونگیر	″	۶	″
۵	تعلیم جسمانی	جناب فاروق حسین صاحب فزیکل انسٹرکٹر عثمانیہ ٹریننگ کالج	″	۶	″
۶	جسمانی تربیت		″	۷ و ۸	خورداد و تیر
۷	یورپ کے مدارس میں تعطیلات	مترجمہ جناب کریم اللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈپ ایڈ	″	۷ و ۸	″
۸	امدادی مدارس	جناب عبدالجبار صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی ناظر مدارس	″	۷ و ۸	″
۹	افریقہ میں تعلیم	مترجمہ جناب ملک صفدر حسین صاحب بی۔ اے۔ ڈپ ایڈ	″	۹	امرداد
۱۰	ہندوستان کے فوقانیہ مدارس	مترجمہ خواجہ معین الدین صاحب مددگار مدرسہ وسطانیہ بھونگیر	″	۹	امرد
۱۱	تنظیم جدید کی آخری صورت	پریس نوٹ معلومات عامہ	″	۱۰	شہریور
۱۲	مدرسہ کا کتب خانہ	جناب عبدالکریم صاحب مددگار مدرس ماڈل اسکول	″	۱۰	شہریور

نمبر	عنوان	مصنف	جلد	شمارہ	ماہ
۱۳	تعلیم سیاحت کا صحیح طریقہ	جناب عشرت علی خاں صاحب ایم۔اے ڈپ۔ایڈ	۱۷	۶	اردی بہشت
۱۴	صدر مدرسی	مسٹر ین۔اے تیشاچاری ایم اے۔ڈپ۔ایڈ	〃	۱۱	مہر
۱۵	ہم اور ہمارے مدارس تحتانیہ	مولوی سید مراد علی صاحب تابع حیدرآبادی	〃	۱۲	آبان
	(ج) مطالعہ اطفال				
۱	بچہ ہندو فلسفہ کی روشنی میں	پنڈت مرلیدھر راؤ مددگار مدرسہ وسطانیہ	〃	۱	آذر
۲	کند ذہن بچے	مترجمہ جناب فاروق حسین صاحب فزیکل انسٹرکٹر عثمانیہ ٹریننگ کالج	〃	۲	دے
	(د) نفسیات				
۱	پس افتادہ طلبہ کے متعلق چند عملی تجاویز	جناب عشرت علی خاں صاحب ایم۔اے ڈپ ایڈ مددگار فوقانیہ چادر گھاٹ	۱۷	۱	آذر
۲	نفسیات شرارت	جناب ملا سید فخر الحسن صاحب لکچرار عثمانیہ ٹریننگ کالج	〃	۲	دے
۳	حافظہ	جناب میر احمد علی خاں صاحب ریڈر عثمانیہ ٹریننگ کالج	〃	۱۲	آبان
	(ھ) تاریخ				
۱	ہندوستان میں تاریخ کی تدریس	جناب قاسم علی سجن لعل صاحب ایم۔اے ڈپ ایڈ مددگار فوقانیہ چادر گھاٹ	〃	۱۰	شہریور
۲	جدید نواب صدر اعظم بہادر	مدیر	〃	۱۱	مہر
	حساب				
۱	کیا ضرب کی تعلیم میں کافی اصلاح ہو سکتی ہے	پنڈت پی وامناچاری مددگار گورنمنٹ نارمل اسکول رائچور	〃	۱	آذر
۲	اعادہ کا کھیل	پنڈت کشن راؤ نلوگل مددگار وسطانیہ مانوی	〃	۹	امرداد
۳	ریاضی کی تعلیم	جناب عبدالرحمن صاحب مہاجر مددگار عثمانیہ ٹریننگ کالج	〃	۶	اردی بہشت
۴	مدارس تحتانیہ کیلئے طریقہ تعلیم ریاضی	〃	〃	۱۰	شہریور
	سائنس و مطالعہ قدرت				
۱	سائنس کی تعلیم	ڈاکٹر رضی الدین صاحب صدیقی پروفیسر ریاضی جامعہ عثمانیہ	〃	۷و۸	خورداد و تیر
۲	مرغبانی	جناب سید عبدالعظیم صاحب بی۔اے۔ڈپ۔ایڈ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ حضور نگر	〃	〃	〃
۳	نصاب اسباق الاشیا اور اسکی توضیح		〃	۹	امرداد
۴	جیون (زندگی) کا طبعی اساس	مسٹر جگموہن لال چترویدی لکچرار عثمانیہ ٹریننگ کالج	〃	۱۰	شہریور
۵	گوشت اور خون کی کل	جناب سید فاروق حسین صاحب فزیکل انسٹرکٹر	〃	۱۱	مہر
۶	سائنس کی جماعت	جناب ملک صفدر حسین صاحب بی۔اے۔ڈپ۔ایڈ	〃	۱۲	آبان

۷	نظام شہو گرنیا کٹری بودہن کو سماجی و معاشی پہلو	پنڈت راجندر سنگھ بی اے ڈپ ایڈ مددگار فوقانیہ محبوب نگر	۱۷	۱۲	آبان
۸	ابتدائی سائنس کے اسباق	مولوی محمد صدیق صاحب بی۔اے۔ڈپ ایڈ متعلم ایم ایڈ	"	۱۲	"

اردو

۱	ابجد کس طرح ایجاد ہوئی	جناب سید الطاف حسین صاحب	"	۱۱	مہر

زاید از نصاب مصروفیات تعلیمی تفریح و معائنہ مدارس

۱	ناظر صاحب کا ٹٹو	"س"	۱۷	۲	دے
۲	ڈاڑھی	؟	"	۳	بہمن
۳	لڑکا مدرسے جاتا ہے	"س"	"	۴	اسفندار
۴	چھلکے اور پراٹے میں لڑائی	جناب محی الدین صاحب بی۔اے۔ڈپ ایڈ مددگار مدرسہ وسطانیہ پھیلا پورہ اورنگ آباد	"	۷ و ۸	خورداد و تیر
۵	ہمارا مدرسہ (نظم)	جناب افضل صاحب مددگار تحتانیہ درجہ اول ہمکنڈہ	"	۹	امرداد

صدارت نامہ

۱	صدارت نامہ جلسہ تقسیم اسناد جامعہ عثمانیہ	آنریبل سر مارس گویر چیف جسٹس آف انڈیا و ایس چانسلر جامعہ دہلی	"	۳	بہمن
۲	صدارت نامہ انجمن اساتذہ واقع صوبہ ورنگل	آنریبل مولوی عبدالعزیز صاحب صدر المہام عدالت	"	۴	اسفندار

متفرقات

۱	نظامت تعلیمات سرکار عالی کی اہم گشتیات۔ انگیل قدیم و جدید گریڈ ... گشتی نظامت تعلیمات		۱۷	۳	بہمن
۲	کانفرنس (کارٹون) عمل	"مس"	"	۳	بہمن
۳	مزدوروں کی امداد اور حفاظت	مولوی عشرت علی خاں صاحب ایم اے۔ڈپ ایڈ	"	۵	فروردی
۴	مادر دکن علیا حضرت والدہ ماجدہ حضرت اقدس و اعلیٰ خلد آشیاں		"	۶	اردی بہشت
۵	جلسہ سالانہ عثمانیہ ٹریننگ کالج		"	۷ و ۸	خورداد و تیر
۶	نستعلیق ٹائپ	مولوی مرزا عصمت اللہ بیگ صاحب	"	۹	امرداد
۷	تنقید بر ادبیات و مطابع بابتہ ۱۳۴۹ف	....	"	۱۱	مہر

تبصرے

۱	تعلیماتی نفسیات۔ رسالہ سیاست۔ مختصر حالات حضرت بی بی فاطمہ۔ فن تقریر۔ مجلہ نظامیہ۔ شادی۔	مدیر	۱۷	۲	دے
۲	اردو برائے بالغان۔ نام مدارس میں دستی کام۔ شعر العرب۔ مجلہ نظامیہ۔ تبویب جیدی۔		۱۷	۹	امرداد

فہرست مضامین رسالہ المعلم

نمبر ۷ و ۸	بابتہ ماہ خورداد و تیر ۱۳۵۱ف	جلد ۱۸

آسان اردو

ہندوستان میں بہت سے پیچیدہ مسائل ہیں لیکن میرے خیال میں سب سے زیادہ پیچیدہ مسئلہ زبان کا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسرے ممالک کے برخلاف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں بہ نسل۔ مذہب تمدن اور زبان کے سخت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں مادری زبان کے علاوہ ایک اور زبان خصوصاً ایک عام زبان کی جیسی کچھ ضرورت ہوگی وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ برِ اعظم یورپ میں مقابلتاً بہت ہی کم زبان

کے اختلافات ہیں۔ عموماً تعلیم یافتہ اشخاص ایک نہ ایک غیر زبان ضرور سیکھتے ہیں مثلاً جب تک فرانس کا اقتدار تھا عام غیر زبان فرانسیسی تھی گزشتہ جنگ عظیم کے بعد فرانس کی جگہ انگلستان نے لے لی اور فرانسیسی کے بجائے انگریزی عام غیر زبان ہوگئی تاہم یہ محسوس کیا گیا کہ کسی ایک قوم کی زبان کو پورے براعظم میں بالکل عام کرنے میں قومی جذبات مانع ہوتے ہیں اس لئے بعض ماہرین لسانیات نے تمام یورپی زبانوں کو منبع قرار دیکر ایک مصنوعی زبان بنانے کی کوشش کی تاکہ ایک ایسی زبان یورپ میں رائج ہو جائے جسے سب بلا پس و پیش تبادلۂ خیالات کے لئے استعمال کرنے لگیں چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب مصنوعی زبانیں ایجاد ہو چکی ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور اور کارآمد مصنوعی زبان اسپرانٹو ہے۔ ہندوستان میں جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا تقریباً تین سو مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ خود ہمارے ممالک محروسہ سرکار عالی میں بارہ مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں گو عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ صرف چار زبانیں یعنی تلنگی۔ مرہٹی۔ کنڑی اور اردو رائج ہیں۔ ہمارے ان پڑھ بھی دو زبانیں بولتے ہیں مثلاً بلدہ میں نوکر چاکر بھی عام طور پر اردو اور تلنگی جانتے ہیں۔ بعض خاص حالات ہمیں کم سے کم ایک یورپی زبان کے سیکھنے پر مجبور کرتے ہیں اس طرح ہم دو زبانیں ہی نہیں بلکہ تین زبانیں سیکھتے ہیں لیکن زبانوں کے سیکھنے کا معاملہ یہیں ختم نہیں ہوتا۔ مذہبی ضروریات کی خاطر مسلمان عربی اور ہندو سنسکرت سیکھنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا زبانوں کی تعداد چار ہو جاتی ہے اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ جب چار مختلف زبانوں کے سیکھنے کے لئے وقت دیا جائیگا تو دوسرے اہم مضامین یا دلچسپیوں کے لئے کیا خاک وقت نکلے گا۔ میں نے جو کچھ عرض کیا اس کی صداقت کے ثبوت کے لئے آپ کسی مدرسہ کے نظام الاوقات

کو دیکھئے یا کسی طالب علم سے پوچھئے کہ مدرسہ میں اس کا کتنا وقت مختلف زبانوں کے سیکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ دوسرے ممالک کے مقابلے میں ہمارا دوگنا وقت محض زبانوں کے سیکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم کئی زبانوں کے باعث سائنس وریاضی دستی کام وغیرہ جیسے اہم مضامین کو نظر انداز یا پس پشت کرنے پر مجبور رہوتے ہیں موجودہ زمانہ میں ان مضامین کی جیسی بھی اہمیت ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ہم کریں تو کیا کریں؟ ہمارے لئے مادری زبان کی طرح دوسری زبانیں بھی اہم ہیں ان کو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زبان کے مسئلہ کا صرف ایک ہی حل ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم زبانوں کے سکھانے کا کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں جو کم سے کم وقت میں ہمیں اس قابل کر دے کہ ہم اس زبان میں بات چیت کرسکیں اور لکھ پڑھ سکیں اور ہندوستان کی ایک ایسی زبان ضرور سیکھیں جو کسی خاص حصہ سے مخصوص نہ ہو بلکہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہو ہندوستان کی تقریباً تین سو اور ممالک محروسہ سرکار عالی کی بارہ مختلف زبانوں میں وہ کونسی زبان ہے جو عام طور پر سمجھی اور بولی جاتی ہے؟ "اردو" اس کو ایک زمانہ میں ہندوی یا ہندی کہتے تھے۔ آپ نے غالب کی کتاب عود ہندی کا نام تو ضرور سنا ہوگا۔ وہ اسی زبان میں ہے غالب نے ہندی کہا اور ہم آجکل جسے اردو کہتے ہیں۔ یورپی قوموں یعنی ڈچ۔ پرتگالی۔ انگریزوں وغیرہ نے ہندوستان کی اسی عام زبان کو ہندوستانی کہا ہے۔ ہندوستان کی مناسبت سے یہ نام ہندوستان کی عام زبان کے لئے ناموزوں بھی نہیں ہے۔ ایک کمیٹی نے جس کے رکن مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو اور بابو راجندر پرشاد صاحب

تھے۔ اس عام زبان کو "ہندوستانی" سے موسوم کرتے ہوئے)
اس کی یہ تعریف کی ہے "ہندوستانی سے مطلب ایسی زبان سے ہے جو
ہندوستان کے شمال (اتر) میں عام میل جول اور بات چیت کا ذریعہ ہے"
بیسک اردو اسی عام اور آسان زبان یعنی "ہندوستانی" کو کم سے کم مدت میں
سکھانے کے طریقہ کا نام ہے۔ یاد رکھئے کہ بیسک اردو ایک طریقہ تعلیم ہے۔ نہ کہ
کوئی مصنوعی یا نئی زبان۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ غیر اردو داں کو بہت ہی تھوڑے
وقت میں اتنی اردو بولنا اور لکھنا پڑھنا سکھا دیا جائے کہ وہ اپنی روز مرہ کی
زندگی سے متعلق تبادلہ خیالات کر سکے وہ جو زبان سیکھے وہ با محاورہ ہو اور آئندہ
چل کر اردو یا ہندی ادب پر عبور حاصل کرنے میں مدد دے سکے۔

اردو سکھانے کے اس نئے طریقہ تعلیم کے دو اہم جز ہیں پہلا مدرس کے
پڑھانے کا طریقہ ہے جسکو فن تعلیم کی اصطلاح میں طریقہ راست کہتے ہیں یعنی ابتدا
میں زیادہ تر زبانی تعلیم دیجاتی ہے مثلاً مدرس اردو بولتا ہے۔ غیر زبان داں
طالب علم سنتا ہے اور پھر وہی الفاظ خود دہراتا ہے۔ دوسرا حصہ مواد تعلیم ہے
یعنی درسی کتابیں۔ جہاں تک مدرس کے طریقہ تعلیم کا تعلق ہے وہ غیر زبان کی
تعلیم دینے کا مسلمہ طریقہ ہے جس کو سب مانتے ہیں کہ بہترین طریقہ ہے۔ لیکن اس
طریقہ کی کامیابی اور وقت کی کفایت کے لئے موزوں کتابیں لازمی ہیں بیسک
اردو کے ماہرین کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے دوسرے حصہ یعنی مواد تعلیم یا درسی
کتابوں کو بالکل جدید طرز پر ترتیب دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ ہر زبان میں
ہر چیز یا خیال کے لئے صرف ایک ہی لفظ نہیں بلکہ کئی کئی لفظ ہوا کرتے ہیں
مثلاً آپ نے سنا ہوگا کہ عربی زبان ایسی دولتمند ہے کہ اس میں جنگلی جانوروں
کے بادشاہ شیر کے لئے بیسیوں لفظ ہیں۔ الفاظ کی کثرت ہی بعض کے نزدیک

زبان کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن کیا ہم یہ سب کے سب لفظ یاد رکھتے اور استعمال کرتے ہیں؟ نہیں۔ دریافت سے ثابت ہوا کہ لندن کا مزدور مشکل سے تین سو انگریزی الفاظ استعمال کرتا ہے حالانکہ انگریزی زبان کئی لاکھ الفاظ پر مشتمل ہے اور لندن کا باشندہ مقابلتاً متمدن ماحول میں زندگی بسر کرتا ہے۔ ایک اور ماہر کا بیان ہے کہ شکسپیر نے صرف بیس ہزار الفاظ استعمال کئے ہیں اسی طرح ہم بھی بول چال میں چند سو سے زیادہ الفاظ نہیں استعمال کرتے۔

آپ کسی لغت پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیں تو اس سوال کا جواب خود معلوم کر لیں گے۔ اردو زبان کی میاری لغت فرہنگ آصفیہ خیال کی جاتی ہے اس میں تقریباً پون لاکھ الفاظ درج ہیں ان میں سے بعض صرف بولے جاتے ہیں بعض صرف لکھے جاتے ہیں اور بولے نہیں جاتے بعض بولے بھی جاتے ہیں اور لکھے بھی جاتے ہیں۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کا مطلب دوسرے الفاظ سے ادا کیا جا سکتا ہے لیکن بعض ایسے لفظ ہیں جن کا مطلب دوسرے لفظوں کے ذریعہ ادا نہیں کیا جا سکتا ایسے لفظ بڑی اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے لفظوں کے قایم مقام بن سکتے ہیں۔ ان ہی لفظوں پر ہر زبان کی عمارت کھڑی ہوتی ہے اس لئے ان لفظوں کو بیسک یا بنیادی کہتے ہیں بنیادی لفظوں کے تین بڑے فائدے ہیں۔

(۱) اگر ان لفظوں کو سلیقہ سے استعمال کیا جائے تو دوسرے لفظوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں اور صرف ان ہی لفظوں سے ہر قسم کے خیالات کو ظاہر کیا جا سکتا ہے مثلاً لفظ استاد کو لیجئے۔ یہ مدرس۔ ماہر۔ تجربہ کار عیار وغیرہ کا قایم مقام ہو سکتا ہے

۲۔ ان لفظوں سے دوسرے لفظوں کی تشریح اور توضیح تعریف اور

تقسیم کی جاسکتی ہے جیسے آب بقا کے بجائے وہ پانی جس کے پینے سے آدمی نہیں مرتا۔

۳۔ ہر زبان داں ان بنیادی لفظوں سے ضرور واقف ہوتا ہے۔

۴۔ بیشک اردو کے بہت سے الفاظ دوسری ہندوستانی آریائی زبانوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں جیسے استاد بنگالی۔ گجراتی۔ مرہٹی وغیرہ میں وعدہ وغیرہ۔

اس لئے وہ ایسے غیر زبان داں سے جس کی زبان دانی بنیادی لفظوں ہی تک محدود ہو بلا تکلف تبادلہ خیالات کرسکتا ہے۔ چند روز ہوئے اس کی ایک دلچسپ مثال میرے مشاہدہ میں آئی۔ ہمارے کالج میں دو قسم کے اعلانات ہوا کرتے ہیں بعض گشت کرائے جاتے ہیں اور بعض کو تختۂ اعلان پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ میں نے ایک اعلان لکھکر چپراسی سے کہا " یہ گشت کے لئے ہے وہ لفظ گشت نہ سمجھا اور پوچھا۔" یہ تختہ پر لگاؤں یا کلاسوں میں پھراؤں" وہ میری بات نہیں سمجھا تھا لیکن میں اس کی بات سمجھ گیا۔

مختصر یہ کہ ماہرین نے ایک جدید اصول کے بموجب اردو یا ہندوستانی زبان کے ایک ہزار ایسے الفاظ دریافت کرلئے ہیں جن پر اردو زبان کی عمارت کھڑی ہے۔ ان ایک ہزار الفاظ کو چار درسی کتابوں میں تقسیم کردیا گیا ہے جن کے ساتھ ساتھ امادی کتابیں استعمال کی جاتی ہیں۔ جو غیر اردو داں ہندوستانی کا نصاب ختم کرلے وہ بات چیت۔ پڑھنے لکھنے اور ضرورت کے موافق صرف و نحو سے واقف ہو جاتا ہے اب اسے اختیار ہے کہ اپنی تعلیم اسی حد تک ختم کردے جو اس کی روزمرہ کی زندگی کے لئے کافی ہے یا اپنی تعلیم کو جاری رکھ کر اپنے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ کرے تاکہ معیاری زبان

پوری طرح سے آجائے

۵۔ اردو کے بنیادی الفاظ کس طریقہ سے منتخب کئے گئے ایک ایسا فنی مسئلہ ہے جو زیادہ وقت چاہتا ہے۔ اس لئے میں اب چند مثالیں دیکر بیسک اردو کی نوعیت واضح کرونگا اور اس کے بعد آپ کو معیاری اردو اور بیسک اردو کے نمونہ سناؤنگا تاکہ آپ اپنی آزادانہ رائے قایم کرسکیں بیسک یا بنیادی اردو میں بدن کے کئی حصوں کے نام شامل ہیں مثلاً سر۔ منھ ہاتھ۔ انگلی۔ انگوٹھا۔ وغیرہ مگر لفظ ہتیلی بنیادی لفظ نہیں ہے اب اس کو الفاظ میں کیسے واضح کیا جائے؟ بیسک اردو میں ہتیلی کو کہیں گے ہاتھ کا گڑھا۔ آپ اس پر ہنس پڑیں گے۔ لیکن ذرا تامل فرمائے اردو کی معیاری لغت فرہنگ آصفیہ میں لفظ ہتیلی ملاحظہ فرمائے آپ اس میں انہیں الفاظ کا استعمال دیکھیں گے جو بیسک اردو والے استعمال کرینگے۔ اب ایک اور بنیادی لفظ لیئے شاخ اس کے لئے عام طور پر دو اور لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ ڈالی اور ٹہنی۔ ان تینوں ہم معنی الفاظ میں لفظ شاخ کو اس لئے بنیادی قرار دیا گیا کہ یہ نہ صرف ڈالی اور ٹہنی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے بلکہ چند اور کام بھی دیتا ہے مثلاً دکان کی شاخ یا ریل کی شاخ وغیرہ گویا بنیادی لفظوں میں محاورہ کے ساتھ افادیت کا پہلو ضرور ہوتا ہے۔ اور اس سے بحث نہیں ہوتی کہ اس لفظ کا ماخذ کیا ہے وہ عربی سے نکلا ہے یا سنسکرت سے بنیادی لفظوں کا انتخاب بالکل سائنٹفک اصول پر کیا جاتا ہے جس میں جذبات یا احساسات کو دخل نہیں ہوتا۔ اردو زبان کی خصوصیات کا لحاظ رکھتے ہوئے گرامر کے چند ایسے قاعدے منتخب کئے گئے ہیں جو آسان ہونے کے ساتھ بہت ہی کارآمد بھی ہیں صرف تین افعال یعنی ہونا۔ کرنا۔ جانا بے قاعدہ ہیں باقی سب کی گردان باقاعدہ

ہے۔ واحد جمع ۔ تذکیر و تانیث وغیرہ کے قاعدے مثالوں سے سمجھائے جاتے ہیں اور پھر مثالیں دیکر طلبہ سے قاعدے بنوائے جاتے ہیں اس طرح گرامر ایک خشک اور رٹائی کی چیز کے بجائے دلچسپ اور عملی چیز بن جاتی ہے ۔
ایک چھوٹے سے کتابچہ موسوم بیسک ہندوستانی پڑھانے کا طریقہ میں بھی کتابوں اور قواعد کے متعلق ضروری مواد یکجا کر دیا گیا ہے جو آسان اردو سے دلچسپی رکھنے والوں کے مطالعہ کے لائق ہے اب معیاری اردو اور بیسک اردو کے نمونے ملاحظہ فرمائیے سر عبدالقادر کے مضمون "ہماری اسپرانٹو" میں سے یہ انتخاب کیا گیا ہے ۔
بیسک یورپ میں آجکل ایک نئی زبان بہت پھیل رہی ہے جسے اسپرانٹو کہتے ہیں ہمارے خیال میں یہ دنیا میں پہلی بنائی ہوئی زبان ہے جو پھیلتی ہوئی نظر آتی ہے ۔ اگر زبانوں کی اصل کو دیکھیں تو سب زبانیں تھوڑی بہت بنائی ہوئی ہیں انکی شروع کی حالت میں کچھ آدمیوں نے ضروری سمجھا ہوگا کہ زبان اور ہونٹھ کی ایسی ایسی حرکتوں سے یہ یہ مطلب لیا جائے مگر یہ نہیں کھلتا کہ کونسی زبان کس وقت اس پہلی حالت میں تھی بلکہ عام طریقہ پر ہر قوم کی زبان اس قوم کی زندگی کے ساتھ ملی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔
اصل یورپ میں آجکل ایک نئی زبان کا بہت چرچا ہے جسے "اسپرانٹو" کہتے ہیں شاید دنیا میں یہ پہلی مصنوعی زبان ہے جو کامیاب ہوتی نظر آتی ہے ۔ گو زبانوں کی جڑ کو دیکھیں تو سب زبانیں کم و بیش مصنوعی ہیں انکی ابتدائی حالت میں چند انسانوں نے ضرور یہ قرار دیا ہوگا کہ زبان و لب کی فلاں حرکات سے فلاں معنے لئے جائیں مگر یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ کونسی زبان کس زمانے میں اس عالت ابتدائی میں تھی بلکہ عام طور پر ہر قوم کی زبان اس قوم کی زندگی کے ساتھ وابستہ معلوم ہوتی ہے ۔
فرمائیے آپکو کونسی طرز تحریر پسند آئی پہلی یا دوسری میں نے یہ سوال اس سے پہلے بھی کیا ہے اور اکثر مجھے یہ جواب ملا کہ پہلی حالانکہ وہ آسان یا بیسک اردو میں ہے اور دوسری اصل ہے جو سر عبدالقادر کے قلم کی ہے ۔

کامیاب مدرس

ماہرِ نفسیات ہو ضبط سے بہرہ ور بھی ہو
بچوں کے میلِ طبع سے واقف و باخبر بھی ہو
بچوں کی ہر پسند پر اس کی اساس علم ہو
فہم میں آئے ہر سخن دل پہ وہ کارگر بھی ہو
پیش کشی میں درس کی پیشِ نظر رہے یہ بات
پہلے پڑھا جو درس ہے اس پہ رہی نظر بھی ہو
درس کے سب نکات کو قابلِ فہم یوں بنائے
نقشے ہوں پیش دیدہ زیب جن سے فزوں اثر بھی ہو
عمدہ مثالیں دے سکے دیکھ کے موقع و محل
تجربے اس کے ہوں وسیع اور کیا سفر بھی ہو
خوبیاں ہوں وہ درس میں زندہ دلی و جوش کی
جن سے فزوں ہو ذوق و شوق اور ملا ثمر بھی ہو
آئیں خوشی و شوق سے طالبِ علم بہرِ علم
اپنے ریاضِ علم میں ایسا وہ ذی اثر بھی ہو

تعلیمی کانفرنس ضلع کریم نگر

انجمن اساتذہ ضلع کریم نگر کی یہ کانفرنس ملک کے ایسے طبقہ کی کانفرنس ہے جس کی کوششوں میں ملک کی آیندہ تمام ترقیوں کا راز پوشیدہ ہے اور اس کے انعقاد کا مقصد اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا اور مفوضہ فرائض کو بہتر سے بہتر طریقے پر انجام دینے کی تدابیر تلاش کرنا ہے کانفرنس کا یہ مقصد خود اسباب کی بین دلیل ہے کہ ملک میں ایسی کانفرنسوں کی کسقدر ضرورت ہے۔ جو کام کرنے والوں کو راہ عمل بتائے اور ان کی صحیح رہبری کرے اس کانفرنس کی صدارت پر یہ امر میرے لئے باعث فخر و امتیاز ہے کہ میں عالیجناب اول تعلقدار صاحب ضلع کا خیر مقدم کروں جن کی سماجی و تعلیمی دلچسپیاں اظہر من الشمس ہیں پس اگر میں یہ عرض کروں کہ ہمارے محترم صدر کا اس کانفرنس کی صدارت کو قبول فرمانا ہماری عین خوش قسمتی ہے تو میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ میں آپ سب حضرات کے احساسات کی ترجمانی کر رہا ہوں

حضرات! جس طرح انجمن اساتذہ کل حیدرآباد کی تشکیل و تنظیم کا سہرہ ہمارے ہر دلعزیز ناظم صاحب تعلیمات اور ان کے عالی حوصلہ شریک کار جناب اسپیشل انسپکٹنگ افسر صاحب کے سر ہے اسی طرح انجمن موصوف کی ضلعواری تنظیم کے لئے بھی ہم انہی حضرات کی سرگرم کوششوں کے رہین منت ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس انجمن کی تشکیل نے ہمارے لئے کس قدر آسانیاں مہیا کردیں اور کن ان ہونی باتوں کو ممکن بنا دیا جس کے لئے ہم ہمہ تن شکریہ

نہ جائیں بھی تو کم نہ ہے۔

اس کے بعد میرا یہ خوشگوار فریضہ ہے کہ جناب صدر مہتمم صاحب صوبہ مولوی شیخ ابوالحسن صاحب بی۔اے۔ ایل۔ ٹی کی خدمت میں احساسات تشکر پیش کروں کہ یہ ان کی ہی سرپرستی کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے خیالات۔ تاثرات اور احساسات کے آزادانہ اظہار کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں

نیز یہ امر ہمارے لئے بہت ہی باعث امتنان ہے کہ ہمارے تعلیمی کاروبار کے رہنما ناصح وغمگسار دوست ہماری مصیبتوں مسرتوں میں برابر کے ساتھی ہمارے عزیز مہتمم جناب مولوی محمد احمد اللہ صاحب بی۔اے۔ بی۔ٹی ہمارے درمیان موجود ہیں اور یہ ان کا ہی ناقابل سکون جوش ہے جس کو آپ آج اس کانفرنس میں کارفرما دیکھتے ہیں۔

خواتین وحضرات! تعلیم ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ کسی خاص طبقہ کی میراث نہیں اور ہمیں آج اس نوع تعلیم سے بحث ہے جس کو "تعلیم عوام" کہتے ہیں جس کی ہمارے ملک کو سب سے بڑی ضرورت ہے جو عوام کی ضرورتوں کی حقیقی حامل ہے۔ جو انہیں اس قابل بناتی ہے کہ وہ ان اعلانات کو جو محکمہ حفظان صحت کی جانب سے چسپاں کر دئے جاتے ہیں ان تختہ جات کو جو دیہی ترقی کے مرکزوں کی جانب سے مرتب کئے جاتے ہیں ان اطلاعات کو جو محکمہ پولیس۔ مال۔ یا انجمن ہائے اتحاد باہمی وغیرہ کی طرف سے جاری کئے جاتے ہیں اور ان دستاویزات کو جو مقامی سیٹھ ساہوکاروں کی جانب سے مرتب کئے جاتے ہیں پڑھ اور سمجھ سکیں۔ جو انسان کو آدمیت سکھائے صفائی اور پاکیزگی سے زندگی بسر کرنے کے گر بتائے جو ان کو اس قابل بنا دے کہ وہ سمجھ سکیں کہ اپنے ذرایع زندگی سے وہ کس طرح کام لیکر زیادہ سے زیادہ

منفعت حاصل کر سکتے ہیں جو ان میں صحیح رائے عامہ کا شعور پیدا کرے اور حاصل کلام یہ کہ بقول نواب مرزا یار جنگ بہادر "جس کی روشنی کی ایک کرن جہالت کی تاریکی کو دور کر دے۔

ہم اس تعلیم کے علمبردار ہیں اور اس کانفرنس کا مقصد ان امور پر باہم درد کرنا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر اپنی ذمہ داری سے ہم بخوبی عہدہ برآ ہو سکیں گے۔

یہ سچ ہے کہ جہاں تعداد مدارس و طلبا میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور مصارف تعلیم بڑھ رہے ہیں وہاں نتائج خاطر خواہ تشفی بخش نہیں نکل رہے ہیں۔ بہت سے طالب علم ایک دو سال میں مدرسہ چھوڑ دیتے ہیں اور جو کچھ بھی مدرسہ نے سکھایا سب بھول بیٹھتے ہیں اس طرح تعلیمی تضیع رونما ہوتی ہے اس کے حقیقی وجوہ کئی ہیں۔ مثلاً اولیاؑ و والدین طلبا کی فلاکت ذہنی و مالی اور مدرسین مدرسہ سے ان کا عدم تعاون۔ یک مدرسی مدارس کا ناکارہ پن۔ اصول و طریقہ تعلیم سے دیہی زندگی کی عدم مطابقت۔ کم معاش استادوں کی علمی بے بضاعتی عہدہ داران معاینہ کنندہ کی کمی وغیرہ یہ وہ اسباب ہیں جن کی اگر اصلاح ہو تو ابتدائی تعلیم کے نتائج خوشتر اور ہمت افزا ہو سکیں گے۔

یہ سچ ہے کہ نصاب اور کتب نصاب سے زیادہ توجہ کے لائق نصاب اور کتب نصاب کی ترجمانی ہے اور اساتذہ سب سے زیادہ توجہ کے محتاج ہیں کہ وہی اس ترجمانی کے فرائض انجام دیتے ہیں لیکن اس ذمہ داری کا ایک معقول حصہ والدین اور اولیا طلبا پر بھی ہے۔ کہ وہ اساتذہ سے ذرا بھی تعاون نہیں کرتے ابتدائی تعلیم کی ترقی اس وقت ممکن ہے جبکہ پبلک اپنا قدم آگے بڑھائے اور تعلیمی معاملات میں زیادہ حصہ لینے لگے۔ اسی نقطہ خیال کے زیر نظر ضلع نے کوشش شروع کر دی ہے کہ ہر اس آبادی میں جہاں مدارس قائم ہیں

دیہی تعلیم کی مشاورتی کمیٹیاں قایم ہوں جو اشاعت تعلیم میں مدارس کے حقیقی ممد و معاون ثابت ہوں تاکہ جاہل عوام کو معلوم ہو سکے کہ ان کی فلاکت و نکبت کی سب سے زیادہ ذمہ داران کی جہالت ہے۔

ضلع نے اس امر کی بھی کوشش شروع کردی ہے کہ اصول وطریقہ تعلیم کو دیہی زندگی سے مطابق بنانے کے لئے اردو و تلنگی میں نظم ونسق مدرسہ اور فن تعلیم سے متعلق کتب لکھے جائیں جن کی زبان ابتدائی مدارس کے معلمین کی فہم سے بالا تر نہ ہو۔

تربیت یافتہ اساتذہ کو فن تعلیم سے مانوس رکھنے کے لئے مدارس وسطانیہ و تحتانیہ کے مراکز قایم کئے جاکر سنٹرل کلاس کے قیام کا انتظام کیا گیا ہے جہاں مقررہ اوقات میں اسباق نمونہ دئے جاتے ہیں جدید مسائل تعلیم سے اساتذہ کو باخبر رکھنے کے لئے انتظام کیا گیا ہے کہ ہر مہینہ مختلف مضامین کے جدید ترین طریقہائے تعلیم کی نسبت مضامین پڑھے جائیں نیز کوشش کی جارہی ہے کہ ریفریشر کورس کے لئے ٹرینڈ اساتذہ زیادہ تعداد میں منتخب اور روانہ ہوں۔

یک مدرسی مدارس کی خرابیوں کو اس طرح روکنے کی کوشش کی گئی ہے کہ جس قدر جدید مدارس کھولے گئے ہیں سب کے سب دو مدرسی ہیں جن میں میٹرک و منشی کامیاب اساتذہ بہتر تنخواہوں پر مامور کئے گئے ہیں۔

مدارس کے لئے مستقل اور صحت بخش امکنہ کی تعمیر کے لئے تعلقہ حضور آباد و پرکال کی حد تک انتخاب اراضیات کا کام مکمل ہوچکا ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ اگر اراضیات منتخبہ سررشتہ تعلیم کے قبضہ و تصرف میں جلد دیدئے جائیں تو تعمیر امکنہ کا کام بھی آغاز کردیا جائے گا۔

مصروفیات زاید از نصاب کے تحت ان مدارس میں جن کیلئے امکنہ سرکاری

اور کافی اراضی موجود ہے چمن بندی اور باغبانی کا انتظام کیا گیا ہے باغبانی کے تحت اس امر کی کوشش کیجارہی ہے کہ مزارعین کے لڑکے پھول پھل اور ترکاریوں کی کاشت میں زیادہ دلچسپی لینے لگیں۔ اور پھر مدارس سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود اپنی اراضیات میں ترکاریوں وغیرہ کی کاشت کرکے ملک کو فائدہ پہنچائیں۔

اس ضلع میں مدارس تحتانی و ابتدائی ذکور واناث کی جملہ تعداد (۵۴۲) ہے جن میں تقریباً تیس ہزار سات سو لڑکے اور لڑکیاں زیر تعلیم ہیں اس کے قبل مجملاً بتایا گیا ہے کہ خرابی تعلیم کی ایک وجہ عہدہ داران معاینہ کنندہ کی تعداد کی کمی ہے۔ اصولاً ایک حلقہ نظارت کے تحت (۶۰) سے زاید مدارس کا دیا جانا درست نہیں ہے۔ لیکن اس ضلع کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک حلقہ نظارت کے تحت مدارس کی تعداد تعداد مقررہ سے تقریباً دگنی ہے انسپکٹنگ اسٹاف کی اس کمی کو دور کرنے کے لئے ناظر صاحبوں کی تعداد میں اضافہ کی کوشش جاری ہے جو بہت ممکن ہے کہ جلد بارآور ہو۔

ایک اور مسئلہ جو ملک کا جاذب توجہ ہے وہ مسئلہ انسداد بیروزگاری ہے اس مشکل کو حل کرنے کے لئے سررشتہ تعلیم نے جو کوشش کی ہے اس کے اظہار کی اس وقت مجھے چنداں ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ ابتدائی تعلیم کو مکمل و مکتفی کرنے کے لئے مدارس تحتانی میں حسب ضرورت جماعت پنجم کا اضافہ کیا گیا ہے اور نصاب تعلیم اس جماعت کا ایسا مرتب کیا گیا ہے کہ جو لڑکے تعلیم ترک کرنا چاہیں ان کا علم اس قدر پختہ ہو جائے کہ تضیع کا اندیشہ باقی نہ رہے اور خود مدارس میں صنعت و حرفت و سنکاری کی جماعتیں کھول کر انتظام کیا گیا ہے کہ ایسے لڑکوں کو اپنی آیندہ زندگی کے لئے پیشوں کے اعتبار

کرنے میں سہولت ہو ان کی توجہ ملازمت سرکاری کے غلط تخیل سے ہٹ جائے
اور انہیں اپنے آبائی دلکسوبی پیشوں سے رغبت ہو چنانچہ بعض مدارس میں
لڑکوں کو فن تجارتی کی تربیت دی جاتی ہے تو بعض میں جلد بندی و قالین بافی
و پارچہ بافی وغیرہ سکھائی جاتی ہے اگر ملک میں نجاری بید بافی آہنگری۔ جلد سازی
پارچہ بافی وغیرہ وغیرہ کے کارخانہ ہوتے اور جس طرح ترقی یافتہ ملک میں عمل
کیا جاتا ہے ان کارخانوں میں بھی طلبائے مدارس کی کھپت کا انتظام ہوتا تو
طلبا کی توجہ بھٹکنے نہ پاتی اور اس طرح خود بخود مسئلہ بیروزگاری بڑی حد تک
حل ہو جاتا۔ موجودہ صورت میں حتی الامکان کوشش کی جارہی ہے۔ مزارعین کے
بچے جو باغبانی کی تعلیم مدارس میں پاتے ہیں بعد انفراغ تعلیم اپنی اراضیات میں
ترکاری پھول پھل کے باغ لگائیں اور اس کی پیداوار سے خود اپنے آپکو
اور ملک کو نفع پہنچائیں۔

ضلع کی ایک اور تجویز یہ بھی ہے کہ جہاں کہیں ممکن ہو سکے مدرسہ کے
نجار۔ بید باف۔ پارچہ باف و خیاط لڑکوں کو مقامی پیشہ وروں کے پاس
متعلقہ فنون کی عملی مشق حاصل کرنے کے لئے بیرون ازاوقات تعلیم کام کرنے
کی ترغیب دیں اور ان کی تربیت میں مقامی پیشہ وروں کا تعاون حاصل کریں

ایک اور دشوار امر جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نوجوان یہ فیصلہ
کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے کہ بعد انفراغ تعلیم وہ اپنے لئے کس پیشہ کا انتخاب
کریں؎۔ ان کے والدین بھی اس کی نسبت کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور
چونکہ مدرسین کو شخصی رجحانات کے مطالعہ کی تعلیم نہیں دی جاتی وہ بھی کسی
مفید و صحیح فیصلہ کے قابل نہیں ہوتے اس طرح طالب علم مدارس سے فارغ التحصیل

؎ ایک اوسط درجہ کا لڑکا اتنا بھی شعور نہیں رکھتا کہ وہ اپنی طبیعت کا میلان معلوم کرے

تو ہو جاتے ہیں لیکن ان کے دماغ اپنے مستقبل کے تصور سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ اور ان کی حالت نہایت قابل رحم ہوتی ہے وہ اپنے سامنے صرف ایک ہی راہ کھلی دیکھتے ہیں اور ملازمت سرکاری کی تلاش شروع کر دیتے ہیں جو بسا اوقات ان کی زندگیوں کی بربادی کا باعث ہوتی ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کے لیے ازبس ضروری ہے کہ اساتذہ کو جب فنی تعلیم دیجاتی ہے تو انہیں اسباب کی بھی تعلیم دیجائے کہ وہ شخصی رجحانات کا مطالعہ کرکے صحیح نتایج پر پہنچ سکیں اور طالب علموں کو ان کے مستقبل کی نسبت صحیح مشورہ دینے کے قابل ہو سکیں۔

ہمارے طلباء کی عام صحت ایک قومی سرمایہ ہے جس کی حفاظت اور نگہداشت ملک کا پہلا فریضہ ہے۔ جس طرح ایک باپ اپنے لڑکے کی دماغی وجسمانی نشو نما کو نظر انداز کرکے اپنی غلطی کی سزا بڑھاپے میں پاتا ہے۔ اسی طرح ایک ملک اپنے افراد کے دماغی وجسمانی تربیت سے غفلت ولا پروائی برتنے کا خمیازہ جلد یا بدیر بہر حال ضرور اٹھاتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ قانون معاشرت انسانی کے تحت اس غفلت کی پاداش میں قوموں کی قومیں نیست ونابود کردی گئیں اس لئے محققین نے مکمل تعلیم کو ہر معنی تعلیم کہا ہے اور اسی نقطہ خیال کے تحت مدارس میں جہاں بچوں کی دماغی واخلاقی نشو ونما پر توجہ کی جاتی ہے کھیلو اور ورزش جسمانی پر بھی وقت اور روپیہ بے دریغ صرف کیا جاتا ہے سررشتہ نے اس جانب بھی جو توجہ کی ہے اس کے اظہار کی اب اس لئے بھی ضرورت نہیں ہے کہ آپ حضرات نے اس کا نقش کے ضمن میں بین المدارس اسپورٹس اور کھیلوں کو خود ملاحظہ فرمایا ہے اور ان طلبا کے جسمانی قوی کا بھی اندازہ فرمایا ہے جو ان میں حصہ لے رہے ہیں۔

اسی ضمن میں مدارس میں کشافہ کی تحریک کا مختصراً بیان بھی ضروری ہے
کہ اس تحریک سے طلبا کو ہر جہتی ترقی کا بہت موقع ملتا ہے۔ سماجی خدمت اور
شہری ذمہ داری کا احساس ان کی طبیعت ثانیہ بن جاتا ہے۔ وہ اپنے خدا
اپنے پادشاہ۔ اپنے ملک اپنے ماحول اور اپنی برادری سے حقیقی محبت
کرنے لگتے ہیں اور خدمت خلق کا جذبہ بدرجہ اتم ان میں پیدا ہو جاتا ہے پس
تحریک کشافہ کو کامیاب بناتے اور بچوں کو اس کے فوائد سے متمتع کرنے
کے لئے مدارس کو اسکوٹنگ اور کبنگ کی ٹریننگ دی گئی ہے اور ہر
تحتانی و ابتدائی مدرسہ میں اسکوٹس و کبس کے ٹروپس اور پیاکس قائم کئے گئے ہیں
میں اب یہ بتانا چاہتا ہوں کہ دیہی تنظیم کے اسکیمات کی کامیابی کہاں تک
ہمارے دیہی مدرسین کی محتاج توجہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سررشتہ تعلیم کے
علاوہ اور بھی محکمہ جات دیہی ترقی کے لئے مختلف صورتوں میں کارفرما ہیں
لیکن یہ ظاہر ہے کہ انھیں جیسی کہ چاہئے کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔ محکمہ زراعت
رعایا کی معاشی فلاح کے لئے اس قدر کام انجام نہیں دے سکتا جس قدر وہ چاہتا
ہے کیونکہ رعایا غیر تعلیم یافتہ لکیر کی فقیر اور جاہل ہے۔ محکمہ امداد باہمی بھی
دیہی قرضہ اور ساکھ کو بڑھانے سے اس لئے معذور ہے کہ رعایا مفلوک الحال
ہے جو قرضہ تو لیتی ہے لیکن ادا نہیں کر سکتی اس وجہ سے کہ اپنی آمدنی بڑھانے
کے وسائل سے محض ناواقف ہے محکمہ حفظان صحت۔ تدابیر صحت کی اشاعت
میں مجبور رہے۔ کہ رعایا کے دماغوں پر بھوت پریت اور اوہام سایہ فگن ہیں۔
اس نکبت وجمود وجہالت کے معالج بجز دیہی معلمین کے کوئی اور نہیں
امریکہ کی تہذیب انہی کی رہین منت ہے جاپان اور ڈنمارک کے مزارعین نے
اس طبقہ کی کوششوں سے فروغ پایا۔ ان کا کام اگرچہ بادی النظر میں صرف

اسی قدر ہے کہ وہ پڑھا لکھا دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ دیہات کی تاریک فضا کو علم کی ضیا سے اس قدر روشن کر دیتے ہیں کہ گاؤں کے گنوار دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی زمینوں کی پیداوار ناقص ہے اور اس میں ترقی کی بہت گنجائش ہے وہ غور کرنے لگتے ہیں کہ ان کے گاؤں میں کس قسم کی صنعتیں ہیں اور انہیں کس طرح فروغ دیا جا سکتا ہے۔ یا کس جدید صنعت کو وہاں رواج دیا جا سکتا ہے۔ وہ امراض وبائی اور ان کے اسباب و علاج معلوم کر لیتے ہیں گلی کوچوں کی غلاظت اور گھر کی موریوں کے تعفن سے انہیں کراہیت و نفرت معلوم ہونے لگتی ہے۔ قرب و جوار کی عدم شادابی پھل اور سایہ دار درختوں کی عدم موجودگی کا نٹا بنکر ان کی نظروں میں کھٹکنے لگتی ہے تفریح گاہوں اور بازیگاہوں کی ضرورت کا انہیں احساس ہوتا ہے۔ المختصر دیہاتیوں کا زاویہ نظر وسیع ہوتے ہوتے ساری بے سامانیوں کو گھیر لیتا ہے اور وہی دیہی مدرسین کی معجز نمائی ہے۔

دیہات کی اس کایا پلٹ میں نمایاں حصہ لینے کے قابل ہونے کیلئے ضلع نے سال حال متعدد مدرسین کو تنظیم دیہی کی ٹریننگ بھی دی ہے جو مراکز تنظیم دیہی میں اپنا کام نہایت اطمینان اور خاموشی سے کئے چلے جا رہے ہیں

حضرات میں نے اب تک آپ کے روبرو تصویر کا وہ رخ ہی پیش کیا ہے جو مدارس و مدرسین کے فرایض اور ان کی انجام دہی سے متعلق تھا میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مدرسین قوم کی کس حد تک خدمت کرتے ہیں قوم کے کس قدر توقعات ان سے وابستہ ہیں اور پبلک کے مطالبات ان سے کیا ہیں۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فرایض اور حقوق کا چولی دامن کا ساتھ ہے

فرائض کے ساتھ قوم پر ان کے حقوق بھی ہیں۔ان کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اکثر لوگ سررشتہ تعلیم کی ملازمت اس لئے اختیار نہیں کرتے کہ وہ اپنے اندر اس کا طبعی میلان اور دلی تقاضا محسوس کرتے ہیں یا بہ الفاظ دیگر یہ کہ اکثر اساتذہ ایسے نہیں ہوتے جو معلمی کے قابل ہوں اور استدلال کے طور پر "استاد" کا نمونہ جو پیش کیا جاتا ہے ان مقدس ہستیوں کا ہوتا ہے جو ہر زمانہ میں انگلیوں پر ہی شمار ہوئے ہیں، یہ صحیح ہے کہ استاد کردار انسانی کی تمام خوبیوں کا حامل ہوتا ہے لیکن ایسے استاد (IDEAL) ہوتے ہیں عام نہیں ہوتے۔ وحدت کو کثرت میں تلاش کرنا خود فریبی ہے۔ ہمارے سماج میں انسان کا رتبہ اس کی علمیت اس کی افضلیت اور اس کی شرافت ذاتی پر مبنی کب ہے؟ شرافت اور عزت کا انحصار تو زرداری پر ہے۔ اور ہمارے غریب خزمعاش اس معیار پر پورے کب اترتے ہیں؟

یہ سچ ہے کہ وہ زردار نہیں لیکن یقین رکھئے کہ شرافت اور فضیلت میں وہ اکثر ان بے شمار زرداروں سے بہت ارفع و اعلیٰ ہیں جن کی سماج سیوا کرتی ہے پس ضرورت ہے کہ پبلک اپنی آنکھیں کھولے اور اساتذہ کی وہ قدر کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔

حضرات میں آپ کو یقین دلانا نہیں چاہتا کہ طبقہ معلمین لغزشوں سے پاک ہے لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ ان میں ایسے افراد موجود ہیں جو دنیا کے کسی حصہ میں بھی پیشہ تعلیم کے لئے مایہ ناز سمجھے جائیں گے کام کرنے والوں سے ہی فروگزاشتیں ہوا کرتی ہیں سبکساران ساحل موج و گرداب کا اندیشہ نہیں جان سکتے۔ کامرانی متواتر تجربوں غلطیوں سے متنبہ ہونے اور اصلاحات کے اختیار کرنے ہی پر منحصر ہے۔ دنیا کا کونسا ملک ہے جو اس بات کا دعویٰ کر سکتا

ہے کہ اس نے مسلسل تجربوں اور بار بار کی ناکامیوں کے بغیر کامل یا بہتر نظام قایم کرلیا ہو۔ حوصلہ مندوں کی رفعت تیرہ و تار پستیوں کی پرواہ نہیں کرتی وہ کام کرتے ہی جائیں گے اور یقین رکھئے کہ کامیابی ان کا یقینی صلہ ہے۔

حضرات یہ وہ چند مسائل ہیں جن پر غور کرنے کے لیئے ہم سب جمع ہیں۔ یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمیں آج ایک ایسے صدر ملے ہیں جو اپنے علم و فضل تجربہ اور روشن خیالی سے ہماری ایسی رہبری فرمائیں گے کہ ہم ان زرین ہدایات پر عمل پیرا ہو کر ضرور اپنے پادشاہ اور ملک کو اور اپنے برادران وطن کی خدمت بہتر طور پر کرسکیں گے۔

جغرافیہ کی جدید تعلیم

(یہ تقریر بزبان مرہٹی لاسلکی اسٹیشن اورنگ سے نشر کی گئی)

چند سال پہلے مدارس کے نصاب میں مضمون جغرافیہ کو زیادہ اہمیت نہ تھی اور امتحان داخلہ سے قبل اس مضمون کے متعلقہ معلومات طالب علم یونہی حاصل کرلیتا تھا چونکہ یہ مضمون امتحان کے لازمی مضامین میں شریک نہ تھا اور یہ جن مدرسین کے تفویض کیا جاتا تھا انہیں خود اس مضمون کے کافی معلومات نہ ہوتے تھے۔ وہ چند گاؤں۔ ملک اور ندیوں کے نام بتلاکر کام چلاتے تھے اس لئے طلبہ کو نہ اس کا صحیح علم حاصل ہوتا تھا اور نہ اس سے دلچسپی ہوتی تھی بعض لوگ علم جغرافیہ کو "ندی نالوں کے اسم واری فہرست" حقارت سے کہتے تھے۔ مگر جوں جوں دنیا کے باہمی روابط بڑھتے گئے لوگوں کو مختلف ممالک کے معلومات

یعنی وہاں کی آب وہوا، سطح زمین پیداوار، پیشے معدنیات، ذرایع آمدو رفت، وغیرہ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔اب اس مضمون کو کاروباری۔تمدنی اہمیت کا احساس ہونے پرکئی جامعات نے ایم۔اے تک کے نصاب میں اسے خاص جگہ دی ہے۔میکنڈر۔ہکلس۔فیرگویز وغیرہ ماہران جغرافیہ نے تجربہ سے یہ بتلایا ہے کہ مضمون جغرافیہ کے پڑھنے سے مختلف دماغی قوتوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ۔ہمدردی، حب الوطنی۔اخوت۔محبت خلوص وغیرہ اوصاف طلبہ میں پیدا ہوتے ہیں۔انسان کی فطرت اوصاف اور طریقہ معاشرت کا دارومدار ماحول ہی پر منحصر ہوتا ہے۔اس اصول کے تحت تعلیم جغرافیہ کا نقطہ نظر بدل گیا ہے۔جغرافیہ اب صرف پہاڑ دریا اور وادیوں کی فہرست نہیں رہا۔بلکہ روئے زمین کو انسان کا گھر تصور کیا جاتا ہے جس گھر میں ہم رہتے ہیں اس کے متعلق معلومات کا جاننا جس طرح ضروری ہے اسی طرح تمام بنی آدم کے رہنے کا مقام یعنی "روئے زمین" کے متعلقہ معلومات کا علم ہونا کیوں کر ضروری نہیں ہے؟ مطالعہ جغرافیہ یعنی نوع انسان کے متعلقہ معلومات حاصل کرنا ہے۔علم جغرافیہ کی رو سے یہ ہماری دنیا ایک خاندان ہے۔اورغریب۔امیر۔برف کے حصے میں رہنے والے۔ریگستان میں بھٹکنے والے وغیرہ تمام انسان ایک ہی ہیں۔کا تصور قوی ہوجاتا ہے بین الاقوامی محبت کا پایہ مضبوط تر ہوتا ہے۔یہ انسانیت سے قریبی تعلق رکھنے والا ایک خاص علم ہے۔معدنیات۔نباتات۔جانور۔انسان۔جمادات۔اورحیوانات ان سب سے جغرافیہ کا علم تعلق رکھتا ہے یہ مضمون اس قدر وسیع ہے کہ اس کے اندر کئی علوم شامل ہیں۔آسمان کے کئی سیاروں کی طرح روئے زمین پر وقوع ہونے والے حیرت انگیز حرکات خود روشن سورج پر منحصر ہے یہ معلوم

ہونے پر علم ہیئت - علم جغرافیہ سے کس طرح پیدا ہوا ظاہر ہو جائیگا - اسی طرح علم طبقات الارض بھی علم جغرافیہ ہی سے پیدا ہوا - ماحول اور انسان کے درمیان ہونے والے حرکات و تغافل دراصل جغرافیائی حرکات ہیں - اس لئے علم عمرانیات علم معاشیات علم سیاسیات، علم اخلاقیات وغیرہ کئی معاشرتی علوم کا کم و بیش علم جغرافیہ ہی سے تعلق ہے سیاسیات اور جنگ میں اس علم کی اہمیت کس قدر ہے یہ واضح کرنے کے لئے موجودہ جنگ سے پیدا شدہ حالت کافی ہے -

مشہور شاعر شکسپیر کے قول کے مطابق روئے زمین ایک اسٹیج ہے اور انسان ایک ایکٹر ہے اس ایکٹر نے مشکلات سے جستجو کرکے اپنی عظمت قایم کی ہے اس لئے اسٹیج اور انسان ایک بشری جغرافیہ (HUMAN GEOGRAPHY) خیال کیا جاتا ہے - جغرافیہ کی نسبت زاویہ نگاہ کی اس تبدیلی اور وسعت کا لحاظ کرتے ہوئے - ظاہر ہوگا کہ یہ مضمون پڑھانا کس قدر مشکل ہے اور طلبہ کو یہ کیونکر پڑھایا جائے - لیکن کیا پڑھانا چاہیئے اور کس طرح پڑھانا چاہیئے - یہ سوالات بھی اتنے ہی اہم ہیں - اس لئے اس کے متعلق ہم تھوڑا غور کریں گے -

سب سے پہلے اس مضمون متعلقہ پر عصری کتب اب تک ہماری زبانوں میں موجود نہیں ہیں اسی طرح جدید طریقہ تعلیم کے مطابق تعلیم دینے والے مدرسین کی عدم موجودگی یہ خاص مشکلات پیش آتی ہیں - علم جغرافیہ میں بہت سے علوم شامل ہیں اسلئے عام طور پر اس مضمون کے پڑھانے والے مدرس اتنے باخبر - وسیع المعلومات باریک بین نہیں ہوتے اس مضمون کی وسعت طلبہ کی نفسیات اور ان کے اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے مضمون کو پیش نہیں کرتے - موقع کے لحاظ سے طریقہ تعلیم میں تبدیلی نہیں کرتے جس سے ان کی غیر ماہرانہ قابلیت ظاہر ہوتی

ہے ابتدائی حالت میں بچوں کو مقامات اور اسمات کا باہمی تعلق طلوع و غروب آفتاب کے مقامات قطب نما کا استعمال اور نقشہ جات کا تصور یہ تمام چیزیں اچھی طرح ذہن نشین کرانا چاہیئے اس کے لئے مدرسہ یا گھر کو مرکز سمجھ کر گاؤں کی چاوڑی مدرسہ کی بازیگاہ ۔ پٹیل کا مکان ۔ ہفتہ واری بازار بھرنے کی جگہ تام باؤلیاں وغیرہ کونسی سمت میں ہیں یہ دریافت کیا جائے اسی طرح گھر سے نکلنے کے بعد دائیں طرف میں کن کن کے مکانات ہیں بائیں طرف کیا ہے دواخانہ کون سے ہاتھ کی طرف واقع ہے ۔ وغیرہ اس قسم کے متواتر سوالات کئے جائیں ۔ اس سے قوت حافظہ متحرک ہوتی ہے اور علی الترتیب چیزوں کو تبلانے کی عادت بچوں میں پیدا ہو جاتی ہے ۔ اس دوران میں آہستہ آہستہ جغرافیائی اصطلاحاتی الفاظ اور کچھ ابتدائی اصول کے معلومات بھی بہم پہنچائے جائیں اور دوران تعلیم میں رنگین تصاویر مٹی کے نمونہ جات اور نقشہ جات کا استعمال کیا جائے تاکہ انہیں اس مضمون سے دلچسپی پیدا ہو حواس خمسہ میں بصارت بہت اہم سمجھی گئی ہے اس لئے مشاہدہ کے ذریعہ علم حاصل کرنے کے لئے بعض اوقات بچوں کو گاؤں کے باہر تفریح کے لیئے لیجا کر انہیں ایک اونچے مقام سے گاؤں کے قرب وجوار کا ٹھیک تصور دلایا جائے ۔ سطح زمین کے نشیب و فراز ۔ سطح مرتفع ۔ پہاڑ ۔ ندی وغیرہ کا تصور دلانے کے لئے مشاہدہ کرنا ضروری ہے ۔ اسمات و مقامات کا ایک دوسرے سے تعلق اور روئے زمین کے طبعی حالات کا تصور طلبہ کو ہونے پر ان کی قوت مشاہدہ اور قوت متخیلہ کو بڑھانے کے لئے انہیں گاؤں کا بازار تبلایا جائے موسم کے لحاظ سے دوکانوں پر لایا ہوا مال تبلا کر نقشہ کے ذریعہ اطراف کے مقامات کے معلومات دیکر ان کے متعلقہ معلومات مکمل کئے جائیں ۔ اور اسی طرح ضلع صوبہ اور ملک کے

معلومات دیئے جائیں مگر ہر وقت اسی ترتیب سے مضمون پڑھانا ضروری نہیں
چونکہ جغرافیہ کے اسباق پڑھانے کے طریقے اس مضمون متعلقہ پر مبنی ہوتے ہیں
اس لئے ان کی مقررہ ترتیب نبلائی نہیں جا سکتی۔ انتخاب اسباق کے لحاظ
سے طریقہ تعلیم و سرخیاں قایم کی جاتی ہیں بمضمون پڑھانے وقت جو تجربہ حاصل
ہوتا ہے اس سے مدرس اپنا مضمون دلچسپ اور موثر طریقے پر پیش کرسکتا ہے

عام طور پر جماعت ہائے صغیر سے چہارم تک جغرافیہ مطالعہ قدرت اور
کہانیوں کے ذریعہ پڑھایا جائے۔ اور اس کے بعد مکالمہ، تفریح۔ بیان اشیاء
اور ملک کے معلومات اسی طرح چار طریقوں سے پڑھایا جائے۔ فرض کیجیے کہ
ہمیں بیل کے متعلق معلومات دینا ہیں۔ تو بچوں کو پہلے بیل کی تصویر نبلا کر گھریلو
باتیں کرتے ہوئے بیل کی یاد دلائی جائے اس کے بعد مضمون پڑھاتے وقت
جسم کا بیان غذا اور فوائد نبلائے جائیں جیسے بنڈی چلانا۔ ہل جوتنا۔ کولھو
چلانا گاہنا۔ بنڈی بیل وغیرہ موزوں معلومات مکالمے کے ذریعہ یا کہانی کی
صورت میں پیش کئے جائیں مندرجہ بالا جماعتیں پڑھاتے وقت عرض البلد اور
طول البلد کے ذریعہ تعین مقام وسعت قدرتی تقسیم اور طبعی حالت یعنی آب وہوا
حرارت، بارش، مانسون ہوائیں، وغیرہ اس کے بعد معدنیات، نباتات،
آبادی، طریقہ زندگی، پیشے، ذرایع آمد و رفت۔ درآمد و برآمد اشیاء وغیرہ
کی ترتیب وار معلومات دیجائیں اور معلومات دیتے وقت نبلایا جائے کہ انسانی
افعال ہر ملک کے جغرافیائی حالات کے تابع ہوتے ہیں اور ان کو ماہرین علم
نے جغرافیائی انتداب کہا ہے (GEOGRAPHICAL CONTRD) اس مضمون کی
ترتیب اس طرح ہو کہ جماعتوں کو جغرافیائی افعال کے معلومات دیتے وقت
لازم و ملزوم کو اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے۔ یہ کائنات بچوں کا گھروندا نہیں

بلکہ خدا کی بنائی ہوئی ایک منظم تخلیق گاہ ہے جس میں بغیر وجہ کوئی چیز واقع نہیں ہوتی اور ہر چیز کے وقوع کے لئے کوئی نہ کوئی وجہ ہونا ضروری ہے اسی طرح طلبہ کے دلوں پر یہ اصول نقش ہو جائے کہ لازم و ملزوم کے اصول ہی پہ کائنات کی بنیاد ہے۔

عرض البلد اور طول البلد پر ملک کی آب و ہوا کا دارومدار ہوتا ہے اور بارش اور پیداوار کا انحصار آب و ہوا سطح زمین اور زمین کی خاصیت وغیرہ پر ہے اسی طرح معدنیات نباتات کا اثر طرز معاشرت عادات واخلاق اور پیشوں پر ہوتا ہے۔ اور بین الاقوامی معلومات کا دارومدار تجارتی حالت اور ذریعہ آمدورفت پر ہے۔ جغرافیہ کے تعلیم کے دوران میں اصول آزمائش اصول منطق اور متخیلہ قوتوں کا استعمال کیا جانا چاہئے۔ لازم و ملزوم کا اصول جغرافیہ میں خاص طور سے ظاہر ہوتا ہے "معلوم سے نامعلوم کی طرف" کے اصول کو استعمال میں لاکر جغرافیائی معلومات بچوں سے نکلوانا چاہئے مثلاً بارش و آب و ہوا کا پیداوار پر اثر معلوم ہو تو ان سے یہ نکلوایا جائے کہ فلاں حصہ میں اتنی بارش ہوتی ہے۔ آب و ہوا اس قسم کی ہے تو یہاں کونسی پیداوار حاصل ہوگی۔ اسی طرح یہاں کے لوگوں کی غذا۔ تہذیب پیشے وغیرہ کے معلومات نکلوائے جائیں مشابہت اور اختلاف کے ذریعہ تصور میں صفائی اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے کرۂ عرض بہت وسیع ہے اس کا صحیح علم حاصل کرنا مقصود ہو تو اس کے معلومات بذات خود سفر کے ذریعہ حاصل کرنا چاہئے جو جغرافیائی معلومات آج ہمیں حاصل ہیں وہ مختلف حوصلہ مند سیاحوں کے سفروں اور انتھک محنتوں کا ثمرہ ہے اس لئے سیر و تفریح وغیرہ کے ذریعہ طلباء کو جغرافیائی معلومات دینا فائدہ مند ہے مگر ہمارے ملک میں یہ باتیں مالی حالت

کی پستی کے مدنظر کس طرح ممکن ہے؟ یہ ایک بڑا سوال ہے تب بھی حتی المقدور
اس کا استعمال کرانے والی پشت کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔ ممالک مغرب میں
ہر سال ہزاروں طلبہ اسپیشل جہاز کے ذریعہ تعلیمی سفر کے لئے نکلتے ہیں اس لئے
اطراف کے طبعی حالات طرز معاشرت اور تمدن سے وہ بخوبی واقف ہو جاتے
ہیں۔ مگر ہر جگہ کا سفر کرنا مالی حالت اطمینان بخش ہوتے پر بھی ناممکن ہے اسلئے
جغرافیہ کے مکمل معلومات حاصل کرنے کا دوسرا بڑا ذریعہ سینما۔ میجک لانٹرن،
کیلی ڈیاسکوپ ہے چونکہ اس کے ذریعہ مختلف مقامات کے نظارے دیکھنے سے
بالواسطہ سفر ہوتا ہے۔ متمدن و متمول ممالک میں آلات تعلیمی میں سینما کا شمار
کیا گیا ہے اور اس کے ذریعہ تعلیم دینے کا رواج ہے۔

اس کے علاوہ تعلیم جغرافیہ کا دوسرا ذریعہ یعنی چڑیا گھر عجائب خانہ ہے
عام طور پر یہ بڑے شہروں میں پائے جاتے ہیں مگر ہر مدرسہ میں چھوٹے بڑے
پیمانہ پر عجائب خانہ قایم کیا جا سکتا ہے مدرس اور طلبہ اتحاد عمل سے مختلف
قسم کے پتھر تخم۔ مٹی۔ انڈے پودے۔ پتیاں تصاویر وغیرہ آہستہ آہستہ جمع
کر سکتے ہیں جس کے باعث چند دنوں میں مدرسہ میں جغرافیہ پڑھانے کے لئے
مفید عجائب خانہ تیار ہو سکتا ہے مشاہدہ کے ذریعہ حاصل شدہ علم ہر حالت
میں زیادہ بہتر ہے تب بھی اس کے عدم موجودگی میں عجائب خانہ کے ذریعے
بہت کچھ کام لیا جا سکتا ہے۔

چند چیزیں دستی مشاغل کے تحت بچوں سے بنوائی جا سکتی ہیں دستکاری
نقشہ کشی اور جغرافیہ میں ارتباط پیدا کر کے بچوں کے ذریعہ پہاڑی سلسلے
ان میں بہنے والے نالے اور ندیاں اور ان کا بل کھاتا ہوا بہاؤ۔ نہریں۔ کٹے
درے۔ نشیب و فراز دلکش نظارے۔ پیداوار وغیرہ، مٹی سمنٹ چونا

ریت مقوے وغیرہ کے ذریعے بخوبی تیار کرائے جا سکتے ہیں۔ بچوں کی اس طرح تیار شدہ چیزوں کی بلحاظ موقع نمائش کرائی جائے جس سے ان میں حوصلہ افزائی اور جوشِ عمل پیدا ہوگا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ موزوں کتب کی عدم دستیابی تدریس جغرافیہ کی خاص مشکل جغرافیہ پڑھانے والے مدرس کو PEOPLES OF MANY LANDS OF KNOWLEDGE MARVELS OF THE MODERN WORLD مرہٹی کتب جگاتیل موجا جگاتیل موٹے جگاچا پری چڑے۔ بھوگولاوایل کاہنی وچیتر پرانی وونسپتی پردیش "ناناد یشاتیل نانالوک مارکوپولو۔ ابن بطوطہ کولمبس وغیرہ۔ بہادر سیاحوں کے سفرنامے پڑھکر ضروری معلومات حاصل کرنا چاہیے معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر سال آلات میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے اس قسم کے آلات اور ذرایع کا فرض شناس مدرس موزوں استعمال کرتا رہے تو اسے ہر وقت اپنے پیشہ میں مدد ملیگی اور اس کی تعلیم با اثر اور باثمر ہوگی۔

ممالک محروسہ میں تمباکو کی کاشت

تمہید ممالک محروسہ کے ہر موضع میں ضرورت کے مطابق تمباکو کی کاشت کی جاتی ہے۔ گاؤں کے لوگ عام طور پر اپنے گاؤں کے کھیتوں کا تمباکو استعمال کرتے ہیں۔ آج کل بیڑی۔ چٹہ اور سگریٹ کا رواج اس قدر عام ہوگیا ہے کہ ہر شخص بلا تکلف تمباکو پیتا ہے۔ دیسی تمباکو مقامی ضرورت کے لئے بویا جاتا ہے۔ تجارت کے خیال سے ورجینیا تمباکو بوتے ہیں ورجینیا تمباکو کی کاشت کا رقبہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ ضلع ورنگل میں کھمم، مدہرہ، دو تعلقے ایسے ہیں جہاں دیکھتے دیکھتے ہزاروں آدمی اس کام میں لگ گئے۔ اور ہر طرف تمباکو بویا جانے لگا۔ پہلے سال چالیس ایکڑ۔ دوسرے سال سو ایکڑ کاشت ہوئی گذشتہ سال یہ رقبہ چار سو ایکڑ ہوگیا اور اس سال تیرہ سو ایکڑ رقبہ میں تمباکو کی کاشت ہوئی ہے عجب نہیں کہ کچھ عرصہ بعد زیر کاشت رقبہ ہزاروں ایکڑ ہوجائے۔

موسم تمباکو کی کاشت اور صنعت پر موسمی حالات کا بڑا اثر پڑتا ہے کاشت ایسے زمانہ میں ہونی چاہیئے جب بارش نہ ہوتی ہو۔ اگر غیر معمولی طور پر طوفانی بارش ہوجائے یا اولے یا پانی برس جائے تو ساری فصل خراب ہوجاتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود فضا میں رطوبت رہنی چاہیئے جو سمندر کی قربت کے باعث، بحری ہواوں کے اثر سے یا شبنم کی وجہ سے رات کے وقت اور دن میں صبح یا شام کے وقت پیدا ہوجاتی ہے۔ مدہرہ اور کھمم کے

دونوں تعلقات میں ایسے موسمی حالات رہتے ہیں اور اسی باعث یہاں تمباکو کی کاشت کا رقبہ بڑھتا جاتا ہے۔

زمین موسمی حالات موافق ہوں تو سب سے بڑی اور پہلی ضرورت تمباکو کی کاشت کے لئے اچھی زمین کی ہے۔ اس کے لئے شکم تالاب کی زمین بہتر خیال کی جاتی ہے پالیرا اور ویرا پراجکٹ کے باعث چھوٹے چھوٹے بہت سے تالاب خشک کر دئے گئے جہاں اب تمباکو بویا جاتا ہے۔ زمین کا انتخاب کرنے کے بعد اس کی تیاری بھی ضروری ہے۔ تالاب کی زمین میں کھاد یا ایرو کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن معمولی زمین کو بہت زیادہ تیار کرنا پڑتا ہے اور ایرو ڈالنے اور ناگر چلانے کے علاوہ کھیت کو اس طرح تیار کرنا پڑتا ہے کہ اگر بارش ہو تو پانی فوراً" آسانی کے ساتھ بہ جائے ورنہ فصل کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے اس واسطے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نالیاں بناتے ہیں پودے قطار در قطار لگاتے اور ہر قطار کے بیچ میں نالی ہوتی ہے۔

بیج بونا زمین تیار ہو جائے تو اگست کے مہینہ میں بیج بوتے ہیں اور روزانہ پانچ دس مرتبہ پانی ڈالتے ہیں جب تک پودے نکل نہ آئیں برابر پانی دیتے رہتے ہیں کئی آدمی فواروں کے ذریعہ پانی ڈالتے ہیں اور جہاں گھاس نکلے اکھاڑ پھینکتے ہیں اس زمانہ میں بڑی محنت اور نگرانی کرنی پڑتی ہے اکتوبر کے مہینہ میں نار وگاتے ہیں بیج سے پودے تیار نکلتے ہیں ان پودوں کو پھر ترتیب کے ساتھ ایک ایک گز کے فاصلہ سے بوتے ہیں۔ اور قطار ٹھیک کرتے ہیں پودوں کی زندگی میں یہ زمانہ یعنی بیج بونے کے بعد سے نار لگانے تک کا بڑا نازک زمانہ ہوتا ہے دن بھر آدمی کھیتوں میں پانی دیتے اور گھاس اکھاڑتے پھرتے ہیں

پانی کم ہوا تو پودا سوکھ جائیگا زیادہ ہوا تو بھی مرجائے گا اس واسطے نوارون کے ذریعہ پانی ڈالا جاتا ہے تاکہ اندازہ سے نہ زائد ہو نہ کم۔ اس کے علاوہ سورج کی تپش سے بچانے کے لئے بھی بعض اوقات تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ نار لگانے کے دو چار روز بعد پانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی پھر پودا خود بخود بڑھتا اور پھیلتا ہے۔ اس نواح میں اکثر تمباکو کا سارا بیج ضایع ہو جاتا ہے اور پودا نہیں اگتا اس لئے یہاں کے لوگ گنٹور اور مدراس سے بیج خرید کر لانے کے بجائے نار خرید کر لاتے ہیں مگر اس میں ظاہر ہے کہ کثیر رقم صرف کرنی پڑتی ہے اور احتیاط بھی حد سے زیادہ کی جاتی ہے دو ماہ بعد یعنی دسمبر کے مہینہ میں پودا تیار ہو جاتا ہے۔

پودا اور اس کے امراض ورجینا تمباکو کا پودا بہت بلند ہوتا ہے اس کے پتے بسا اوقات ایک ایک گز لمبے اور خوب چوڑے ہوتے ہیں لیکن پتوں کو کیڑا لگ جانے اور دوسری بیماریاں پیدا ہو جانے کا بڑا اندیشہ رہتا ہے ہمارے کسان اپنی بیماریوں کا علاج نہیں کراتے تو بھلا پودوں کی بیماریوں کا کیا علاج کرائیں گے معاملہ زیادہ تر قسمت کے سپرد ہوتا ہے اس کا بڑا سبب عدم واقفیت اور جہالت ہے پھر بھی جو کچھ جانتے ہیں کرتے ہیں اور جو دوائیں ان کو معلوم ہیں پتوں پر چھڑکتے ہیں لیکن عام خیال یہ ہے کہ تمباکو کے امراض کا کوئی علاج نہیں ایک بیماری کا نام سیتا پھل ہے یہ چیچک کے دانوں کی طرح تمباکو کے پتے پر نکل آتی ہے اور سارے پتے کو خراب کر دیتی ہے جب پتہ سوکھانے کے لئے گرم کیا جاتا ہے تو سوکھنے کے بجائے جل جاتا ہے۔

پتی کاٹنا تمباکو کے پتے صبح سویرے یا دن ڈھلے کاٹے جاتے ہیں ورنہ دھوپ لگنے سے پتے خراب ہو جاتے ہیں۔ کاٹنے میں بھی بڑی احتیاط کی ضرورت ہے

اور مزدوروں پر بہت نگرانی رکھنی پڑتی ہے۔ اگر پتہ کو ٹھیس لگ گئی یا کوئی شگاف آگیا تو اس کی قیمت جاتی رہی۔ اس کو دیا کر پکڑا تو کملا جائے گا اور خراب ہو جائے گا۔ بے دردی سے تراشہ گیا تو دس پتوں میں سے چار خراب ہو جاتے ہیں اس لئے اگر کھیت میں پچیس مزدور ہوں تو پانچ آدمی ان کی نگرانی کرنے والے ہونے چاہئیں۔

سکھانا بیل گاڑیوں میں بھر کر جب پتے کھیتوں سے آجائیں تو انھیں دیر تک رکھنا نہیں چاہئے۔ بلکہ فوراً کارخانے میں سکھانے کے لئے ترتیب سے لگا دینا چاہئے اس لئے عموماً یہ کام رات میں ہوتا ہے۔ پانچ چھ دن تک پتے کارخانے میں رہتے ہیں جب اچھی طرح سوکھ جائیں تو انہیں باہر نکال لیا جاتا ہے اب پتے گویا کہ تیار ہو گئے لیکن انھیں ایک دن ٹھنڈی ہوا کھلائی جاتی ہے تاکہ نرم ہو جائیں فوراً گٹھر باندھ دیا جائے تو پتے سخت ہو جائیں اور چڑمڑا کر ٹوٹ جائیں اور ضایع ہو جائیں اس لئے ٹھنڈی ہوا کھلانا بہت ضروری ہے

کارخانہ پتے سکھانے کا کارخانہ اصل میں ایک بڑا سا کمرہ ہوتا ہے جو ضرورت کے لحاظ سے کافی بلند رکھا جاتا ہے۔ پختہ اینٹوں کا یا کچی مٹی کا بناتے ہیں۔ چھت عام طور پر ٹین کی رکھتے ہیں اس کا اوپر کا حصہ ایسا بناتے ہیں جسے ضرورت کے وقت کھول لیں اور پھر بند کر دیں۔ گویا کہ ایک سرپوش یا ڈھکن ہوتا ہے۔ زمین سے ملی ہوئی چاروں طرف دیواروں میں کھڑکیاں بنائی جاتی ہیں یہ بھی حسب ضرورت کھولی اور بند کی جاتی ہیں۔ کمرے میں چاروں طرف لوہے کے بڑے بڑے پائپ بچھے ہوتے ہیں ایک طرف چولھا ہوتا ہے جس میں آگ جلتی ہے دوسری طرف چمنی ہوتی ہے جس میں سے دھواں باہر نکلتا ہے۔ چولھے میں آگ جلے تو ایک سے دوسرے پائپ میں ہوتی ہوئی

چمنی تک پہنچتی ہے اور سارا کمرہ گرم ہو جاتا ہے جب تمبا کو اس کمرہ میں لٹکاتے
ہیں تو کمرہ کو چاروں طرف سے بند کر دیتے ہیں اور آگ جلاتے ہیں جس کیلئے
یا تو پتھر کا کوئلہ استعمال کرتے ہیں یا ببول کی لکڑی جلاتے ہیں۔ کم از کم چوبیس گھنٹہ
اور زیادہ سے زیادہ بہتر گھنٹہ کے بعد کھڑکیاں حسب ضرورت کھولتے جاتے
ہیں اس کمرہ کا درجہ حرارت دیکھنے کے لئے وسط میں مقیاس الحرارت لٹکا
رہتا ہے جب دیکھنا ہوتا گہ کے ذریعہ آگے کھینچ لیتے ہیں اور پھر دوسری طرف
سے کھینچ کر بیچ کمرہ میں پہنچا دیتے ہیں۔ آگ جلانا اور درجہ حرارت دیکھنا
بڑا توجہ طلب کام ہے۔ چوبیس گھنٹے برابر یہ دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے ذرا
آنکھ چوکی یا غفلت ہوئی اور سارا کھیل بگڑا اس کے لئے ایک خاص تجربہ کار
آدمی رکھنا پڑتا ہے یہ کچھ ایسا ماہرانہ کام تو نہیں ہے لیکن مشق اچھی ہونی چاہیے
ورنہ تجربہ نہ ہو تو پتوں کے جل جانے کا اندیشہ رہتا ہے جب پتے کارخانے
میں سے سوکھ کر نکل آئیں اور ہوا کھا کر ٹھنڈے ہو جائیں تو انھیں نمبروار الگ
کیا جاتا ہے۔

نمبروار الگ کرنا یہ کام بھی صبح کے ٹھنڈے وقت کرتے ہیں نمبر اول کے
اور فروخت کرنا ایک جگہ جمع کرتے ہیں نمبر دو کے الگ نمبر تین کے الگ
اسی طرح سب پتوں کو چھانٹ کر الگ الگ کر کے گٹھر بناتے ہیں اور فروخت
کر دیتے ہیں نمبر اول کا تمباکو فی کھنڈی تین سو روپیہ تک فروخت ہوتا ہے یہ
سارا کام مارچ یا اپریل کے مہینہ میں ختم ہو جاتا ہے اس طرح اگست کے مہینہ
میں بیج بونے سے لیکر مارچ کے مہینہ میں پتے سکھانے اور گٹھر بنا کر فروخت کرنے
تک کل آٹھ مہینہ صرف ہوتے ہیں۔

ممالک محروسہ میں سگریٹ کے جو کارخانے ہیں وہ مقابلہ کی وجہ سے ادنیٰ

قسم کا سستا تمباکو خریدنے میں اس تمباکو کی نکاسی یہاں نہیں ہوتی اس کیلئے سب سے نزدیک گنٹور یا بجواڑہ بازار ہے گر لیجانے کے اخراجات اور کروڑگیری کے محاصل اور دیگر اخراجات خود کاشتکاروں کو برداشت کرنے پڑتے تھے اس لئے ان تکلیف کا خیال کر کے سرکار عالی نے بھی حال میں یکم اردی بہشت ۱۳۵۵ف کو مدیرہ میں تمباکو کے بازار کا افتتاح کیا ہے جہاں بولی خفیہ طور پر بولی جاتی ہے جس خریدار نے دام بڑھا کر لگائے مال خرید لیا کسی ایک آدمی کو خریداری کا اجارہ نہیں ملتا پہلے بازار میں پہلے دن ہی پندرہ سو روپیہ کا بیوپار ہوا اس کے علاوہ سرکار عالی نے بہت سے کاریگروں کو انگریزی علاقہ سے بلا کر مامور کیا ہے کہ اطراف کے کارخانوں میں دورہ کریں اور تمباکو کے پتوں کی اقسام الگ الگ کرنے اور مختلف گریڈ قایم کرنے میں مقامی مزدوروں کی رہبری کریں گریڈ قایم نہ ہوا اور نمبر وار پتے الگ الگ نہ کئے جائیں تو دام کم اٹھیں گے جو کاشتکاروں کے نقصان کا باعث ہوگا۔ اس انتظام سے بڑی سہولت ہوگئی ہے۔

تاتمہ بوتاگل اسٹیشن کے نزدیک جانگی پور میں مسٹر گھوتپی راؤ نے دس سال قبل انگریزی علاقہ سے آکر یہ کام پانچہزار کے سرمایہ سے شروع کیا اب موصوف کا سرمایہ پچاس ہزار ہے۔ چھ چولھوں کا ایک کارخانہ ہے اور ایک سو پچاس ایکڑ زمین میں تمباکو کی کاشت کراتے ہیں۔ فی ایکڑ خالص منافع سو روپیہ ہوتا ہے اس لحاظ سے کوئی دوسری فصل تمباکو کا مقابلہ نہیں کر سکتی لیکن ساتھ ہی نگرانی بہت کرنی پڑتی ہے ضرورت ہے کہ ملک کے ہونہار لوگ جن میں تنظیم کا مادہ ہے جو محنت مشقت برداشت کر سکتے ہیں اور جو بذات خود نگرانی کا کام انجام دیسکتے ہیں۔ تمباکو کی کاشت اور صنعت کو اختیار کر کے ملک کی سونا اگلنے والی زمینوں سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے دوسرے بھائیوں کے لئے روزی کا سہارا بنیں۔

قدیم اردو

اٹھارویں صدی میں میرے ایک بزرگ مراد شاہ ہوئے ہیں جو خالص لاہوری تھے. میں نے خیال کیا تھا کہ ان کی اردو درخور اعتنا نہیں کیونکہ وہ ایسے استعمال کرتے ہیں جو ہمارے لئے موجب ثقل سماع ہیں. مثلاً وہ ایک مکتوب میں جو ۱۲۰۳ھ کا منظوم ہے. تحریر کرتے ہیں.

ادھر اودھر کی باتیں گر بکے گا — تو کب مقصود دنیا لکھ سکے گا
کہ کچھ معنی سے اب بہرہ اٹھاویں — کہا تک ایدھر اودھر دل لگاویں
یکایک عید کا دن آن پہنچا — ہوا دل شادماں چھوٹے بڑے کا
سبھوں کی خاک تربت چوم کر کے — ابہی[8] مضمون واحد کو سناوے
جو اور اوسکے[9] سوا خلق خدا ہے — انہوں[10] کو بھی یہی اپنی دعا ہے
تصرف یہ اونہیں[11] حق نے دیا تھا — کہ اک عالم کو ان سے فیض ہو یا
جہاں کی سیر ہم سبھ[13] کو دکھائی — ولے کچھ اون[15] کی خاطر میں آئی
یہ غم گزرا جو باقی ماندگاں پر — کسی کو حق نہ دکھلاوے[16] جہاں میں
کچھ آگے تھی جگر کو سوزشے ساز — نکلتا تھا ولے دل سے نہ آواز[18]
وہ آتش کیا بلا ہووےگی[19] آفت — کہ جس کا دود ہے یہ فی الحقیقت

یہ مکتوب تقریباً سوا تین سو اشعار پر مشتمل ہے جو آپ نے لکھنو سے جہاں آپ پنجاب کی بدانتظامی کے وقت تشریف لے گئے تھے. ستر سال کے سن میں یہ لکھا تھا جب میں نے یہ سر اقبال اور مسٹر بخاری کو دکھایا تو انہوں نے اس نظم

کی بڑی تعریف کی۔ اور کہا کہ چونکہ یہ ایک پنجابی کی اس وقت کی تحریر ہے جبکہ پنجاب میں دفتری زبان فارسی تھی اور اردو کا بہت کم رواج تھا اس لئے بڑی قابل قدر ہے۔ میں نے یہ خط ایک رسالے کی صورت میں بنام نامۂ مراد شایع کردیا۔ حافظ محمود خاں شیرانی یونیورسٹی پروفیسر نے اسے دیکھا تو "پنجاب میں اردو" نامی تصنیف میں اس کا ذکر کیا۔ بلکہ اس مکتوب کے یہ اشعار پڑھ کر ؎

برائے تحفۂ یارانِ آں سو — گہرہا آرم از بازارِ اردو
وہ اردو کیا ہے یہ میری زبان ہے — کہ جس کا قائل اب سارا جہان ہے
یہ شہرت ہے اب اس مضمون ہر کی — نہ کوئی فارسی پوچھے نہ ترکی
اس کا شہرہ اب ہو جائے زنگ — یہاں سے تا بہ ایران بل عرب تک

یہاں تک لکھدیا کہ زبان کے معنوں میں اردو کا استعمال سب سے پہلے مراد نے کیا گو اس کے بعد تحقیق کرنے سے انہیں ایک اور شاعر (غالباً مصحفی) کے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے بھی چند سال پہلے انہیں معنوں میں لفظ اردو استعمال کیا ہے مجھے بعد میں علامہ شیرانی اور مسٹر باقر کے مضامین پڑھ کر معلوم ہوا کہ یہ تحت الخط اور نمبر کردہ الفاظ تاریخ زبان کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے بڑے وقیع ہیں۔ ان سے وہ معلوم کرتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ کب مستعمل تھے اور ان میں کیا اصلاح کی گئی چنانچہ جو مجھے معلوم ہوا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

پہلے اِس اور اُس کی آواز کے امتیاز کے لئے جسے اب کسرہ اور ضمہ سے ظاہر کیا جاتا ہے "ی" اور "و" استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ خط کشیدہ الفاظ نمبر ا نمبر ۳ نمبر ۹ نمبر ۱۱ نمبر ۱۵ کی "و" کو ضمہ سے بدل کر اُٹھا۔ اُدھر۔ اُس کے اُنہیں اور اُن لکھنے لگے۔ اور نمبر ۲ نمبر ۸ نمبر ۱۴ نمبر ۱۶ الفاظ سے "ی" ہٹا کر کسرہ پر اکتفا کیا گیا۔

اٹھاویں اور لگاویں کی واؤ کو ہمزہ سے بدل کر ثقل دور کیا گیا ۵ آن سے
ن اڑا دیا گیا اور آپہنچا کہنے لگے سبھوں اور انہوں کو ہ ۔و۔ن کے بار سے
سبکدوش کر کے سب اور آن رہنے دیا گیا۔ ہویا کی "ی" نکال کر ہوا
کہنے لگے ۔ دیکھلاوے ہیں تو بہت ہی کانٹ چھانٹ ہوئی۔ 'ی' گئی
لام گیا اور واؤ اڑی اور آخری 'ی' کے سر پر ہمزہ سوار ہوا ۔ سوز شے
میں جو یائے مجہول ہے ۔ وہ اضافت کی مظہر تھی ۔ اس کی جگہ کسرہ کو دیگئی
اور سوزش ساز لکھا جانے لگا ۔ یہاں کاتب نے سے کو شے نہ لکھ دیا ہو
اور اصل میں مصرع یوں ہو ۔ کچھ آگے تھی جگر کو سوز سے ساز ۔ (یہ خیال
درست معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ پانچویں شعر میں خلق خدا کا قاف یائے مجہول
سے نہیں لکھا ۔ حالانکہ تقطیع میں وہ بھی یائے مجہول بنتا ہے (ایڈیٹر)
ہوویگی سے بھی واؤ اور ی قطع کر کے ہوگی رہنے دیا گیا ۔ عے میں کے
ساقط ہوا اور چوم کر لکھا کافی سمجھا گیا آواز کو مذکر لکھا گیا ہے ۔

میں یہ ماننے میں شرم محسوس نہیں کرتا ۔ کہ یہ میری کم علمی تھی ۔ جو میں نے
حضرت مراد پر غلط الفاظ استعمال کرنے کا الزام لگایا تھا حالانکہ اس وقت
(یعنی آج سے ڈیڑھ سو سال بیشتر) زبان ہی یہی تھی ۔

مراد شاہ نے ۱۲۱۳ھ میں خان بہادر حکیم احمد شجاع کے بزرگوں میں
سے ایک شخص علیم اللہ ارشاد شاگرد خود کی فرمائش پر قصہ چار درویش اپنے
آبائی دیوان خانے میں محلہ کھاری کھوہی میں واقع ہے اور جہاں اب
بازار حکیماں آباد ہے متمکن ہو کر اپنے جوانا مرگ برادر سکندر شاہ کی وفات
کا غم غلط کرنے کے لئے اردو نظم میں لکھنا شروع کیا ۔ فرمائشی الفاظ اس نظم
میں یوں ادا کئے گئے ہیں ۔

یہ قصہ جو ہے چار درویش کا　　اگر نظم ہو تو بہت ہے بجا
ولیکن ہو اردو زباں میں بیاں　　کہ بھاتی ہے ہر ایک کو یہ زباں

یہ قصہ بھی میں نے طاق نسیاں میں رکھا ہوا تھا۔ خیال یہ تھا کہ یہ میرے علم میں کیا اضافہ کر سکتا ہے۔ مگر اب جو مطالعہ کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس زمانے کے لوگ پختہ علم تھے۔ حضرت مراد نے ۲۷ برس کی عمر میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ مجھے ۵۸ سال کا مسن ہونے کے باوجود بھی معلوم نہ تھے۔ چنانچہ وہ الفاظ میں نے لغات میں دیکھے۔ شیرانی صاحب سے پوچھے اور پیر شو بیا موز کے اصول پر عمل کرتے ہوئے اپنے علم میں اضافہ کیا۔ وہ الفاظ جن اشعار میں آئے ہیں۔ انہیں آپ بھی ملاحظہ کرکے میری طرح اپنے علم کو ترقی دیں

۱　اگر اس کی رحمت کا ابر بہار　　برستا رہے باغ پہ بار بار
۲　نہ ہووے خزاں گل رہیں ڈہڈہے　　چمن میں کریں بلبلیں چہچہے
۳　کہاں تو مراد اور کہاں یہ بیاں　　یہ میداں وسیع اور تو ناتواں
۴　سمجھ تو نہ دیوانہ وار اس میں دوڑ　　رہیں گا کہیں آہ آخر کو تھوڑ

خط کشیدہ الفاظ میرے لئے نئے تھے۔ پہلے کے معنی ترو تازہ معلوم ہوئے اور دوسرے کے واماندہ یعنی رہ چکا ہوا اور یا شکستہ۔

۵　بہ حکم خدا روم سے تا بہ شام　　تصرف میں تھا ملک اس کے تمام
۶　ہزاروں پیادے تھے لاکھوں سوار　　بہیر اور بنگاہ کا کیا شمار

خط کشیدہ الفاظ کے معنی شاگرد پیشہ اور خیمہ و خرگاہ معلوم ہوئے۔

۷　شب و روز عشرت میں مصروف تھا　　سوا اس کے جو تھا وہ موقوف تھا
۸　یہ اڑ دو رہا راگ اور رنگ کا　　کہ نام و نشاں نام اور ننگ کا
۹　یہاں تک اڑایا کہ چھوٹے بڑے　　مرے نام سے ننگ کرنے لگے

اردو کے معنی اس لغات میں جو میرے پاس تھی نہیں ملے میرے خیال میں یہ پنجابی لفظ ہے جو ہمارے ہاں افراط کے معنی میں بولا جاتا ہے مثلاً ہم کہتے ہیں۔ توں اس چیزتوں کی اُڑ دو لا دتا اے۔ یعنی تونے اس شے کو فضول خرچ کرنا شروع کر دیا ہے

۱۰ مرے گھر سے جب سب کئے ایڑکر تو بیٹھا کو اڑا اپنے میں بھیڑ کر

شیرانی صاحب نے فرمایا ہے کہ ایڑکر صحیح ہے۔ گھوڑے کو ایڑ لگانا بولتے ہیں معنی یہ ہوے کہ دوست مال کھا اڑا کر بھاگ گئے۔ بھیڑکر بہ معنی بند کرکے

۱۱ کڑافے لگے ہونے اوپر تلے جو اس اپنے سب منتشر ہو چلے

کڑافے کے معنی تحقیق نہیں ہوئے۔ غالباً فاقے ہونگے۔ اوپر تلے سے مراد یکے بعد دیگرے۔

۱۲ چلا چڑھ کے گھوڑے پہ در کی طرف مسافر جوں آتا ہے گھر کی طرف

۱۳ سرتل پہ گھوڑا اندھیری لگا یونہی چاندنی میں کھڑا کر دیا

اندھیری اس چمڑے کے چشمے کو کہتے ہیں جو گھوڑوں کی آنکھوں پر چڑھا دیتے ہیں۔ میں اس کا ترجمہ چشم پوش کرتا ہوں۔ اندھیری کے ساتھ چاندنی کیا خوب استعمال ہے۔

۱۴ لگو مجھ کو آگ اور وطن کو مرے تو کہ ایسے نازک بدن کو ترے
کیا زخمی کس سخت کافر نے آہ یہ حالت تری کس نے یوں کی تباہ

لگو بہ معنی لگے ظاہر ہے۔ مگر یہاں یہ لفظ بہت پیارا معلوم ہوتا ہے۔

۱۵ جہاں حضرت عشق سر آئے ہے وہاں عقل کا پیش کیا جائے ہے

۱۶ جہاں عشق آ کار پرداز ہو وہاں عقل کس طور دم ساز ہو

۱۷ یہ ہیں حضرت عشق کے کرتے دھنے ابھی دیکھئے! اور کیا کیا بنے

کٹ خنے کے معنی لچھن ۔ پیش فدکر باندھا گیا ہے ۔

۱۸ ہوئی شب رواں اپنا دامن سمیٹ ٹلکنے لگا ماہ بھی مونہہ لپیٹ

۱۹ کسی شہر میں بیٹھ کیجے علاج پڑو بھاڑ میں اور سب کام کاج

شٹکنا ۔ آہستہ آہستہ چلتے بننا ۔ کھسکنا + پڑو بھی لگو کی طرح بہت پیاری بولی ہے

۲۰ پلنگ پر بچھونا بچھایا شتاب لے آہستہ اوس کو لٹایا شتاب

۲۱ جو دیکھوں تو حالت بدن میں نہیں کہیں نام کو خون تن میں نہیں

میں نے پہلے خیال کیا کہ کاتب کی غلطی سے حالت بجائے طاقت لکھا گیا ہے مگر لغات دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ لفظ بہ معنی طاقت بھی مستعمل ہے ۔ اپنی جہالت پر افسوس ہوا ۔

۲۲ وہ تیوری چڑھا اور ماتھا سکوڑ تھتھا مونہہ کو جاتا رہا پیٹھ موڑ

ماتھا سکوڑنا اور منہ تھتھانا بھی میرے لئے نئے الفاظ تھے معنی ظاہر ہیں ۔

۲۳ لگا دیکھنے کے ذریعہ ہر ایک کے نہورے اُٹھائے بد و نیک کے

پنجابی میں نہورا بہ معنی طعنہ مستعمل ہے ۔ مگر یہاں بہ معنی احسان ہے ۔

۲۴ لگا دیکھنے کھول وہ رشک خور زر سرخ سے تھا وہ مسقاب پُر

مسقاب لغات میں نہیں ملا شیرانی صاحب نے بتایا ہے قاب مس یعنی چاندی کا تھال

۲۵ پلنگ پر لگا کہتی پائی کے ساتھ تلے اپنے رخسار کے کرکے ہاتھ

میں تحقیق نہیں کر سکا کہ پائی ہندوستان میں بھی مستعمل ہے یا یہاں پنجابی لفظ استعمال کیا گیا ہے ۔

۲۶ لگے آئینے قد آدم تمام دروں پر طلا اور مینا کا کام

پہلا مصرع مجھے یاد ہے کہ اس سے پہلے میں نے ایام طالب علمی میں کورس میں پڑھا تھا ۔ معلوم نہیں کہ اس شاعر کو توارد ہوا ہے یا حضرت مراد کو گاؤں

میں رہ کر دونوں کے زمانے کی تحقیق بھی نہیں کر سکتا۔ حضرت مراد ۱۲۱۵ھ ۱۸۰۰ء میں فوت ہوئے تھے۔

۲۷ کھڑا ایک کنڈلا ہے خدام کا — بمقر مکاں جس میں ہے عام کا

کنڈلا بہ معنی حلقہ۔ یہ لفظ مجھے پہلے معلوم نہ تھا۔

۲۸ ہٹا جب میں پیچھے تو آگو ملا — مرے کان میں جھک کے کہنے لگا

آگو کے معنے آگے یا سامنے کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں۔

۲۹ غرض بادشاہی گھروں کے قریب — بڑا گھیر تھا اور مکان عجیب

گھیر بہ معنی احاطہ۔

۳۰ بنا عاج کا بنگلہ تھا وہاں — اشارت مجھے کی کہ بیٹھو یہاں

بنگلہ یہاں مشدد گاف کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق کرنا ہے کہ یہ لفظ انگریزی (BENGALOW) سے مشتق ہے یا انگریزی دانوں نے ہمارے ہاں سے لیا ہے۔ مراد شاہ کے عہد میں انگریز ہندوستان میں آئے ہوئے تھے چنانچہ وہ نامہ بداں میں فرماتے ہیں۔

آں فرنگی جوان سنگین دل — بہ جگر زد تفنگکے چقماق

۳۱ وہاں ساز عشرت بجایا کریں — یہاں اور کٹھ راگ گایا کریں

کٹھ راگ کے معنی الجھیڑے والی لکھے ہیں۔

۳۲ نہ سمجھو کہ اس کل میں کل اور ہے — کوئی آہ کل کو خلل اور ہے

۳۳ یہ ہنسا دیں کل رولا دیگا آہ — یہ کل کل کون کلکل مچا دیگا آہ

۳۴ خواصوں سے پوچھا کہ کیا شور ہے — لگیں کہنے یہ تو کوئی زور ہے

کل گنجے۔ پرزے۔ فردا۔ فساد اور چین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے زور کے معنی شیرانی صاحب نے بتائے تھے یاد نہیں رہے۔

۳۵ غرض رفتہ رفتہ یہ ٹھہرا عمل — کہ بیکل ہو دل گر نہ آئے وہ کل

۳۶ وہ دونوں بہم کر رہے راؤ چاؤ — مجھے ایک سے ایک سینے میں گھاؤ

راؤ چاؤ۔ پیار محبت اور عیش سے مراد ہے۔

نوٹ پہلے درویش کی داستان میں جو تقریباً ایک ہزار اشعار پر مشتمل ہے میں نے یہ نئے الفاظ لکھے ہیں۔ جو لفظ تحقیق طلب ہیں امید ہے کہ ان کے متعلق اڈیٹر صاحب روشنی ڈالیں گے (نامی)

اوراق منفصلہ کا تتمہ

(از ادارہ)

مرے گھر سے جب سب گئے ایڑ کر — تو بیٹھا کو اڑ اپنے میں بھیڑ کر

ایڑ کرنا سے بھاگ جانا مراد ہے اور بھیڑ کر کے معنی ہیں بند کر کے۔ ذوق کی کی ایک غزل میں ہر دو الفاظ کی سند ملتی ہے ؎

عمر رواں کا توسن چالاک اس لئے — تجھ کو دیا کہ جلد کرے یاں سے ایڑ تو

جو سوتی بھیڑ باعث غوغا جگائے پھر — دروازہ گھر کا اس سگ دنیا سے بھیڑ تو

۲ کڑانے لگے ہونے اوپر تلے — حواس اپنے سب منتشر ہو چلے

کڑانے سے فاقے مراد ہے اوپر تلے سے یکے بعد دیگرے کے معنی پیدا ہوتے ہیں

۳۔ بھیر اور بنگاہ مشہور الفاظ ہیں۔ دربار اکبری میں بھی آزاد مرحوم نے یہ الفاظ استعمال کئے۔ ملاحظہ ہو بیان راجہ بیربر۔ معنی وہی ہیں جو فاضل مضمون نگار نے تحریر کئے ہیں۔ بنگاہ فارسی میں بہ معنی خانہ (گھر) آتا ہے۔ خیمے بھی فوجیوں کے گھر ہی ہوتے ہیں۔ "غمت بہ شہر شبخوں زنان بہ بنگہ خلق۔"

۴ لگا دیکھنے در پہ ہر ایک کے — نہورے اٹھائے بد و نیک کے

نہورا۔ طعنہ اور احسان دونوں کے معنی میں آتا ہے مضمون نگار نے یہاں احسان کے معنی عاید کئے ہیں حالانکہ طعنہ کے معنی زیادہ چسپاں نظر آتے ہیں

جو شخص در در پھرتا اور تانک جھانک کرتا ہو۔ اس پر ہر اچھے برے آدمی کا طعنہ زن ہونا یقینی امر ہے۔ پس دوسرے مصرع کے معنی یہ ہوئے کہ ہر اچھے برے آدمی کے طعنے سہے۔

۵ لگے آئینے قد آدم تمام ۔ یہ مصرع مثنوی سحرالبیان کا ہے ۔ جو نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھی گئی ۔ نوارد کس کو ہوا اس کا فیصلہ مراد اور میر حسن یا سال تصنیف مثنوی سحرالبیان اور سال تصنیف قصہ زیر بحث سے ہو سکتا ہے ۔

۶۔ کھڑ راگ ۔ یہ وہی لفظ ہے جسے آجکل کی زبان میں کھڑاگ بولتے ہیں ۔ بہ معنی نغمہ ناساز ۔ مثال "تم نے یہ کیا کھڑاگ چھیڑ دیا"

۷ ۔ آگو ہندی الاصل ہے بمعنی آگے یا سامنے کے نہیں ۔ بلکہ خاطر و مدارات کے ہیں ۔ پنجابی میں بھی انہیں معنوں میں مستعمل ہے ۔ مثال ۔ گھر میں تو سب بیمار پڑے تھے مہمان کو آگو کون لیتا ۔

ہٹا جب میں پیچھے تو آگو ملا مرے کان میں جھک کے کہنے لگا

مطلب یہ ہوا کہ جب میں پیچھے ہٹ گیا تو وہ خاطر مدارات سے پیش آیا ۔ اور میرے کان میں جھک کر یہ بات کہی ۔

مدرسہ و مرغبانی

اس سے قبل مرغبانی پر ایک مضمون رسالہ ماہ خورداد تیر ۱۳۵۳ ف میں شایع ہو چکا ہے

ہمارے ملک ہندستان میں (۷۵) فیصدی زراعت پیشہ لوگ آباد ہیں چنانچہ اسی نظریہ کے تحت ہندوستان کو زراعتی ملک کہا جاتا ہے۔ مزارعین کو اپنے پیشہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ مند بنانے کے لئے موسمی بارش اور موزوں آب و ہوا کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بعض وقت بارش کم ہوا کرتی ہے۔ بعض وقت بارش کم ہوتی ہے یا غیر ہنگامی طور پر مینہ برس پڑتا ہے جس سے مختلف متعدی امراض پھیل جاتے ہیں اور کئی بدنصیب خاندان اس کے نذر ہو جاتے ہیں۔ اہر تو اور وقت پر کھانا تک میسر نہیں آتا ہزاروں ایکڑ زمین بغیر کاشت کے پڑی رہتی ہے۔ فلاکت اس نوبت پہ درجہ بدرجہ پہنچاتی ہے کہ رہنے کے لئے ٹھکانا تک نہیں رہتا۔ ایسے وقت دیہاتی دھندے کی سخت ضرورت ہے۔ دیہاتی دھندوں میں اول کاشت دوم مرغبانی۔ بافندگی و ٹوکریاں بنانا۔ بکری گائے بھینس پالکر دودھ فروخت کرنا بھی دیہی دھندوں کی شاخیں ہیں۔

مرغبانی میں ابتدائی خرچ کم ہوتا ہے۔ ایک دیہی مرغی جس کے نیچے ۷ یا ۸ انڈے سینے کے لئے کافی ہیں اس سے دوم درجہ کا دھندا شروع کر سکتے ہیں، چنانچہ اس میں حسب ذیل سہولتیں اور فوائد حاصل ہیں۔

فوائد مرغبانی (۱) نگرانی کے لئے کوئی اخراجات نہیں ہوتے۔ گھر کے بال بچے

اس کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں (۲) مرغی خانہ سے بہت جلد فائدہ حاصل ہوتا ہے اور محسوس طور پر بغیر کسی مدت مدید کا انتظار کئے ہوئے ترقی کر سکتے ہیں انڈوں سے نکلے ہوئے بچے سات ماہ میں انڈے دینے اور کاٹنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور یہ انڈے سے نکلتے ہی بیٹ کرنا شروع کر دیتے ہیں جو ساتھ ہی کھاد کا کام دے سکتی ہے (۳) انسان کے لئے مرغی کا گوشت اور انڈے مفید خوراک ہیں۔ جس کو ڈاکٹر پسند کرتے اور مفید مانتے ہیں قوت بڑھانے والے اجزا زیادہ مقدار میں موجود رہتے ہیں۔ (۴) ایک مرغی صرف انڈوں سے سال میں چار روپیہ کماتی ہے (۵) دل بہلانے کے لئے اس سے بہتر دھندہ کوئی اور نہیں (۶) زراعت پیشہ حضرات کو چھ مہینے زراعتی کام رہتا ہے اور چھ ماہ بیکاری میں کٹتے ہیں ان ایام میں مرغیوں کا دھندہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ زراعت پیشہ حضرات کے پاس کافی زمین ہوتی ہے اس لئے انہیں مرغیوں کے رکھنے میں نسبتاً اوروں سے زیادہ سہولت حاصل ہے مرغیوں سے کھاد بھی حاصل کی جا سکتی ہے مرغیوں کو دانہ بھی آسانی سے مل سکتا ہے۔ مرغیاں پالنے میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ وہ کھیت میں کے تمام زہریلے کیڑے کھا جاتی ہے۔ جو دانہ بیکار کھیت میں گر جاتے اور پڑے پڑے خراب ہو جاتے ہیں اس کو بھی چن کر کھا جایا کرتی ہیں جو کہ ایک نقصان کی صورت کو فائدہ میں منتقل کرتی ہیں۔

چونکہ ہمارے ملک کے کاشتکار اس سے واقف نہیں ہیں کہ آیا انہیں زراعت کے ساتھ اور کیا کیا کرنا چاہئے جس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہو اور نہ ان کو بتانے سے ہی وہ سمجھتے ہیں اس لئے عہدہ داران تعلیمات و زراعت نے اس فن کو اپنے اپنے یہاں رائج کیا تاکہ وہ بڑھنے والی

پود اور آنے والی نسل اس سے تربیت پاکر باقاعدہ فائدہ حاصل کرے
اور ملک کی بیروزگاری میں کمی بھی ہو چنانچہ ہمارے ملک کے مدارس میں چند
فنون ایسے قایم کئے گئے ہیں جس سے آج کے بچے کل کے جوان آئندہ روزی
کمانے میں دشواریاں محسوس نہ کریں۔ مثلاً نجاری بید بافی خیاطی وغیرہ ان
فنون میں گو کافی ترقی ہوتی ہے لیکن اگر تمام تر لوگ مندرجہ بالا ہی فنون سیکھتے
رہیں تو بیچارے کسان اپنے فن کو ہاتھ سے چھوڑ دیں گے جس کا آئندہ
نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارا ملک بجائے زراعتی کہلانے کے صنعتی ہو جائے گا
بجائے اس کے کیا بہتر ہوگا کہ ہمارا ملک ہر دو نظروں سے دیکھا جائے فنی
بھی ہو اور زراعتی بھی۔ یہی وہ نقطہ نظر ہے جس سے مدارس میں فن مرغبانی
و باغبانی رائج کی گئی ہے۔

مدرسہ میں مرغبانی ہم یہ مانتے ہیں کہ اس فن کی طرف کسانوں کا راغب
ہونا یا اپنے بچوں کو اس فن کے سیکھنے کے لئے ترغیب دینا ذرا دشوار ہے
لیکن ہمیں امید بھی ہے کہ یہ رفتہ رفتہ ہماری طرف خود بخود راغب ہو جائیں گے
جبکہ وہ خود دیکھ لیں گے کہ ہم اپنے مدرسہ میں کس حدتک ترقی کر سکتے ہیں
لڑکوں کو سکھانے سے نہ سرکار ہی کا کوئی خاص فائدہ ہے نہ مدرسہ کا بلکہ انہیں
کسانوں کا جو کہ آج کے بعد کل ایک اصول پر اپنی اولاد کو کام کرنے اور زیادہ
فائدہ اٹھانے دیں گے تو ایسے ہی خوش ہونگے جیسے کہ ایک فاتح اپنی فتح
پر خوش ہوتا ہے۔ یہ ہوئی دیہی کسانوں کی ضروریات پر نظر۔ اب ہم شہری
ضروریات اور مرغبانی پر نظر ڈالتے ہیں۔

اکثر مکانوں میں یا ان مقامات پر جہاں مکان کے ساتھ ساتھ تھوڑی
زمین ہو مرغبانی کا کرنا نہ صرف گھر کی زینت میں چار چاند لگاتا ہے بلکہ آمدنی

کا ایک وسیع ذریعہ و کفایت شعاری کا ایک کھلا ہوا سبق ہے اب یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ؟ جس کا آسان جواب یہ ہے کہ یقینی آپ کے گھر میں دو چار انڈے ضرور صرف ہوتے ہوں گے ۔ مرغیوں کے پالنے سے انہیں خریدنے کی ضرورت نہیں اگرچکیہ وہ خرچ نہ ہوتے ہوں تو کم از کم فروخت ہی کرنے سے مکان کے وہ بالائی اخراجات مثلاً گوشت ترکاری وغیرہ کے اخراجات کی تکمیل ضرور کرتے ہیں ۔ لیکن یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بیچاری عورتیں مرغیوں کو بہ نظر کفایت اخراجات پالتی ہیں مگر ظالم مرد ہر وقت انہیں ذبح کرنے کی فکر میں رہکر موقع کے طالب رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی کاٹنے پر تل جاتے ہیں اگر گھر والی روکے تو ایک جنگ شروع ہو جائے اس لئے آجکل عورتیں تو پالنا ہی چھوڑ رہی ہیں کہ مرغیاں پالکر جھگڑا کون مول لے کیا ہی بہتر ہوتا کہ ظالم مرد پہلے ہی یہ خیال کرتے کہ یہ گھر کے اخراجات میں کمی کر رہی ہیں ان سے ہماری منفعت ہے ہمیں مرغیوں کی پرورش میں عورتوں کا اور ہاتھ بٹانا چاہئے ۔

پٹنچرو میں مرغبانی زیادہ عمر کے لوگوں کو سمجھانے اور بتانے کے لئے مرکز ترقیات دیہی قصبہ پٹنچرو کے تحت باغبانی کے ساتھ ساتھ مرغبانی کا ایک اہم شعبہ بطور نمونہ قایم کیا گیا ہے ۔ لیکن ہمارے سررشتہ تعلیمات نے جہاں طلبہ کی دماغی اور جسمانی نشو و نما اور تربیت کا بیڑہ اٹھایا ہے ۔ وہاں گھریلو اخراجات میں کفایت پیدا کرنے کے طریقے بتانا اور مزید آمدنی کی راہ نکالنے کے لئے باغبانی اور مرغبانی کے شعبے بھی نصاب میں شریک کرکے مدرسہ تحتانیہ قصبہ ہذا پر ایک صنعتی معلم رکھ کر اس کی تعلیم کے کثیر اخراجات برداشت کرکے معقول انتظام فرمایا ہے تجربہ شاہد ہے کہ ہمارا عملی پہلو ہر دو شعبوں میں طلبہ کی دلچسپیوں کو دن بدن بڑھاتا جا رہا ہے

بعض حضرات ایک دو انگریزی کتب دیکھ کر اس فن کو ایک بڑے یا چھوٹے پیمانے پر قایم کر کے نقصان اٹھاتے ہیں اور فن ہذا کو بدنام کرتے ہیں ایسے لوگوں سے میری التجا ہے کہ وہ ازراہ کرم عملی تربیت حاصل کئے بغیر محض تصانیف دیکھکر اس فن کو شروع کر کے بدنام نہ کریں۔ بلکہ ہم سے جو امور استفسار طلب ہوں لکھکر اپنی تشفی حاصل کر لیں اور بہتر تو یہ ہے کہ کسی مرغی خانہ میں عملی تجربہ حاصل کریں مرغبانی کے کاروبار میں ہر ماہر کا جدا جدا خیال ہوتا ہے۔ مگر اتنا بھی نہیں جیسا کہ اصول مرغبانی میں ایک مرغی کے نیچے اتنے انڈے بٹھانا چاہئے جتنے کہ اس کے پروں میں چھپ جائیں۔ کوئی کہتا ہے ایک مرغی بیس انڈے سیتی ہے ایک کہتا ہے چار۔ ہر دو کی اختلاف رائے سے بیچارے پریشان ہو جاتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں کیا ہی بہتر ہوتا عملی تجربات سے انڈوں کے سینے چوزوں کی نگہداشت اور پرورش ان کی بیماریوں کے اندفاع کے علاج اچھی نسل پیدا کرنے کے طریقوں سے اپنی معلومات میں روشنی بہم پہنچائیں۔

نصابِ مرغبانی

مرتبہ "دیہات کا مظاہراتی مرکز" "وائی ایم سی اے مارتنڈم"

۱۔ فوائد مرغبانی

۲۔ مرغی خانہ ان کے نقشے اور تعمیر

۳۔ مرغیوں کے دڑبے۔ ان کے پیمانے اور تعمیر

۴۔ مرغیوں کی نسلیں، پرندوں کی اقسام اور ان کی امتیازی خصوصیات

ا۔ نسلیں جو محض گوشت کھانے کے لئے پالی جاتی ہیں۔

ب۔ نسلیں جو محض انڈے حاصل کرنے کی غرض سے پالی جاتی ہیں۔

ج. نسلیں جو گوشت اور انڈے دونوں سے استفادہ کرنے کی غرض سے پرورش کی جاتی ہیں۔

د. نسلیں جو محض نمایشی ذوق کے لئے پالی جاتی ہیں۔

۵. مرغیوں کا انتخاب

۶. عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لئے جوڑیوں کا ملاپ — چند متعلقہ اور قابل یادداشت اہم امور۔

۷. افزایش اور نگہداشت کے بہترین طریقے۔

ا درجہ بندی

ب اصل پرندوں کی افزائش

ج بلحاظ نسل افزائش

د دو تھلے پرندوں کی افزایش

ھ نسل در نسل پرورش

ی جوڑیوں کی مخلوط پرورش

۸. عمدہ نتائج حاصل کرنے کے لئے غذا کا دینا۔ پرندوں کی غذائیں اور تحلیل بلحاظ غذائیت پروٹیڈس اور کاربوہیڈریٹس کی اہمیت پرندوں کی متوازن خوراک۔

۹. ہمہ اقسام کے معلومات انڈوں سے متعلق:۔

ا. انڈوں کے مشتملات

ب انڈوں کی ساخت اور افزودگی و بالیدگی

ج انڈوں کی حفاظت

۱۰ انڈے سینے کے قدرتی طریقے۔

ا عمدہ ڈربہ کس طرح بنایا جائے اس کا طریقہ

ب انڈوں پر بیٹھنے والی مرغی کا انتخاب کیسے کیا جائے۔

ج انڈوں کو کس طرح ترتیب کے ساتھ جمایا جائے اس کا طریقہ

د انڈوں پر بیٹھنے والی مرغی کی احتیاط اور اہتمام

۱۱۔ انڈے سینے کے مصنوعی طریقے۔

ا (INCUBATOR) انڈے سینے والی مشین کے فوائد بمقابلہ کڑک مرغی کے

ب انڈے سینے والی مشینوں کے اقسام

ج انڈے سینے والی مشین کے تیار کرنے کا طریقہ

د انڈے سینے والی مشین کا استعمالی طریقہ

۱۲۔ مصنوعی مشین سے پیدا کردہ چھولیں اور چوزوں کی پرورش

۱۳۔ مرغ کو آختہ کرنے سے متعلق:۔

ا۔ آختہ کرنے کے فوائد۔

ب ایک بالیدہ مرغ کو کیسے آختہ کیا جائے (طریقہ)

۱۴ پرندوں کو موٹا کرنے کے طریقے

۱۵ مرغیوں کے امراض۔

ا پرندوں کا علم الاجسام

ب اسباب۔ علامات اور مرغیوں کے چند عام امراض کے علاج

۱۶۔ پرندوں کا بعد از مرگ جسمانی امتحان۔

۱۷۔ مرغبانی سے متعلق رکارڈ رکھنا۔

۱۸۔ ہندوستانی دیہات میں مرغبانی کو کیسے ترقی دی جاسکتی۔

جلسہ سالانہ عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ

سنہ ۱۳۵۱ف

اس سال کے جلسہ سالانہ کی دو بڑی خصوصیتیں رہیں پہلی تو یہ تھی کہ جناب صدر اعظم بہادر ہز اکسلنسی سر احمد سعید خانصاحب نواب چھتاری نے اس کی صدارت قبول فرما کر اور جلسہ میں شرکت کے بعد انعامات تقسیم فرما کر عزت افزائی فرمائی دوسری اس کی نمائش تعلیمی تھی جس میں موجودہ جنگ اور ہوائی حملہ سے بچاؤ سے متعلق تدبیروں پر کافی زور دیتے ہوئے مفید معلومات بہم پہنچائے گئے تھے اس اس جلسہ کے تمام پہلوؤں پر مندرجہ ذیل تقاریر سے مزید روشنی پڑیگی

مدیر

تقریر عالیجناب نواب سر صدر اعظم بہادر

نواب مہدی یار جنگ بہادر، خواتین و حضرات!

میں مولوی سجاد مرزا صاحب کا بدل ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھے آج یہاں شرکت کی دعوت دیکر ایک ایسی جماعت سے ملنے کا موقع دیا جس کے افراد اپنی عمر کو اپنے ملک کے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کرنے

کا ارادہ کر چکے ہیں اور اس تقریب کی بدولت ایک ایسے ادارہ کی سرگرمیوں
سے واقفیت حاصل کرنے کی مسرت حاصل ہوئی جو ایسے لوگ پیدا کر رہا ہے کہ
جن کے ہاتھوں ہمارے بچوں کی تعلیم کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

خواتین و حضرات - انتہائی ناشکر گذاری ہوگی اگر میں سب سے پہلے
اس ادارے کے بانی نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم کے شاندار
کارناموں کی جانب اشارہ نہ کروں اس ملک کے لئے نواب صاحب مرحوم و
مغفور کی قیمتی خدمات اس درجہ وقیع ہیں کہ ان کا کسی ایک تقریر میں بیان
کرنا آسان نہیں ابھی چند روز ہوئے مجھے کتب خانہ آصفیہ کے دیکھنے کا اتفاق
ہوا جس کا وجود اہل حیدرآباد کے لئے بجا طور پر مایۂ ناز خیال کیا جا سکتا ہے وہ
بھی نواب صاحب مرحوم ہی کی توجہات اور علم دوستی کا نتیجہ ہے اور آج میں
اس ادارہ میں حاضر ہوا ہوں جو اپنے وجود کے لئے اس دوربین نگاہ کا
مرہون منت ہے۔ نواب صاحب نے نہ صرف یہاں کے انتظامی اور تعلیمی امور
میں ترقی کی راہیں کھولیں بلکہ جو اس سے بھی بڑا کام مرحوم کے ہاتھ سے انجام
پایا وہ یہ تھا کہ انھوں نے اپنے ذاتی کردار سے اعلیٰ اور مضبوط سیرت اور پاکیزہ
اخلاق کا ایک ایسا قابل تقلید نمونہ پیش کیا جو مملکت کے لئے ایک دلیل ہدایت
اور مرحوم کے پسماندگان کے لئے ہر آئینہ چراغ راہ ثابت ہوا ہے۔ مجھے مسرت
ہے کہ ان کے مایۂ ناز فرزند اور میرے لائق اور فاضل دوست نواب مہدی یار جنگ بہادر
اس وقت ہماری ریاست کی تعلیمی کشتی کے ناخدا ہیں اور جو درخت ان کے والد
مرحوم نے اب سے ۵۰ سال قبل اپنے زمانہ میں نصب کئے تھے ان کی آبیاری
کی خدمت کے فرائض بڑی عمدگی اور خوبی سے انجام دے رہے ہیں اس سے بہتر
جانشین ملنا ناممکن تھا میری دلی دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ نواب صاحب موصوف کو

عرصہ دراز تک قایم اور تندرست رکھے۔

جیسا میں ابھی عرض کر چکا ہوں یہ ادارہ ان لوگوں کی تعلیم اور تربیت کا گہوارہ ہے جو ہمارے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں خشت اول رکھتے ہیں۔ ان کی ذمہ داریاں کسقدر اہم ہیں مجھے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں اگر غلطی سے یہ خشت اول خمیدہ رکھی گئی یا ٹیڑھی ہوگئی تو پھر پوری عمارت ہمیشہ کیلئے ٹیڑھی ہو جائیگی آج ان تلامذہ کو جو کل آگے چلکر اساتذہ بننے والے ہیں بچوں کی تربیت ان کے مزاج کی افتاد اور ان کے نفسیات پر کامل عبور ہونا چاہئے انھیں محض پڑھنا اور لکھنا سکھا دینا کافی نہیں ہے بلکہ اصلی ضرورت اس کی ہے کہ ان میں صحیح کردار اور اچھی سیرت پیدا کی جائے اور ان میں وہ جوہر سلیم پیدا کیا جائے جس کی بدولت ان میں چیزوں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کرنے کی استعداد پیدا ہو اور وہ خدا ترس انسان اور اچھے اور مفید شہری بن سکیں اس سلسلے میں میں یہ بھی عرض کرونگا کہ انھیں اپنے اس مقصد کے حصول میں کبھی کامیابی نہوگی خواہ ان کی علمی قابلیت کتنی ہی مسلمہ کیوں نہ ہو جب تک انہیں اطفال ملک کے ساتھ وہ گہرا تعلق نہ ہوگا جو ماں باپ کو اپنے بچوں کے ساتھ ہوتا ہے اگر یہ کیفیت ان میں پیدا ہوگئی ہے تو یقیناً وہ ایک کامیاب استاد ثابت ہوں گے لیکن جو لوگ اس سے بے بہرہ ہیں ان کے لئے بچہ کی ذہنیت ہمیشہ ایک ایسی غیر مانوس کتاب کے مانند ہوگی جس کے مضمون کو سمجھنے پر وہ کبھی قادر نہ ہو سکیں گے۔ لہذا میں عرض کروں گا اس لئے نہیں کہ میرے خیال میں اس چیز کی کمی ہے بلکہ اس لئے کہ ان محسوسات کا صحیح اندازہ کرنا ہمارے اساتذہ کے لئے اتنا ضروری ہے کہ اگر بار بار بھی یہ ان کے ذہن نشین کیا جائے تو نامناسب نہوگا کہ انہیں شروع ہی سے اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ کس نوعیت پر ایک بچے کی تعلیم

اور تربیت کی نشو و نما کرنا چاہتے ہیں انہیں شروع ہی سے بچے کے دماغ میں اپنے ملک کی محبت، قانون کا ادب و احترام اور اپنے حکمرانوں کی عزت اور اطاعت کے جذبات پیدا کرنے چاہئیں۔

مولوی سجاد مرزا صاحب نے اپنی تقریر میں مسئلہ تعطیلات کا بھی ذکر کیا ہے میں اسے خود محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے ہاں تعطیلات سب جگہ سے زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ نہ صرف حکومت سرکار عالی کے زیر غور ہے بلکہ یہاں کی پبلک کی بھی توجہ کا محتاج ہے کہ وہ اس اقتصادی تقابل کے زمانے میں اپنے ملک کے سال میں کتنے روز کام کرنے کے لئے رکھنا چاہتے ہیں۔

خواتین وحضرات مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ آپ نے اس ادارہ میں جماعت اناث بھی قائم کی ہے جس کی تعلیم بذریعہ معلمات ہوتی ہے۔ یہ بڑا مبارک اقدام ہے۔ اس لئے کہ میرے خیال میں چھوٹے بچوں کی تعلیم کے لئے اچھے معلم سے زیادہ اچھی معلمات درکار ہیں اور اگر وہ اسی مادری شفقت کے ساتھ جو قدرت نے ہر خاتون کے دل میں ودیعت کی ہے ان بچوں کی تعلیم اپنے ہاتھ میں لے لیگی تو یقیناً بہتر نتائج مترتب ہونگے۔ میں ایک بار آخر میں پھر مولوی سجاد مرزا صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انھیں ان کی کامیابی پر مبارک باد دیتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس درسگاہ کے پرنسپل کی حیثیت سے ایک بہت بڑی ذمہ داری کے حامل ہیں۔ اس لئے یقین ہے کہ وہ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں گے کہ ہماری آئندہ نسلوں کی ترقی ان کی توجہ اور کوششوں کی مرہون منت ہوگی۔

تقریر عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات

عالیجناب نواب سر صدر اعظم بہادر معزز خواتین و حضرات! سب سے پہلے میں نواب سر صدر اعظم بہادر کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج آپ نے یہاں قدم رنجہ فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی آپکی تشریف آوری اس کالج کی بڑی ہمت افزائی کا باعث ہوئی۔

اس کے بعد میں چند الفاظ اس مقابلے کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں جو میں نے مقرر کیا ہے۔ عموماً اس موقع پر میں انگریزی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا کرتا ہوں لیکن اب اردو کا اس قدر رواج ہو گیا ہے کہ مجھے بھی آج اردو ہی میں کہنا پڑ رہا ہے (ہنسی) غالباً یہ پہلا موقع ہے کہ میں اس کالج کے جلسہ میں آپ حضرات کو اردو زبان میں مخاطب کر رہا ہوں اب سے ۶ یا ۷ برس پہلے جب میں اس سررشتہ کا صدر المہام مقرر ہوا تو مجھے سب سے پہلے یہ محسوس ہوا کہ اساتذہ کو اپنے فن سے دلچسپیوں میں اضافہ پیدا کرنا نہایت ضروری ہے اساتذہ کے بہت سے فرائض ہیں۔ پڑھانا ان کا سب سے بڑا اور مستقل فرض ہے اور اس سے دلچسپی اور واقفیت اساتذہ کے لئے ضروری ہے۔ اساتذہ کو اپنے اس سب سے بڑے فرض سے دلچسپی پیدا کرنے اور اس کے متعلق پوری پوری واقفیت حاصل کرنے کی ترغیب دینے کے لئے میں نے ایک امتحان مقابلہ مقرر کیا یہ مقابلہ کا امتحان اپنی نوعیت کا انوکھا امتحان ہے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ اس کالج کے سالانہ امتحان میں جو اساتذہ اول آتے ہیں اس میں سے پہلے چار کا انتخاب کر لیا جاتا ہے۔ مقابلہ میں شرکت لازمی نہیں بلکہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ ان منتخب شدہ اساتذہ کو کالج میں جمع کیا جاتا ہے۔ ان بیچاروں کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ ان کو کس مضمون پر سبق دینا ہے ایک گھنٹہ پہلے

ان کو چند مضامین دیدئے جاتے ہیں اور ہر ایک کو ان مضامین سے ایک کا انتخاب کرنا پڑتا ہے اس وقت میں وہ سبق کے متعلق ضروری تیاری کر لیتے ہیں آلات تعلیمی اور دیگر اشیا جو سبق کے پڑھانے میں درکار ہوں وہ سب اگر اساتذہ چاہیں تو طلب کر سکتے ہیں ان کی طلبی پر وہ تمام چیزیں فراہم کر دی جاتی ہیں مدرسین کو خود ہی اسباق کا بھی تصفیہ کرنا پڑتا ہے کہ سبق کس جماعت کو پڑھائیں گے۔ مدرسین کے لئے یہ تصفیہ کرنا کہ کون سبق کس جماعت کے لئے موزوں ہیں نہایت اہم ہوتا ہے۔ مختلف جماعتوں مثلاً پنجم۔ ششم۔ ہفتم وغیرہ کے طلبا کو جمع کر دیا جاتا ہے اور مدرسین جس جماعت کو لینا چاہیں اس جماعت کے طلبا ان کو فراہم کر دئے جاتے ہیں ابتدا میں وہ مدرسہ جہاں مدرسین زیر تربیت مشق کے لئے جایا کرتے تھے یہاں سے تقریباً دو تین میل کے فاصلہ پر تھا اور انھیں طلبا کو موٹر لاری میں سوار کر کے لانا اور لیجانا پڑتا تھا۔ لیکن مولوی سجاد مرزا صاحب کی دلچسپی سے مشقی مدرسہ قریب ہی قایم ہو گیا ہے اور ہمیں اب اس مشکل کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔ میں خود اس مقابلہ کی جانچ کرتا ہوں اور ا مولوی سید علی اکبر صاحب بھی میرے شریک کار رہتے ہیں جب تک مسٹر میکنزی یہاں تھے وہ بھی میرے ساتھ شریک رہا کرتے تھے۔ اس مقابلے میں کامیابی کی شرط نہایت کڑی ہے جب تک کوئی مدرس اس مقابلے میں ۶۰ یا ۶۵ فیصد نمبرات حاصل نہ کرے تمغہ نہیں دیا جاتا چنانچہ ایک آدھ سال ایسا بھی گزرا ہے کہ اس کڑے معیار پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے تمغہ روک لیا گیا۔ میرا یہ طریقہ رہا ہے کہ اس جلسہ میں جبکہ تمغہ دیا جاتا ہے تو میں دئے ہوئے اسباق پر تبصرہ کرتا ہوں تاکہ جو کمزوریاں یا خامیاں سبق کے پڑھانے میں رہ گئی ہوں ان کو اس موقع پر بیان کر دوں اس کے کچھ

دنوں بعد میں نے یہ محسوس کیا جس طرح تعلیم کے عملی پہلو سے دلچسپی اور واقفیت پیدا کرانے کے لئے مقابلہ رکھا گیا ہے اسی طرح اساتذہ کو تعلیم کے نظری پہلو سے دلچسپی اور پورے پورے واقفیت پیدا کرانے کے لئے بھی ایک مقابلہ رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اب تمام نان گزیٹیڈ ٹرینڈ گریجویٹ اساتذہ سے ایک مضمون مقابلہ لکھایا جاتا ہے مضمون کے عنوان میں مقرر کر دیتا ہوں اور اس کو مقامی اخبارات اور تعلیمی رسائل مثلاً حیدرآباد ٹیچر اور المعلم وغیرہ میں مشتہر کر دیا جاتا ہے اس مقابلہ میں اول آنے والے مدرس کو (۵۰) روپیہ کا اور دوم آنے والے کو (۲۵) روپیہ کا انعام دیا جاتا ہے۔ سال گذشتہ اس تحریری مقابلہ کا عنوان یہ مقرر کیا گیا تھا۔

"تعلیم بالغان سے متعلق ناخواندہ سن اشخاص کی نفسیات اور ان اشخاص کو تعلیم دینے کا ایسا طریقہ جو نفسیات مذکور پر مبنی ہو۔

اس مقابلے میں دو مضمون بہت اچھے تھے ایک مضمون زاہد حسین صاحب کا تھا انہوں نے نہایت قابلانہ مضمون لکھا۔ ان کے مضمون سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس مسئلہ کو پوری طور پر سمجھ گئے ہیں طریقہ تعلیم تجویز کیا۔ دوسرا مضمون محبوب خاں صاحب یوسف زئی کا تھا۔ ان کے مضمون سے معلوم ہوتا تھا کہ انھوں نے بہت گہرا مطالعہ کیا ہے اور بہت سی کتابیں دیکھی ہیں لیکن پہلے صاحب نے جو طریقہ تعلیم تجویز کیا وہ بہت بہتر تھا لہذا ان کو پہلا انعام پچاس روپیہ دیا گیا دوسرے کو مبلغ تیس روپیے دئے گئے۔

سال حال لڑکیوں نے غل مچانا شروع کیا پہلے تو انہوں نے کہا کہ ہم بھی گریجویٹ ہیں ہمیں ٹریننگ کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا ہمارے لئے بھی ٹریننگ کا

ایسا ہی انتظام کیوں نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ ذکور کے لئے کیا گیا ہے ہمارے پاس
ان کی اس چیخ پکار کا کوئی جواب نہ تھا (نواب سر صدر اعظم بہادر" ان کی
چیخ و پکار کا جواب دے ہی کون سکتا ہے) ان کی یہ چیخ و پکار ہم پر غالب
آگئی۔ چنانچہ زنانہ کالج میں بی اے کامیاب لڑکیوں کے لئے ٹریننگ کلاس
قایم کردی گئی اور اب ان کے کالج میں بھی عثمانیہ ٹریننگ کالج کے زیر نگرانی
ڈپلوما ان ایجوکیشن کی تعلیم ہو رہی ہے۔ عثمانیہ ٹریننگ کالج میں دو سالہ کورس
قایم کر دیا گیا اور اب ایم ایڈ کی ڈگری یہاں ملسکتی ہے۔ ڈر یہ ہے کہ اب
کہیں لڑکیاں بھی شور نہ مچائیں کہ ان کے لئے بھی ایم ایڈ کی ٹریننگ کا
انتظام کیا جائے۔ (ایک آواز یہ شور تو شروع ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے) تو لڑکیوں
کے لئے بھی ایسا انتظام کرنا ہوگا بالآخر ان کے یہاں بھی یہ انتظام ہو جائے گا
ٹریننگ کے انتظام کے بعد لڑکیوں نے یہ مطالبہ شروع کیا کہ میرے عملی مقابلے
میں ان کو شرکت کا موقع کیوں نہیں دیا جاتا اس کا جواب یہی ہو سکتا تھا
کہ ہمارے لئے فی الوقت یہ تو دشوار ہے کہ ہم ان کو یہاں جمع کرکے مقابلے
کے امتحان میں شریک کرائیں اس سے پہلے بھی لوگ مشہور کر چکے ہیں کہ اس
کالج میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے چنانچہ اس کے متعلق مجھ سے دریافت بھی کیا گیا
تو میں نے یہی جواب دیا کہ معترضین کو بلا کر دکھایا جائے وہ خود اپنی آنکھوں
سے دیکھ لیں کہ عثمانیہ ٹریننگ کالج میں اساتذہ اور معلمات کو باہم تعلیم دیجاتی
ہے یا نہیں۔ غرض یہ کہ لڑکیوں کو عملی امتحان مقابلے میں شریک کرانا تو مشکل
ہے البتہ ایک تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ نظری مقابلے میں ان کو بھی شریک کیا جائے
اگر کوئی لڑکی اچھا مضمون لکھے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو انعام نہ ملے ٹرینڈ گریجویٹ
معلمات کو ہم نے فی الوقت اس حد تک مساوات دیدی ہے۔ آئندہ سال کیلئے

جو مضمون مقرر کیا گیا ہے اس کا عنوان یہ ہے "ہربارٹ کے نظریہ ادراک کو جغرافیہ اور سائنس کے پڑھانے میں کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے" یں انگریزی میں بھی اس کے عنوان کو بیان کئے دیتا ہوں HERBARTIAN THEORY OF APPERCEPTION AS A APPLIED TO THE TEACHING OF GEOGRAPHY OR SCIENCE
اب اگر کوئی ٹرینڈ گریجویٹ معلمہ اس مقابلے میں شریک ہو اور اس کا مضمون سب سے اچھا ہو تو اسے خود انعام ملے گا۔

حضرات۔ آپ نے خود مشاہدہ فرمایا کہ مولوی سجاد مرزا صاحب نے اس ادارہ کو کسقدر فروغ دیا ہے انہوں نے اساتذہ میں وہ اسپرٹ پیدا کردی ہے جس اسپرٹ کا میں اساتذہ میں ہونا ضروری سمجھتا ہوں جس کے پیدا کرنے کا میں متمنی تھا وہ اسپرٹ یہ ہے کہ اساتذہ اپنے فن میں گہری دلچسپی لیں چنانچہ آپ حضرات نے خود ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ کالج نے کس حدتک اس اسپرٹ کو پیدا کردیا ہے اس کالج میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو دوسری جگہ مشکل ہی سے شاید نظر آئیں فن تعلیم کے متعلق جو کتابیں یہاں تیار کی گئی ہیں اور جنکا مختصر ذکر پرنسپل صاحب نے کیا ہے اور جن میں سے بعض پر میں نے مقدمہ بھی لکھا ہے آنکو اردو زبان میں اور کسی جگہ نہ ملیگی عام تعلیم اور تعلیم بالغان کے متعلق یہاں بہت سے کامیاب تجربے کئے گئے ہیں۔ پرنسپل صاحب کو شکایت ہے کہ مدرسین کی تنخواہ بہت کم ہے اور اس میں اضافہ کی ضرورت ہے میں تو مدرسین کی تنخواہ میں اضافہ کیلئے بہت لڑا مگر کیا کیا جائے صدرالمہام فینانس نے اضافہ کی تحریک کو نامنظور کردیا (ہنسی)

آخر میں میں جناب والا کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جناب والا نے یہاں تشریف لاکر ہمارے کام کا خود مشاہدہ فرمالیا۔ جناب والا کی تشریف آوری ہماری حوصلہ افزائی کا باعث ہوئی۔ میں جناب والا کو یقین دلاتا ہوں کہ جس حدتک ہم سے تعاون ہوسکتا ہے ہم جناب والا کے ساتھ ہیں اور اس تعاون کو ہم اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں۔

تقریر جناب پرنسپل صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج

خیر مقدم یہ امر نہ صرف اس کالج کیلئے بلکہ میرے خیال میں سارے تربیت یافتہ مدرسین کے لئے باعث مسرت اور عزت ہے کہ جناب والا نے اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود نہایت خندہ پیشانی سے ہماری استدعا کو قبول فرمایا۔ زحمت گوارا فرماکر قدم رنجہ فرمایا اور ہمارے سالانہ جلسہ کو رونق بخشی۔

معزز خواتین و حضرات۔ آپ سب اس سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ عالیجناب نواب صاحب چھتاری پورے ہندوستان میں ایک نہایت ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور تعلیمی امور سے ہمیشہ دلچسپی اور اس میں عملی حصہ لیتے ہیں متعدد تعلیمی اداروں کو رقمی امداد دیتے ہیں تحریک اسکاوٹنگ کو منضبط کرکے اور اسے ترقی دیکر طلبہ کی اصلاح فلاح و بہبودی کے لئے اپنی ذاتی ہمدردی اور انہماک کا ثبوت دیچکے ہیں مختصر یہ کہ عالیجناب نواب صاحب ممدوح ہم مدرسین کے لیئے کوئی اجنبی نہیں ہیں بلکہ میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ہم عالیجناب نواب صاحب ممدوح کو اپنی برادری کا جس میں ہر مذہب و ملت و خیالات کے افراد شامل ہیں ایک ممتاز اور قابل فخر رکن تصور کرتے ہیں۔ عالیجناب نواب صاحب ممدوح کی تشریف آوری میں اس کالج اور اس ریاست ابد مدت کی آیندہ تعلیم دونوں کے لئے نیک شگون خیال کرتا ہوں۔

خصوصیات کالج ممالک محروسہ سرکار عالی کے جملہ تعلیمی اداروں میں یہ ادارہ جس کی بنیاد آج سے پچاس سال پہلے نواب عماد الملک مرحوم کے مبارک ہاتھوں پڑی خصوصی حیثیت رکھتا ہے اس کا تعلق سررشتہ تعلیمات

اور جامعہ عثمانیہ دونوں سے ہے ہماری خوش قسمتی سے اب اس کی پاسبانی
نواب صاحب مرحوم کے قابل فخر فرزند نواب مہدی یار جنگ بہادر کے سپرد
ہے ۔ نواب صاحب کو اس ادارہ سے دلی لگاؤ ہے آپ اس ادارہ میں
اس زمانہ میں بھی دلچسپی لیتے رہے ہیں جبکہ سررشتہ تعلیمات آپ کے ذمہ نہ
تھا ۔ اب جب سے آپ صدرالمہام تعلیمات کی خدمت پر فایز ہوئے ہیں
اور یہ ادارہ آپ کے تحت ہوگیا ہے ہم کو آپ کی ماہرانہ رہبری کی عزت
حاصل ہے جس کے باعث ہمارے ادارے کو وہ امتیاز حاصل ہوگیا ہے
جو قابل رشک ہے ۔

مقابلہ نواب مہدی یار جنگ آج سے سات سال قبل نواب صاحب نے
تدریس کا ایک اعلیٰ معیار قایم کرتے اور مدرسین کی کارکردگی میں اضافہ فرمانے
کے لیے ایک مقابلہ کا امتحان جاری فرمایا جو سارے ہندوستان میں اپنی
وضع میں یکتا اور اپنے عمل میں انوکھا ہے ۔ اس کی جانچ خود نواب صاحب
سال بسال فرماتے ہیں اس کی کڑی شرط یہ ہے کہ کوئی امیدوار پورے
معیار پر نہ اترے تو گولڈ مڈل جو نواب صاحب اپنی جیب خاص سے مرحمت
فرماتے ہیں روک لیا جائے گا ۔ مگر شکر ہے کہ اس سال بھی یہ نوبت نہیں آئی
سوریا نارائن مورتی کو گولڈ مڈل اور انعام دوم سری راج پرشاد کو دیا گیا ۔

گزشتہ سال نواب صاحب نے ایک تحریری انعامی مقابلہ کا اعلان
فرمایا اور تعلیم بالغان سے متعلق ایک موضوع مقرر فرمایا اس کے انعام بھی
آج تقسیم ہوں گے ۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ نواب مہدی یار جنگ بہادر
کے پہلے مقابلہ کا پہلا انعام مہاراجہ سرکشن پرشاد یمین السلطنت آنجہانی نے
تقسیم فرمایا تھا اور ان کے سچے جانشین آج دوسرے مقابلہ کا پہلا انعام

تقسیم فرما رہے ہیں۔ یہ مقابلہ سررشتہ تعلیمات کے سب نان گزیٹڈ ٹرینڈ گراجوئیٹس ملازمین کے لئے تھا لیکن اس کالج کے فارغ التحصیل طلبہ ہی نے کامیابی حاصل کی

انعام درجہ اول رقمی ص۵ زاہد حسین

انعام دوم ص۵ محبوب خاں یوسف زئی

میں نواب صاحب کی نوازشات کا شکریہ اپنی و نیز اسٹاف و مدرسین زیر تعلیم کی جانب سے ادا کرتا ہوں۔ میں مولوی سید علی اکبر صاحب شریک ممتحن کا بھی شکرگزار ہوں جو مختلف حیثیتوں سے اس کالج کی برابر مدد فرماتے رہتے ہیں

نتائج امتحانات ہمارے سالانہ امتحانات کے نتائج بھی حسب دستور نہایت اعلی رہے۔

	نظری	عملی
ایم ایڈ	۱۰۰ فیصد	
بی اے کامیاب	۹۶/۶ ″	۱۰۰ فی صد
ایف اے کامیاب	۱۰۰ ″	۱۰۰ ″
میٹرک کامیاب	۹۳/۳ ″	۱۰۰ ″

سال زیر تبصرہ میں ایم ایڈ کا پہلا امتحان ہوا بیرونی ممتحنین نے اسکے نتائج کے متعلق جو تعریف کی ہے اس کا ذکر کالج کے اسٹاف کی خود ستائی ہوگی اس لئے خاموشی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

جامعہ عثمانیہ کا سراکبر حیدری گولڈ میڈل رامچندراؤ کامتی کرکو ڈپلوما ان ایجوکیشن کے امتحان میں سب سے زیادہ نشانات حاصل کرنے پر ملا۔

مسئلہ تعطیلات اس کالج کے کام اور مختلف امتحانات کے نتائج کا اندازہ

کرنے کیلئے ہمارے مقررہ ایام کار پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہے ہماری بے موقع اور تعلیم کش تعطیلات اور یکسالہ نصاب کے درحقیقت یہ معنی ہیں کہ کم و بیش ڈیڑھ سو ایام کار [illegible] گھنٹوں میں سب کچھ کرنا پڑتا ہے زمانہ کے حالات اس تیزی سے کروٹ بدل رہے ہیں کہ ہمارے ہاں کی تعطیلات کا مسئلہ دن بدن اہم ہوتا جاتا ہے یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جس پر امید ہے کہ حکام جلد توجہ فرمائیں گے ۔

جماعت اناث گزشتہ جلسہ کے موقع پر میں نے یہ عرض کیا تھا کہ موجودہ اسٹاف میں اضافہ کئے بغیر ماسٹر آف ایجوکیشن کی ڈگری کی جماعت کا اضافہ فرمایا گیا۔ سال زیر تبصرہ میں ایک اور جماعت کا اہم اضافہ ہوا اور جناب مولوی قاضی محمد حسین صاحب کی خاص دلچسپی سے زنانہ کالج میں اس کالج کی نگرانی اور اشتراک عمل سے بی اے کامیاب اناث کی جماعت امتحاناً کھولی گئی۔ یہ ایک نہایت امید افزا اور خوش آئند قدم ہے اور مجھے امید ہے کہ اس کو مستقل کیا جائے گا کیونکہ اس سے تعلیم نسواں کی اصلاح اور ترقی وابستہ ہے۔ اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بیجا نہ ہو گا کہ گزشتہ دس سال میں اس کالج کے اسٹاف میں کسی قسم کا اضافہ کئے بغیر اس کے کام میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے اور یہ کالج ہندوستان کے دوسرے ٹریننگ کالجوں کے مقابلے میں ناموزوں عمارت اور بہت ہی کم مصارف سے بہت زیادہ اور اعلیٰ تعلیمی کام انجام دے رہا ہے لیکن اب کام کا بوجھ اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ اسٹاف میں اضافہ کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔

میں اپنے اسٹاف کے تعاون کار کا ممنونیت کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں میں مرزا محمود علی بیگ صاحب صدر مدرس مدرسہ فوقانیہ نامپلی کا بھی مشکور ہوں جو عملی کام کے لئے خندہ پیشانی کے ساتھ سہولت پہنچاتے رہتے ہیں اور مسٹر ویبر پرنسپل فزیکل ایجوکیشن کالج کا بھی ممنون ہوں جو ہمیشہ ماہرانہ مشورے دیتے رہتے ہیں ۔

علمی وتحقیقاتی کام یہ کالج تدریسیات کے نصابوں کی تکمیل کے علاوہ علمی اور تحقیقاتی کام بھی کرتا رہتا ہے اب تک اٹھائیس معیاری درسی انگریزی کتب کا ترجمہ ہوچکا ہے جن میں سے ستائیس شایع ہوچکی ہیں تقریباً چار ہزار اصطلاحات تدریسیات وضع کی جاچکی ہیں جو عرصہ سے دارالطبع جامعہ عثمانیہ میں زیر طبع ہیں تالیف وتصنیف کا بھی آغاز ہوچکا ہے اور مولوی ملک سردار علی صاحب نے نفسیات اور اصول تعلیم پر قابل قدر کتابیں شایع کی ہیں جن کے دیباچے ہمارے علم دوست اور ہر دلعزیز نواب صدرالمہام صاحب بہادر نے تحریر فرما کر ہمت افزائی فرمائی ہے میر احمد علی صاحب نے ممالک محروسہ کے لئے سماجیت (CIVICS) پر ایک کتاب تیار کی ہے جو عنقریب شایع ہوگی کالج کے ٹرینڈ اساتذہ بھی ترجمے اور تالیفیں شایع کررہے ہیں متعدد مسودات اہم عنوانات پر تیار ہیں لیکن اخراجات کی تنگی کے باعث یوں ہی پڑے ہوئے ہیں۔ فنی کتابوں کی مانگ کم ہے اس لئے جب تک محکمہ جات متعلقہ سرپرستی نہ کریں ان کی اشاعت مشکل معلوم ہوتی ہے۔

تدریس اردو ممالک محروسہ میں جب سے مادری زبان پر بحیثیت ذریعہ تعلیم زور دیا جارہا ہے۔ تدریس زبان کا مسئلہ روز بروز اہم اور پیچیدہ ہوتا چلا جاتا ہے اس بارے میں عام طور پر یہ فراموش کردیا جاتا ہے کہ ہمارے وطن میں چار زبانیں نہیں بلکہ بارہ زبانیں بولی جاتی ہیں اس لئے ہم دویا سہ زبانی ہونے پر مجبور ہیں چنانچہ ہمارے ہاں کے ناخواندہ بھی ایک سے زیادہ زبانیں بولتے ہیں لیکن یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ان سب زبانوں میں ایک زبان ایسی ہے جو خانوادۂ آصفیہ کی زبان ہے۔ سرکاری زبان ہے اور ساتھ ہی وہ ہندوستان کی بین الصوبجاتی اور ایشیا کی بین الاقوامی زبان بھی ہے۔ چنانچہ اس زبان اردو یا ہندوستانی کی اہمیت کے مدنظر اس کالج نے اس کی کم سے کم مدت میں

موثر تدریس کیلئے اردو داں اور غیر اردو داں دونوں کیلئے چند تجاویز اختراع کی ہیں جن پر تجربہ کیا جارہا ہے اردو داں بالغ کی تعلیم کے لئے جو تجویز کی گئی ہے اس کو حیدرآباد کے مشہور ادارہ ادبیات اردو نے رائج کیا ہے اس کے متعلق معتمد صاحب ادارہ کا بیان ہے کہ وہ مقبول اور کامیاب ثابت ہوا ہے۔ غیر اردو داں کیلئے جو طریقہ تعلیم آرتھو لاجیکل انسٹیٹیوٹ مو جابیک انگلش کے اشتراک سے وضع کیا گیا ہے اس کا ایک تجربہ عالیجناب نواب خسرو جنگ بہادر کی مہربانی اور جناب سید احمد صاحب العیدروس کمانڈر افواج باقاعدہ کی رضامندی سے ناخواندہ اور غیر اردو داں سپاہیوں پر کیا گیا میجر اشرف احمد صاحب کمانڈنگ افسر متعلقہ اور خود جناب کمانڈر صاحب نے تحریراً اس کی غیر معمولی کامیابی کا اعتراف فرمالیا ہے میں ان صاحبین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دی ڈسک اس موقع پر ایک اور تجویز کا بھی مختصراً ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ہمارے ملک کا عام افلاس موزوں فرنیچر کی فراہمی کیلئے جو عمدہ تعلیم کے لئے ضروری ہے بڑی مشکلات کا باعث ہے اس کالج نے عبدالقادر بیگ صاحب معلم دستی تربیت اور فاروق حسین صاحب معلم ورزش جسمانی کی کاوش سے ایک نیا ڈسک "ورسٹائیل ڈسک" تیار کیا ہے جو فنی مطالبات کی تکمیل کرتے ہوئے کم خرچ اور بالانشین ہے بہ معہ ایک نوٹ ارکان اڈوائزری کمیٹی کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا مسٹر سارجنٹ ایجوکیشنل کمشنر ہند نے اس کی داد دی اور اس کا نقشہ مزید تجربوں کے لئے اپنے ساتھ لیگئے۔

نمائش تعلیمی ہمارے سالانہ جلسہ کی ایک خصوصیت اس کی نمائش تعلیمی ہے جو کئی سال سے بڑی پابندی کے ساتھ ہوتی چلی آئی ہے اس میں مدرسین زیر تعلیم کا وہ انفرادی اور گروہی کام پیش کیا جاتا ہے جو انہوں نے اوقات کالج کے بعد

اور تعطیلات میں اپنے قابل اساتذہ شیخ سمیع اللہ صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب کی نگرانی اور اپنے اپنے مضامین خاص کے اساتذہ کے مشورہ سے تیار کیا ہے نمائش پر سرسری نظر ڈالنے سے ظاہر ہوگا کہ ہر شے کی تیاری میں کس قدر مطالعہ اور جستجو کرنی پڑی ہے ان میں سے ہر ایک شے طالب علم یا بالغ کیلئے سبق آموز ہے اور یہ سب کچھ محض کام کی خاطر ہوا ہے چنانچہ اس پر کوئی انعام بھی نہیں دیا جاتا ۔اس کام کے کرنے والے ایسے مدرسین ہیں جن میں سے اکثر و بیشتر نصف تنخواہ پر زیر تعلیم ہیں بی اے کامیاب اپنے مستحقہ گریڈ کے بجائے کمتر گریڈ میں کارگزار ہیں جس کے باعث ان کو زمانہ ٹریننگ میں اتنی کم ماہوار ملتی ہے جو بعض دفعہ ان کے کالج کے اخراجات کے لئے مشکل سے کافی ہوتی ہے ان کی مالی پریشانیاں ان کی صحت اور تعلیم کو متاثر کرتی ہیں یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو محتاج توجہ ہے ۔

میں اب سمع خراشی کی معافی چاہتے ہوئے جناب والا نواب صدرالمہام بہادر تعلیمات معزز خواتین و حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جناب والا کو تقسیم انعامات کی زحمت دینے کی جرأت کرتا ہوں جن سے کالج کے دوسرے مشاغل پر بھی روشنی پڑے گی ۔

نتائج امتحان معلمی سنہ ۱۳۵۱ ف

بی اے کامیاب عثمانیہ ٹریننگ کالج

نمبر	نام	تحریری	عملی
۱	فیض محمد خاں	دوم	دوم
۲	اپاداس راؤ بھاٹاک	سوم	کامیاب
۳	کے ونکٹ راؤ	دوم	دوم
۴	کھنڈے راؤ	دوم	دوم
۵	کے مہبیم (امتیاز مضمون انگریزی)	سوم	[illegible]
٦	پی سنتا چارن	سوم	کامیاب
۷	سید علی محسن (امتیاز مضمون تاریخ)	اول	دوم
۸	قاضی محمد [illegible] الدین	دوم	دوم
۹	اے شیر سنگھ	اول	دوم
۱۰	جی ایس بھان	سوم	اول
۱۱	میر وجیہ الدین	سوم	دوم
۱۲	یم گرو مورتی	سوم	کامیاب
۱۳	کے گوپال کرشنا راؤ	دوم	اول
۱۴	محمد کفایت علی	دوم	دوم
۱۵	ولی محمد خاں	اول	اول
۱٦	میر ابراہیم علی	دوم	دوم
۱۷	دتاترے راؤ ترنباڑے گاؤنکر (امتیاز مضمون ریاضی)	اول	دوم
۱۸	ونکٹ راؤ ناٹاک	دوم	دوم
۱۹	سی سوریانارائن مورتی	دوم	اول
۲۰	کاشی راؤ دیشپانڈیہ	دوم	دوم
۲۱	سیتارام	دوم	دوم
۲۲	وٹھلاچاری نگھناں	دوم	دوم
۲۳	سری راج پرشاد	دوم	اول
	طالبات کلیہ اناث		
۲۵	مس سوگھنا امبیا	سوم	اول
۲٦	شہربانو نقوی	دوم	دوم
۲۷	بشیرالنسا بیگم	دوم	اول

ایف اے کامیاب عثمانیہ ٹریننگ کالج

نمبر	نام	عملی	نظری
۱	ترمبک راؤ (امتیاز تعلیم اطفال)	دوم	دوم
۲	ایس بی راملو	دوم	دوم
۳	للتا داس راؤ	دوم	سوم
۴	لکشمی نارائن راؤ	سوم	سوم
۵	سید ابوالمحامد	سوم	سوم
٦	سی رام ناتھم	سوم	سوم

٧	شنکر راؤ	سوم	دوم
٨	شنکر راؤ گنیش راؤ (امتیاز تعلیم اطفال)	دوم	دوم
٩	ایس لکشمی نارائن (امتیاز تاریخ تعلیم تعلیم اطفال تعلیم انگریزی)	دوم	اول
١٠	سید عبدالقادر	اول	دوم
١١	سید لطف اللہ	سوم	سوم
١٢	گنگا دھر راؤ (امتیاز تعلیم اطفال)	دوم	دوم
١٣	کاشی ناتھ راؤ	دوم	دوم
١٤	تکارام گوڑبولے	دوم	دوم

میٹرک کامیاب (عثمانیہ ٹریننگ کالج)

		عملی	نظری
١	پرلھاد راؤ لگیرکر	دوم	دوم
٢	سید عبدالجلیل	اول	دوم
٣	بی کشن راؤ	دوم	دوم
٤	سید محمد مہدی حسن	دوم	سوم
٥	گوبند راؤ	سوم	دوم
٦	ایکناتھ راؤ	اول	دوم
٧	محمد عبدالوہاب	دوم	سوم
٨	محمد شاہد علی	دوم	دوم
٩	شیخ علی (امتیاز تاریخ تعلیم)	اول	دوم
١٠	حبیب محمد	دوم	سوم
١١	غلام محی الدین احمد	دوم	سوم
١٢	محمد عثمان	دوم	دوم
١٣	عبدالواحد (امتیاز تاریخ تعلیم مضامین اختیاری)	دوم	اول
١٤	مادھو راؤ کالکرنی	سوم	دوم
١٥	ڈی کرشنا چاری	دوم	سوم
١٦	ترسھوان راؤ	دوم	سوم
١٧	آر وجیا راؤ	سوم	سوم
١٨	بدیع الزماں	اول	سوم
١٩	شیخ امام	سوم	دوم
٢٠	محمد عبدالرحمن	دوم	دوم
٢١	مصطفیٰ احمد	سوم	سوم
٢٢	اسد علی مرزا	سوم	سوم
٢٣	جی رام کرشنیا	دوم	دوم
٢٤	ڈی راما	دوم	سوم
٢٥	یم ایرنگیل	دوم	ناکام
٢٦	قاضی غلام دستگیر	دوم	ناکام
٢٧	محمد عبدالمجید	دوم	دوم

خانگی مرکز بلدہ

٢٨	سید ناظر حسین عابدی	-	سوم

مدرسہ تعلیم المعلمات بلدہ

٣٢	قطب النسا بیگم (نظری تاریخ تعلیم تعلیم اطفال اور مضامین اختیاری)	دوم	اول
٣٣	محبوب النسا بیگم	دوم	سوم

۳۴	ظہیر النسا بیگم (نظم ونسق میں امتیاز)	دوم	دوم
۳۵	وی وینکٹما (طریقہ تعلیم انگریزی میں امتیاز)	دوم	دوم
۳۶	سیدہ بیگم	سوم	دوم
۳۷	منورما بائی	دوم	دوم
۳۸	یل وردا بائی	سوم	ناکام
۳۹	سنتو شما	دوم	سوم

مدرسہ تعلیم المعلمین اورنگ آباد

۴۰	رامچندر جوشی	دوم	دوم
۴۱	احمد نور الدین فاروقی	سوم	دوم
۴۲	محمد نظام الدین وحید	دوم	دوم
۴۳	جناردھن راؤ مہاجن	سوم	سوم
۴۴	ہیرامن راؤ مالٹے	سوم	سوم
۴۵	ظہیر الدین احمد فاروقی	سوم	سوم
۴۶	سداشیو راؤ	دوم	سوم
۴۷	وشوناتھ راؤ	سوم	دوم
۴۸	درگا داس راؤ	سوم	سوم
۴۹	محمد عبد الحفیظ خاں	سوم	سوم
۵۰	ڈگمبر راؤ	سوم	سوم
۵۱	یادو راؤ کالکرنی	سوم	سوم

خانگی مرکز اورنگ آباد

۵۲	پنڈھری ناتھ راؤ	-	سوم

مدرسہ تعلیم المعلمین ورنگل

۵۴	وی کیشوا چاری	دوم	دوم
۵۵	مرزا محمود بیگ	دوم	دوم
۵۶	محمد وزیر علی	سوم	سوم
۵۷	چیدیلہ ناگ بھوشنم	دوم	سوم
۵۸	محمد عبد اللطیف	دوم	سوم
۵۹	لکشمی کانت راؤ	دوم	دوم
۶۰	محمد سعادت علی	دوم	دوم
۶۱	محمد عبد السلیم	اول	دوم
۶۲	سید جلال الدین	سوم	سوم
۶۳	محمد عبد الغفور	دوم	سوم
۶۴	آر جے گلبرٹ	دوم	ناکام
۶۵	ٹی سدرشن ریڈی	سوم	سوم
۶۶	ین لکشمی نرسیا	دوم	ناکام
۶۷	یم راجیا	دوم	دوم
۶۸	اے گوبند راؤ	سوم	دوم
۶۹	محمد کریم الدین	سوم	سوم

مدرسہ تعلیم المعلمین رائچور

۷۱	جے لکشمی راؤ	سوم	سوم
۷۲	تمنا	دوم	سوم
۷۳	گنیش راؤ	دوم	سوم

۷۴	شیو لنگپا	سوم	سوم
۷۵	لگزناتھ راؤ (طریقہ تعلیم انگریزی میں امتیاز)	دوم	دوم
۷۶	سنگپا (")	دوم	دوم
۷۷	رام راؤ	سوم	سوم
۷۸	سید نذیر الدین احمد	دوم	دوم
۷۹	جی شرنپا	دوم	سوم
۸۰	بل بھیم راؤ	دوم	دوم
۸۱	فرید احمد	دوم	دوم
۸۲	بی گوبندراؤ	دوم	دوم
۸۳	محمد ہدایت علی	دوم	سوم
۸۴	ین گوبندراؤ	سوم	دوم
۸۵	محمد عبدالجبار	سوم	دوم
۸۶	علی بن محمود	سوم	دوم
۸۷	محمد عبدالرحمن	سوم	سوم
۸۸	ڈنگبر راؤ (طریقہ تعلیم انگریزی میں امتیاز)	سوم	دوم
۸۹	شیو رام	دوم	دوم
۹۰	وشویشر راؤ	دوم	سوم
۹۱	محمد خواجہ	سوم	دوم
۹۲	پنڈت پاٹک	دوم	دوم

مڈل کامیاب (مدرسہ تعلیم المعلمین ورنگل)

۲	ٹی نارائن	دوم
۳	جیلانی بیگ	سوم
۴	شیخ عمر	سوم
۶	شیخ چاند	دوم
۷	محمد ریاض الرحمن	دوم
۹	غلام دستگیر	سوم
۱۰	محمد بن صالح	دوم
۱۱	سید محبوب علی	دوم
۱۲	محمد اسمٰعیل	سوم
۱۳	غلام محبوب	دوم
۱۴	محمد عبدالواحد (سال آئندہ صرف زبان اردو میں امتحان دینا ہوگا)	
۱۵	احمد شریف	سوم
۱۶	محمد امیر	سوم
۱۷	محمد حبیب الدین (سال آئندہ صرف ریاضی میں امتحان دینا ہوگا)	
۱۸	محمد امام الدین	سوم
۱۹	وی سری کشن راؤ	دوم
۲۰	پی وینکٹ [illegible] سوامی	سوم
۲۱	چیدولہ سیتا نارائن راؤ	دوم
۲۲	یم نارائن	دوم
۲۳	ملگ سارا سیوریا	دوم

نمبر	نام	درجہ
۲۴	بی راجیا (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)	
۲۵	جی چنیا	سوم
۲۶	بی منگیا	دوم
۲۷	ونکٹ رتنا سوامی	سوم
۲۹	یس ونکیا	سوم
۳۰	راپول نرسیا	دوم
۳۱	جی لچھیا	سوم
۳۲	شام راؤ شرما	سوم
۳۳	نرسملو	سوم
۳۴	لوکا بال کشٹو	سوم
۳۵	کشٹا گوڈ	دوم
۳۶	بی ۔ وی برہمیا	دوم
۳۸	وینکٹ رام نرسیا (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)	
۳۹	یس مرہری نائیڈو	دوم
۴۰	پی نارائین	سوم
۴۱	باپو راؤ جوگلکر (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)	
۴۲	ٹی نرسملو	سوم
۴۳	کے وینکٹ سوامی	سوم
۴۴	اٹلا سیمویل سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا	
۴۵	سلا جان وسلی	دوم

میتھاڈسٹ نارمل سکول میدک

نمبر	نام	نتیجہ
۴۹	یروما لاراج رتنم	کامیاب

پرسٹن انسٹیٹیوٹ جنگاؤں

نمبر	نام	نتیجہ
۵۱	پی ۔ اے ۔ آنندم	زیر غور
۵۲	جی ۔ سی ۔ جوزف	زیر غور

خانگی مرکز ورنگل

نمبر	نام	نتیجہ
۶۲	محمد ابراہیم	کامیاب
۶۳	محمد محبوب علی ولد محمد قاسم	کامیاب
۶۵	سید وزیر	دوم
۶۶	ملکا گوڈ (سال آئندہ سائنس میں امتحان دینا ہوگا)	
۷۱	محمد عبد اللہ	کامیاب
۷۴	غلام حسین	کامیاب
۷۵	یوڈا نیال	کامیاب
۷۶	شیخ محی الدین	سوم
۷۹	محمد سبحان الدین	کامیاب

مدرسہ تعلیم المعلمین اورنگ آباد

نمبر	نام	نتیجہ
۸۲	سید بسم اللہ شاہ	سوم
۸۳	محمد عبد الماجد	دوم
۸۴	محمد عبد الرحمن (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)	
۸۵	محمد عبد الرحیم (" " ")	
۸۶	محمد ریاست علی خاں (" " ")	

نمبر	نام	درجہ	نمبر	نام	نتیجہ
۸۸	محمد عبداللہ خاں	دوم	۱۱۲	رنگراؤ (سال آئندہ مرہٹی میں امتحان دینا ہوگا	
۸۹	محمد خواجہ	دوم	۱۱۳	نرہرراؤ شندے	سوم
۹۰	محمد میراں	سوم		**خانگی مرکز اورنگ آباد**	
۹۱	محمد جعفر (سال آئندہ تاریخ وجغرافیہ میں امتحان دینا ہوگا)		۱۱۴	راجہ رام	سوم
۹۲	محمد عبدالرزاق (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)		۱۱۸	محبوب علی	سوم
۹۳	گنگادھر راؤ	دوم	۱۲۲	سید منصور علی	کامیاب
۹۴	رستم راؤ (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)		۱۲۳	مادھو راؤ	کامیاب
۹۵	دیاناتھ راؤ	سوم	۱۲۴	سید مصطفیٰ	کامیاب
۹۶	ڈگمبر راؤ	دوم	۱۲۶	گوبند راؤ	کامیاب
۹۷	بھواجی	سوم	۱۲۷	لچھمن پنڈو	کامیاب
۹۸	رنگناتھ راؤ	دوم	۱۳۰	الطاف حسین قریشی	کامیاب
۱۰۰	پنڈت راؤ	سوم	۱۳۶	عبدالرحیم خاں	کامیاب
۱۰۱	پرلاد راؤ	دوم	۱۴۴	شیخ دادا میاں	کامیاب
۱۰۲	رامچندر راؤ	دوم	۱۴۲	رامچندر راؤ	کامیاب
۱۰۳	ترمبک راؤ	دوم	۱۴۵	شیخ حسن	کامیاب
۱۰۴	ہنمنت راؤ (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)		۱۴۸	محمد رحیم الدین	کامیاب
۱۰۶	گوپال راؤ	دوم		**مدرسہ تعلیم المعلمین رائچور**	
۱۰۷	بھوجنگ راؤ (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)		۱۴۹	مرزا محمد بیگ	سوم
۱۰۸	بابا راؤ	سوم	۱۵۰	محمد عبدالشکور	دوم
۱۱۰	کیا توبا راؤ	سوم	۱۵۱	محمد حسین	دوم
۱۱۱	وشوناتھ راؤ	سوم	۱۵۲	خطیب محمد عظیم الدین	سوم

نمبر	نام	درجہ
۱۵۳	دتاتری راؤ	سوم
۱۵۴	سعید احمد صدیقی	سوم
۱۵۵	محمد اسمٰعیل (سال آئندہ نقش کشی میں امتحان دینا ہوگا)	
۱۵۶	دتاتری راؤ (" " " ")	
۱۵۷	نذیر محی الدین	دوم
۱۵۸	محمد حنیف	دوم
۱۵۹	محمد یٰسین (سال آئندہ اردو میں امتحان دینا ہوگا)	
۱۶۰	محمد عبدالولی (" " " ")	
۱۶۱	شیخ بندگی	دوم
۱۶۲	محمد سلیمان	دوم
۱۶۴	شیولپا	سوم
۱۶۵	بلن گوڑا	دوم
۱۶۶	بالیا (سال آئندہ تاریخ جغرافیہ میں امتحان دینا ہوگا)	
۱۶۸	ویاس راؤ کلکرنی	دوم
۱۶۹	دیوجی	سوم

خانگی مرکز رائچور

نمبر	نام	نتیجہ
۱۷۳	محمد الطاف حسین	کامیاب
۱۷۵	محمد اللہ بخش	کامیاب
۱۷۶	محمد عبدالرحیم	کامیاب
۱۷۷	محمد یوسف	کامیاب
۱۷۹	محمد عبدالغنی	کامیاب
۱۸۰	محمد جہانگیر	کامیاب
۱۸۱	احمد خاں	کامیاب
۱۸۲	بلونت راؤ	کامیاب
۱۸۳	محمد بدیع الدین	کامیاب
۱۸۸	محمد عبدالستار	کامیاب
۱۸۹	محمد مرتضیٰ	سوم

فہرست مضامین رسالہ المعلم

نمبر ۹ و ۱۰	بابتہ ماہ امرداد و شہریور سنہ ۱۳۵۱ف	جلد ۱۸

تجویز اعادی نصاب

عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر ہمارے پہلے صدرالمہام تعلیمات ہیں جن کو سررشتہ تعلیمات کا بیرونی اور اندرونی تجربہ ہے نواب صاحب ممدوح نے اپنی ملازمت کا آغاز صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں بحیثیت مہتمم مدارس کیا۔ پھر اس ریاست ابد مدت میں ناظم تعلیمات کی ذمہ دارانہ خدمت انجام دینے کے علاوہ جامعہ عثمانیہ کے نظم و نسق میں عملی حصہ لیا۔ صدرالمہامی تعلیمات کی خدمت

کے لئے آپ سے بہتر کس کا انتخاب ہو سکتا تھا؟ چنانچہ آپ نے اپنی اعلےٰ خدمت کا جائزہ لینے کے بعد ہی مدرسین کی تربیت اور کارکردگی کی اصلاح اور ترقی کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنی شروع فرما دیں اس سلسلہ میں پرنسپل عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ کو اضلاع کے نارمل اسکولوں کا چیف انسپکٹر (اعزازی) مقرر فرما کر حکم دیا کہ ان کی تنظیم کے لئے رپورٹ پیش کی جائے

نارمل اسکولوں کی تنظیم جدید کی رپورٹ میں منجملہ دیگر امور اعادی نصاب کے متعلق یہ لکھا گیا تھا کہ

جن ممالک میں مدرسین کو اپنے پیشے سے دلچسپی ہوتی ہے متعلقہ کتب کا برابر مطالعہ کرتے رہتے ہیں رسالجات پڑھتے اور خود مضمون لکھتے رہتے ہیں وہاں بھی اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے کہ چند سال کے وقفہ سے مدرسین کو یکجا کر کے ماہرین تعلیم کے خیالات سے مستفید ہونے کا اور اپنی مشکلات کو حل کرانے کا موقع دیا جائے ہمارے ملک کی فضا بڑی مکدر ہو گئی ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ امتحانات میں اچھے نتائج برآمد کرانا اور ختم سال پر طلبہ کی تعداد میں اضافہ دکھا دینا کارگزاری ہے۔ اول تو عموماً مطالعہ کا شوق نہیں، دوسرے مطالعہ کی سہولت نہیں، تیسرے ایسے مواقع بھی مہیا نہیں کئے جاتے کہ حاصل کردہ معلومات کو تازہ رکھنے کی ضرورت محسوس ہو ہمارے نظام تعلیمی میں یہ بڑی کمی ہے کہ اعادی نصاب کا اب تک کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ سررشتہ کی سرپرستی میں جو کانفرنسیں ہونے لگی ہیں اور رسالے نکلتے ہیں وہ جمود میں تموّج انداز ہیں لیکن جب تک کہ اعادی نصاب کا باضابطہ نفاذ نہیں کیا جائے گا مدرسین

میں کسی قسم کا بھی ایسا احساس نہیں پیدا ہوگا جو فنی معلومات میں اضافہ کی خواہش کا باعث ہو ۔

سوالنامہ کے جواب میں سب کے سب نے اس تجویز کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا لیکن اس کا تشفی بخش جواب نہ دے سکے کہ سب سے پہلے اعادی نصاب کے لئے کس قسم کے ملازمین تربیت یافتہ کو طلب کیا جائے ۔ کسی نے تاریخی عمر کی قید لگانی چاہی کسی نے مدت تربیت یا ملازمت پر زور دیا ۔ درحقیقت اعادی نصاب سب سے پہلے حالیہ صدر مدرسین کو دینا چاہئے ۔ اور پھر ان منتخبہ اشخاص کو جن کے متعلق خیال ہو کہ آئندہ صدارت پر روانہ کئے جائیں گے اس کے بعد بلحاظ مدت ٹریننگ پانچ پانچ سال کے وقفہ سے مدرسین کو طلب کیا جا سکتا ہے ۔

وقت و مدت وقت کے متعلق اتنا ہی اختلاف آرا ہے جتنا مدت کے بارے میں ہے ۔ میری رائے میں سب سے پہلے تعطیل گرما میں کسی پر فضا مقام پر کیمپ قایم کرکے اس کا آغاز کیا جائے ایک ماہ کی مدت کافی ہوگی ۔ نصاب مختصر مگر جامع ہو ۔ جو کسی صدر مدرس عہدہ دار معاینہ کنندہ اور صدر تربیتی مدرسہ کے مشورہ سے تیار کیا جائے چند عملی اسباق دئے جائیں تعطیل میں بھی نمونہ کے اسباق کے لئے طلبہ کا جمع کرنا مشکل ہوگا ۔ تازہ کتب و آلات وغیرہ کی نمایش کی جائے اور مدرسین زیر تعلیم کو سوالات کرنے کی اور اپنی مشکلات پیش کرنے کی ترغیب دی جائے ۔ لکچراروں میں یہ ضرور نہیں ہے کہ بالکلیہ تربیتی ادارہ کے کارپرداز ہوں اس کی

ضرورت ہے کہ معاینہ کنندہ عہدہ دار اس میں عملی حصہ لیں اعادی نصاب
کے انعقاد کے لئے سررشتہ کو اخراجات برداشت کرنے چاہئیں
لکچراروں کو فی لکچر معاوضہ دیا جائے اور مدرسین زیر تعلیم کو آمد و رفت
کے اخراجات اور زمانہ قیام میں روزانہ بھتہ ان ایام کے معاوضہ
میں رخصت خاص کا حق محفوظ کرنے کا میں مخالف ہوں اگر ایسے مواقع
پہ سررشتہ برخاست کیمپ کے وقت مدرسین کی تواضع اور تفریح
پر کچھ صرف کرے تو اس کے گہرے اثرات ہوں گے۔

یہ رپورٹ ماہ فروردی سنہ ۴۷ف میں پیش کی گئی تھی لیکن اس سفارش
کے بارے میں صدر دفتر نظامت تعلیمات نے فوری کارروائی شروع کردی جس کا
سلسلہ سال بھر چلا لیکن کوئی تصفیہ نہیں ہوا اس عرصہ میں کل حیدرآباد انجمن اساتذہ
کی کونسل نے اعادی نصاب پر غور و خوض کر کے رپورٹ کرنے کے لئے ماہ بہمن سنہ ۴۸ف
میں ایک کمیٹی مقرر کی جس کے صدر پرنسپل صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج اور معتمد
بی۔ ایس پرکاش راؤ صاحب مددگار ہائی اسکول چادر گھاٹ قرار دئے گئے
اس کمیٹی کی متفقہ رپورٹ گلبرگہ کانفرنس میں پیش و منظور ہوئی جس کی صدارت
عالیجناب نواب صدرالمہام بہادر تعلیمات نے فرمائی تھی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ
اعادی نصاب کی متذکرہ بالا کارروائی کو تازہ کرنے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ ماہ
اسفندار سنہ ۴۹ف میں پرنسپل صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج نے مکرر تحریک کی کہ
" اعادی نصاب گزشتہ سال کی کانفرنس میں منظور ہو چکا ہے۔ براہ کرم اس کی
سفارشات کو روبہ عمل لانے کے لئے مناسب کارروائی کی جائے" کئی مہینہ کی
مراسلت کے بعد اوائل سنہ ۵۰ف میں مولوی سید علی اکبر صاحب نے اس پر خاص
توجہ فرمانی شروع کی اور غالباً ان کی ہی کوشش سے یہ کارروائی محکمہ سرکار

میں بغرض منظوری پیش ہوئی توقع تھی کہ تعطیلات گرما ۱۳۵۰ف ہی میں اعادی نصاب کا انعقاد کیا جاسکے گا لیکن جب ماہ خورداد بھی شروع ہوگیا اور اس کی منظوری صادر نہیں ہوئی تو پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج نے انتظامات کی مشکل اور وقت کی تنگی کے باعث اس کے التوا کی تحریک کی جو صدر دفتر نے منظور فرمائی۔ اس طرح یہ تحریک ۱۳۵۰ف میں بھی عملی صورت اختیار نہ کرسکی۔ اس اثنا میں مولوی سید علی اکبر صاحب جو اس تجویز سے گہری دلچسپی رکھتے تھے منصرم ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ آپ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ناموافق حالات اور بعض کے پس و پیش کے باوجود ہمت اور استقلال سے کام لیکر اعادی نصاب کے انتظامات مکمل فرمادئے جو ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ سررشتہ تعلیمات سرکار عالی کی تقریباً ایک صدی کی عمر میں یہ پہلا موقع ہے کہ مدرسین تربیت یافتہ کے طریقہ تعلیم میں اصلاح ان کی معلومات میں اضافہ اور کارکردگی میں ترقی کے لئے اعادی نصاب کا انعقاد فرمایا گیا ہے۔ یہ سب کچھ عالیجناب نواب صدرالمہام بہادر تعلیمات کی خاص توجہ اور جناب منصرم ناظم صاحب تعلیمات اور ان کے رفقائے کار کی دلچسپی کا نتیجہ ہے۔

مدرسین کے اعادی نصاب کی تجویز کو وسیع اور مقبول کرنے کے لئے محکمہ لاسلکی نے سررشتہ تعلیمات کا ہاتھ بٹایا اور معینہ مدت میں اپنے پروگرام کی اشاعت کے باوجود چند تقاریر کی نشر کا خاص انتظام کیا۔ چنانچہ عالیجناب نواب صدرالمہام صاحب بہادر تعلیمات ۔جناب منصرم ناظم صاحب تعلیمات کی تقاریر کے علاوہ مقاصد نصاب پر ایک خاص تقریر کرائی غالباً ہندوستان بھر کے ریڈیو اسٹیشنوں میں حیدرآباد کا یہ پہلا اسٹیشن ہے جس نے مدرسین کے اعادی نصاب کے موقع پر اس قسم کا تعلیمی پروگرام نشر کیا۔

ذیل میں مراسلہ فینانس کی نقل درج کی جاتی ہے جس سے متعلقہ قواعد واضح ہوں گے۔

نقل مراسلہ محکمہ فینانس سرکار عالی

واقع ۲۰ امرداد ۵۰ ف
معتمد

نشان (۳۹۴۴ ، ۳۹۴۵)

منجانب معتمد فینانس سرکار عالی حسب الحکم صدارت عظمی
بخدمت جناب اکزامنر صاحب حسابات سیول و فوج سرکار عالی

قیام جماعت ریفریشر کورس مدارس نارمل
بوجہ برخاست مڈل ٹریننگ

حسب تحریک ناظم صاحب تعلیمات جناب معتمد صاحب سرکار عالی صیغہ تعلیمات نے تحریک فرمائی ہے کہ مدارس تربیتی میں کم سے کم مصارف سے اعادی نصاب کی ترویج روبہ عمل لانے کے لئے حسب ذیل طریقوں پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے

۱ ۔ اعادی نصاب کا انتظام تمام مدارس تربیتی میں کیا جائے گا ۔

۲ ۔ تربیت کا انتظام ہر سال ایک ماہ تک اور سال حال ۲۲ خورداد سے ۲۱ تیر تک بشمول ہر دو یوم کیا جائے گا ۔

۳ ۔ اعادی نصاب کی تربیت کا کام پرنسپل صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج کے سپرد کیا جائے گا بعد منظوری نصاب مدارس تربیتی میں عمل ہوگا ۔

۴ ۔ ہر نارمل اسکول میں (۶۰) مدرسین اور ٹریننگ کالج میں (۷۵) مدرسین تک تربیت کا انتظام کیا جائے گا ۔

۵ ۔ نارمل سکولوں میں مڈل ٹرینڈ مدرسین اور اگر تعداد کے لحاظ سے گنجایش موجود ہو تو میٹرک ٹرینڈ مدرسین کو اور کلیہ تربیتی میں میٹرک ٹرینڈ اور ایف اے ٹرینڈ مدرسین کو اعادی نصاب کی تعلیم دیجائے گی ۔

۶ ۔ اس نصاب کی تعلیم کے لئے صرف ان مدرسین کو منتخب کیا جائے گا جن کو ٹرینڈ ہو کر کم از کم پانچ سال ہو چکے ہوں ۔

۷ ۔ مدرسین کو آمد و رفت کی بابت سفر خرچ دیا جائے گا اور تعطیلات کے معاوضہ میں رخصت خاص بیافت سالم کا استحقاق بھی محفوظ کیا جائے گا ۔

۸۔ اسی طرح ان معلمین اور لکچرار صاحبان کی رخصت خاص بیافت سالم کا استحقاق بھی محفوظ کیا جائے گا جو مدرسین زیر تربیت کو تعلیم دیں گے۔

۹۔ جہاں تک ہو سکے تحتانیہ مدارس کے صدر مدرسین کو جن کو ٹرینڈ ہو کر کم از کم پانچ سال گزر چکے ہوں پہلے طلب کیا جائے گا۔

۱۰۔ عملی اسباق کے لئے مقامی طور پر طلبا فراہم کئے جائیں گے۔

اس بارے میں ناظم صاحب تعلیمات نے بامید منظوری جو احکام جاری کئے ہیں ان کی توثیق کی جائے بنظر تحریک صدر حسبہ منظوری اس صراحت کے ساتھ دیجاتی ہے کہ سررشتہ اپنی گنجایش سے ان مصارف کی پابجائی کریگا ونیز اس بارہ میں ناظم صاحب تعلیمات نے بامید منظوری جو احکام جاری کئے ہیں ذریعہ ہذا ان کی توثیق کی جاتی ہے براہ کرم حسبہ بعد تصدیق و تنقیح ضابطہ عمل برائی کیجائے۔

ثنی ہذا بخدمت جناب معتمد صاحب سرکار عالی صیغہ تعلیمات بجواب مراسلہ (۲۰۱۹) مورخہ ۲۹ رتیر سنہ ۵۰ ف و بواپسی مثل موصولہ اطلاعاً مرسل۔

شرح دستخط منجانب معتمد فینانس

اعادی نصاب کا افتتاح

عالیجناب نواب صدر المہام صاحب بہادر نے حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن سے

یہ تقریر نشر فرما کر اعادی نصاب کا افتتاح فرمایا۔

تعلیم دینا ایک مشکل کام ہے۔ میں استادوں کی تربیت کی ضرورت کو خوب محسوس کرتا ہوں اس سے ان کو بچوں کی نفسیات۔ طریقہ تعلیم۔ مدرسوں کا انتظام اور اسی قسم کی بہت سی چیزوں کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں جب تک کوئی استاد ان تمام چیزوں سے واقف نہ ہو وہ ایک اچھا استاد نہیں بن سکتا۔ جس طرح اپنے فن سے ناواقف انجنیر اچھی عمارت کھڑی نہیں کرسکتا اور طب سے ناواقف ڈاکٹر کامیاب عمل جراحی نہیں کرسکتا۔ بالکل اسی طرح غیر تربیت یافتہ استاد بھی ایک اچھا معلم نہیں ہوسکتا۔ آئے دیکھیں کہ حیدرآباد میں استادوں کی تربیت کے متعلق کیا کیا جا رہا ہے۔

ایک تو ٹرننگ کالج قایم کیا گیا ہے جس میں میٹرک۔ انٹرمیڈیٹ اور گریجوئیس کو فن تعلیم کی عملی اور نظری تعلیم دیجاتی ہے۔ حال میں اس کالج میں بی۔ اے کامیاب کے لئے ایک سال کا نصاب بڑھا دیا گیا ہے۔ اور ڈپلوما کے بعد اب ماسٹر آف ایجوکیشن کی ڈگری بھی دیجاتی ہے اس دو سال کے نصاب میں فن تعلیم کے متعلق مکمل معلومات بہم پہنچائی جاتی ہیں جس سے اعلیٰ تربیت یافتہ استاد پیدا ہوں گے علاوہ ازیں کلیہ اناث میں بھی بی اے کامیاب اناث کے لئے ایک ٹرننگ کلاس کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قابل لڑکیوں کو استانیاں بنانے کے لئے ایک سال کی تربیت دیجاتی ہے۔ یہ تو ہیں اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص کی تربیت کے مراکز ان کے علاوہ

اضلاع میں ایسے نارمل اسکول ہیں جن میں تحتانیہ مدارس کے لئے استاد تیار کئے جاتے ہیں ان کی تعداد تین ہے ۔ اورنگ آباد میں جو نارمل اسکول ہے اس میں مرہٹی اور اردو میں تربیت دیجاتی ہے اسی طرح رائچور کے نارمل اسکول میں کنڑی اور اردو ۔ اور ورنگل کے نارمل اسکول میں تلنگی اور اردو میں فن تعلیم کی تربیت دیجاتی ہے ۔ مردوں کی طرح عورتوں کو تربیت دینے کے لئے بھی چار نارمل اسکول قایم ہیں ۔ اورنگ آباد میں جو عورتوں کا نارمل اسکول ہے اس کا ذریعہ تعلیم مرہٹی ہے اسی طرح گلبرگہ میں کنڑی ورنگل میں تلنگی اور حیدرآباد میں اردو ہے ۔ بلدہ اور اضلاع کے نارمل اسکولوں میں جو شریک ہوتے ہیں زیادہ تر میٹرک لیٹ یا مڈل کامیاب ہوتے ہیں اس لئے ان کی استعداد زیادہ نہیں ہوتی ۔ اور نہ ہی ان کی تربیت پر کافی وقت صرف ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی ٹرینڈ اساتذہ بھی طریقہ ہائے تعلیم کو بھول جاتے ہیں اس لئے ایک ریفریشر کورس (اعادی نصاب کے) آغاز کی ضرورت محسوس کی گئی یہ کورس ٹریننگ کالج اور نارمل اسکول میں دیا جارہا ہے اور سال میں ایک مرتبہ دیا جائے گا اورنگ آباد ورنگل اور رائچور کے نارمل اسکولوں میں اس کورس کا اصل مقصد یہ ہے کہ ٹرینڈ اساتذہ سیکھی ہوئی چیزوں کو از سر نو یاد کرلیں اور جو ٹریننگ پائی ہے اس کا اعادہ کرلیں ۔ اس کورس میں اساتذہ کو نئی نئی باتیں بھی بتائی جائینگی کیونکہ طریقہ تعلیم ہمیشہ بہتر سے بہتر ہوتا جاتا ہے اس ریفریشر کورس میں ایسی باتوں سے اساتذہ کو آگاہ کیا جائے گا جن سے وہ ناواقف ہوں گے اور ان کو دوسری مفید معلومات سے بھی استفادہ کا موقع ملے گا ۔ اس لئے توقع کی جا سکتی ہے کہ ریفریشر کورس اساتذہ کے لئے سودمند ثابت ہوگا ۔

ہر معلم کو اپنے فن کا ماہر ہونا چاہئے لیکن یہ ایک مشکل امر ہے اب تک معلم

کی تربیت پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی تھی لیکن اب بہت توجہ دیجا رہی ہے توقع ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ اساتذہ جدید اور اچھے طریقوں سے اپنے طالب علموں کو درس دیا کریں گے ۔ مدرسین کی تربیت کے لئے ٹریننگ کالج میں آج کل زوروں سے کام ہو رہا ہے وہاں مولوی سجاد مرزا صاحب، اور ان کے ساتھی دلچسپی سے کام کررہے ہیں کئی تراجم اور تالیفات عالم وجود میں لائی گئی ہیں ۔ ماسٹر آف ایجوکیشن کے افتتاح سے تربیت اور کارکردگی کا معیار بلند ہو گیا ہے

اس وقت تک مجھے جن نارمل اسکولوں کو دیکھنے کا موقع ملا وہاں معمولی مضامین پڑھائے جاتے ہیں فن تعلیم کے مضامین کی طرف کم توجہ کی جاتی ہے اب اس کی اصلاح ہو جائے گی اور توقع ہے کہ آئندہ فن تعلیم پر زیادہ زور دیا جائیگا ۔ یہ کمزوری خصوصاً عورتوں کے نارمل اسکولوں میں زیادہ واضح ہے مجھے امید ہے کہ ریفریشر کورس سے تدریس کی خامیوں کو بڑی حد تک دور کیا جاسکیگا

امدادی نصاب کا اختتام

نواب مہدی یار جنگ بہادر نے عثمانیہ ٹریننگ کالج کے وداعی جلسہ میں تقریر فرمائی

میں چاہتا تھا کہ اس موقع پر کوئی تقریر نہ کروں ۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں جتنی زیادہ تقریریں ہوتی ہیں وہاں عمل اتنا ہی کم ہوتا ہے اس سررشتہ میں خصوصاً عملی کام کی سخت ضرورت ہے ۔ یہ معلوم کرکے میری تمام فکریں دور ہوگئیں کہ ہمارے مدرسین دوسرے ممالک کے مدرسین کے مقابلہ میں ہر حیثیت سے اچھے ہیں، کیونکہ اچھے مدرسین کا ملنا ہی تمام دقتوں کا حل ہے قوم کی تعمیر کے مقابلہ میں فلک بوس عمارتوں کی تعمیر کوئی وقعت نہیں رکھتی ۔ وہی اچھا مدرس ہے جو حقیقی دلچسپی کے ساتھ اپنے پیشہ کے فرائض انجام دے اور یہ سمجھ لے کہ جو کام وہ کررہا ہے

وہ تعمیری کام ہے اور وہ اس قوم کی تربیت کر رہا ہے جو ملک کے مستقبل کی مالک ہونے والی ہے مدارس میں حاکم و محکوم کی فضا تعلیم پر برا اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی کم از کم اس سررشتہ میں اس قسم کا کوئی فرق نہیں ہونا چاہئے میرا خیال ہے کہ لفظ "حاکم" کے بدلے لفظ "خادم" استعمال ہو تو زیادہ موزوں ہے کیونکہ خادم کا کام مالک کی خدمت کرنا ہے وہی شخص حاکم بننے کے قابل ہے جو اپنے کو ملک اور مالک کا خادم سمجھے اس قسم کا امتیاز اور ایسی ناگوار فضا اس سررشتہ میں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ہم بڑے عہدے پر ہوں یا چھوٹے سب ملکر ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کام کر رہے ہیں صرف کام کی تقسیم الگ الگ ہے۔ جب تک یہ اسپرٹ پیدا نہو تعلیم کا اصل مقصد پورا نہو گا۔ اعادی نصاب میں منجملہ اور فائدوں کے ایک بات یہ بھی ہے کہ سب لوگ ایک جا جمع ہو جاتے ہیں اور اپنی ضروریات اور مشکلات پر غور کر کے خود اپنی مشکلات کا حل نکال لے سکتے ہیں وہ لوگ جو دور دراز مقامات پر رہتے ہیں ان کو اس کا موقع نہیں مل سکتا کہ وہ تعلیم کے جدید نظریوں اور طریقوں سے روشناس ہوں لیکن اس نصاب میں شرکت کی وجہ سے ان کے معلومات تازہ ہو جاتے ہیں اور ان میں یہ احساس پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ سب ایک ہی مقصد کے لئے خاموشی کے ساتھ کام کر رہے ہیں ..... جنگ کی وجہ سے مدافعت کے ناگزیر اخراجات کے لئے سررشتہ جات کے موازنہ کو گھٹانا پڑتا ہے تاہم حلقہ تعلیم کی رپورٹ میں مدرس کی جن مشکلات کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کا ایک نوٹ میرے پاس روانہ کر دیا جائے میں ناظم صاحب اور دیگر متعلقہ احباب ان دقتوں کو دور کرنے کے مسئلہ پر غور کرینگے خدا سے امید ہے کہ جنگ جلد ختم ہو تاکہ ہمارا موازنہ برابر ہو جائے

نصاب اعادی نصاب

ٹدل مٹرک اور ایف اے ٹرینڈ مدرسین کے لئے اعادی نصاب کی مدت ایک ماہ ہوگی اور وہ دو حصوں پر مشتمل ہوگا یعنی (۱) نظری (۲) عملی

۱۔ نظری ۱۔ مدرسہ :۔ مدرسہ کے ذریعہ مدعائے تعلیم حاصل ہوتا ہے مدرسہ صحیح ماحول مہیا کرتا ہے تاکہ

ا۔ بچوں کی نشو نما میں رہبری ہو

ب۔ بچوں کو اچھے عادات و کام کے طریقے اور علم حاصل کرنے اور رجحانات اختیار کرنے کے قابل بنائے

ج۔ برتاؤ ۔کوشش اور تحصیل علم کے ایسے معیار قایم کرے جن سے وہ اپنی سیرت و کردار کی جانچ کر سکیں۔ اطفال کے مدارس کے مقاصد، نرسری یعنی شششو گھر بالک گھر کنڈر گارٹن اور مانٹی سوری مدارس ۔

د۔ تنظیم جدید کے مطابق مدرسہ تحتانیہ وثانوی ادنی کا مقصد

۲۔ تنظیم مدرسہ :۔ صدر مدرس ۔اس کے اختیارات و فرائض ۔ مددگاروں سے اس کا تعلق ۔ طلبا ، اور اولیاء ۔ مدرسین کے حقوق و فرایض ۔ سماج سے مدرسے کے روابط ۔سماجی خدمات ۔

ب جماعتوں کی تنظیم :۔ نظام اوقات ۔ ہوم ورک ۔جماعتی مقابلہ ۔ امتحانات طلبہ کا داخلہ و ترقی ۔ ناکام طلبہ کا مسئلہ ۔ اسکول رکارڈ اور رجسٹرات ۔کتب خانہ اور دارالمطالعہ ۔عجائب خانہ ۔یوم مدرسہ ۔ تقاریب ۔

ج عام ڈسپلن۔ ڈسپلن کے جدید نظریے، باقاعدگی اور پابندی اوقات مدرس و طالب علم کا اندرون و بیرون جماعت عمل جزا اور سزا۔ ذمہ داری کی تربیت

د۔ سازوسامان:۔ عام اصول۔ کاردفتر، فراہمی اور نگہداشت عمارت فرنیچر باغ اور آلات تعلیمی۔ فراہمی کتب درسی۔ اور آلات برائے تعلیم۔

کاردفتر۔ مراسلت۔ برآوردات، حسابات وغیرہ

۳۔ ضابطہ سررشتہ تعلیمات ۔ اہم گشتیات۔ ناظم صاحب۔ صدر مہتمم صاحب اور مہتمم صاحب تعلیمات

۴۔ تعلیمیاتی نفسیات :۔ مقاصد، وسعت مضمون و طریقے توارث و ماحول۔ بچہ کی نشو و نما کے مراحل۔ انفرادی اختلافات۔ برتاؤ کے مختلف طریقے جبلتیں، تادیب وضبط میں ان کی معنوی قدر و قیمت۔ توجہ۔ دلچسپی۔ سعی اور تکان کا اثر۔ نظام اوقات۔ کھیل اور طریقہ ہائے تدریب۔ کردار کی نشو نما پر مضامین درسی۔ مدرسہ تحتانیہ کی نفسیات۔

۵۔ مدرسہ تحتانیہ کے تمام مضامین نصاب کے طریقہ ہائے تعلیم

ا۔ مقاصد اور مضمون کی قدر و قیمت۔ منظورہ نصاب اور درسی کتب کا گہرا مطالعہ۔ تدریس کے طریقے۔ دوسرے نصابی مضامین سے ارتباط۔

ب۔ معاونین تدریس:۔ ان کی فراہمی تیاری اور استعمال۔

نوٹ ۔ اردو کی تدریس بحیثیت زبان دوم اور آرٹ و کرافٹ کی تدریس بلحاظ جدید مضمون بطور خاص تفصیلی نظر ڈالی جائے۔

اردو کی لکھائی اور تختہ سیاہ کا استعمال نقشہ کشی کے سلسلہ میں ہونا چاہئیے

۶۔ حفظ صحت :۔ ا۔ علم الاجسام اور علم الافعال اعضا۔ عام معلومات جسم کی صفائی اور آنکھ کی حفاظت، دانت، بال، ناخن، جلد اور صحیح انداز جسم (پاسچر)، ہوا اور پانی، کثافت سے امراض ہوتے ہیں موزوں غذا حالات

کی تبدیلی سے غذا کی مطابقت۔ امراض متعدی اور ان کی روک تھام طبی معائنہ
خفیف ضرر یا بیماری کا فوری علاج

ب۔ تربیت جسمانی:۔ مقاصد۔ مدرسہ تحتانیہ کے سررشتہ کے نصاب کا مطالعہ
ہندوستانی اور یورپین کھیل۔ بین الجماعت اور بین المدرسہ کھیل۔ ٹورنمنٹ
بلا بازیگاہ مدارس کا مسئلہ

۷۔ **زاید نصاب مصروفیات**۔ مقاصد۔ مختلف مصروفیات ان کی تنظیم
اور نگرانی، طلبہ کی انجمن امداد باہمی۔ مجلس صلیب احمر (انجمن علاج و امداد مجروحین)
انجمن ڈرامہ۔ انجمن اصلاح دیہات یا دیہات سدھار سبھا۔ باغبانی تعلیمی سیاحت
اسکاؤٹنگ وغیرہ۔

۲۔ عملی ا۔ ہر نصابی مضمون پر نمونہ کے اسباق۔
ب۔ مدرسین اعادی نصاب کے تنقیدی اسباق۔
ج۔ حلقہ مطالعہ۔ مقالات یا مضامین کی خواندگی ان پر مباحثہ۔

نوٹ حصہ ۲ کے لئے یکماہی اعادی نصاب کا آخری ہفتہ موزوں ہو گا۔
لیکن حلقہ مطالعہ کا آغاز اس سے پہلے کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ مجوزہ نظام اوقات برائے ایک ماہ

دوران ساعت ۴۰ منٹ۔ وقفہ ۳۰ منٹ۔ روزانہ جملہ ساعات ۶

۱. نفسیات تعلیمی	۱۵ ساعات	۶. ڈسپلن	۵ ساعات	۱۱ غیر متوقع کام	۵ ساعات
۲. طریقہ ہائے تعلیم	۳۰ " فی طریقہ ۱۰ "	۷. ضابطہ تعلیمات	۵ "	۱۲ نمونہ کے اور تنقیدی اسباق	۳ یوم
۳. انتظام جماعت	۱۰ "	۸. جسمانی تعلیم (اصول)	۵ "	۱۳. امتحان	۲ "
۴. حفظ صحت	۱۰ "	۹. زاید نصاب مصروفیات	۵ "	۱۴. خالی	۱ "
۵. تنظیم مدرسہ	۶ "	۱۰. ساز و سامان مدرسہ	۳ "	۱۵. اسپورٹس و جلسہ	۱ "

نوٹ: شام میں ہر روز گیمس وغیرہ کا انتظام۔

کتب

مضامین نصاب	نام کتاب	مصنف یا مترجم
۱۔ مدرسہ	اصول تعلیم	غلام السیدین
	اصول تعلیم (صرف متعلقہ ابواب)	ریمنٹ مترجمہ مولوی محمد عثمان صاحب
	(دی پروگریسیو اسکول) ترقی پذیر مدرسہ	رائبرن
۲ تنظیم مدرسہ	انڈین اسکول آرگنائزیشن (اکسفورڈ یونیورسٹی پریس) تنظیم مدرسہ ہند	رین مترجمہ رشید احمد صدیقی صاحب
	ہدایات برائے مدرسین	یم۔ یچ جعفری صاحب
	انتظام مدارس (اکسفورڈ یونیورسٹی)	رائبرن
۳ تعلیمی نفسیات	مکالمات جیمس	جیمس مترجمہ وہاج الدین صاحب
	تعلیماتی نفسیات (متعلقہ ابواب)	ملک سردار علی صاحب
	نفسیات اور اصول تعلیم (اکسفورڈ یونیورسٹی پریس)	رائبرن
۴ طریقہ ہائے تعلیم	کتاب ہدایات (انڈین پریس جبلپور)	سلوھا
	سجیشنز ٹو ٹیچرس	بورڈ آف ایجوکیشن لندن مرممہ اڈیشن ۱۹۳۷ء
	جنرل میتھڈز آف ٹیچنگ ان ایلیمنٹری اسکولس ابتدائی مدارس میں طریقہ تعلیم	پارکر مترجمہ غلام ربانی صاحب
	ٹیچرس لیسن نوٹس	ہیام لے
	جدید تدریس (صرف حوالے کے لئے)	اڈمس مترجمہ سجاد مرزا صاحب
۵۔ آرٹ و کرافٹ	تعلیمی دستی تربیت	جنکنس مترجمہ مرزا عبدالقادر بیگ صاحب
	انڈسٹریل ورک فار مڈل گریڈس) حرفتی کام	وررسٹ مترجمہ سمیع اللہ صاحب
	دستی کام	یس۔ ایم جعفر صاحب
اردو	جملاتی طریقہ	سلیم عبداللہ (نولکشور پریس لکھنو)
	مصباح التعلیم	لاڈلی داس (اکبری پریس آگرہ)
	فن تعلیم وطریقہ تعلیم کی جدید کتاب	فیض محمد خاں (خادم التعلیم اسٹیم پریس لاہور)
	رسم خط آموز	اظہر الدین مدرسہ مشقی

بیسک ہندوستانی پڑھانے کا طریقہ	آرتھولاجیکل انسٹیٹیوٹ (بمبئی)
(طریقہ) مادری زبان کی تعلیم (اکسفورڈ یونیورسٹی پریس	رائی برن
۵ حفظ صحت	بھٹا چاریہ صاحب
رسالہ امراض وبائی	ڈاکٹر لطیف سعید صاحب
فزیکل ٹریننگ ان اسکولس (مدارس میں تربیت جسمانی	بورڈ آف ایجوکیشن لندن
تربیت جسمانی	یس۔ یم۔ ہادی
ورزش جسمانی کا طریقہ	میونسپل سکولس کمیٹی (انڈین پریس الہ آباد
۶۔ زاید از نصاب مصروفیات	حیدرآباد ٹیچرس اسوسی ایشن رپورٹ جلد (۱۰) نشان (۲)
دی آرگنائزیشن آف اسکول سوسائیٹیز اینڈ ادراکٹی وٹیز (تنظیم انجمن ہائے مدارس و دیگر مصروفیات	ہول رائنڈ
باغ مدرسہ	جگھوہن لال صاحب

۷۔ برائے حلقہ مطالعہ مباحثہ (ا) انجمن اساتذہ بلدہ کی مختلف رپورٹیں۔

ب مقامی، ہندوستانی اور غیر ملکی تعلیمی رسالوں میں سے منتخبہ مضامین

ج مجوزہ عنوانات

نوٹ۔ مجوزہ بالا کتب کے علاوہ۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ، قابل، وسیع معلومات رکھنے والے اساتذہ کے لئے اعلیٰ معیاری کتب تجویز کی جانی چاہئیں۔ مستند اور معیاری کتب کے ترجمے جو عثمانیہ ٹریننگ کالج کے لئے محکمہ تعلیمات سے طبع و نشر کئے گئے ہیں ان کے۔ لئے بہت مفید ثابت ہوں گے۔

قواعد اعادی نصاب مدرسین تربیت یافتہ سررشتہ تعلیمات سرکار عالی

(زیر منظوری)

۱۔ اعادی نصاب سے مراد تدریسیات کے ایسے کم مدتی نصاب سے ہے جو تربیت یافتہ

مدرسین کے معلومات تازہ کرنے اور ان کی کارکردگی میں اضافہ کرنے کے لئے ہو ۔

۲ ۔ اعادی نصاب کی مدت کم سے کم دو ہفتہ اور ایک مہینہ ہوگی ۔ خاص حالات میں جناب ناظم صاحب تعلیمات اس مدت میں اضافہ کرسکیں گے ۔

۳ ۔ عموماً اعادی نصاب کے مرکز عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ اور نارمل اسکول اضلاع اورنگ آباد ۔ رائچور اور ورنگل ہونگے ان کے علاوہ دوسرے مراکز بھی مقرر کیئے جاسکتے ہیں جس کا تصفیہ جناب ناظم صاحب تعلیمات بمشورہ چیف انسپکٹر نارمل اسکول (پرنسپل صاحب عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ) کریں گے ۔

۴ ۔ اعادی نصاب کے انعقاد کی تاریخ کا اعلان کم سے کم دو ماہ پہلے دفتر نظامت تعلیمات سے کیا جائے گا ۔

۵ ۔ عموماً اضلاع میں مڈل اور میٹرک ٹرینڈ اور بلدہ میں ایف ۔ اے اور بی ۔ اے ٹرینڈ کی تربیت کا انتظام ہوگا ۔

۶ ۔ اعادی نصاب کے لئے ایسے تربیت یافتہ مدرسین کا انتخاب ہوا کریگا جو سرکاری امدادی یا مسلمہ سرکار مدارس میں ملازم ہیں اور جن کو ٹرینڈ ہوکر کم سے کم پانچ سال ہوچکے ہیں لیکن خاص حالات میں یہ مدت کم کی جاسکتی ہے

۷ ۔ منتخبہ سرکاری مدرسین کو آمد و رفت کی بابت سفرخرچ ایصال ہوگا تعطیلات کے معاوضہ میں ان کی رخصت خاص بیافت سالم محفوظ کی جائے گی ۔ بشرطیکہ

ا ۔ اعادی نصاب کے دوران میں ان کی حاضری ۸۰ فیصدی رہی ہو ۔

ب ۔ تشفی بخش طریقہ پر تکمیل نصاب کیا ہو ۔

نوٹ : ۔ آخری امتحان کا اثر نتیجہ کا اثر تحفظ رخصت پر نہیں پڑے گا ۔

۸ ۔ ختم نصاب مقررہ پر ایک امتحان ہوگا جس میں کامیابی کارگزاری منصور ہوگی

۹ ۔ امتحان کے دو پرچے ہوں گے ۔

۱۔ پرچہ اول تنظیم مدرسہ و مسائل تعلیمی

۲۔ پرچہ دوم طریقہائے تعلیم مضامین درسی

ہر پرچہ کا وقت تین ساعات ہوگا۔ پہلے پرچہ کے سو اور دوسرے کے (۱۵۰) نشانات ہوں گے۔

ا۔ درجہ کامیابی حسب ذیل ہوگا۔

جملہ نشانات (۲۵۰) درجہ اول ۶۰ فیصد (۶۵ فیصد یا زیادہ کی صورت میں درجہ اول بہ امتیاز) درجہ دوم ۴۵ فیصد درجہ کامیاب ۳۳ فیصد۔

ب ہر پرچہ میں ۳۳ فیصد نشانات کامیابی ہوں گے جو ایک پرچہ میں ناکامیاب ہو وہ دوسری دفعہ صرف اسی پرچہ کا امتحان دیکر کامیاب ہو سکے گا۔

ج منتخبہ مدرسین سے امتحان کی فیس نہ لی جائے گی لیکن جو بصورت ناکامیابی مکرر شریک ہوں ان کے لئے شرح فیس امتحان حسب ذیل ہوگی۔

مڈل۔ میٹرک ٹرینڈ۔ ایف اے ٹرینڈ (عــ) بی۔ اے ٹرینڈ (ســ)

۱۰۔ سند کامیابی سررشتہ تعلیمات کی جانب سے عطا ہوگی۔

۱۱۔ ترتیب نصاب جملہ فنی امور اور عام نگرانی کا تعلق چیف انسپکٹر نارمل اسکولس پرنسپل عثمانیہ ٹریننگ کالج سے ہوگا۔

۱۲۔ جو اساتذہ صاحبان بہ توثیق چیف انسپکٹر نارمل اسکولس اعادی نصاب کی تعلیم دیں گے ان کو تعطیل کے معاوضہ میں رخصت خاص بیافت سالم دیجائے گی اور بشرط ضرورت آمد و رفت کا خرچ بھی ایصال ہو سکے گا۔

۱۳۔ قواعد اعادی نصاب میں ترمیم و اضافہ اور اعادی نصاب سے متعلق جملہ امور کا آخری تصفیہ جناب نائب ناظم صاحب تعلیمات بمشورہ چیف انسپکٹر نارمل اسکولس کرینگے

*

مقاصد اعادی نصاب

جناب مولوی سید علی اکبر صاحب مہتمم ناظم تعلیمات نے حیدرآباد ریڈیو سے جو بصیرت افروز تقریر فرمائی تھی اس کا اقتباس درج ذیل ہے۔ افسوس کہ قلت کاغذ کے باعث پوری تقریر نہیں دی جا سکی۔

نارمل اسکولوں اور ٹریننگ کالج میں مدرسین کی تربیت کی مدت صرف ایک سال ہے۔ ظاہر ہے کہ مدرسی کے فرائض کی اہمیت کے لحاظ سے یہ مدت بہت کم ہے لیکن توقع کی جاتی ہے کہ مدرسین ختم ٹریننگ پر اپنے اپنے مدارس کو واپس ہونے کے بعد ان تمام اصولوں۔ نظریوں اور طریقوں پر عمل کریں گے جو ان کو تربیتی درسگاہ میں سکھائے گئے ہیں اور وہ اپنا مطالعہ بھی جاری رکھیں گے لیکن عموماً یہ توقع پوری نہیں ہوتی اور باوجود اساتذہ کی انجمنوں کی قیام کے اکثر مدرسین کی معلومات فرسودہ ہو جاتی ہیں اس کے علاوہ تعلیم کے نئے نئے نظریوں اصول اور طریقوں سے مدرسین کو روشناس کرانا ضروری ہے۔ اسی بنا پر ۱۳۴۶ف میں عہدہ داران سررشتہ کی جو کانفرنس جناب سید محمد حسین صاحب جعفری کی صدارت سے منعقد ہوئی تھی اس میں یہ طے پایا تھا کہ تربیتی درس گاہوں میں موسمی تعطیلات کے زمانہ میں ریفریشر کورس (اعادی نصاب) کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اس تحریک کو سرکار کی منظوری سے اس سال عملی جامہ پہنایا گیا اور ٹریننگ کالج بلدہ نارمل اسکول اورنگ آباد نیز ورنگل اور رائچور میں اس اعادی نصاب کا انتظام کیا گیا ہے۔ اضلاع کے ہر ایک نارمل اسکول میں تقریباً (۶۰) مڈل ٹرینڈ مدرسین اور ٹریننگ کالج میں تقریباً (۱۱۲) مڈل میٹرک اور ایف اے ٹرینڈ مدرسین

ریفریشر کورس کی جماعت میں شریک ہیں۔

عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات کو تعلیمی امور سے عموماً اور مدرسین کی تربیت سے خصوصاً جو دلچسپی ہے اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ممدوح ہر سال ڈپ ایڈ کے امتحان کے امیدواروں میں بہترین عملی سبق دینے والے مدرس کو اپنی ذات سے ایک طلائی تمغہ عطا فرماتے ہیں اور اس کے لئے جو مقابلہ ہوتا ہے اس کے وہ خود ممتحن ہوتے ہیں اس کے علاوہ کسی مقررہ تعلیمی عنوان پر بہترین مضمون لکھنے والے مدرس کو نقد انعام مرحمت فرماتے ہیں۔ نواب صدر المہام بہادر تعلیمات نے ریفریشر کورس سے بھی بڑی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ ممدوح نے اس کا افتتاح ایک لاسلکی تقریر سے فرمایا۔

ریفریشر کورس کی اہمیت کے لحاظ سے نیز اس امر کے مدنظر کہ سررشتہ تعلیمات کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ کورس قایم کیا گیا ہے میں نے نہ صرف ٹریننگ کالج بلدہ بلکہ نارمل اسکول ورنگل۔ رائچور۔ اور اورنگ آباد کے انتظامات کا بھی معاینہ کیا۔ ان سب درسگاہوں میں مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ مدرسین نے بڑے شوق سے ریفریشر کورس میں شرکت کی ہے اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کی سابقہ معلومات تازہ ہو رہی ہیں بلکہ جدید معلومات کا بھی اضافہ ہو رہا ہے اور ان کو سب سے بڑا فائدہ باہمی تبادلہ خیالات اور ایک دوسرے کی مشکلات اور تجربے معلوم کرنے سے ہو رہا ہے خود مجھے بھی ان مدرسین سے تبادلہ خیالات کرنے سے بڑی معلومات ہوئیں۔ اور ان کی مشکلات کا صحیح اندازہ کرنے کا موقع ملا مدارس تحتانیہ میں سب سے بڑی مشکل اسٹاف کی کمی کی ہے جس کی وجہ سے

سررشتہ کو مجبوراً باری وار طریقہ (شفٹ سسٹم) جاری کرنا پڑا ۔ پرائمری تعلیم کی اہمیت کو محسوس کرکے اس کی توسیع اور اصلاح کی پنجسالہ اسکیم کے تحت سرکار عالی نے اپنی فیاضی سے سررشتہ تعلیمات کے موازنہ میں ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ سالانہ کا اضافہ منظور فرمایا ہے اور اس میں سے اب تک ساڑھے نو لاکھ روپیہ گذشتہ تین سال کی مدت میں سررشتہ کو مل بھی چکے ہیں اس عرصہ میں مدارس کی تعداد میں (٣١٧) اور طلبہ کی تعداد میں تقریباً تیس ہزار کی بیشی ہوئی ہے چنانچہ اس وقت تقریباً (٥١٠٠) مدارس تحتانیہ قایم ہیں جن میں کم و بیش سوا تین لاکھ لڑکے زیر تعلیم ہیں موازنہ میں گنجایش کی حد تک نئے مدارس کے قیام کے ساتھ موجودہ مدارس کے اسٹاف میں اضافہ کیا جا رہا ہے لوکل فنڈ کی رقم سے نئی عمارتیں تعمیر کرائی جا رہی ہیں اور فرنیچر اور آلات تعلیمی بھی مہیا کئے جا رہے ہیں لیکن اب بھی کثرت سے ایسے مدارس موجود ہیں جہاں صرف ایک یا دو مدرسین مامور ہیں اور ان کی اصلاح کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہے ۔ تعداد طلبہ میں اضافہ کی حد تک توقع ہے کہ ان تعلیمی کمیٹیوں سے جو پرائمری تعلیم کی جدید اسکیم کی ضمن میں قایم کی جا رہی ہیں بہت فائدہ ہوگا ۔ اعادی نصاب کی جماعتوں کے معاینہ کے دوران میں میں نے اکثر مدرسین کو یہ شکایت کرتے ہوئے سنا کہ گو تعلیم کا شوق بڑھ رہا ہے لیکن اب بھی والدین اپنے فرایض کی حد تک مدرسہ کے ساتھ خاطر خواہ تعاون نہیں کرتے ۔ عام طور پر دیہات کے مدارس تحتانیہ میں دیکھا گیا ہے کہ طلبہ پابندی سے مدرسہ نہیں آتے پرائمری مدرسہ کی کمیٹی جو صدر مدرس اور گاؤں کے سربرآوردہ اشخاص پر مشتمل ہوتی ہے نہ صرف طلبہ کی [illegible] کی اصلاح میں مدد دیسکتی ہے بلکہ اگر وہ توجہ کرے تو ان سب لڑکوں کو مدرسہ میں شریک کرا سکتی ہے جو زیر تعلیم نہیں ہیں اور اکثر آوارہ پھرتے ہیں دیہات کے مدارس تحتانیہ سے کے

کو ایک اور مشکل یہ پیش آتی ہے کہ بچوں کے پاس مقررہ کتابیں بلکہ سلیٹ اور پنسل تک نہیں ہوتی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مدرسہ کو پابندی سے بھی آئیں تو تعلیم اطمینان بخش طور پر حاصل نہیں کر سکتے اس بارے میں بھی تعلیمی کمیٹی قیمتی امداد دے سکتی ہے ۔ اگر وہ گاؤں کے متمول افراد کو توجہ دلائے کہ ان کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کار خیر نہیں ہو سکتا کہ وہ نادار طلبہ کی اعانت کریں تو یقین ہے کہ ان بچوں کے لئے لکھنے پڑھنے کا سامان آسانی سے مہیا ہو جائے گا ۔ یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ طلبہ کی اخلاقی تربیت اور ان کی جسمانی صحت کی اصلاح کیلئے مدرسین کی کوششیں اس وقت تک بارآور نہیں ہو سکتی ہیں جب تک کہ والدین کا تعاون ان کو حاصل نہ ہو ۔

زمانہ تیزی سے بدل رہا ہے ہر مدرس کا فرض ہے کہ جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں ان کا غور سے مطالعہ کرے اور طلبہ کے ساتھ ایسا طرز عمل اختیار کرے جو بدلتے ہوئے حالات کے موافق ہو ۔ آجکل دنیا میں جو انتشار ہے اس کی وجہ سے مدارس ثانویہ اور جامعات میں قیام ڈسپلن کا مسئلہ نہایت نازک ہو گیا ہے اس کے مدنظر مدرس کو چاہئے کہ طلبہ کی ذہنیتوں پر ان کے ماحول اور بیرونی واقعات کا جو اثر پڑتا ہے اس سے باخبر رہے اور مشفقانہ طور پر ان کی صحیح رہنمائی کرے ۔

گو ریاست حیدرآباد میں مدرسین کی تنخواہوں کا اسکیل ہندوستان کے دوسرے حصص کے مقابلہ میں بہتر ہے تاہم یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انکی جو ذمہ داریاں ہیں [illegible] ان میں آئے دن جو اضافہ ہوتا جا رہا ہے ان کے لحاظ سے انہیں کافی معاوضہ نہیں ملتا ہے ۔ لیکن ان کو چاہئے کہ اس کی وجہ سے اپنے دل میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیں مدرس کے وقار کا انحصار

تنخواہ پر نہیں بلکہ اس کے جذبہ خدمت گذاری پر ہے جو مدرسین ہندوستان کے قدیم اساتذہ کے مانند معلمی کو ایک قومی خدمت سمجھ کر اپنے فرایض انجام دیتے ہیں۔ وہ نہ صرف قابل عزت بلکہ قابل رشک ہیں کیونکہ ان کو اپنی مصروفیتوں سے جو مسرت اور لطف حاصل ہوتا ہے وہ کسی اور پیشہ کے افراد کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

کیفیت مرکز اورنگ آباد

نارمل اسکولز میں جو اساتذہ شریک ہوتے ہیں وہ زیادہ تر میٹریکیولیٹ یا مڈل پاس ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی استعداد زیادہ نہیں ہوتی ہے اور وہ ان کے پاس کافی وقت ہوتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی ٹرینڈ اساتذہ بھی جلد اس طریقہ کو بھول جاتے ہیں اس لئے ایک ریفریشر کورس کے آغاز کی ضرورت محسوس کی گئی۔

(عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر)

ضرورت محولہ بالا کے تحت اورنگ آباد میں بھی ریفریشر کورس یا اعادی نصاب کا امسال انتظام ۲۱ ہ خورداد لغایتہ ۲۰ ہ تیر سنہ ۱۳۵۱ ف کیا گیا اضلاع میں یہ کام ہر جگہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نارمل اسکول متعلقہ کے تفویض کیا گیا۔ لیکن چونکہ نارمل اسکول اورنگ آباد کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر ڈی بی بھجو کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور صدارت مدرسہ ملکو کا انتظام نہیں ہوا تھا اس لئے اورنگ آباد میں یہ کام میرے سپرد ہوا جس کو میں نے [illegible] مفوضہ کے علاوہ انجام دیا۔

۲۱ ہ خورداد سنہ ۱۳۵۱ ف اس کورس کا پہلا روز تھا۔ اس روز بجز چند

دور افتادہ مقامات کے مدرسین کے اکثر مدرسین زیر تعلیم اور لکچرار صاحبان حاضر آئے۔ پہلے روز ابتدائی انتظامات عمل میں آئے۔ لکچرار صاحبان کی کمیٹی کرکے نصاب مجوزہ کی وضاحت کی گئی۔ بلحاظ موزونیت لکچرار صاحبان میں کام تقسیم کیا گیا ٹریننگ کالج سے وصول شدہ ٹائم ٹیبل کو مقامی حالات پر منطبق کرنے کے تدابیر اختیار کئے گئے بلحاظ ذریعہ تعلیم فریق اردو اور فریق مرہٹی کے کلاس ٹیچرس تجویز کئے گئے مدرسین زیر تعلیم کے مشورہ سے ہر فریق کا ایک ایک عریف منتخب ہوا۔ مدرسین زیر تعلیم کو نصاب مجوزہ سمجھایا گیا۔ مطالعہ کتب سے متعلق رہبری کی گئی۔ طریقہ تعلیم لکچر اور اس سے استفادہ کی ترکیبیں، حصول معلومات میں زیر تعلیم اور لکچرار صاحبان کے آزادانہ تبادلۂ خیالات کی اہمیت، اشتراک عمل اور باہمی استفادہ کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی اس روز کا کام اس اعلان پر ختم کیا گیا کہ عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدرالمہام تعلیمات ریفریشر کورس سے متعلق ۷½ بجے شام حیدرآباد سے اپنی تقریر دلپذیر نشر فرمانے والے ہیں۔ سب حضرات مدرسین بمقام ٹیچرس کلب اورنگ آباد سماعت و استفادہ کی عزت حاصل فرمائیں چنانچہ اس اعلان کی بنا پر جملہ لکچرار صاحبان مدرسین صاحبان زیر تعلیم اور اکثر مقامی مدرسین صاحبان نے ٹیچرس کلب اورنگ آباد میں جمع ہوکر وہاں کے ریڈیو سے عالیجناب نواب مہدی یار جنگ بہادر صدرالمہام تعلیمات کی تقریر سماعت کرنے کی عزت حاصل کی موسم گرما کی ہواؤں کی وجہ سے ریڈیو پر تقریر اچھی طرح سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس حالت کے پیش نظر تقریر کو قلمبند کرنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا جو امکانی حد تک قلمبند کی گئی دوسرے روز یعنی ۲۲ ، خورداد کو جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات نے لکچرار صاحبان اور مدرسین صاحبان زیر تعلیم کو مخاطب فرما کر ابتدائی اور بیش قیمت

رہبری فرمائی اور میری درخواست پر ریفریشر کورس کا افتتاح فرمایا اس موقع پر میں نے بہ حیثیت نگران اعادی نصاب عالیجناب نواب صدر المہام صاحب بہادر تعلیمات کی قلمبند شدہ نشری تقریر لکچرار صاحبان اور مدرسین صاحبان زیر تعلیم کو سنانے کی عزت حاصل کی اس افتتاح کے بعد نظام الاوقات کے مطابق تعلیمی کام شروع کر دیا گیا۔

مرکز اورنگ آباد کے انتظام اعادی نصاب کی ایک یہ خصوصیت تھی کہ یہاں مادری زبان اردو اور مرہٹی میں علحدہ علحدہ لکچرس اور عملی کام کا اہتمام تھا نصاب مجوزہ مڈل تا ایف اے۔ کامیاب کا ایک ہی تھا طریقہ ہائے تعلیم میں تین مضامین کا طریقہ جاننا ضروری قرار دیا گیا تھا مگر چونکہ مدارس تحتانیہ میں مضمون واری مدرسین نہیں ہوتے بلکہ عموماً جماعتواری نظام ہوتا ہے۔ اس ضرورت کے مدنظر یہاں سب کو پانچ مضامین یعنی ۱۔ مادری زبان ۲۔حساب ۳۔تاریخ ۴۔جغرافیہ اور ۵۔مطالعہ قدرت کی تعلیم کا انتظام کرنے کے علاوہ ان سب مضامین کے طریقہ ہائے تعلیم سے مدرسین صاحبان زیر تعلیم کو آگاہ کیا گیا۔ تاریخ جغرافیہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے ان کو علحدہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خود مڈل ٹریننگ میں مطالعہ قدرت کا طریقہ نہیں بتایا جاتا۔ مگر موجودہ منظورہ نصاب تحتانی میں مطالعہ قدرت کی تعلیم لازمی ہے۔ اس لئے تحتانی مدرسین کے واسطے اس کا طریقہ تعلیم جاننا ضروری ہے چنانچہ ان سب طریقوں کی تعلیم دیگئی۔ تعلیم مادری زبان میں دیگئی اس لئے پانچ پانچ اسباق نمونہ و نکتہ چینی دونوں زبانوں میں دئے گئے زیر تعلیم مدرسین صاحبان کے سوا مقامی مدرسین صاحبان ان اسباق سے مستفیض ہوئے۔

انتظام تعلیم اعادی نصاب میں جن مشکلات کا سامنا ہوا وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اعادی نصاب کے لئے موسم بوجہ شدت گرما تکلیف دہ تھا۔ اگرچہ اسکو

کم کرنے کی کوشش اس طرح کی گئی کہ بورڈنگ ہاؤس سے جہاں مدرسین صاحبان زیر تعلیم رہتے تھے ممکنہ قربت پر یعنی عمارت مدرسہ وسطانیہ چیلی پورہ میں تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ گرمی کی وجہ سے تکان جلد غالب آجاتی تھی سرما میں تعلیم کا انتظام ہو تو زیادہ کوشش اور استفادہ ممکن ہے۔ اور نیز اس وقت مدرسہ تعلیم المعلمین کے باقاعدہ نوآموز زیر ٹریننگ بھی خاص مضامین اور لکچرس سے مستفید ہوسکیں گے اور مدرسین کے باہمی میل جول میں زیادہ وسعت ہوگی۔

۲۔ مجوزہ امدادی کتب (جن کی سفارش نصاب میں کی گئی تھی) کی فراہمی میں بیحد دقت ہوئی لکچرار صاحبان نے جس طرح بن پڑا دوسری کتابوں کی مدد سے نصاب مقررہ کی تکمیل کی کوشش کی مگر زیر تعلیم مدرسین انگریزی سے ناواقف تھے۔ اس لئے کتب خانہ جات دفاتر صدر مہتمم و مہتمم تعلیمات اور مدرسہ تعلیم المعلمین سے صرف اردو اور مرہٹی کتب کی حد تک مستفید ہوئے مدرسہ تعلیم المعلمین کے کتب خانہ میں کچھ مرہٹی کتابیں ہیں مگر اردو کتابیں بہت کم ہیں اردو زبان میں فن تعلیم کی کتابوں کے متعدد نسخہ جات فراہم ہوں تو باعث سہولت ہوگا۔ ان سے مدرسین صاحبان زیر تعلیم کو خود سعی کے ساتھ اضافہ معلومات میں بے حد مدد ملے گی۔

۳۔ امسال مڈل تا ایف اے سب کے لئے ایک ہی نصاب تھا۔ بلحاظ استعداد و ضرورت دیہی مدارس مڈل کامیاب مدرسین کا نصاب کسی قدر محدود و مخصوص ہو تو بہتر ہوگا دیہاتی مدرسین کے لئے حسب ذیل عنوانات پر بحث از بس ضروری معلوم ہوتی ہے

۱۔ نظم و نسق میں شفٹ سسٹم ایک سے زیادہ جماعتوں کی وقت واحد میں ایک مدرس کے ذریعہ تعلیم [illegible] لگاؤ پیدا کرنے کی تدبیریں۔ دیہاتی مدرسین کے مشکلات اور ان کا انسداد۔

۲۔ تحتانی مدارس میں جغرافیہ کا خطہ واری پیرایہ تعلیم۔

۳۔ حفظ صحت کے ضمن میں دس لکچرس مقامی ارکان محکمہ طبابت کے ذریعہ ہوں تو فوری امداد کی سند بھی مل سکے گی۔

چونکہ نصاب مجوزہ ماڈل مخصوص نہیں تھا اس لئے بعض عنوانات کی تکمیل کیلئے از سر نو بنیاد تیار کر کے آگے چلنا پڑا۔ وقت مقررہ اس کے واسطے ناکافی تھا۔ اس لئے اکثر مدرسین صاحبان کو کم از کم ۲ اور زیادہ سے زیادہ ۹ پیریڈس زیادہ کام کرنا ہوا۔ کام اور وقت کی مناسبت کے مدنظر بھی نصاب پر نظر ثانی فرمائی جائے تو مناسب ہے۔

بعض مدرسین صاحبان زیر تعلیم کی عمر زاید از ۴۵ سالہ تھی ایسے حضرات عموماً کمزوری حافظہ کی وجہ سے حسب دلخواہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔

متذکرہ بالا دقتوں کے باوجود کورس کو ممکنہ طور پر کامیاب بنانے کی کوشش حسب ذیل طریقوں سے کی گئی۔

۱۔ لکچرار صاحبان کافی تیاری کے ساتھ اپنے تدریسی اشارات مرتب کر کے لاتے اور دوران تعلیم میں لکچر۔ بحث۔ اور سوال وجواب کے سوا اہم امور کو تختہ سیاہ پر نوٹ کر دیتے تھے، مدرسین صاحبان زیر تعلیم ان اشارات کی مدد سے اوقات فرصت میں اپنے طور پر خلاصہ جات مرتب کرتے تھے۔

۲۔ لکچرار صاحبان اپنے مضامین سے متعلق روزانہ سوالات دیتے اور مدرسین صاحبان زیر تعلیم کافی کوشش اور مطالعہ کے بعد ان سوالات کے جوابات لکھتے تھے۔ جوابات کی جانچ کے بعد لکچرار صاحبان اپنے لکچروں میں ضروری وضاحت اور رہبری کرتے تھے

۳۔ مدرسین صاحبان زیر تعلیم نے مشکلات وا مصروفیات بالا کے باوجود ابتداء ہی سے بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ نہایت ہی تن دہی سے اپنا مقررہ کام انجام دیا کوئی روز ایسا نہ تھا کہ مقررہ پیریڈس کے سوا کسی نہ کسی لکچرار صاحب نے زیادہ وقت نہ لیا ہو اور زیر تعلیم نے خوشی خوشی ان کا ساتھ نہ دیا ہو چنانچہ پورے کورس میں سے صرف

۱۷ نمبر کا دن ایسا تھا جبکہ کورس کا انعقاد نہیں ہوا

۴۔ تکمیل نصاب کے سوا اس امر پر بھی توجہ دیگئی کہ مدارس میں عام نقایص کیا ہوتے ہیں۔ میں نے معاینہ مدارس میں ظاہر شدہ عام نقایص کی وضاحت کرتے ہوے اصلاحی تدابیر دو پیریڈس میں بتائیں۔

۵۔ دوران کورس میں میں نے اکثر و بیشتر لکچرس کو سنا اور حسب ضرورت لکچرار صاحبان کو مشورے دئے

ایک مہینہ کے انتہائی انہماک اور مصروفیات کے خاتمہ پر یعنی امتحانات کے بعد سوشل اور کھیل کا جو انتظام ہوا اس میں زیر تعلیم مدرسین کے کھیلوں اور اسپورٹس کے مقابلے ہوئے سن رسیدہ مدرسین صاحبان کا طالب علمانہ انداز میں مقابلہ کرنا اور اکھاڑے میں اترنا بڑا ہی پر لطف منظر تھا ان مقابلوں کے بعد تکان اتارنے والا سماجی اجتماع (سوشل) اور جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات کی صدارت میں زیر تعلیم مدرسین صاحبان کی تقریریں اور نظم خوانی بطور خاص دلچسپ تھیں۔ جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات نے اس جلسہ میں جو اختتامی تقریر فرمائی وہ مقصد اعادی نصاب اور صاحب موصوف کے عالمانہ وحکیمانہ تجربات کا نچوڑ تھی۔

مرکز اورنگ آباد میں اعادی نصاب کی کامیابی اور دلچسپی میں عالیجناب مولوی سید علی اکبر صاحب انچارج ناظم تعلیمات کی عنایت کی بطور خاص مرہون منت ہے صاحب موصوف نے ازراہ کرم گنجائش سیاحت تعلیمی سے مبلغ (مام) روپیہ عطا فرمائے جس سے مدرسین زیر تعلیم کو لکچرار صاحبان کی نگرانی میں اجنٹہ وایلورہ کے تاریخی مقامات کی سیر کروائی گئی بجز تین مدرسین زیر تعلیم اور چار لکچرار صاحبان کے جو اپنی صحت یا خانگی ضروریات کے تحت شرکت سے مجبور رہے تھے سب نے اس تعلیمی سفر سے

فائدہ اٹھایا۔ یہ سفر ختم نصاب و امتحانات کے بعد ۲۱ و ۲۲ تیر کو کیا گیا۔ یہ تعلیمی سیاحت اس مرکز کی امتیازی چیز سمجھی جا سکتی ہے۔ کورس کو کامیاب بنانے والے شاندار امور حسب ذیل ہیں۔

۱۔ جنگی معلومات کے سلسلہ میں ٹیچرس کلب کے ریڈیو کے ذریعہ دیہاتی مدرسین صاحبان کو اپنے ہر دلعزیز ولیعہد بہادر ہز ہائی نس والا شان حضرت شہزادہ برار کی تقریر دلپذیر اپنے کانوں سے سنکر جذبات وفاداری و جاں نثاری کو بیدار کرنے کا موقع ملا، موسم کے لحاظ سے ریڈیو پر تقریر کے بعض حصے صاف نہیں سنائی دیئے گئے اس لیے اس کو قلمبند کر کے مکرر سننے کو سنانے کی عزت حاصل کی گئی۔

۲۔ عالیجناب نواب صدر المہام بہادر تعلیمات کے منشا کے مطابق جنگ سے متعلق صحیح معلومات بہم پہنچانے کا خاص انتظام کیا گیا۔

۳۔ عالیجناب مولوی سید علی اکبر صاحب انچارج ناظم تعلیمات نے معاینہ کے وقت مدرسین صاحبان کو مخاطب فرماتے ہوئے جو تقریر فرمائی اس سے ان کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی، اور ان کے معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے مدرسین صاحبان زیر تعلیم کو اپنی مشکلات ظاہر کرنے کا موقع عطا فرمایا اور پھر ان مشکلات کے ازالے کے طریقے بیان فرمائے۔

یہ رپورٹ نامکمل رہے گی اگر میں حیلہ لکچرار صاحبان کا شکریہ ادا نہ کروں جنھوں نے نہایت خندہ پیشانی، محنت اور دلچسپی سے اس کورس کو کامیاب بنانے کی کوشش کی اور میری ہدایات پر پورے طور پر عمل فرمایا۔ مدرسین صاحبان زیر تعلیم نے بھی نہایت شوق اور دلچسپی سے کورس سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری سعی کی اور نہایت درجہ انہماک کا اظہار کیا۔

آخر میں میرا یہ نہایت خوشگوار فریضہ ہے کہ عالیجناب مولوی سید علی اکبر صاحب

انچارج ناظم تعلیمات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کروں کہ صاحب معز نے موسم گرما کی انتہائی شدت میں بہ نفس نفیس قایزا اورنگ آباد ہوکر انتظامات کو ملاحظہ فرمایا، اور ابیش بہا اور قیمتی ہدایات سے مفخر فرمایا۔

عالیجناب مولوی سجاد مرزا صاحب پرنسپل ٹیچرس ٹریننگ کالج بلدہ ہر موقع پر قیمتی ہدایات سے ممنون فرماتے رہے چنانچہ نظام الاوقات کی ترتیب اور بہت سی ایسی ضروری باتوں کے متعلق صاحب موصوف نے قبل از قبل ضروری ہدایات صادر فرمادی تھیں، اس لئے میں صاحب معز کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں

عالیجناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات صوبہ ہذا نے بھی وقت بے وقت اپنے نہایت مفید مشوروں سے مجھے سرفراز فرمایا، افتتاح کورس کی زحمت فرمائی اس لئے صاحب معز کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

جناب مولوی سید محمد جعفر صاحب انسپکٹر آرٹ اینڈ کرافٹ بھی مستحق شکریہ ہیں جن کے لکچرس سے مدرسین صاحبان زیر تعلیم نے بہت فائدہ حاصل کیا۔

کیفیت مرکز رائچور

مرکز رائچور پر اعادی نصاب کا افتتاح ۲۱ خورداد سے کیا گیا جس میں صوبہ گلبرگہ کے چار اضلاع کے مڈل ٹرینڈ صدر مدرسین اور مددگار مدرسین شریک تھے

	اضلاع	صدر مدرسین	مددگار
۱۔	رائچور	۱۴	۵
۲۔	گلبرگہ	۱۰	۷
۳	بیدر	۱۰	

۴ عثمان آباد	۵	۵
جملہ	۳۹	۱۷ = ۵۶

ان میں اردو مڈل کے ۳۶ اور کنٹری مڈل کے ۲۰ اساتذہ تھے

۱۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اردو اور کنٹری مڈل کامیاب مدرسین کو نظم و نسق مدرسہ اور زائد از نصاب مصروفیات پر ۲۰ درس دئے۔

۲ ببتو مادھو راؤ صاحب نے اردو اور کنٹری مڈل کامیاب مدرسین کو حفظ صحت اور فوری علاج پر ۱۲، ۱۲ درس دئے۔

۳۔ عبدالرحیم خاں صاحب نے اردو مڈل کامیاب مدرسین کو تاریخ اور جغرافیہ میں ۱۲، ۱۲ درس دئے

۴۔ بھلے راؤ صاحب نے اصول تعلیم اور نفسیات پر ۱۸ درس دئے اور کنٹری طریقہ تعلیم پر ۹ درس، تاریخ پر ۱۰ اور طریقہ تعلیم جغرافیہ پر ۱۰ درس کنٹری مڈل کامیاب مدرسین کو دئے۔

۵۔ رام چندر سنگھ صاحب نے جو خاص طور پر فوقانیہ محبوب نگر سے بلائے گئے تھے اردو مڈل کامیاب مدرسین کو اصول تعلیم اور نفسیات پر درس دئے۔

۶۔ واسا چاری صاحب نے کنٹری مڈل کو طریقہ تعلیم ریاضی پر ۹ درس اور طریقہ تعلیم سائنس پر ۱ درس دئے اور اردو مڈل کامیاب مدرسین کو ریاضی پر ۹ درس دئے۔

۷۔ عبدالستار صاحب نے اردو اور کنٹری مڈل کامیاب مدرسین کو تربیت جسمانی پر ۹ درس دئے کشافہ پر تین اور اردو مڈل کامیاب مدرسین کو طریقہ تعلیم اردو پر ۹ درس دئے

۸۔ الطاف حسین صاحب معلم نقش کشی نے تدریس نقش کشی پر ۱۸ درس اور خوشخطی پر تین درس اردو مڈل جماعت کو دئے

۹۔ سرینواس چاری صاحب معلم دستی تربیت نے اردو اور کنٹری مڈل کامیاب مدرسین

کو ۱۸ درس میں عملی کام بتلایا اور کنڑی خوشخطی پر تین درس دئے۔

اس طرح سپرنٹنڈنٹ صاحب نے اپنے اسٹاف کی مدد سے ۲۳ دن میں نصاب کی تکمیل کرائی۔ تکمیل نصاب کی خاطر مدرسین کو خارج از اوقات مدرسہ درس دینے پڑے۔ باایں ہمہ عام شکایت یہ تھی کہ اس نصاب کے لئے ایک مہینہ کی قلیل مدت بالکل ناکافی ہے۔ میں اپنے مدرسین کا شکر گزار رہوں کہ انہوں نے نہایت ہی کم عرصہ میں محنت اور جانفشانی کے ساتھ نصاب کی تکمیل کی اگر ان حضرات کی کوشش میرے ساتھ نہ ہوتی تو ناممکن تھا کہ یہ کام مجھ سے پایہ تکمیل کو پہنچتا۔

مدرسہ کے اساتذہ کے علاوہ حسب ذیل حضرات نے بھی درس دئے۔

۱۔ رام چندرن ایر صاحب مہتمم مدارس رائچور نے محکمہ کی گشتیات اور تعلیمی قانون پر چار تقریریں کیں۔

۲۔ ڈاکٹر ال۔ ڈی۔ کھتری صاحب سول سرجن ضلع رائچور نے وبائی امراض اور فوری علاج پر چار تقریریں کیں۔

۳۔ سید محمد جعفر صاحب مہتمم آرٹ اور کرافٹ نے جو حیدرآباد سے تشریف لائے تھے آرٹ اور کرافٹ پر تین تقریریں کیں۔

میں ایر صاحب ڈاکٹر کھتری صاحب اور سید محمد جعفر صاحب کا ممنون ہوں کہ باوجود گوناگوں مصروفیات کے ان حضرات نے دلچسپ اور مفید تقریریں فرمائیں ان کے علاوہ میں نے انجمن امداد باہمی پر تین تقریروں کا انتظام کیا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ ایک تعلیمات کے عہدہ دار جو بلدہ سے تشریف لانے والے تھے ۰۰ نہ آسکے جس کی اطلاع صاحب موصوف نے ذریعہ مراسلہ نشان ۳۱۷۴ مورخہ ۱۲ ؍ تیر ۱۳۵۰ھ ف تھی۔

بموجب نصاب مندرجہ ذیل مضامین پر غور اور بحث کرنے کے لئے چھ دن

حلقہ مطالعہ کا انتظام کیا گیا تھا جن میں جملہ اساتذہ مدرسہ اور متعلمین نے حصہ لیا۔

۱۔ ابتدائی مدارس کے مدرسین کی مشکلات

۲۔ پس افتادہ بچوں کا مسئلہ

۳۔ دیہات سدھار میں مدرسہ کا حصہ

۴۔ امتحانات اور ان کے لینے کا عمدہ طریقہ کیا ہو سکتا ہے

۵۔ مدرسین اور طالب علموں میں خوشگوار تعلقات کسطرح قایم کیے جا سکتے ہیں

۶۔ خارج از نصاب مصروفیات۔

مضامین زیر بحث کا تعلق تحتانیہ مدارس کے صدر مدرسین اور مددگار مدرسین کی عام مشکلات سے تھا مختلف مدرسین کے ذاتی تجربوں کی مدد سے بہت ساری مشکلات کا حل دریافت ہو گیا۔

لکچروں میں نظری کے مقابلہ میں عملی پہلو پر بہت زور دیا گیا ہر لکچرار کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ مختلف مضامین اور عام نظم ونسق مدرسہ کی تدریس کے وقت متعلمین کی مشکلات کو حل کرتے ہوئے جدید مسائل تعلیمی سے ان کو روشناس کرانا جائے۔

باوجود اس کے کہ اکثر مدرسین معمر تھے اور اپنی ملازمت کا بیشتر زمانہ گذار چکے تھے یہ اپنے کام سے بیحد دلچسپی کا اظہار کرتے رہے اور ہر شخص اس بات کی کوشش کر رہا تھا کہ حتی الامکان نئے نئے مسائل تعلیمی سے واقفیت حاصل کرے۔ پورا پورا دن مصروف رہنے کے بعد بھی وہ مختلف مضامین پر کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ کرتے رہے۔ دیوساگر تک تفریحی سفر کیا گیا اور وہاں دیہات سدھار سے متعلق جو کام ہو رہا ہے اس کا معاینہ کیا اور کرشنا پر آبرسانی کا جو انتظام کیا گیا ہے اس کو بھی دیکھا حسب مشورہ مولوی سجاد مرزا صاحب آخری دن شب میں وداعی جلسہ مقرر کیا گیا اور مدرسین کو دعوت بھی دی گئی جس کو سب ہی نے پسند کیا۔

اعادی نصاب کے دوران میں مولوی سید علی اکبر صاحب ناظم تعلیمات اور مولوی باقر محی الدین صاحب صدر مہتمم تعلیمات نے مدرسہ کا معاینہ فرمایا میں جناب ناظم صاحب تعلیمات کا مشکور رہوں کہ صاحب موصوف نے نہ صرف مجھے نیک مشورہ دیا بلکہ تحتانیہ مدارس کے صدر مدرسین اور مددگار مدرسین کی مشکلات کو سماعت فرمایا اور ان پر غور کرنے کا وعدہ فرمایا اور صاحب معزنے اعادی نصاب کے مقاصد پر تقریر بھی فرمائی۔ میں جناب صدر مہتمم صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ صاحب موصوف نے اعادی نصاب سے متعلق چند قیمتی ہدایات دیں۔

چونکہ اعادی نصاب میں شرکت کے احکام بہت دیر سے یعنی ۲۴ رخورداد ۱۳۵۵ف کو مدرسین کو وصول ہوئے میرا یہ خیال ہے کہ انہیں ایک مہینہ پہلے اس کی اطلاع ہو جائے تو مناسب ہے کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ بعض مدرسین کو تیاری کے لئے صرف چند ہی گھنٹے مل سکے جس میں انہیں خرچ سفر کی سبیل کرنی پڑی اور اپنے اہل و عیال کی رہائش کا انتظام کرنا پڑا۔ میری ایک اور یہ رائے ہے کہ مدرسین کے کھانے پینے کے اخراجات اقامت خانہ جو فی کس دس روپیہ سے زیادہ نہوں گے منجانب سرکار ادا کئے جائیں اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ کمیاب مدرسین کے لئے اس نصاب کی جاذبیت بڑھ جائے گی مجھے یقین ہے کہ محکمہ کے لئے اس رقم کا مہیا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے اس کی تکمیل ہو جائے تو تحتانیہ مدارس کے مدرسین کی کارکردگی میں اور بھی اضافہ ہو جائے گا۔

آخر میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہماری محنتیں رائگاں نہیں ہوئیں اور مجھے توقع ہے کہ ہمارے اس موسم گرما کے کام سے تحتانیہ کے مدرسین میں کام کی قابلیت پہلے کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہو گئی۔

جناب ناظم صاحب و صدر مہتمم صاحب و سپرنٹنڈنٹ صاحب و اسٹاف و مدرسین زیر تعلیم اعادی نصاب مرکز رائچور ۱۳۵۱ف

B. S. VARMA. WGL
15.8.51 F
جناب صدر مہتمم صاحب و سپرنٹنڈنٹ صاحب و اسٹاف و مدارسین زیر تعلیم اعادی نصاب
مرکز ورنگل
سنہ ۱۳۵۱ف

کیفیت مرکز ورنگل سنہ ۵۱ف
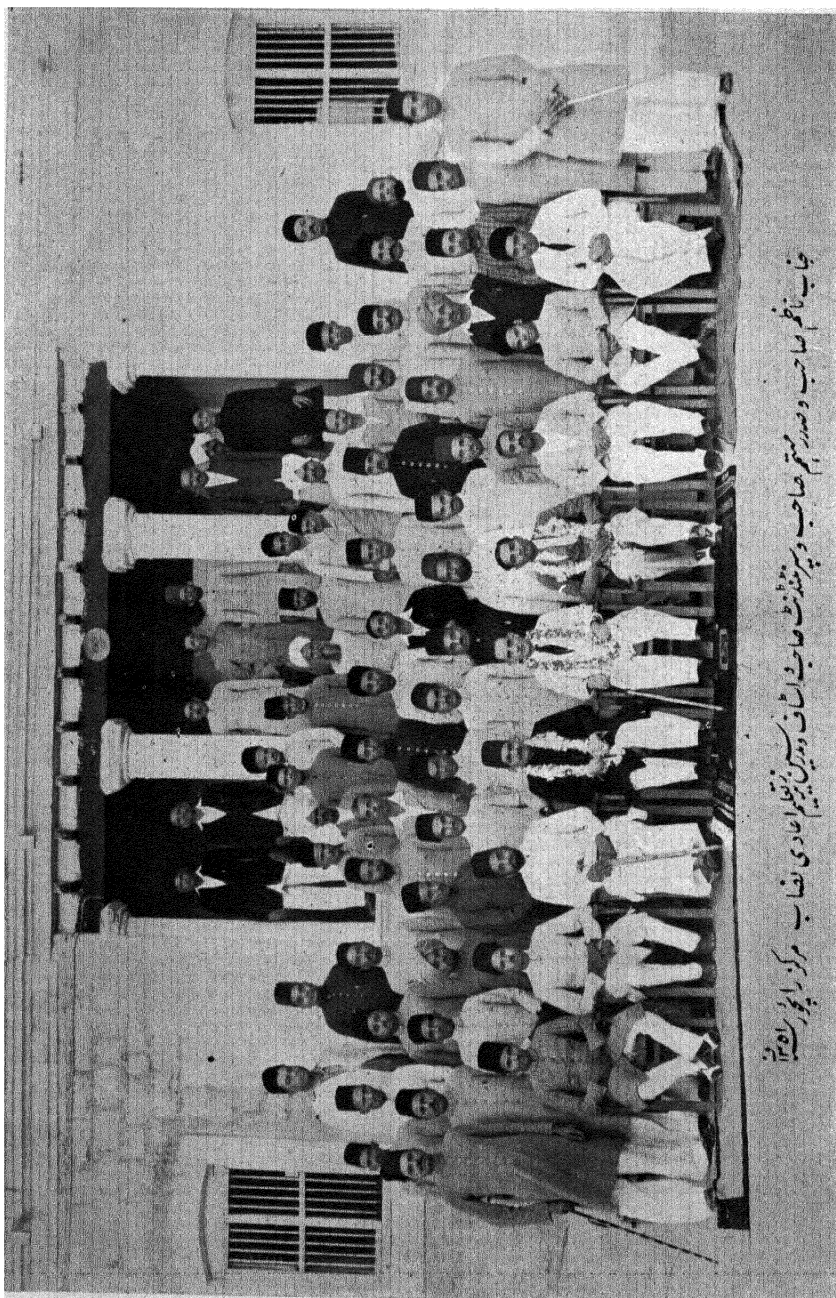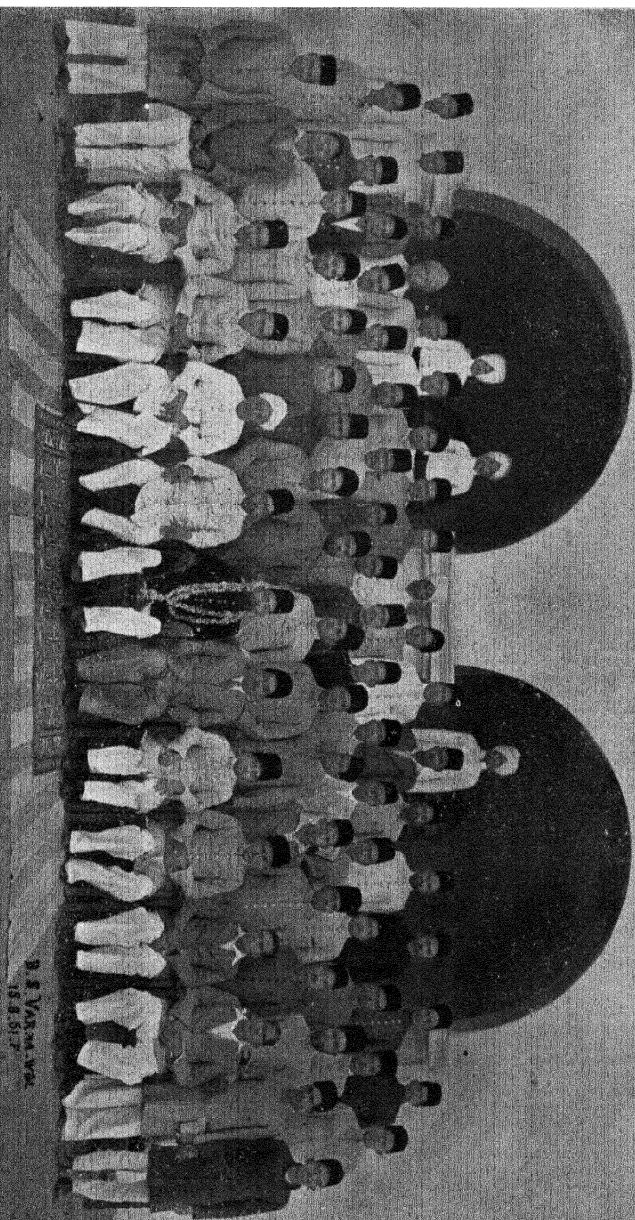
سپرنٹنڈنٹ مدرسہ تعلیم المعلمین ورنگل نے بتاریخ ۲۵ خورداد ۵۱ف جناب
مولوی شیخ ابوالحسن صاحب بی۔اے۔ایل۔ٹی صدر مہتمم تعلیمات صوبہ ورنگل سے
اعادی کورس کے افتتاح کے لئے استدعا کی اور اس کورس کے مقاصد بیان کرتے
ہوئے اس بات پر زور دیا کہ ہمارا مقصد صرف قدیم معلومات کو اس کورس میں شریک
ہوکر نہ صرف تازہ کرانا ہے بلکہ جدید رجحانات وطریقہ ہائے تعلیم سے واقفیت حاصل
کرانا ہے۔ چنانچہ صاحب معز نے اس کورس کا افتتاح فرماتے ہوئے اس کے
قیام کی غرض وغایت پر کافی روشنی ڈالی اور عالیجناب نواب صدر المہام بہادر کی افتتاحی
ریڈیو کی تقریر کا خلاصہ بیان فرمایا۔

بتاریخ ۲۹ خورداد ۵۱ف جناب مولوی سید علی اکبر صاحب ایم۔اے
(کنٹب) انچارج ناظم تعلیمات سرکار عالی معہ جناب مولوی سجاد مرزا صاحب ایم۔اے
(کنٹب) پرنسپل عثمانیہ ٹریننگ کالج بلدہ بغرض معاینہ کورس تشریف لائے اور جناب
ناظم صاحب کورس ہذا کے مقاصد پر تبصرہ فرماتے ہوئے متعلمین کو مخاطب فرمایا کہ
وہ اپنے اپنے مشکلات صاحب معز کے روبرو پیش کریں۔ کہ ان پر غور کیا جاکر مناسب
حل تجویز کیا جائے۔ دوران تقریر میں جناب ناظم صاحب نے میکنزی اسکیم کے
تحت بھی پنجم جماعت اور وسطانیہ کے پنجم کے نصاب میں فرق بتلائے اور ان کے مقاصد
کے فوائد کو اچھی طرح واضح فرمایا اس جماعت کے متعلق جو غلط فہمیاں تھیں دور
فرمایا۔ نیز جناب پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج بلدہ نے اپنی تقریر میں متعلمین کو چند
نصیحتیں کیں اور نصاب کے مختلف اجزا پر اظہار خیال فرماتے ہوئے فرمایا کہ

حضرات کے انتخاب کا مقصد نہ صرف آپ کو کچھ بتانا ہے بلکہ ہمیں بھی آپ سے کچھ سیکھنا ہے۔ سپرنٹنڈنٹ نے اس موقع پر صاحبان ممدوح کے سامنے ان تمام انتظامات کا ذکر کیا جو اس کورس کے سلسلے میں بروئے عمل لائے گئے تھے ان ہر دو جلیل القدر حضرات کی تشریف آوری سے متعلمین و اساتذہ صاحبان کی کچھ ہمتیں بڑھیں۔ اور ان کے معلومات میں اضافہ ہوا

کام کا عام انتظام ہر روز کام ۸ بجے صبح شروع ہوکر ۱۲ بجے پر ختم ہوتا رہا درمیان میں (۱۵) منٹ کا وقفہ دیا جاتا رہا۔ روزانہ کام چھ گھنٹوں میں تقسیم کیا گیا اور ہر گھنٹہ چالیس منٹ پر مشتمل تھا۔ لیکن جن ایام میں دیگر لکچرار صاحبان کے تقاریر کا انتظام کیا گیا تھا۔ ان ایام میں اوقات تقاریر کے مدنظر اوقات مدرسہ (½ ۷ تا ½ ۱۱ بجے صبح یا (½ ۸ تا ½ ۱۲) دن کام کے گھنٹے مقرر کئے گئے اس سے واضح ہوگا کہ حقیقۃً عادی نصاب کا کام کسی صورت میں بھی متاثر نہیں ہوا

شام کا لائحہ عمل (۷۵) متعلمین زیر تعلیم (۲) جماعتوں میں منقسم ہوئے۔ ایک جماعت حلقہ مطالعہ میں دوسری جماعت تختہ سیاہ کی نقشہ کشی میں تیسری جماعت دستی مشاغل میں ۵ تا ۶ بجے شام مصروف رہا کرتی تھی ۶ تا ½ ۶ شام کھیلیں بموجب مقررہ پروگرام ہوا کرتے تھے اور ½ ۶ تا ۷ بجے شب وقفہ دیا جاتا تھا۔ اور ۷ تا ۸ بجے شب انجمن مباحثہ کے اجلاس اور دیگر تقاریر ہوا کرتے تھے۔

اشارہ اسباق اساتذہ صاحبان کو ایک تفصیلی لائحہ عمل تیار کرنے اور کتب حوالہ جات کے نام درج کرنے اور لکچروں کا خلاصہ پیش کرنے کے لئے ہدایت دی گئی۔ ان تمام چیزوں کو بہ احتیاط محفوظ کرلیا گیا ہے۔ تاکہ اس سے نہ صرف کام کی نوعیت کا اندازہ بخوبی ہوسکے بلکہ آیندہ بھی اس سے رہنمائی ہوسکے۔ اس بارے میں اس امر کا اظہار غیر موزوں نہ ہوگا کہ سپرنٹنڈنٹ

نارمل اسکول کے طلب کرنے پر جناب پرنسپل صاحب انٹرمیڈیٹ کالج ورنگل نے (۲۵) کتابیں مختلف تعلیمی مضامین سے متعلق مستعار عنایت فرمایا

(ب) حلقہ ہائے مطالعہ ۵ تا ۶ بجے شام

مختلف اساتذہ صاحبان حلقہ ہائے مطالعہ کے انچارج تھے۔ ہر جماعت میں (۲۰) معلمین شریک ہوا کرتے تھے۔ جو چار چار یا پانچ پانچ کی ٹولیوں میں تقسیم ہوا کرتے تھے۔ ہر ٹولی مطالعہ و مباحثہ میں منہمک رہا کرتی تھی۔ جو نوٹس متعلمین لیا کرتے تھے وہ کبھی ایک تعلیمی مسئلہ پر یا کبھی دو تعلیمی مسائل پر مبنی رہا کرتے تھے یہ طریقہ مطالعہ بہت مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ صرف چار چار یا پانچ پانچ کی ٹولی ہی ایک وقت واحد میں اس سے مستفید ہوا کرتی تھی۔ اگر ہر ٹولی میں زاید تعداد ہوتی تو اس قدر اچھے نتائج مترتب نہ ہوتے۔

فہرست مضامین جن کا مطالعہ جاری رہا۔ ان میں سے اہم مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ کنڈرگارٹن۔ (۲) دیہاتی تعلیم (۳) واردھا اسکیم (۴) مدرسے سے والدین کا تعاون (۵) طریقہ مانٹی سوری (۶) طلباء کے اخلاقی تربیت میں والدین کا حصہ (۷) تعلیم کا نصب العین (۸) کھیلوں کا طرز و تربیت (۹) مدارس میں اجتماعی زندگی۔ (۱۰) نفسیات اطفال (۱۱) طریقہ تعلیم تلنگی حروف (۱۲) فطرت اطفال (۱۳) تنظیم مدرسہ (۱۴) ششو گھر (۱۵) طریقہ تعلیم تاریخ و جغرافیہ (۱۶) تعلیم شہریت (۱۷) طریقہ تعلیم حساب تحتانیہ مدارس میں (۱۸) کشافہ کی تعلیم (۱۹) طریقہ تعلیم مطالعہ قدرت (۲۰) مختلف کانفرنس اساتذہ کے رپورٹ جو حیدرآباد ٹیچر میں شایع ہوتے رہتے ہیں

کھیل | ۶ تا ۶½ بجے شام

کھیلوں کا سلسلہ چھ تا ساڑھے چھ بجے شام بہ نگرانی اور رہنمائی مسٹر

ونکٹا چلم فزیکل انسٹرکٹر نارمل ایک مقررہ پروگرام کے بموجب جاری رہا۔ درج ذیل کھیل کھلائے جاتے تھے۔

فٹبال۔ والی بال۔ حیدرآباد بال۔ لون پاٹ اور ورزش جسمانی بموجب نصاب منظورہ سررشتہ تعلیمات

انجمن مباحثہ اس انجمن کے جلسے ۷ تا ۸½ بجے شب ہوا کرتے تھے اس کی معتمدی مولوی عبدالرحمن خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ کتہ پلی ضلع کریم نگر نائب معتمد مولوی محمد غوث صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ نیرو لکا ضلع کریم نگر مقرر ہوئے روئداد جلسہ ہائے انجمن باقاعدہ مرتب ہوئی ہے۔

تعلیمی تفریحیں مسٹر ایم ونکٹ چلم معلم ورزش جسمانی کی رہنمائی و نگرانی میں ایک تعلیمی تفریح کا انتظام بمقام قلعہ ورنگل اور اعظم جاہی مل ورنگل بتاریخ ۹ تیر ۱۳۵۱ ف بروز پنجشنبہ ۷ تا ۱۱ بجے صبح عمل میں آیا۔ اس تفریح سے متعلمین بہت لطف اندوز ہوئے۔

خاص لکچروں کا انتظام (۱) بتاریخ ۲۹ خورداد ۱۳۵۱ ف جناب ناظم صاحب تعلیمات سرکار عالی اور جناب پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج بلدہ نے لکچر دئے جن کا خلاصہ تمہید میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲) جناب مولوی شیخ ابوالحسن صاحب بی۔ اے ایل ٹی صدر مہتمم تعلیمات صوبہ ورنگل نے جدید نصاب مدارس تحتانیہ کی توضیح (۵) لکچروں میں فرمائی۔ پہلے تین لکچرس بتاریخ ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ تیر ۱۳۵۱ ف ۷½ تا ۸ بجے صبح ہوئے چوتھا اور پانچواں لکچر بتاریخ ۱۹ و ۲۰ تیر ۱۳۵۱ ف ۷ تا ۸ بجے شام ہوئے ان میں ایک لکچر بالخصوص مدرسین کی مشکلات کے حل کے لئے وقف تھا۔

(۳) ایاسہ تقریبہ مولوی محمد رحیم الدین صاحب ایم۔ اے مہتمم تعلیمات ضلع ورنگل

تے کی جس کا موضوع تعلیم اور تہذیب تھا ۔ صاحب موصوف نے دلچسپ پیرایہ میں زمانہ حال کے مدرسین اور ان کے بیرونی تعلقات پر اظہار خیال فرمایا۔

۴ ۔ مولوی علی موسیٰ رضا صاحب بی ۔ اے مددگار اسکوٹنگ کمشنر نے اسکوٹنگ اور کیمپنگ کے نسبت لکچر بتاریخ ۲۸ و ۳۰ و ۳۱ خورداد ۱۳۵۱ ف و یکم تیر ۱۳۵۱ ف دئے ۔ صاحب موصوف نے ٹروپ کے قیام کے متعلق جو عملی مشکلات حائل ہوتی ہیں ان کے ارتفاع کے لئے تجاویز پیش کیں ۔

(۵) تین لکچر مولوی سید محمد جعفر صاحب انسپکٹر آرٹ وکرافٹ سرکار عالی نے آرٹ اور کرافٹ کے جدید نصاب پر ۴ تا ۶ تیر سنہ ۵۱ ف ½۱۱ تا ½۱۲ بجے دن دئے اس سلسلہ میں صاحب موصوف نے آرٹ وکرافٹ کے جدید مفہوم کو سمجھایا اور متعلمین کے بہت سے شکوک کو رفع فرمایا ۔

(۶) مولوی سید محمد نواب صاحب ایجوکیشنل افسر سررشتۂ انجمن امداد باہمی نے دیہات سدھار کے موضوع پر (۳) لکچر دئے ۷ تا ۸ بجے شب بتاریخ ۲۹ خورداد ۱۳۵۱ ف ایک لکچر اور دوسرا و تیسرا لکچر ۳۰ و ۳۱ خورداد ۱۳۵۱ ف ½۷ تا ½۸ صبح ہوئے صاحب موصوف نے فرمایا کہ اگر ہم مالی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ کاشتکاروں کی مدد کریں اور اس کے بعد دیہاتی زندگی اور دیہاتی تمدن پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے تباہ حالت کے اسباب موثر پیرایہ میں بیان کئے نیز مدرس اور اس کے فرائض اور سماج میں اس کی عزت اور قدر کا تذکرہ کرتے ہوے تبلایا کہ ان کا حقیقی رہنما سچا ہمدرد و خیر خواہ مدرس ہی ہو سکتا ہے ۔

(۷) ایک لکچر حالت جنگ کے موضوع پر مولوی میر زین العابدین صاحب ایم ۔ اے بی ۔ ٹی ۔ لکچرار ورنگل کالج نے ½۸ تا ۱۰ بجے صبح بتاریخ ۲۲ تیر ۱۳۵۱ ف دیا ۔

اس لکچر سے متعلمین کے معلومات میں معتد بہ اضافہ ہوا دوران تقریر میں صاحب موصوف نے ۱۹۱۴ء میں یورپ کے سیاسی نظام و صلحنامہ ورسلیز کے شرائط اور اس کے اثرات بیان فرماتے ہوئے ۱۹۱۸ء تا ۱۹۳۸ء یورپ کے سیاسی نظام اور اس کے خصوصیات پر تبصرہ فرمایا۔ نیز جنگ کے مختلف دور بتلاتے ہوئے جنگ سے متعلق ہندوستانیوں بالخصوص مدرسین کے فرائض پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی۔

دیگر امور جناب صدر مہتمم صاحب نے ازراہ کرم اعلان فرمایا کہ چار نقروی تمغہ بطور انعام اعادی نصاب کے تاثرات سے متعلق بہترین مضامین لکھنے والوں کو دئے جائیں گے۔ چنانچہ مضامین پیشکردہ کی جانچ پر دو تمغے اردو سکشن کے متعلمین کو اور دو تلنگی سکشن والوں کو بتاریخ ۲۳ تیر ۱۳۵۱ف سپرنٹنڈنٹ نارمل نے تقسیم کئے۔

اردو سکشن میں تمغہ اول مولوی محمد عبداللطیف صاحب صدر مدرس تحتانیہ ضلع کریم نگر کو اور تمغہ دوم مولوی عبدالحمید صاحب صدر مدرس تحتانیہ جمی کنٹہ کو دیا گیا اور تلنگی سکشن میں مسٹر سومیا صدر مدرس تحتانیہ الیشوراؤ پیٹھ کو درجہ اول کا اور مولوی برہان الدین صاحب صدر مدرس تحتانیہ سری رام پور و مولوی عبدالعلیم صاحب صدر مدرس مدرسہ تحتانیہ حسن پرتی کو درجہ دوم کے تمغہ جات دئے گئے۔

جدید نصاب آرٹ اور کرافٹ کے تحت جو چیزیں مدرسہ تحتانیہ ہنمکنڈہ کے طرف سے تیار ہوئی تھیں ان کا مظاہرہ مدرسہ وسطانیہ لشکر بازار کی عمارت میں کیا گیا۔ نیز جو تعلیمی ذخیرہ مولوی عبداللطیف صاحب صدر مدرس تحتانیہ کریم نگر نے جماعت ~~صغیر~~ تعلیم اردو بطریق قصہ کے سلسلہ میں فراہم کیا ہے

اس کو بھی نمایش گاہ مذکور میں رکھا گیا جملہ متعلمین نے ان اشیاء کے معاینہ سے فائدہ اٹھایا۔

ایٹ ہوم ایک ایٹ ہوم بتاریخ ۲۱ رتیر ۱۳۵۱ ف نارمل اسکول کے پرفضا باغ میں ترتیب دیا گیا جس میں جناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات صوبہ ورنگل و جناب مہتمم صاحب تعلیمات ضلع ورنگل و ناظر صاحبان مدارس بھی شریک رہے۔ اس موقع پر جناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات صوبہ نے ریفریشر کورس کامیابی کے ساتھ اختتام پر پہنچنے کی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور سپرنٹنڈنٹ مدرسہ نے جناب صدر مہتمم صاحب و دیگر اصحاب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا۔

اعادی نصاب کے سلسلہ میں جو مختلف مصروفیات رہی ہیں ان تمام میں اس امر کی سعی کی گئی ہے کہ جہاں تک ہو سکے علمی ماحول پیدا کرے اور باہمی میل جول سے اپنے تعلقات کو مستحکم بنائیں۔ نیز ادارہ کے مفاد کے خاطر اپنی قربانی کو پیش نظر رکھیں اس تقریب کے اختتام پر اعلیحضرت بندگان عالی کیلئے پرزور چیرز دئے گئے اور جلسہ انصرام پایا۔

عام تبصرہ اعادی نصاب کے مختلف مصروفیات کی رپورٹ جو سطور بالا میں پیش ہوئی ہے اس سے واضح ہو گا کہ متعلمین زیر تعلیم نے اس کورس سے بخوبی استفادہ کیا اور حتی الوسع اپنے وقت کو اچھی طرح صرف کرنے کی کوشش کی ہے مختلف مضامین سے متعلق انہیں لکچر سننے اور حلقہ ہائے مطالعہ میں شریک ہونے اور متعدد تعلیمی مسائل کا مطالعہ کرنے اور ان پر بحث مباحثہ کرنے کا موقع ہاتھ آیا ہے نیز کھیلوں اور تفریحی سفر میں بھی شریک ہونے کا انہیں موقع ملا ہے جس سے وہ دماغی محنت کے بعد کافی طور پر لطف اندوز ہوئے ہیں ہر لکچرار صاحب

نے کافی مطالعہ کے ساتھ جماعت ہائے مفوضہ کو لکچر دیا ہے اور مضامین متعلقہ کے مسائل پر کافی روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔

میں تمام متعلمین اور لکچرار صاحبین کا مشکور ہوں کہ یہ اعادی نصاب شرکا کے حق ہیں درحقیقت سودمند ثابت ہوا ہے ۔

تجاویز اگرچہ سال حال کا کوئی اور مہینہ بجز تیر کے اعادی نصاب کیلئے موزوں نہیں معلوم ہوتا ہے تاہم ممکن ہو تو بہتر ہوگا کہ اس کا انتظام ہر سال ۱۵ ار خورداد سے ۱۵ ار تیر تک کیا جائے ۔ کیونکہ ان دنوں تقریباً تمام امتحانات ٹریننگ ختم ہو جاتے ہیں ۔

(۲) تنقیدی اسباق کے لئے زیادہ دن مقرر کئے جائیں

آخر میں خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں کہ جناب ناظم صاحب تعلیمات سرکار عالی وجناب پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج بلدہ کا شکریہ ادا کروں کہ جنہوں نے بلدہ سے یہاں تک تشریف لاکر اس کورس کے معاینہ کے موقع پر ہمیں اپنے بصیرت افروز تقاریر سے مستفید فرمایا اور مفید مشورہ دینے کی تکلیف گوارہ فرمائی اسی طرح جناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات صوبہ ورنگل کی رہنمائی کا بھی ممنون ہوں کہ جس کی بدولت اعادی نصاب کا کورس پایہ تکمیل کو پہنچا اس کے علاوہ ممبران اسٹاف کے تعاون عمل کا تذکرہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جنہوں نے اپنی سعی وکوشش سے اس تعلیمی کام میں میرا ہاتھ بٹایا ہے اور ۲۳ ر تیر ۱۳۵۱ھ ف کو اعادی نصاب اختتام کو پہنچا ۔
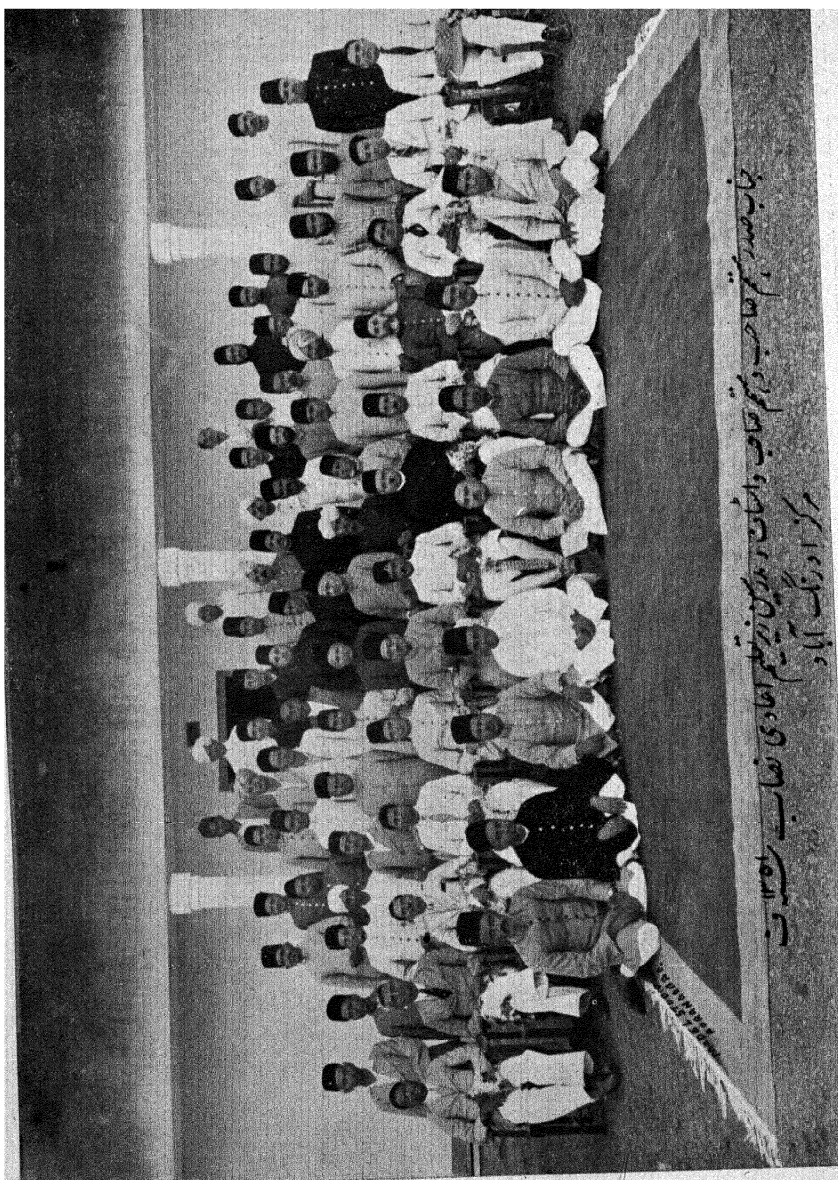
جناب صدر مہتمم صاحب و مہتمم صاحب و اسٹاف و مدرسین زیر تعلیم اعادی نصاب ۱۳۵۱ف
مرکز اورنگ آباد

جناب پرنسپل صاحب و اسٹاف و مدرسین زیر تعلیم اعادی نصاب
مرکز حیدرآباد دکن
سنہ ۱۳۵۱ ف
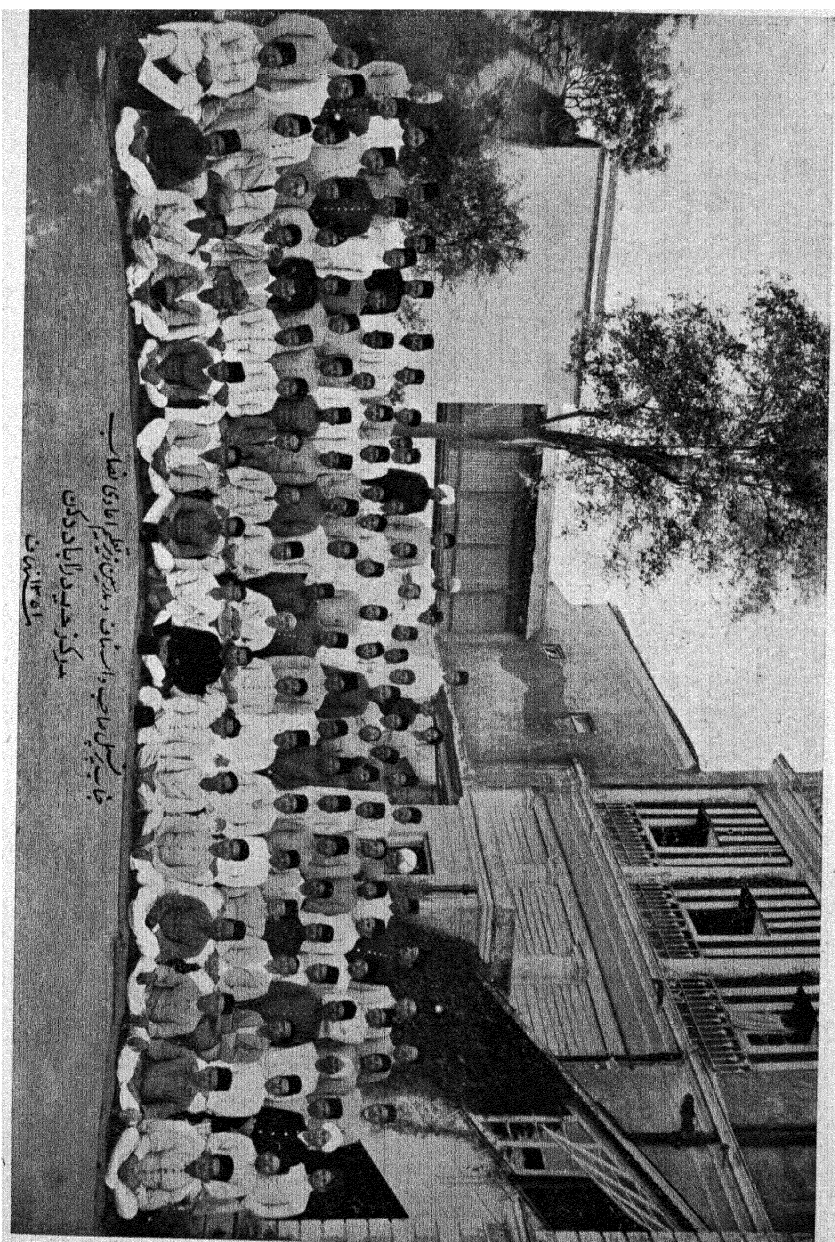
کیفیت مرکز بلدہ

حیدرآباد کے مرکز کی ایک خصوصیت یہ رہی کہ اس میں ایف اے اور میٹرک ٹرینڈ کے علاوہ مڈل ٹرینڈ اساتذہ کا انتظام کیا گیا جن میں بیشتر تعداد تحتانیہ مدارس کے صدر مدرسین کی تھی

ایف اے ٹرینڈ (۲۲) میٹرک ٹرینڈ (۳۳) مڈل ٹرینڈ (۵۷) جملہ (۱۱۲) شریک نصاب تھے ۔

عام انتظامات - اقامت خانہ میں رہائش لازمی نہ تھی تاہم کافی تعداد مقیم رہی ۔ کھیل اور حلقہ مطالعہ اقامت خانہ اور اس کے ملحقہ بازیگاہ میں ہوا کرتے تھے لکچروں کے لئے ٹریننگ کالج کی عمارت مخصوص تھی نمونہ کے اسباق مشقی مدرسہ اور طبقہ جامعہ کی عمارتوں میں ہوتے تھے ۔

کالج کے مستقل اسٹاف سررشتۂ تعلیمات و جامعہ کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب نے اپنے مخصوص مضامین پر لکچر دئے

۱ ۔ مولوی سید محمد ہادی صاحب ناظم ورزش جسمانی
۲ ۔ مولوی عبدالستار صاحب سبحانی صدر مدرس دارالعلوم بلدہ
۳ ڈاکٹر عبدالحی صاحب مددگار فزیکل ٹریننگ کالج
۴ ۔ مولوی سید محمد جعفر صاحب انسپکٹر آرٹ و کرافٹ
۵ ۔ مولوی ضیاءالدین بیگ صاحب مددگار صدر مہتمم تعلیمات بلدہ
۶ ۔ ملا فخرالحسن صاحب صدر مدرسہ نرمل
۷ ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب معلم ورزش جسمانی دارالعلوم بلدہ

۸ - سید مہدی علی صاحب معلم ورزش جسمانی مدرسہ فوقانیہ نام پلی

علاوہ بریں جناب مولوی سید علی اکبر صاحب منصرم ناظم تعلیمات اور پرنسپل سجاد مرزا صاحب نے مدرسین زیر تعلیم کو مخاطب کیا۔ جناب منصرم ناظم صاحب نے جدید نصاب کے بعض اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی جس سے بڑی آگہی ہوئی۔

ہر کام کے لئے تفصیلی نظام اوقات تھے جن کے مطابق عمل ہوتا رہا اور ختم مدت پر امتحان کے بعد پرنسپل سجاد مرزا صاحب نے مدرسین اعادی نصاب کو اقامت خانہ میں وداعی دعوت دی جس میں ارکان اسٹاف کے علاوہ عالیجناب نواب صدر المہام صاحب بہادر اور منصرم ناظم صاحب تعلیمات نے شرکت فرمائی پرنسپل صاحب کی تقریر کے بعد انہوں نے اظہار خیال فرمایا۔ عالیجناب نواب صدر المہام بہادر کی یہ تقریر بڑی سبق آموز ثابت ہوئی اس کا مدرسین پر بہت گہرا اثر ہوا۔ حلقہ مطالعہ کی طرف سے جو رپورٹ پیش ہوئی وہ اعادی نصاب کے ایک اہم پہلو پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں جن مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے متعلق عالیجناب نواب صدر المہام صاحب بہادر نے ارشاد فرمایا کہ ان پر ہمدردانہ غور کیا جائے گا۔

رپورٹ حلقہ ہائے مطالعہ اساتذہ اعادی نصاب

الحمدللہ کہ ارباب سررشتہ تعلیمات کی بصیرت افروزی سے سال حال ہم اساتذہ کو اس کا موقع عنایت ہوا کہ اعادی نصاب کی شرکت سے نہ صرف مسائل تعلیمی سے مزید واقفیت حاصل ہوئی بلکہ جدید نظریہ ہائے تعلیم سے بھی بڑی حد تک روشناس ہوئے۔ چنانچہ نصاب مقررہ پر روزانہ کالج میں لکچر ہوتے رہے اور شام میں ۵½ تا ۶½ بمقام اقامت خانہ تعلیم جسمانی و گیمس میں کافی حصہ لینے کا انتظام فرمایا گیا۔ جس کا عملی فائدہ یہ ہوا کہ اکثر حضرات کا وزن بڑھ گیا اور

بعض کا وزن جو اوسط سے بڑھا ہوا تھا گھٹ گیا۔ غرضکہ ہمیں محسوس ہوا کہ نہ صرف اپنی صحت جسمانی کا خیال رکھنا مقدم ہے بلکہ تو نہالان ملک جو ہمارے زیر تربیت ہیں ان کی ذہنی اخلاقی تربیت کے ساتھ جسمانی صحت بھی ملحوظ رکھنی چاہئے

جناب والا! فی زمانہ اس کی سخت ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ ہم اپنے مشکلات و مسائل تعلیمی کے بارہ میں متعلقہ عہدہ دار صاحبان سے تبادلہ خیال کر سکیں اور ہمیں عہدہ دار صاحبان سے رہنمائی حاصل ہو اس کے حصول کے لئے اضلاع کے اساتذہ سخت مضطرب و بے چین تھے لیکن اعادی نصاب کے دوران میں بمصداق ؎

للّٰہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست — آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

اس کے مواقع ہمیں کافی حاصل ہوئے۔ چنانچہ حلقہ مطالعہ میں اعادی نصاب کے چاروں فریق ا۔ ب۔ ج۔ د نے کبھی اجتماعی طور پر اور کبھی علحدہ علحدہ تشستوں میں زیر نگرانی معزز لکچرار صاحبان بمقام اقامت خانہ بوقت ۷ تا ۸ ساعت شب (باستثنائے تعطیلات) اپنے خیالات آزادانہ طریق پر پیش کئے اور محترم لکچرار صاحبان کے زریں خیالات سے استفادہ کرنے میں بڑی حد تک کامیابی نصیب ہوئی اس طرح حلقہ مطالعہ کے کل ۱۸ جلسے ہوئے اور حسب ذیل عنوانات زیر بحث رہے

۱۔ کتب درسی کی خصوصیات (۲) نفسیات کی تشریح (۳) مدرسین کی آمدنی وخرچ کا توازن کس طرح قایم رکھا جا سکتا ہے (۴) جنسیات (۵) تربیت جنسی (۶) اولیائے طلبہ سے اشتراک عمل کے تدابیر (۷) مدرس کی شخصیت (۸) مدارس کے جلسے اور ان کے اثرات (۹) طلبا اور مدرسین کے لمحات فرصت کے مصرف مدارس میں طلباء کی غیر حاضری کے اسباب (۱۱) تعلیمی تفریح کے اثرات (۱۲) طلباء کی بری عادتوں کو دور کرنے کے انسدادی طریقے (۱۳) مسائل تعلیمی نفسیات

(۱۴) مدرسین کی مشکلات۔

چونکہ جملہ مباحث کا خلاصہ درج کرنا باعث طوالت ہوگا اس لئے صرف آخرالذکر عنوان کے بارہ میں اختصاراً یہ عرض کرنا مناسب ہیں کہ حلقہ مطالعہ کے جلسہ میں عالیجناب پرنسپل صاحب نے تشریف فرما ہوکر عنوان متذکرہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا کہ اس عنوان کے تین حصے (۱) تعلیمی (۲) انتظامی اور (۳) مالی کے تحت مسائل مشکلات کی فہرست تیار کی جائے۔ اور اساتذہ اعادہ نصاب خود مشکلات کا حل پیش کرنے کی اولاً کوشش کریں اور جو مشکلات حل طلب رہ جائیں ان کے بارہ میں مزید غور کیا جائے گا۔ چنانچہ حسب ارشاد صاحب معز چاروں فریق نے اپنی جداگانہ نشستوں میں کامل غور وخوض کیا۔ متفقہ طور پر فہرست تیار کی گئی اور حلقہ مطالعہ کے آخری جلسہ میں جو زیر صدارت محترم پرنسپل صاحب منعقد ہوا حل طلب مشکلات پیش کی گئیں صاحب معز نے نہایت محققانہ ومشفقانہ طریق پراکثر وبیشتر مسائل کا حل بیان فرمایا۔ بعض مشکلات جو محتاج توجہ ارباب تعلیمات ہیں۔ اختصاراً خدمت گرامی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

تعلیمی | (۱) مدارس میں کمی اسٹاف (۲) تحتانیہ مدارس میں فنی مدرسین کی ضرورت (۳) شفٹ سسٹم سے مدارس تحتانیہ پر مضر اثرات (۴) انگریزی نصاب کی عدم یکسانیت کی وجہ رعایا کی پریشانی۔

انتظامی | (۱) آلات تعلیمی وفرنیچر کی بالخصوص مدارس تحتانیہ میں سخت ضرورت (۲) اساتذہ کے لئے منجانب سرکار رہائشی مکانات کے انتظام کی ضرورت (۳) دوران تعلیم میں اساتذہ کے تبادلوں کی کثرت اور غیر موزوں تبادلے (۴) مدرسین کو امتحانات میں شرکت وتیاری کی طویل مدت وتوسط کی رکاوٹیں (۵) ٹیوشن کے قیود (۶) مدارس کے موسمی تعطیلات میں عدم یکسانیت (۷) نصف یوم رخصت اتفاقی

کی تنسیخ پر نظر ثانی (۸) طرز معاینہ مدارس تعمیری ہو نہ کہ تخریبی (۹) ٹرینڈ اور سینیر اساتذہ کے مقابل جونیران ٹرینڈ اعلیٰ قابلیت کے اساتذہ کی ترجیح دہی سے حقوق تلفی

مالی | ۱۔ اعادی نصاب کی تعلیم کے لئے مدرسین کی زیرباری (۲) اسکیل تنخواہ مدرسین پر عام نظر ثانی (۳) میٹرک ٹرینڈ وایف اے ٹرینڈ کے گریڈوں میں توازن کی سخت ضرورت (۴) الونس گرانی پر نظر ثانی اور جملہ نان گزیٹیڈ ملازمین کیلئے فی زمانہ ضرورت (۵) مدارس تحتانیہ میں منجانب سرکار تعلیمی رسائل واخبارات کی اجرائی کی ضرورت (۶) مدرسین کی مستحقہ گریڈ سے محرومی (۷) مدرسین کے بچوں کی معافی فیس اور وظایف کی اجرائی (۸) مدرسین کے بچوں کی تعلیم کے لئے مثل سررشتہ پولس خاص انتظام کی ضرورت (۹) اضافۂ تدریجی میں یکسانیت عمل کی ضرورت۔
(۱۰) مدارس تحتانیہ مرکزی وابتدائیہ و دیگر مدارس کے لئے الونس صدارت کی اجرائی
(۱۱) سکہ کلدار کے ترویجی مقامات پر تنخواہ اساتذہ میں بٹاون کی حد تک اضافہ کی ضرورت (۱۲) اساتذہ کے لئے سایڈ گریڈ کی منظوری کا انتظام۔

ہم اساتذہ بصد ادب عالیجناب فیض ماب نواب صدرالمہام صاحب بہادر تعلیمات و عالیجناب ناظم صاحب تعلیمات ملک سرکار عالی کی توجہات عالی مبذول کراتے ہوئے متدعی ہیں کہ ہمارے مشکلات پر غور فرمایا جاکر ایسے تدابیر کا انتظام فرمایا جائیگا جو ہمارے تسہیل کار کا موجب ہو لہذا واجباً عرض۔

میرے تاثرات اعادی نصاب

'المعلم' نے اعادی نصاب کی جدت اور اہمیت کے مدنظر یہ ضروری خیال کیا کہ مدرسین زیرتعلیم کے تاثرات بھی معلوم کئے جائیں چنانچہ ان کو ترغیب دینے کے لئے انعامی مقابلہ کا اعلان کیا۔ توقع تھی کہ کئی سو مدرسین میں سے چند درجن توضرور اس مقابلہ میں حصہ لیں گے لیکن جس بات کا خدشہ تھا وہ درست نکلا۔ بلدہ کے مرکز سے سات ورنگل سے پانچ جن میں ایک مضمون تلنگی میں ہے اورنگ آباد اور رائچور سے صرف ایک ایک وصول ہوے۔ ان سب کی جانچ کے بعد یہ تصفیہ کیا گیا کہ مولوی عبداللطیف صاحب مرکز ورنگل اور کشن راؤ صاحب مرکز بلدہ کے مضامین اول درجہ کے ہیں۔ پہلا سنجیدہ انداز میں اور دوسرا مزاحیہ رنگ میں ذاتی تاثرات کو واضح کرتا ہے اس کے علاوہ مرکز بلدہ کے دو اور ایسے مضامین ہیں جو قابل انعام ہیں۔

جن صاحبین نے اپنی مہربانی سے اس مقابلہ میں حصہ لیا ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ انعامی مضامین پڑھنے کے بعد شاید وہ ہمارے تصفیہ سے اتفاق فرمائیں گے۔

مدیر

سابقہ ٹریننگ کو (۲۰) سال سے زاید عرصہ گزر گیا جبکہ میری عمر بھی بیس ہی

سال کی تھی بچوں کی فکر تو کجا بیوی کا بھی پتہ نہ تھا جسمانی قوا مضبوط تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے جدا ہو کر چند ہی سال گذرے تھے جو کچھ پڑھا تھا وہ تازہ تھا۔ اب جبکہ ٹرینڈ ہو کر (۲۰) سال گذر گئے ۲۴ سالہ مسلسل صدر مدرسی مدارس تحتانیہ کا تجربہ ہونے کے باوجود انتخاب ٹریننگ کا مقصد غور طلب ہو گیا تھا بعض بچوں کی علالت غیر معمولی اخراجات کی زیر باری کا خوف بھی ملازمت کی وجہ اپنے عزم کو متزلزل نہ کر سکا۔ حکم کی تعمیل میں حاضر ٹریننگ تو ہو گئے مگر دل کا یہ استفسار برابر جاری رہا کہ ۲۴ سالہ عملی تجربات کیا صحیح نہیں تھے؟ سابقہ ٹریننگ کے خلاف کیا کوئی نئی ٹریننگ ہم کو دیجائے گی؟ جو کچھ کام اس وقت تک ہم نے مدارس میں کیا ہے کیا وہ صحیح نہیں ہے؟ عہدہ داران معاینہ کنندہ کی رہبری کیا ہمارے لئے کافی نہیں تھی؟ جو کچھ ہم کر رہے ہیں کیا وہ غلط اصول ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جن کے صحیح جوابات کا حاضری تک دماغ متلاشی تھا۔

پہلا منظر داخلہ بورڈنگ نارمل اسکول ورنگل کے ساتھ ہی بہت سے قدیم احباب کو دیکھکر بے اختیار ان سے گلے ملنے کے لئے دل بے چین ہو گیا۔ پہلے دن کا وہ منظر اب تک نظر میں ہے کہ جو تیا آتا سب کے سب اس کو لینے کے لئے بڑھتے اس طرح اپنی قدیم محبت و پرانی صحبتوں کا اعادہ ہونے لگا۔ ایک دوسرے کے حالات سنتا اور سناتا رہا اپنے اپنے حالات و کوائف سننے اور سنانے کا سلسلہ ختم ٹریننگ تک جاری رہا نیز اپنے پیشے سے متعلق خاص خاص تجربات ان کے نتائج سے بھی ایک دوسرے کے معلومات میں خاص اضافہ کرنے لگے۔ اسی طرح سرکاری حکم نے ہمیں یہ موقع عطا فرمایا کہ ایک ماہ تک نہ صرف اپنے قدیم احباب کی صحبت و تحبت سے سارے افکار و کلفتوں کو مٹا دیں بلکہ اپنے فرایض کو حسن و خوبی سے انجام دینے کی صلاحیتیں بھی حاصل کریں۔

تعلیم کا پہلا دن

پہلا دن جبکہ ہمارے قدم بورڈنگ سے درسگاہ کی جانب اٹھ رہے تھے بیشک ہمارے لئے تشویشناک تھا کہ آج ہماری حیثیت ان شاگردوں کی سی ہوگی جو سالہا سال سے ہماری زیر تربیت زندگی گذارتے ہیں ہم اپنی حیثیت کو برعکس پانے لگے تھے مگر عالیجناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات سمت ورنگل کی افتتاحی اور ہمدردانہ تقریر نے ہماری تشویش کو اطمینان سے اور فکر کو سکون سے بدل دیا۔ خصوصاً عالیجناب سپرنٹنڈنٹ صاحب نارمل اسکول ورنگل کے وہ الفاظ کہ "آپ کی اور ہماری حیثیت ایک استاد اور شاگرد کی سی نہیں بلکہ دوستوں کی سی ہے جو تبادلۂ خیالات کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں" نے ہماری ڈھارس بندھایا اور اسی جملے نے ہمیں احساس دلایا کہ حقیقت میں یہ ہمارے استاد اور ہم ان کے شاگرد ہیں عالیجناب سید علی اکبر صاحب ناظم تعلیمات ملک سرکار عالی و عالیجناب سجاد مرزا صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج حیدرآباد کے بیش بہا خیالات سے اساتذہ زیر تعلیم کو تیسرے ہی دن مستفید فرمایا عالیجناب پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج کا یہ جملہ کہ "آپ کے انتخاب کا مقصد نہ صرف آپ کو کچھ سکھانا ہی ہے بلکہ آپکے تجربات سے ہمیں بھی کچھ سیکھنا ہے۔ آپ اور ہم ایک دوسرے کو سکھانے اور سیکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں دیکھیں کہ ان میں کون سبقت لیجاتے ہیں" اس کا جو اثر ہم نے محسوس کیا اس کا اثر ہماری ساری سرگرمی میں کارفرما رہا جناب پرنسپل صاحب ٹریننگ کالج بلدہ نے ایک اور جملہ سے ہماری جرأتوں میں کئی گنا اضافہ فرما دیا کہ "جناب صدر مہتمم صاحب سے آپ کا تعلق اب استاد اور شاگردوں کا سا ہے اس لئے اپنی مشکلات کا اظہار نہایت اطمینان سے کیا جا سکتا ہے۔"

چنانچہ ہم نے اپنے سارے مشکلات کو بلا خوف و بلا تکلف صاحب معظم کی خدمت میں پیش کرتے حل کرنے اور معلومات حاصل کرنے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی۔

کیا دیکھا اور کیا سیکھا اب یہ عرض کرنا ہے کہ ہم نے دوران ٹریننگ میں کیا دیکھا اور کیا سیکھا۔ دیکھنے سے متعلق صرف اسقدر لکھدینا کافی ہے کہ جملہ لکچرار حضرات کی ہم سے ہمدردی اور حسن سلوک کو بہت عمدگی سے دیکھا خصوصاً ہمارے ہر معاملہ میں عالیجناب سپرنٹنڈنٹ صاحب کی گہری دلچسپی اور خاص ہمدردی سے انجمن مباحثہ کے ہر جلسے میں شرکت ہمارے آرام و آسایش کی فکر بر وقت توجہ دلانے پر ہم سے ہمدردانہ سلوک نے ہر زیر تعلیم مدرس کے دل پر آپ کی قابلیت و ہمدردی کا سکہ بٹھا دیا اس سے زیادہ قابل مسرت چیز جس کو ہم نے دیکھا وہ عالیجناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات صوبہ ورنگل کی ہماری طرف خاص توجہ ہے اور نہ صرف قابلانہ تجربوں اپنے قیمتی و بیش بہا خیالات و نصیحتوں سے آپ نے ہمیں مستفید فرمایا بلکہ خاص خاص فنی حضرات کو ہمارے استفادہ لکچر کے لئے بلدہ سے بلانا بھی آپ کی توجہ و حسن انتظام کی بین دلیل ہے۔ نیز خود عالیجناب صدر مہتمم صاحب تعلیمات سمت ورنگل نے منظورہ نصاب سرکار عالی کی تفہیم کئی دن تک متعدد لکچروں کے ذریعہ فرماتے رہے جو غلط فہمیاں ہوگئی تھیں وہ سب رفع ہوگئیں۔ دوران تعلیم میں ہم کو کونسی نئی باتیں معلوم ہوئیں اور ہم نے کیا سیکھا کے سوال کے جواب میں صرف دو چیزیں قابل اظہار ہیں یعنی سابقہ ٹریننگ میں صرف نفسیات کا علم ہی حاصل ہوا تھا اب ہم نے اپنے تجربوں سے اس کی تصدیق حاصل کی ہے۔ ہر چیز کو یقین کے ساتھ سمجھا اور اطمینان ہوگیا۔

دوسری چیز جو ہم کو حاصل ہوئی وہ مضامین نصاب منظورہ کی خاص اہمیت و مقاصد اور جدید طریقہ تعلیم کے اصول جو ہماری سابقہ ٹریننگ کے بعد ماہران فن تعلیم کے نئے نئے نظریئے معلوم کرنے اور بلحاظ تجربہ کافی اعتراضات کے بعد تشفی حاصل کرنے کا موقع ملا انجمن مباحثہ کے ذریعہ ایک دوسرے کے خاص خاص تجربوں سے واقف ہونے کا خاص طور پر موقع حاصل رہا نیز روزانہ سرکل اسٹڈی حلقہ مطالعہ کے ذریعہ

مختلف رسالے مطالعہ کرنے اور تعلیمی مسائل کی نسبت آپس میں بحث مباحثہ وتبادلہ خیال کا موقع ایک لکچرار صاحب کی نگرانی میں عنایت فرمایا گیا تھا ہمارے حق میں کثیر معلومات کے اضافہ کا باعث ثابت ہوا۔

آخری تاثرات جبکہ نصاب کا پورا مہینہ ختم ہوچکا تو دو تین دن پیشتر سے ہی ایک دوسرے کی جدائی کو محسوس کرنے لگے۔ ہر ساتھی کا خیال تھا کہ حسن اتفاق سے ہمیں یہ موقع نصیب ہوا تھا اس میں نہ صرف ٹریننگ کا اعادہ ہوا بلکہ ایک ماہ کے لئے ہمارے بچپن کا بھی اعادہ ہوگیا کہ طالب علمی کی زندگی عود کر آئی۔ اپنے ساتھیوں میں جو بلحاظ عہدہ و بلحاظ قابلیت آپس میں بالکل برابر تھے۔ نہایت بے تکلفی سے یہ یادگار مہینہ گذر گیا اس ماحول کی جدائی بہت بار اور شاق گذر رہی تھی اب ہمارا یہ اجتماع پورے صوبہ ورنگل میں منتشر ہوچکا ہے۔ اور اپنے ساتھ ایک دوسرے کی محبت ایک دوسرے کے تجربات وخیالات وجوش عمل لیکر واپس ہوا ہے۔ انشاء اللہ ہم اپنے مقاصد کی تکمیل میں پوری قوت صرف کردیں گے۔ آخر میں یہ عرض کرتے ہوئے مضمون ختم کرتا ہوں کہ یہ سب دور عثمانی کے برکات کا ظہور ہے خداوند کریم سایہ ہمایونی کو ہمارے سروں پر جلوہ فگن رکھے اور شہزادگان بلند اقبال وشہزادیان فرخ فال، کی عمر واقبال میں ترقی عطا فرمائے۔

---

(۲) مرکز بلدہ

یوں تو عادی نصاب کا یہ ملبلہ ۲۰ خورداد ۱۵ھ ف سے ہی شروع ہوا لیکن ایک ہفتہ تک جاتریوں کی آمد کا برابر سلسلہ جاری رہا پہلے دو تین دن نصاب اور ٹایم ٹیبل سے واقفیت حاصل کرنے اور کالج کی تعلیمی نمایش کا مشاہدہ کرتے میں صرف ہوئے۔

تعلیمی نمایش اس میں شک نہیں کہ اکثر تعلیمی نقشہ جات۔ نمونے اور مضامین نہایت کاوش اور محنت کے ساتھ ایک مدت تک مواد فراہم کرنیکے بعد تیار کئے گئے ہیں لیکن ان چیزوں کو جاذب توجہ بنانے کا سہرا زیادہ تر خوشنویسی اور بہترین ڈرائنگ کے ہی سر ہے۔

وسعت نصاب نصابی چیزوں میں سوائے اوراک۔ آرٹ و کرافٹ correct posture اور خوشنویسی کے اصطلاحی الفاظ کے باقی ساری باتوں سے ہم عمر رسیدہ شاگردوں کے کان بفضل تعالیٰ نا آشنا تو نہ تھے البتہ ہمارے حافظہ نے ان معلومات کا بہت سارا حصہ فراموشی کے گہرے غار میں پہنچا دیا تھا

عملی اسباق بعض بزرگان زیر تعلیم کو دیر سے اطلاع ہونے کی وجہ سے وہ معہ اپنے ایک عدد بستر و بدنے کے وقت پر نہ آسکے لہذا بجائے آخری ہفتہ میں شروع ہونے کے عملی کام پہلے ہفتہ میں ہی آدھمکا جبکہ پہلے پروفیسر صاحبان نے نمونے کے یا ایضاحی اسباق ختم کئے بعد ازاں ہم زیر تعلیم میں سے تقریباً ۲۰-۲۵ حضرات نے اپنے پرانے تجربے اور تربیت کے بل بوتے پر اور نمونے کے اسباق سے ضروری مدد لیکر ایک خاص آمیزہ تیار کرکے تنقیدی اسباق دے ہی دئے آپ

یقین جانئے کہ حسب عمل درآمد ازاتب۔ ائے آفرینش ختم اسباق پر دل کھول کر اعتراضات کئے گئے اور ان کے جواب دیتے دیتے سبق دہندہ حضرات کا ناطقہ تنگ ہوا:

سائیکل کا لاپتہ ہونا دوسرے ہفتہ کی ابتدا میں ہی ایک صاحب کی سائیکل کالج سے لاپتہ ہوئی۔ فرار کرنے والے صاحب نے شاید جبلت تصرف Appropriation کے عملی مظاہرہ کو اعادی نصاب، کا لازمی جزو سمجھا ہو اس کے مقابلہ میں معلوم ہوا کہ کھونے والے صاحب کی جبلت تحفظ ذات کچھ کارگر نہ ہو سکی۔

لکچروں کا لب لباب میں یہاں پر ان سارے لکچروں کا ذکر نہیں کروں گا جنہوں نے ہمارے پرانے معلومات کو جو لاشعوری کے کنویں میں ڈوبے ہوئے تھے شعور کی سطح پر لانے کے لئے ایک بہترین کانٹے کا کام دیا البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ بعض پروفیسر صاحبان کے دوران لکچر میں فلسفیانہ خیالات سنکر ہم دنیا و مافیہا کو بھول جاتے بعضوں کی ظرافت سے لطف اندوز ہوتے اور بعضوں کے باضابطہ تقاریر سے اپنے نوٹ بک آراستہ کرلیتے۔

ہماری ہیئت کذائی ہم زیر تعلیم حضرات جن کی عمریں ۳۰ اور ۵۰ کے درمیان تھیں ہمارے پروفیسر صاحبان کی نظر میں محض boys (لونڈے) ہی تو تھے ہم میں clean shaved ڈاڑھی مونچھ چٹ حضرات سے لیکر سفید و دراز ریش لڑکے بھی شامل تھے پورے دانت دکھانے والے مدرسین کے ساتھ اپنے منہ کو خالی letter box بنا کر یعنی منہ میں ایک دانت بھی نہ رکھتے ہوئے بعض حضرات تشریف لائے تھے اسی طرح بعض پیٹ اور پیٹھ کی ایک چپٹی تختی بنا کر ایک ماہ کی پڑھائی ختم کرنے کا دم بھر رہے تھے لیکن بعضوں کی توندنے اقامت خانہ کے گراؤنڈ پر والی بال سے کئی مرتبہ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا ہوا تھا یہی کیفیت لباس کے گوناگونی میں بھی نظر آتی تھی۔

پنکھے والے میاں گرمیوں کی دھاک اکثروں پر چھائی ہوئی تھی اس سلسلہ میں نمونتہً میرے ایک دوست کا ذکر ان سے معافی مانگتے ہوئے کرونگا یہ صاحب ہم لوگوں میں بعد میں چلکر "پنکھے والے میاں" کے نام سے یاد کئے جانے لگے آپ کا پنکھا اور وزیر اعظم چیمبرلین آنجہانی کی چھتری میں ایک خاص تعلق تھا۔ آپ کا پنکھا چاہے کالج ہو یا بورڈنگ ہر دم چلتا رہتا۔ بہرحال آپ کی ہستی بغیر پنکھے کے نامکمل رہتی۔ کالج میں جب وقفہ ہوتا یا کبھی پروفیسر صاحب کو آنے میں دیر ہوتی تو البتہ کفایت شعاری کے مد نظر پنکھے والے میاں" بجلی کے پنکھے کے پاس جاکر اپنے سارے جسم کو اس طرح ہوا دیتے جیسا ہم آپ جاڑے کے موسم میں دھوپ کھاتے ہیں۔

دل کا بخار پہلا ہفتہ ختم ہونے کے بعد کالج کے اقامت خانہ میں اسٹڈی سرکل یا حلقہ مطالعہ کی ابتدا ہوئی سارے زیر تعلیم مدرسین کو چار مساوی تعداد کے حلقوں میں تقسیم کیا گیا تھا بعض وقت یہ حلقے الگ الگ اپنے مضامین کا انتخاب کرتے اور مختلف یا ایک ہی پروفیسر صاحب کے زیر سرپرستی منتخب شدہ مضامین پر تبادلہ خیالات کرتے تھے بعض اوقات سارے حلقے مشترک طور پر ایک ہی مضمون میں شریک ہوجاتے تھے یوں تو مختلف مضامین زیر بحث رہے لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور معرکہ کی بحثیں "مدرسین اور ان کی مشکلات" والے مضمون میں پیدا ہوگئیں اور حقیقت ہے بھی کہ مدرسین کی یہ ایک دکھتی رگ ہے یہ مشکلات تین عنوانوں پر تقسیم کی گئیں تعلیمی انتظامی اور مالی۔ ہر مشکل جو کہ کسی مدرس کے ذہن میں آسکتی تھی نہایت آزادی اور بے باکی کے ساتھ پیش کی گئی۔ ان مشکلات پر خوب بحث ہو کر بعضوں کا حل حلقہ میں ہی سوچا گیا بعضوں کا حل حلقہ کے مربی اعلیٰ جناب پرنسپل صاحب نے خود پیش فرمایا اور بعضوں کو معتمدین نے اپنی رپورٹ کے ذریعہ عالیجناب صدرالمہام صاحب

کی خدمت میں "ایٹ ہوم" کے دن پہنچا ہی دیا۔ ان بڑی مشکلات کے متعلق ارباب صدر سے تصفیہ خواہ کچھ ہی ہو لیکن بقول ہمارے مربی صاحب کے مدرسین نے مشکلات بیان کرکے اپنے دل کی بھڑاس تو ضرور نکال لی اور بہت ممکن ہے کہ اسی دن سے مدرسین کے پیٹ جو ان مشکلات کے انجارات سے آتے ہوئے تھے خالی ہو گئے اور انہوں نے خوب ڈٹ کر کھانا شروع کیا اس کا نتیجہ میں سمجھتا ہوں کہ اکثر مدرسین کے وزن میں اضافہ ہو گیا۔

مدرسین کی وحشت

دور اندیش تو کیا بلکہ دراز اندیش مدرسین اور ان کے متعلقین نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ "امادی تصاب" ایک حیلہ ہے جس کی آڑ میں مدرسین کو اے۔ آر۔ پی۔ فرسٹ ایڈ وغیرہ قسم کی جنگی تربیتوں میں گھسیٹا جائے گا انہی خیالات کے تحت اکثر مدرسین نے متعلقین سے خدا حافظ کہتے وقت بڑی تشویش محسوس کی لیکن بلدہ جاکر انہوں نے دیکھا کہ مطلع بالکل صاف ہے پھر بھی ہوائی جہازوں کا روزانہ اپنے سر پر منڈلاتا ان کے دلوں میں خدا حافظ کا منظر ضرور تازہ کرتا ہو گا۔ چنانچہ دو ایک مرتبہ اس کا ثبوت بھی ملا۔ ایک مرتبہ ہم لوگ اقامت خانہ کے گراؤنڈ پر ڈرل میں مصروف تھے کہ یک بیک سائرن کی سی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی ایک ہوائی جہاز غیر معمولی طور پر نیچے جھپٹتے ہوئے معلوم ہوا کہ ہمارے قریب سے جا رہا ہے۔ انسٹرکٹر صاحب نے ہم کو فوراً لیٹنے کے لئے کہا اور خود بھی اس پر عمل کیا۔ خیر گذری کہ کوئی ناگوار واقعہ ظہور میں نہ آیا ورنہ ہمارے چہرے تو اس لمحہ بس قابل دید بن گئے تھے۔ دوسرے موقع پر جب ہم باغبانی کے سلسلہ میں مختلف پودوں کا مشاہدہ کر رہے تھے پھر اسی قسم کی آواز سنائی دی فوراً بیشتر حضرات نے قریب کی عمارت میں پناہ لینے کی کوشش کی۔ بعد میں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ دارالضرب کے کارخانہ کی سیٹی کو بعضوں نے سائرن پر محمول کیا اور پریشان ہو گئے خیر

ہنس مکھ رہو ٹریننگ حاصل کرنے کے بارہ سال بعد اعادی نصاب کیلئے پہلی مرتبہ جب مجھ جیسا کوئی مدرس کالج اور بورڈنگ میں داخل ہوتا ہے تو اس کی نگاہ وہاں کے دو آئینوں پر ضرور پڑتی ہے جو عین موقع کی جگہ پر لگائے ہوئے ہیں یہ آئینے بارہ سال قبل نہیں تھے ان کا سائز غالباً ۴ × ۲ فٹ ہے ان کے سر پر جلی حروف میں Keep Fit اور ہنس مکھ رہو لکھا گیا ہے میں نے ایک ماہ کے اس قلیل عرصے میں اس بات کو اچھی طرح نوٹ کر لیا ہے کہ اکثر زیر تعلیم مدرسین اقامت خانہ یا کالج میں جاتے آتے وقت آئینے میں جھانک کر اپنے کو ٹھیک ٹھاک اور درست کر لیتے تھے۔

کیا خوب ہو کہ ایسے آئینہ مدارس میں لازمی طور پر خرید وائے جائیں تاکہ ہمارے بچے ان سے مستفید ہو کر ابتدا ہی سے اپنے تئیں درست کرنے کے عادی ہو جائیں

وداعی دعوت آخری دن جناب پرنسپل صاحب کی طرف سے زیر تعلیم مدرسین کے لئے وداعی دعوت دیگی مغلئی اور برہمنی دونوں قسم کا کھانا تھا۔ اس کے آخر میں تفریحات کا پروگرام رکھا گیا تھا جو مدرسین ہی نے ترتیب دیا تھا۔ اس کے اکثر حصے بڑے ہی دلچسپ ہیے خصوصاً تلنگی دیہی مدرسہ کا منظر میرے دل میں ایک مدت دراز تک باقی رہے گا اس میں طلبا کا کام کرنے والے پورے مدرسین ایسے تھے جن کی مادری زبان تلنگی نہیں تھی لیکن ان کا پدیم وہرانا اور سرسوتی کی پرارتھنا یہ چیزیں ایسی ٹھیٹ اور صحیح تلفظ کے ساتھ تھیں کہ ان کا تلنگی پر حاوی ہونا میرے لئے رشک کا باعث تھا مسواری میں ایسی مثالیں کم نظر آتی ہیں۔

الحمد للہ کہ بھگوان کی کرپا اور پروفیسران ٹریننگ کالج کی موثر دعاؤں سے یہ بندہ باقی بیسیوں بندگان خدا کی طرح اعادی نصاب کے پھندے اور حلقہ مطالعہ کے چکر سے بخیر و عافیت چھٹکارا پاکر اپنے مدرسہ پر حاضر ہو گیا ہے۔

نظام اوقات تفریحات

۱۔ موسیقی — مسٹر پرتھوی راج و مسٹر کشن راؤ — ۵ منٹ

۲۔ سنہ ۳۰ف کا ایک واقعہ — مسٹر راگھویندر اچاری — ۱۰ "

۳۔ ہر بلاس — مولوی غلام غوث محی الدین صاحب — ۳ "

۴۔ فانی مرحوم کی ایک غزل کی شرح۔ مولوی محبوب علی صاحب — ۴ "

۵۔ موسیقی — مسٹر پرتھوی راج و امیر علی و رام کشن صاحب — ۱۰ "

۶۔ ڈرامہ۔ کمرہ امتحان — مولوی حسین صاحب۔ مولوی ہوشدار خاں صاحب و مولوی غلام غوث محی الدین صاحب، مولوی فاخر حسین صاحب۔ مولوی کاظم حسین صاحب — ۱۲ "

۷۔ وداعی گیت — مولوی جہانگیر صاحب و مولوی محبوب علی صاحب — ۴ "

۸۔ مدراس تا لندن — مولوی مجتبیٰ احمد صاحب — ۵ "

۹۔ بازار کے بھاؤ — مولوی جہانگیر صاحب و مولوی محبوب علی صاحب — ۳ "

۱۰۔ نظم: تاثرات تماشائی۔ مولوی قربشتی صاحب — ۳ "

۱۱۔ ایک امدادی مدرسہ۔ مسٹر ونکٹ ریڈی۔ لکشمیا۔ شہاب الدین، کاظم علی
تلنگی سبق — کشٹیا۔ فیروز علی۔ محمد خاں

۱۲۔ نفسیات پر ایک تقریر (نقل) مولوی جہانگیر صاحب — ۳ "

۱۳۔ الوداعی کورس۔ مسٹر شرف الدین، احسان علی، عبدالحق، غلام حسین بیگ
ہم ہیں بڈھے طوطے محبوب علی۔ قربشتی۔ جہانگیر۔ پرتھوی راج وغیرہ — ۵ "

---

(۳) مرکز بلدہ

جب اعادی نصاب کی ٹریننگ کا حکم وصول ہوا تو امید و بیم کی حالت ہوگئی
کہ اس آخری زمانہ میں کیا تعلیم پائیں گے اور کیا حاصل کیا جائے گا کبھی خیال ہوتا تھا
کہ شرکت سے انکار کردیا جائے یا کوئی رخصت حاصل کی جائے کبھی خیال ہوتا کہ چلو
دیکھیں کیا تبلایا جاتا ہے اور کون سے معلومات فراہم کئے جاتے ہیں علم شئے بہ از
جہل شئے۔ اسی حالت میں دو ماہ گزر گئے جب روانگی کا دن آیا تو اطلب العلم یاسین
کی غیبی صدا نے ہمیں چاق و چوبند بنا دیا نہ کوئی غم رہا نہ تفکر خوشی خوشی رخت سفر
باندھ منزل مقصود کو روانہ ہو گئے جب بلدہ پہنچے تو نئے مقام سے مسرت وہان
کی چہل پہل سے رنج واندوہ کوسوں دور پیچیدہ خیالات ایک قلم موقوف اقسام
کی چیزیں فروخت ہوتی ہوئیں نظر آئیں مگر جز معاشی سے صرف منہ میں پانی آکر رہ گیا۔
بلند عمارت بہترین سڑکیں خوش وضع اور خوش پوش لوگ غرض راستہ کی شان و
شوکت کا لطف اٹھاتے ہوئے اس عالیشان سر بفلک عمارت موسوم بہ عثمانیہ ٹریننگ کالج
پہنچے تو عقل حیران رہگئی کہ کہاں پدی اور کہاں پدی کا شوربا یہ کالج ہے اس میں
بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے والے تعلیم پاتے ہیں چھوٹا منہ بڑی بات تم کہاں اور یہ کالج
کہاں ڈرتے ڈرتے اندر قدم رکھے کیا دیکھتے ہیں کہ سب کرسیاں ہی کرسیاں ہیں میزیں
ہی میزیں ہیں بڑے بڑے لوگوں کے بیٹھنے کے مقام ہیں ہمارے دل کو ہم نے
سمجھایا کہ ہم کیا کم ہیں ہم بھی صدر مدرس ہیں ٹرل ٹرینڈ ہیں تو کیا بفضلہ تنخواہ
معقول ہے آجکل کسی بی۔ اے کو میسر نہیں کون ہمیں نکال سکتا ہے افسر سررشتہ کا
حکم بھی موجود ہے غرض ہمت کرکے ایک کرسی پر بیٹھ گئے سابقہ نقشہ آنکھوں میں پھر گیا

پرانی ٹریننگ قبل از بیس سال یاد آگئی کہ ایک معمولی ہال تھا اور نشست کے لئے بلا پشت بینچیں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت بدقت ہوتی تھی مگر اب ایسا معلوم ہوا کہ دوزخ و جنت کا معاملہ ہے۔ برقی پنکھا ہے رنگین دیواریں ہیں بڑا وسیع و عالیشان ہال ہے کتب خانہ باغ بھی ہے ہال نقشہ جات سے بھی سجا ہوا ہے اگر اس مقام پر ہمیں بیٹھا ہوا کوئی دیکھ لے تو یہ خیال کرے کہ کوئی بڑا افسر یا رکن پارلیمنٹ ہے تمام نمائشی چیزوں کو دیکھ لیا گیا مگر دل چاہتا تھا کہ سب نہیں تو کچھ تو اپنے مدرسہ کے لئے اٹھا لائیں مگر اخلاق مانع تھے اس کے بعد ہمارا نام درج رجسٹر کر لیا گیا ہم نے بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ حلوا خوردن را روئے باید کا ٹکا سا جواب ہمیں نہیں دیا گیا ایسے مدرسہ کے لئے ہم اصولاً ناموزوں تھے مگر قبول کر لئے گئے مدرسہ مشقی و کتب خانہ اور دارالمطالعہ وغیرہ دیکھا گیا یہ سب بھول بھلیاں تھے دل خوش ہو گیا یہ سہولتیں سابق میں میسر نہ تھیں کھیل کود کے میدان بھی تھے اور سامان بھی تھا ان سیر و تفریح کے شغلوں سے دل اور بھی پر مسرت ہو گیا ان سب چیزوں کو دیکھ کر خیال ہوا کہ بورڈنگ کا بھی انتظام اعلیٰ ہوگا اور بہترین چیزیں مفت میں ہمیں کھانے کو ملیں گی مگر معلوم ہوا کہ بیاک کی تعلیم کے لئے جیسا انتظام تھا اب ویسا انتظام نہ ہوگا بلکہ جیب سے نقد عـــہ روپیہ رکھنے پر بورڈنگ کی اجازت ملے گی قہر درویش برجان درویش بوجہ خرمعاشی ہم نے اپنا علیحدہ ہی انتظام رکھا غرض زہے قسمت کہ روز اول ہمیں عالیجناب صدر المہام تعلیمات بہادر نے مخاطب فرمایا اس کے بعد جناب ناظم صاحب تعلیمات نے بہ نفس نفیس تشریف فرما ہو کر ہمیں بیش بہا ہدایات سے بہرہ اندوز فرمایا اس کے بعد ہمارے پرنسپل صاحب نے مخاطب فرما کر تعلیم کے اغراض و مقاصد سے مطلع فرمایا اور تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا ایک سے بڑھکر ایک لائق و فائق اور اپنے فن میں کامل و فاضل اساتذہ

تھے اصول تعلیم نظم ونسق مدرسہ پر تین لکچر ارضا خیان مصر ہوئے ہماری مشکلات
پیش کرنے کی اجازت اور پھر اس کا حل اس خوبی سے ہوا کہ دل مان ہی لیا اور
جدید اصول پر بحث مباحثہ رہا جناب سبحانی صاحب کا گھنٹہ تو بڑی دلچسپی سے گزرتا تھا
ان کا انتخاب بھی بہت چن کر کیا گیا اور نہایت موزوں اور جو بات بتلاتے تجربہ کی جو
شکل پیش کی گئی اس کا حل اپنے تجربہ سے اور ہر حل ان پہ گزرا ہوا۔ غرض اس
فن کے لئے ہم گئے تھے اور اسی کو اہم مضمون خیال کر کے تین صاحبین کے معلومات
سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا جنہوں نے تاریکی سے ہمیں روشنائی میں لایا
ہم چراغ تھے ہمیں افتاب بنایا گیا تالاب تھے سمندر ہو گئے اردو کی تعلیم کا تو کیا
ذکر یہ تو اہل زبان کے تفویض تھی ایک بات پوچھو دس بتالیں بے لوخوش طبع
خوش مزاج ملا سے کام پڑا تھا تاریخ وجغرافیہ کے نئے اصول وڈھنگ پروفیسر صاحبان
نے تبلایا جس سے ہم بہت محظوظ ہوئے ورزشی کام میں بہت خوب دلچسپی رہی
حفظ صحت میں تو ڈاکٹر صاحب نے ہمیں ڈاکٹر بنا دیا دستی مشاغل میں ہمیں بڑی
کمی تھی اس کمی کا احساس فرما کر اس کو بھی نصاب میں شریک فرما کر بڑا احسان فرمایا
اور کم خرچ معلومات کرائے گئے اور پھر شام میں بعد کھیل و نماز لکچرز سے اچھے تبادلہ
خیالات ہوئے غرض یہ صحبت ایسی معلوم ہوئی کہ جس طرح زنگ آلود برتن کو قلعی
مجلی و مصفیٰ کرتی ہے یا تاریکی پہ روشنائی قابو پاتی ہے ہمارے معلومات میں اچھا
خاصا اضافہ ہوا بعد برخاست دوپہر میں کالج ہی میں اور برقی پنکھوں میں استراحت
کرتے ماحضر نوش کرتے کچھ آرام لیتے کچھ مطالعہ یا اعادہ میں وقت گزارتے اور
ساتھیوں سے تبادلہ خیالات کرتے حتیٰ کہ ورزش کا وقت آجاتا اس کے بعد
مکان لوٹتے کوئی دوسرے کام سے سروکار نہ تھا جس کام کے لئے آئے تھے اسی
کے لئے وقف ہو گئے اور آخر تک کرتے رہے یہاں تک کہ امتحان کا دن آگیا

اور اچھی طرح گزر بھی گیا مگر جب وداع کا وقت آیا تو ہر ایک سے ایک ایسا انس ہو گیا تھا کہ مفارقت بے چین کئے دیتی تھی اور اب تک اس کا اثر باقی ہے کہ اسی کی تسبیح جاری ہے جیسا سمجھ کر آئے تھے ویسا کچھ بھی بار نہ معلوم ہوا بلکہ سب کو نہایت حسرت و رنج کے ساتھ وداع کرنا پڑا خیال ہوتا ہے کہ ہر سال ہم کو بلایا جاتا تو خوشی خوشی آتے گرما کی گرمی معلوم ہوئی اور نہ دھوپ کی تیزی کوئی زحمت دی جس نے اعادی نصاب کو قایم کیا ہے اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے کہ واقعی ہم پر بڑا احسان کیا کہ ہمارے قلوب کو جلا دیگئی معلومات تازہ کئے گئے جدید معلومات سے مستفید ہونے کا موقع دیا گیا ہمیں خواب غفلت سے بیدار کیا گیا۔ سوتوں کو ہشیار کیا گیا بھٹکے ہوئے تھے راستہ پر لگے کھوئی ہوئی چیز ہاتھ آئی سچ ہے۔ سے

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

جو لوگ اس ریفریشر کورس کے منکر ہیں انہیں کہا جائے کہ "صحبت عاقلاں نسیت عطار دان گر نہ دہد عطر لیک رسد بوئے آں" ہر آئینہ اعادی نصاب رحمت یزداں و خزانہ معلومات ہے زمانہ بدلتا جا رہا ہے زمانے کیساتھ سب چیزیں بدلتی جا رہی ہیں اعادی نصاب ان معلومات کا ایک ذریعہ ہے اور ہم کو لکیر کا فقیر بننے سے بچاتا ہے آخر میں بھی جناب صدر المہام صاحب بہادر و جناب ناظم صاحب و جناب پرنسپل صاحب نے اپنے بیش بہا خیالات سے مستفید فرما کر خدا حافظ کہا اور صدر کلیہ نے ایک پر تکلف ضیافت سے سرفرازی بخشی اور ہماری یاد باقی رکھنے کے لئے فوٹو لیا گیا غرض جس کی امید نہ تھی اس سے بڑھکر چیزیں میسر ہوئیں یہ ہمارا بے تکلف و بے لوث و بے ریا بیان ہے اور اس کی تصدیق بھی ہمارے ساتھیوں سے ہوگی جو ایسی صورت پیش ہوگی اور اس بیان اور ہمارے نتائج سے یہ بات ثابت ہوگی کہ بڈھے طوطے بھی بولنا خوب و بہتر سیکھ سکتے ہیں و بس

(۴) مرکز بلدہ

۲۱ خورداد کی صبح عجیب مسرت بخش صبح تھی۔ جبکہ ہم سب سن رسیدہ مدرسین ایک جگہ حصول تعلیم کی غرض سے جمع ہو رہے تھے۔ آٹھ بجے صبح کا وقت حاضری کے لئے معین تھا۔ وقت سے کچھ پہلے ہی پہنچ گئے۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے ہی دن دیر ہو جائے تو مورد عتاب بنیں۔ مگر یہ ہمارا وقت ضائع نہیں گیا ٹرینگ کالج میں جلسہ سالانہ کے ضمن میں جو نمایش ہوئی تھی۔ اس کا ہم کو تفصیلی معائنہ کرایا گیا۔ ہم نے اس کو دلچسپی اور شوق سے دیکھا۔ اس نمایش میں بعض ایسی چیزیں بھی تھیں۔ جن کو دیکھنے کا ہم کو پہلی مرتبہ اتفاق ہوا۔ معلومات میں جو اضافہ ہوا یہاں اس کی تفصیل بے موقع ہوگی۔ اس کے بعد وہاں کے قابل لکچرار صاحبان نے اسباق دیکر ہم کو بتلایا کہ سابقہ اور موجودہ طریقہ تعلیم و تدریس میں کس قدر تفاوت ہو گیا ہے۔ اسباق ایک سے ایک بہتر تھے نکات کو سمجھنے کی خاطر ہمارے اعتراضات کی بوچھار ہو رہی تھی لیکن لکچرار صاحبان نہایت خندہ پیشانی سے جوابات دے رہے تھے اور کسی کی ابرو پر شکن تک نہ دکھائی دیتا تھا۔ لیکن حیرت میں ڈالنے والا سبق جناب وائس پرنسپل صاحب کا تھا۔ جو اصطلاحات ریاضی (مثبت و منفی) سے متعلق تھا ان اصطلاحات کی توضیح جناب وائس پرنسپل صاحب نے نہایت عرق ریزی اور دلجوئی سے فرمائی اور اس سبق کو نہایت عجیب و غریب اور بلیغ و عمیق طریقوں سے تاریخ و جغرافیہ اور دیگر مضامین سے مربوط فرمایا لیکن ہمیں اپنی کم فہمی پر افسوس رہا کہ ہم مولانا کے بلیغ نکات کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ چنانچہ دوران سبق میں اس کے متعلق آپس میں

کانا پھوسی بھی رہی۔ اختتام پر جب ہم کو یہ معلوم ہوا کہ حساب کے مانند خشک مضمون
کو دوسرے مضامین سے مربوط کر کے دلچسپ بنانے کا طریقہ تبلایا گیا ہے تو ہماری
آنکھیں اس نور معرفت سے چندھیا گئیں۔ اسی طرح تاریخ کے طریقہ تعلیم کے متعلق
کچھ تفصیل سے لکھوں تو مضمون طویل ہو جائے گا مختصر یہ کہ جناب لکچرار صاحب
جو کچھ تبلانا چاہتے تھے۔ وہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں ہم ہی سے اخذ کرواتے ہوئے
استادانہ تنقید فرماتے تھے اور اپنی ذاتی مثال اور عمل سے ممدوح نے ہم کو یہ تبلایا
کہ جماعت میں کس طرح خندہ پیشانی سے رہنا چاہئیے۔ اور اس ساعت کی یہ خصوصیت تھی
کہ جب ختم ہوا ہم نے یہ سمجھا۔ کہ وقت سے پہلے ختم ہوا۔ مطالعہ قدرت کے ساعات میں
استاد و شاگرد کی بحث ہی نہ تھی۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ ایک ہمدرد و محترم دوست ہے
جو خیالات میں اضافہ فرما رہا ہے لکچرار صاحب نے جب بات کی مسکراتے ہوئے جب
ہم کو سبق دینے کہا گیا۔ تو ہمارے سبق کے اختتام پر نہایت خوش اسلوبی سے ہماری
غلطیوں کو تبلایا گیا اور حسن و قبح کو بے پردہ کیا گیا۔ اور ساتھیوں کے اعتراضات
کی بوچھار سے بچانے کے لئے خود ہمارے سینہ سپر ہو گئے۔ لکچرار صاحبان کے اس
محبت آمیز سلوک سے دل بہت متاثر ہوا اور استادانہ شفقت سے دل میں از سر نو
جنم لیا سب سے بڑی نعمت یہ تھی۔ کہ نہ صرف جناب ناظم صاحب بلکہ جناب پرنسپل صاحب
نے اپنے زریں خیالات سے مستفید فرمایا اور جناب مولوی عبدالستار صاحب سبحانی
بی۔ اے بی۔ ٹی نے بھی پر مغز تجربات سے ہمارے تدریسی ذخیرہ میں پر بہا اضافے
کئے۔ اور جناب مولوی سید محمد ہادی صاحب کمشنر بوائے اسکاؤٹ و ناظم ورزش جسمانی
کی تقریر نے معلومات کی ایک نئی دنیا سے متعارف کرایا۔ سابقہ اور حالیہ طریقہ
ورزش اور ان کی اچھائیاں اور برائیاں ہمارے لئے ایک نئی چیز تھی ضابطہ
تعلیمات و احکام جیسے خشک مضمون کو متعدد پیریڈ میں پیش فرمایا۔ اور مشکل دفعات کا

دلچسپ پیرایہ میں سمجھانا یہ جناب مولوی ضیاء الدین بیگ صاحب بی۔اے۔بی ٹی کا ہی حصہ تھا۔جناب مولوی ملا فخر الحسن صاحب بی۔اے۔بی ٹی کا اُردو کا پیریڈ ہمارے لئے نہایت دل خوش کن رہتا تھا۔قدم قدم پر موصوف کے برجستہ چٹکلے پیٹ میں بل ڈال دیتے تھے۔باتوں ہی باتوں میں زبان کی غلطیوں کو طریقۂ تعلیم کی رو سے درست کرتے ہوئے بچوں کی زبان کی درستی کی رہنمائی کا عجیب و غریب مظاہرہ صاحب موصوف ہی کا کام تھا۔امتحان کی وحشت ہمارے دلوں سے عجیب و انوکھے طریقہ پر دور کرگئی اسکی سخت ضرورت تھی کہ ½ ۵ بجے کے بعد کچھ ورزش اور کھیل بھی ہوں تاکہ دن بھر کے کام کا تکان دفع ہو سکے۔

اس موقع پر اتنا ضرور عرض کرونگا کہ دوپہر کے بعد کالج میں ٹھیر کر شام کو کھیلوں میں حصہ لینے کیلئے ممکنہ سہولتیں بہم پہنچائی گئی تھیں۔مثلاً کتبخانہ کا کمرہ کھلا رہتا تھا اور کالج کا بڑا ہال بھی کھلا رہتا تھا جہاں برقی پنکھوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دن بھر کی تکان کو اڑا دیتی تھی۔ان سہولتوں کے مدنظر مدرسین زیر تعلیم صبح ہی سے آن کر ٹھیر جاتے تھے لیکن اکثر گھر جاکر واپس آیا کرتے۔اس آمد و رفت میں بعضوں کی صحت متاثر ہوئی بعض دار الاقامہ میں اقامت گزین ہوئے۔لیکن جز معاش مدرسین کیلئے اس بار کا برداشت کرنا آسان نہ تھا۔خیر خدا خدا کرکے مدت تو کٹ گئی لیکن اچھی صورت یہی ہوتی کہ وقاراآباد یا کسی پُرفضا مقام پر اعادی نصاب کا کیمپ قائم کرکے تعلیم دیجاتی اور اخراجات کے بار سے بے بضاعت اور جز مایہ شرکائے تعلیم کو متاثر نہ کیا جاتا تو اسکی دلچسپی اور خوبی میں اور چار چاند لگ جاتے۔

اسکے بعد سرکل اسٹڈی کے موقع پر قابل قابل ہستیوں کی قیادت ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔وہاں آزادانہ طور پر ہماری مشکلات پر بحث ہوتی اور ان کے حل کیلئے اجتماعی غور و خوض کیا جاتا۔یہ اپنی نوعیت کی ایک نئی چیز تھی اگر پرچہ جات امتحان میں عام قابلیت اور ذہانت کی آزمائش کو ملحوظ رکھا جاتا تو ہماری مشکلات دوچند ہوجاتیں ان میں بھی ہمارے لئے آئندہ ممتحنی کے مواقع کیلئے ایک سبق تھا۔اسکو ہم نے بہت مسرور ہو کر حاصل کیا۔اگر اس مضمون پر اختصار کی قید نہ لگا دی جاتی تو یقیناً ہمارے اعادی نصاب کے تاثرات ایک دفتر بے پایاں ہو جاتا۔اسلئے ختم کرتے ہوئے آخر میں اگر ہم اپنے رخصتانہ عشائیہ کا تذکرہ نہ کریں تو بڑی احسان فراموشی اور شاید نمک حرامی ہوگی۔پُرلطف غذا اچھے اچھے کھانے اور تھوڑی دیر کی ہنسی خوشی نے ہمارے ایک مہینہ کی سخت محنتوں کے تکان کو دور کر دیا۔واقعہ تو یہ ہے کہ شمع بردارانِ علم نے ہمارے ویرانہ دل میں علم کی لو سلگا کر اسکو از سر نو آباد و معمور فرما دیا۔

*

تربیت جسمانی

جدید تعلیم ورزش جسمانی کا نظریہ روم یا یونان سے جدا ہے کیونکہ زمانہ اور خیالات بدل گئے ہیں۔ اگر روم یا یونان کے اصول پر ہندوستان میں عمل کیا جائے تو اندیشہ ہے کہ یہاں کی آبادی بڑھنے کی بجائے گھٹتی جائے گی۔ آیا یونانیوں یا رومیوں کا نظریہ درست تھا اس پر عمل کیا جانا چاہئے یا نہیں یہ ایک دوسرا سوال ہے اس پر بحث کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اب بھی بعض اقوام ایسی ہیں جو ایک حد تک ان قدیم اصولوں کو دوبارہ رواج دے رہی ہیں اور یہ سمجھتی ہیں کہ ایسے اشخاص کی زندگی جو جسمانی نقائص میں مبتلا ہو اور کمزور ہو قوم کی ترقی میں حائل ہوتی ہے لہذا ان کو کسی نہ کسی طریقے سے زندگی سے محروم ہی کردینا مناسب ہے۔

لیکن ایسی اقوام جن کا مطمح نظر جنگ نہیں ہوا کرتا بلکہ جو چاہتی ہیں کہ توانا اور ناتواں دونوں قسم کے انسان جب کہ وہ دُنیا میں آئے ہیں زندہ رہیں اور اپنی زندگی کو خوشگوار بنائیں اُنھوں نے جو تعلیم ورزش جسمانی کے اصول بنائے ہیں اُن میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ دونوں قسم کے افراد اس سے مستفید ہوں اور ہر انسان زندگی کی جد وجہد کے لئے تیار کیا جائے۔ اسی لئے اُنھوں نے طاقت سے زیادہ صحت کو اہمیت دی ہے جو فوجی اور غیر فوجی دونوں قسم کے اشخاص کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح ایک سپاہی کو اپنے متعدد فرائض کی انجام دہی کے لئے اپنی صحت درست رکھنے کے لئے ورزش اور غذا کا خیال رکھنا ہوتا ہے اسی طرح ایک طالب علم کو اپنی پڑھائی میں کامیاب

ہونے کے لئے اور ایک منشی یا عہدہ دار کو اپنے فرائض کی عمدگی انجام دہی کے لئے اپنی صحت کو برقرار رکھنا لازمی ہوتا ہے۔ کتنے طالب علم اور کتنے عہدہ دار ہمیں ایسے نظر آتے ہیں جو ہونہار، محنتی اور لائق ہیں لیکن صحت کی خرابی کے سبب اتنا بار نہیں برداشت کر سکتے کہ وہ اپنی دماغی قوتوں سے خود فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی مستفید کریں۔ یہ یاد رہے کہ جسمانی صحت اور قوت دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں البتہ بعض اشخاص اپنی لاعلمی سے اُن میں فرق پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ اُن کے حق میں برا نکلتا ہے مثلاً جو اشخاص اپنے جسم کو خوبصورت اور پٹھوں کو مضبوط بنانے کے لئے حد سے زیادہ اور اصول کے خلاف ورزشیں کرتے ہیں وہ اپنے مقصد میں صرف عارضی طور پر کامیاب ضرور ہوتے ہیں لیکن جب اُن کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو انھیں اس کا برا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے۔ اس لئے صحت اور طاقت دونوں کی ترقی برابر ہونی چاہئے اور صرف ایسی ورزشیں کی جانی چاہئیں جو تمام اعضاء کو فائدہ پہنچاتی ہوں۔

مدرسہ کی تعلیم کا مدعا بچوں کے خواص اور استعداد کو خوش اسلوبی کے ساتھ ترقی دینا ہے اور یہ مقصد اس وقت پورا نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ جسمانی اور دماغی تعلیم کو برابری کی اہمیت نہیں دی جائے کیونکہ دماغ اور جسم دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہیں اگرچیکہ ان کا یہ تعلق انسان کی پیدائش سے وفات تک قائم رہتا ہے لیکن زمانۂ طفولیت میں دماغی ترقی کے لئے جسمانی مدد کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بچپن میں انسان بہت جلد بڑھتا ہے اور جوں جوں عمر بڑھتی جاتی ہے اس رفتار میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ لہٰذا دماغی ترقی کی رفتار کو قائم رکھنے کے لئے دوران خون کی رفتار کو جاری رکھنا ضروری ہوتا ہے تاکہ جسم کے تمام اعضاء کو کافی مقدار میں لوازمہ ملتا رہے۔ خون کی رفتار بڑھانے کے لئے حرکت ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا

کہ ہر تندرست بچے کی پیدائش سے فطری طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہاتھ اور پیر ہلائے۔ صرف کھانے یا سونے کے اوقات میں وہ خاموش رہتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ فطرت نے خود ہم کو اس بات سے آگاہ کردیا ہے کہ تندرستی کے لے حرکت یعنی ورزش ضروری ہے یہاں یہ بتلانا بے محل نہ ہوگا کہ اکثر مائیں جو چھوٹے بچوں کو ہر وقت گود میں لیا کرتی ہیں وہ اپنی ناواقفیت سے ان کے حق میں ظلم کرتی ہیں کیونکہ اُنھیں ورزش سے روک کر اُن کی صحت پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ جب بچہ کی عمر پانچ یا چھ سال کی ہوتی تو اس کو مدرسہ بھیجا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب کہ اس کی دماغی خصوصیات کو ترقی دی جاتی ہے یعنی فرض شناسی ضبط اور محنت کی سی عادتیں اس میں پیدا کی جاتی ہیں اور اس کی پہلی آزادی تھوڑی سی سلب کی جاتی ہے۔ اس کے لئے اس کو کمرے میں بٹھایا جاتا ہے اور اس سے تھوڑا بہت دماغی کام لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ دماغی کام کے ساتھ اس سے ورزش بھی کرائی جائے تاکہ تنگ اور تاریک کمروں میں اور ایک خاص حالت میں بیٹھنے کے مضر اثرات سے اس کو بچایا جائے۔

چونکہ مدارس میں دماغی تعلیم کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور جسمانی تعلیم کے لئے بہت کم وقت دیا جاتا ہے اس لئے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ اس تھوڑے سے وقت کو زیادہ سے زیادہ مفید طریقے پر صرف کیا جائے اور طلباء سے ایسی ورزشیں کرائی جائیں جو ان کے لیے موزوں اور کارآمد ہوں یہ ایک غلط خیال ہے کہ جسمانی ورزشیں صرف جسم ہی کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ ذرا غور کرنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے ذریعہ بعض دماغی خصوصیتیں بھی بہرہ مند ہوتی ہیں مثلاً کیا یہ کافی ہے کہ طلباء کو بہادری، ہمت اور جوش جیسے اعلیٰ صفات کا صرف درسی سبق دیا جائے اور اُنھیں تاریخی جوانمردوں کے قصے سنائے جائیں جب کہ ان میں یہ تمیز نہ ہو کہ جوانمردی اور

بزدلی میں کیا فرق ہے؟ جب تک عملی طور پر وہ اس فرق کو نہ سمجھ لیں صرف درسی سبق سے کوئی فائدہ مند نتیجہ نہیں نکل سکتا اور عملی سبق ورزش اور کھیل کے ذریعے انھیں دیا جا سکتا ہے مثلاً جب کوئی لڑکا فٹبال میں ٹکر لڑکر گرتا ہے تو اگر وہ ہمت والا ہے تو گھبراتا نہیں جاتا بلکہ دوسری مرتبہ پھر ٹکر لڑنے کی ہمت کرتا ہے اور اپنے مخالف پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے برخلاف اس کے اگر وہ پست ہمت ہے تو ٹکر سے گھبرا جاتا ہے اور اس طرح ہمت اور بزدلی کا امتیاز بچوں میں پیدا ہوتا ہے اور ایک قابل معلم کھیلوں کے ذریعے ایک بزدل لڑکے کو ہمت والا بنا سکتا ہے اور یہ نتیجہ صرف درسی سبق سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ورزش کی دو قسمیں ہیں تعلیمی اور تفریحی۔ تفریحی ورزش سے مراد وہ تمام کھیل اور اسپورٹس ہیں جو عموماً مدارس میں کھلائے جاتے ہیں اور جو بچوں کے جسم کو توانا رکھنے اور ان کے اخلاق کو درست کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

تعلیمی ورزش سے مراد وہ کسرتیں ہیں جو جسم کے ہر ایک حصے کو ترقی دینے کے لئے خاص اصول پر کی جاتی ہیں چونکہ عام طور پر ان کے فوائد سے واقفیت نہیں اس لئے ان کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی جس کے وہ مستحق ہیں یہ کسرتیں جسم و دماغ کو فائدہ پہنچانے کے علاوہ ان نقائص کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں جو عموماً بچوں میں مختلف وجوہات کے سبب پائے جاتے ہیں مثلاً جن بچوں کے سینے سامنے جھکے ہوئے ہوں یا جن کے مونڈھے ڈھلے ہوئے ہوں ان کو خاص قسم کی ورزشوں کے ذریعہ درست کیا جا سکتا ہے۔ ان نقائص کے پیدا ہونے کے کئی اسباب ہیں جن میں کالی کھانسی اور گوہری خاص ہیں۔ نیز کمسن بچوں کو تنگ لباس پہنانے سے بھی اس قسم کا نقص پیدا ہوتا ہے۔ اکثروں کا یہ خیال کہ ورزش جسمانی کو بچوں کے شوق پر چھوڑ دیا جائے درست نہیں ہے کیونکہ بچپن کے سبب وہ اس تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتے اور چونکہ تعلیمی ورزش غیر دلچسپ ہوتی ہے اس لئے اس طرف راغب نہیں ہوتے ہیں

جس طرح ایک بیمار بچے کی خواہش پر دوا کا پینا یا نہ پینا نہیں چھوڑا جاتا ہے اسی طرح ورزش کا کرنا نہ کرنا بھی بچوں کی مرضی پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے تفریحی ورزش سے وہ تمام کھیل مراد ہیں جو مدارس میں کھلائے جاتے ہیں ان سے ورزش ضرور ہوتی ہے لیکن وہ تمام فوائد حاصل نہیں ہوتے جو بچوں کے لئے ضروری ہیں جب تک کہ تعلیمی اور تفریحی دونوں ورزشوں کو نہ ملایا جائے۔ سبب یہ ہے کہ تفریحی ورزش میں جسم کے صرف خاص خاص اعضاء ترقی پاتے ہیں اور بعض محروم رہتے ہیں۔ مثلاً فٹبال سے کھلاڑیوں کے جسم کے نچلے حصے مضبوط بنتے ہیں اور اوپر کے جسم کے حصے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس تفریحی ورزش اگرچہ تندرستی اور اخلاق کی درستگی کے لئے مفید ہے لیکن ان ضروریات کو پورا نہیں کرتی جو بڑھتے ہوئے بچوں کے لئے لازمی ہیں۔ پس یہ خیال کہ چونکہ مدارس میں تفریحی ورزش پر اہمیت دی جاتی ہے اس لئے تعلیمی ورزش کو اہمیت دئے جانے کی ضرورت نہیں درست نہیں ہو سکتا۔

انگلستان میں ہر استاد کے لئے تعلیم ورزش جسمانی لازمی رکھی گئی ہے اور تعلیم یافتہ اشخاص ہی طلباء سے ورزشیں کرایا کرتے ہیں۔ وہ طلباء کی عمر و طاقت کا لحاظ رکھتے ہوئے اسباق تیار کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ بعض طلباء میں جو خاص خاص نقائص ہوں انھیں ورزشوں کے ذریعے دور کیا جائے۔ جماعت کا مدرس دوسرے اسباق دینے کے علاوہ اس جماعت سے ورزشیں بھی کرایا کرتا ہے۔ یہ ایک قابل تقلید طریقہ ہے جس کو ہندوستان میں رائج کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بہت سی خامیاں رفع ہو جائیں گی اور وہ فوائد حاصل ہوں گے جن کے ہم متمنی ہیں۔

تعلیمی اور تفریحی ورزشوں میں فرق ہے لیکن تفریحی ورزش کو جو خاص اہمیت دی جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے ذریعے طلباء کے اخلاق درست کئے جا سکتے ہیں اور ان میں ایسے صفات پیدا کئے جا سکتے ہیں

جوان کی زندگی کو کامیاب بنانے میں معاون و مددگار ہو سکتے ہیں اس لئے جن اشخاص کے ذمے تفریحی ورزش کا کام سپرد ہو انھیں چاہئے کہ جو بھی کھیل کھلائے جائیں ان کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ ذکاوت یعنی ایسے طریقوں کا اختراع جن سے کامیابی حاصل ہو نہایت ہی اعلیٰ صفت ہے بشرطیکہ وہ طریقے غیر آئینی اور غیر مہذب نہ ہوں۔ ایسے اساتذہ جن کے سپرد کھیلوں کی تعلیم اور نگرانی کی گئی ہو اس صفت کو عمدگی سے ترقی دے سکتے ہیں اور لڑکوں میں کھیل کے نئے طریقے استعمال کرنے کا شوق پیدا کر سکتے ہیں لیکن وہ قابل مذمت سمجھے جائیں گے اگر اس سے ان کی غرض صرف کھیل میں کامیابی حاصل کرنا ہو اور اگر اس کا لحاظ نہ رکھا جائے کہ ان کے اختراع کئے ہوئے طریقے سے مخالف کھلاڑیوں کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور وہ غیر شریفانہ نہ ہو۔ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فٹبال میں بعض ٹیموں کے کھلاڑی مخالف ٹیموں کے اچھے کھلاڑیوں کو ضرر پہنچانے کے نئے نئے طریقے نکالتے ہیں اسطرح کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اگر ان کی اس عادت کو نہ روکا جائے اور ان کی ذکاوت کو کسی اعلیٰ طریقے کی طرف نہ راغب کیا جائے تو وہ پختہ ہو جاتی ہے اور وہ بڑے ہونے کے بعد اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں اس قسم کے غیر آئینی حرکات جاری رکھتے ہیں ان میں سے بعض اس کی سزا پاتے ہیں اور بعض اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں لیکن سوسائٹی کی نظروں میں ان کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

مستقل مزاجی جیسی صفت کو لیجئے جو ایک اچھے اسپورٹس مین میں عموماً پائی جائے گی کسی کھلاڑی کا کسی کھیل میں ہمیشہ کامیاب رہنا ممکن نہیں۔ ہار اور جیت دونوں ہمیشہ ساتھ لگے رہتے ہیں۔ جب ہار ہوتی ہے تو ایک اچھا اسپورٹسمین ہمت نہیں ہارتا بلکہ وہ اپنی شکست کے اسباب اور اپنی خامیوں پر غور کرتا ہے اور زیادہ مشق کے ذریعے ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اور اس کی یہ کوشش رائگاں نہیں جاتی اس سبق کو جو وہ کھیلوں میں سیکھتا ہے کبھی نہیں بھلاتا اور زندگی کے مسائل میں بھی اگر اسے ایک مرتبہ ناکامی ہو تو مایوس ہوئے بغیر اپنی کوششوں کو جاری رکھتا ہے اور کامیابی حاصل کرتا ہے ۔

طبیعت پر قابو رکھنا ایک اعلیٰ صفت ہے جس کی بہترین تعلیم کھیل کے ذریعہ مل سکتی ہے ایک کھلاڑی بین تجربے کے بعد یہ احساس پیدا ہو ہے کہ غصہ کرنا خود اس کے لئے نقصان رساں ہوا کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچتا مثلاً کرکٹ کے کھیل میں اگر کوئی بیاٹسمن بولر کے گیند اچھالنے اور بیاٹسمن کو مارنے کی کوشش پر غصے میں آجائے تو یقیناً اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے گی اور وہ آوٹ ہو جائے گا۔ دو ایک مرتبہ اس قسم کے تلخ تجربے اٹھانے کے بعد اس لڑکے کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا غصہ رنس بنانے میں مانع ہوتا ہے اور وہ ضرور کوشش کرکے اس عادت کو دور کر دے گا اور یہ سبق حاصل کرے گا کہ طبیعت پر قابو رکھنا کامیابی کا راز ہے ۔

طبیعت پر قابو رکھنے کی ایک اور قسم بھی ہے وہ یہ کہ انسان اپنی خواہشات کو روکے۔ یہ عادت بھی کھیلوں ہی کے ذریعے پیدا کی جاسکتی ہے۔ مثلاً جب ایک لڑکے میں کھیل کا صحیح شوق اور جذبہ پیدا ہو جائے اور اسکی یہ تمنا ہو کہ وہ اس کھیل میں ایک بلند رتبہ حاصل کرے تو وہ اس بات کی کوشش کریگا کہ ایسی چیزوں سے اجتناب کرے جو اس کے مقصد کو پورا ہونے میں حائل ہوتی ہوں یعنی یہ سمجھ کر کہ سگریٹ کا پینا اسکے دم کو بگاڑتا ہے اور اسکے کھیل پر برا اثر ڈالتا ہے وہ سگریٹ پینے کی خواہش پر قابو پانے کی کوشش کرے گا۔ سینما کا زیادہ دیکھنا بینائی پر اثر ڈالتا ہے اور جب کسی اسپورٹسمن کو صحیح معنوں میں کھیل میں کامیابی حاصل کرنے کا شوق ہو تو وہ اس سے اجتناب کرے گا اور جب وہ اپنی طبیعت پر قابو پالے گا تو ہمیشہ اپنے کو ایسے کاموں سے بچانے میں کامیاب

رہے گا جو اس کے لئے مضرت رساں ہوں ۔

بہرحال اسی طرح استقلال، دلاوری وغیرہ جیسے اعلیٰ صفات بھی کھیلوں کے ذریعہ بچوں میں پیدا کئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے کھیل کھلائے جائیں نہ کہ صرف کسی ٹورنمنٹ میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک ٹیم تیار کی جائے کہ حسب الحکم صدر مدرس صاحب گیمس ٹیچر صاحب روزانہ شام میں بازی گاہ پر حاضر ہوکر دو یا تین سو طلبا، کی نگرانی کر دیا کریں اور انھیں یہ بھی خبر نہ ہو کہ طلبا کس قسم کے کھیل میں حصہ لے رہے ہیں ۔

دفتر معتمد مجلسِ تعلیم ثانوی سرکارِ عالی

اعلان

ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر ہذا کو جماعت پنجم تا ہشتم میں شریک نصاب کرنے کے لئے حسبِ ذیل مضامین میں کتبِ درسی کی ضرورت ہے ۔

نصابِ مقررہ کے مطابق مطبوعہ کتب یا ٹائپ شدہ مسودات ۳۰ آبان ۱۳۵۱ف تک دفتر ہذا پر پیش کئے جائیں ۔ مسودات بالکل مکمل حالت میں مع سوالات وغیرہ پیش کئے جائیں تاکہ ان کے شریکِ نصاب ہونے کی صورت میں طباعت کا کام فوری شروع کیا جا سکے ۔ مطبوعہ کتب کے تین تین نسخے داخل کئے جائیں جس پر مؤلف کے نام قیمت اڈیشن اور طابع و ناشر کی صراحت ہو ۔ پیش کردہ کتب یا مسودوں میں اگر کوئی مسودہ منظور ہو تو اس کی طباعت اور اشاعت حسبِ قواعد نافذہ دفتر نظامت تعلیمات ہوگی ۔

(۱) کتاب اردو سرسری مطالعہ برائے جماعت ہفتم (۲) قواعد فارسی برائے جماعت ہشتم (۳) سلسلۂ کتب اخلاقیات برائے جماعت پنجم ۔ ششم ۔ ہفتم ۔ ہشتم ۔ فقط

شرحِ مخطط مددگار معتمد ۔

نتیجہ امتحان معلمی (اعادی نصاب)

(مرکز ورنگل)

نشان سلسلہ	نام	پرچہ اول	پرچہ دوم	درجہ کامیابی	نشان سلسلہ	نام	پرچہ اول	پرچہ دوم	درجہ کامیابی
۱	عبدالحمید	کامیاب	کامیاب	سوم	۲۴	شیخ مدار	کامیاب	کامیاب	سوم
۲	احمد شریف	"	"	دوم	۲۵	محمد اسمٰعیل	"	"	سوم
۳	محمود محی الدین	"	"	سوم	۲۶	عبدالصمد	ناکام	کامیاب	ناکام
۴	مرزا رضا علی بیگ	"	"	سوم	۲۷	محمد غوث	کامیاب	کامیاب	سوم
۵	عبدالرزاق	"	ناکام	ناکام	۲۸	محمد عبدالرحمٰن خاں	"	"	سوم
۶	محمد جمال	"	کامیاب	دوم	۲۹	چاند خاں	"	"	دوم
۷	محمد جمال الدین	"	"	سوم	۳۰	محمد ناصر الدین	"	"	دوم
۸	غلام محی الدین	"	"	سوم	۳۱	محمد سرور	"	"	سوم
۹	محبوب علی	"	"	سوم	۳۲	سید احمد حسین	"	"	سوم
۱۰	محمد محبوب علی	"	"	سوم	۳۳	محمد برہان الدین	"	"	دوم
۱۱	محمد احمد حسین	"	"	سوم	۳۴	پی، پاپیا	"	"	دوم
۱۲	سوبیا	"	"	دوم	۳۵	ونکٹ نرسیا	"	"	دوم
۱۳	چکرا پانی	"	"	دوم	۳۶	بھٹو راسیا	"	"	سوم
۱۴	یم گوپال ریڈی	"	"	دوم	۳۷	بی۔ کشٹیا	"	"	دوم
۱۵	ٹی ونکٹادری	"	"	دوم	۳۸	بی۔ تمیا	"	"	دوم
۱۶	ین، سدرشنم	"	"	دوم	۳۹	چکرا چاری	"	"	دوم
۱۷	کے۔ راجندرم	"	"	دوم	۴۰	محمد عبدالحمید خاں	"	"	سوم
۱۸	سرویا	"	"	دوم	۴۱	غلام احمد	"	"	دوم
۱۹	محمد عبدالعلیم	"	"	سوم	۴۲	محمد عبدالرحمٰن	"	"	سوم
۲۰	شنکر سنگھ	"	"	دوم	۴۳	ہنمانو	"	"	سوم
۲۱	عبدالحمید	"	"	دوم	۴۴	محمد مؤید الدین	"	"	سوم
۲۲	عبدالحمید	"	"	سوم	۴۵	نرسہواں راؤ	"	"	سوم
۲۳	عبداللطیف	"	"	دوم	۴۶	محمد عبدالرحیم	ناکام	ناکام	ناکام

۴۷	ناصر بن صالح	ناکام	کامیاب	ناکام
۴۸	سانیہ شیوا راؤ	کامیاب	کامیاب	سوم
۴۹	محمد عبدالحمید	"	"	سوم
۵۰	محمد امیرالدین	"	"	سوم
۵۱	سیتا رام راؤ	"	"	سوم
۵۲	سید لعل	"	"	سوم
۵۳	محمد عبدالقادر	"	"	سوم
۵۴	اپیا	"	"	دوم
۵۵	نرسنگ راؤ	"	"	سوم
۵۶	گنگن	"	"	سوم
۵۷	نرہر راؤ	"	"	سوم

مرکز اورنگ آباد

۱	امجد علی خاں	کامیاب	کامیاب	دوم
۲	ابوالقاسم	"	ناکام	ناکام
۳	عبدالقیوم	ناکام	کامیاب	ناکام
۴	غلام محمود	کامیاب	کامیاب	دوم
۵	محمد اسمٰعیل	کامیاب	ناکام	ناکام
۶	ربیعہ صاحب	"	کامیاب	سوم
۷	رفیع الدین	"	"	سوم
۸	رحمت خاں	"	"	سوم
۹	غلام غوث خاں	"	"	سوم

۱۰	بلونت جانوجی	کامیاب	کامیاب	سوم
۱۱	لکشمن راؤ داجی	"	"	دوم
۱۲	گوپال راؤ	"	"	دوم
۱۳	سری نواس راؤ	"	"	اول
۱۴	رگھوبیندر راؤ	"	"	سوم
۱۵	نواز خاں	"	ناکام	ناکام
۱۶	سید عبدالواحد	"	کامیاب	دوم
۱۷	غوث محی الدین	"	"	سوم
۱۸	سعادت خاں	ناکام	ناکام	ناکام
۱۹	محمد ابراہیم	کامیاب	کامیاب	سوم
۲۰	محمد عبدالکریم	"	"	سوم
۲۱	محمد نظام الدین	"	"	دوم
۲۲	شام راؤ	"	"	سوم
۲۳	رنگناتھ راؤ	"	"	دوم
۲۴	نارائن راؤ	"	"	سوم
۲۵	لکشمن نامدیو راؤ	"	"	دوم
۲۶	پرشوتم راؤ	"	"	سوم
۲۷	سید بہاؤالدین	"	"	دوم
۲۸	لیاقت علی	"	"	دوم
۲۹	صوفی افضل شاہ	"	"	سوم
۳۰	سید حسین	"	"	سوم
۳۱	سید فصیح الدین	"	"	سوم
۳۲	نظام الدین	"	"	سوم

نمبر	نام			
۳۳	شیر زماں خاں	کامیاب	کامیاب	سوم
۳۴	کشن راؤ	"	"	دوم
۳۵	پانڈو رنگراؤ	"	"	دوم
۳۶	گوئند راؤ	"	"	سوم
۳۷	بابو راؤ	"	"	سوم
۳۸	مادھو راؤ	"	"	ناکام درجہ میں
۳۹	شیخ محی الدین	"	"	سوم
۴۰	ظہور احمد	"	"	دوم
۴۱	عبدالقدیر	"	"	دوم
۴۲	محمد عبدالعلی	"	"	دوم
۴۳	عبدالرحیم	"	"	دوم
۴۴	محمد حسین	"	"	دوم
۴۵	دیو راؤ	"	"	سوم
۴۶	سنبھاجی راؤ	"	"	سوم
۴۷	دنکٹیشور راؤ	"	"	دوم
۴۸	دنکٹ راؤ	"	"	سوم
۴۹	لہانوجی راؤ	"	"	سوم
۵۰	سید کریم	"	"	ناکام درجہ میں
۵۱	محمد حسین خاں	"	"	سوم
۵۲	عبدالرؤف	"	"	سوم

مرکز رائچور

نمبر	نام			
۱	غلام محبوب خاں	کامیاب	کامیاب	سوم
۲	غلام دستگیر	"	"	سوم

نمبر	نام			
۳	سید رکن الدین	کامیاب	کامیاب	دوم
۴	بال گوئند پرشاد	"	"	دوم
۵	محمد ابراہیم	کامیاب	ناکام	ناکام
۶	سید حسین	"	کامیاب	سوم
۷	سید عبدالرحمن	"	"	سوم
۸	بندہ علی	"	"	سوم
۹	تلجپا	"	"	سوم
۱۰	گوڑپا	"	"	سوم
۱۱	ہنمنت راؤ	"	"	سوم
۱۲	سد رامیا	"	"	دوم
۱۳	چیندولال	"	"	سوم
۱۴	چیندپا	"	"	دوم
۱۵	مرئیپا	"	"	سوم
۱۶	ہنمنتیا	"	"	سوم
۱۷	شنکرپا	"	"	دوم
۱۸	عبدالرسول	"	"	سوم
۱۹	محمد سلیمان	"	"	سوم
۲۰	سید قاسم	"	"	سوم
۲۱	محمد صالح	"	"	دوم
۲۲	عبدالسبحان	"	"	سوم
۲۳	رجب علی	"	"	سوم
۲۴	عبدالرحمن خاں	"	"	سوم
۲۵	خواجہ حسین	"	"	سوم

۲۶	ہنمنت راؤ	کامیاب	کامیاب	دوم
۲۷	شہاب الدین	"	"	سوم
۲۸	سنگپا	"	"	سوم
۲۹	جگناتھ راؤ	"	"	دوم
۳۰	اننت راؤ	"	"	دوم
۳۱	مدرنگ راؤ	"	"	دوم
۳۲	رامچندر راؤ	"	"	سوم
۳۳	رامنا نائک	"	"	دوم
۳۴	گنگا دھر راؤ	"	"	سوم
۳۵	ناگپ	"	"	دوم
۳۶	نرہراچاری	"	"	دوم
۳۷	دیویداس راؤ	"	"	سوم
۳۸	رینگاداس راؤ	"	"	سوم
۳۹	سید اسد اللہ حسینی	"	"	دوم
۴۰	غلام صمدانی	"	"	سوم
۴۱	محمد معین الدین	"	"	دوم
۴۲	شنکر راؤ	"	"	دوم
۴۳	مانک سیتا رام راؤ	"	"	سوم
۴۴	بشیر احمد	"	ناکام	ناکام
۴۵	نرہر راؤ	"	کامیاب	سوم
۴۶	گربیا	"	"	سوم
۴۷	عبدالسلام خاں	"	"	دوم
۴۸	علیم الدین	"	"	سوم

۴۹	عثمان علی	کامیاب	کامیاب	سوم
۵۰	منور علی	"	"	سوم
۵۱	امیر الدین	"	"	دوم
۵۲	غلام دستگیر	"	"	سوم
۵۳	اسمٰعیل	"	"	سوم
۵۴	نصیر الدین	"	"	دوم
۵۵	تراب علی	"	"	دوم
۵۶	احمد حسین	"	"	دوم

مرکز بلدہ مڈل ٹرینڈ

۱	محمد مظفر الدین	کامیاب	کامیاب	دوم
۲	مرزا احمد علی بیگ	"	"	سوم
۳	محمد ابراہیم	"	ناکام	ناکام
۴	محمد فصیح الدین	"	کامیاب	سوم
۵	بہادر حسین خان	"	"	ناکام درجہ میزان
۶	محمد حسین	"	"	دوم
۷	عبد المہیمن	"	"	سوم
۸	مرزا غلام حسین بیگ	"	"	دوم
۹	عبد السلام	"	"	سوم
۱۰	شرف الدین	"	"	سوم
۱۱	میر اشرف علی	"	ناکام	ناکام
۱۳	شیخ امام	"	کامیاب	سوم
۱۴	پرتھوی راج	"	"	دوم

۱۵	شیخ علی حسین	کامیاب	ناکام	ناکام
۱۶	رانا نجم	”	کامیاب	سوم
۱۷	احسان علی	”	ناکام	ناکام
۱۸	مرزا حسن بیگ	”	کامیاب	دوم
۱۹	مرزا غلام علی	”	”	دوم
۲۰	محمد ضیغم علی	”	”	سوم
۲۱	محمد عبد الرزاق	”	”	سوم
۲۲	عبد اللہ بن علی	”	”	دوم
۲۳	محمد اکبر	”	”	دوم
۲۴	خواجہ محبوب علی	”	”	سوم
۲۵	ونکٹ راجیا	”	”	سوم
۲۶	سلطان محمد رستم علی مرزا	”	”	سوم
۲۷	سید [illegible]	”	ناکام	ناکام
۲۸	حبیب عبد الرحمن	”	کامیاب	سوم
۲۹	امیر علی	”	”	دوم
۳۰	رفیع الدین	”	”	دوم
۳۱	محمد جمال الدین	”	”	سوم
۳۲	میر یوسف علی	”	”	سوم
۳۳	میر حسن	”	ناکام	ناکام
۳۴	سید عبد العزیز	”	ناکام	ناکام
۳۵	شرف الدین	”	کامیاب	سوم
۳۶	پچھیا	”	”	سوم
۳۷	محمد محبوب علی	”	”	دوم
۳۸	شکور حسین	کامیاب	کامیاب	سوم
۳۹	احمد حسین قریشی	”	”	سوم
۴۰	محمد امام	”	”	سوم
۴۱	یم راجیا	”	”	دوم
۴۲	غلام محی الدین	”	”	سوم
۴۳	محمد جمال الدین	”	”	سوم
۴۴	ونکٹ ریڈی	”	”	سوم
۴۵	ڈی درگیا	”	”	سوم
۴۶	غوث محی الدین	”	”	سوم
۴۷	محمد فیروز علی خاں	”	”	سوم
۴۸	سید ظہیر الدین	”	”	سوم
۴۹	غلام دستگیر	”	”	سوم
۵۰	احمد عبد العلیم	”	”	دوم
۵۱	محمد شہاب الدین	”	”	دوم
۵۲	غلام رسول	”	ناکام	ناکام
۵۳	محمد خان	”	کامیاب	دوم
۵۴	رام چندرا ریڈی	”	”	سوم
۵۵	کاظم حسین	”	”	سوم
۵۶	مرزا حسن بیگ	”	”	سوم
۵۷	سید محمد جہانگیر	”	”	دوم
۵۸	محمد ابراہیم علی حیدر	”	”	دوم

نتیجہ امتحان معلمی اعادی نصاب

ایف۔اے ٹرینڈ اساتذہ

(مرکز بلدہ)

نشان سلسلہ	نام	پرچہ اول	پرچہ دوم	درجہ کامیابی
۱	محمد فیض الحسن	کامیاب	کامیاب	سوم
۲	لیاقت علی خاں	〃	〃	دوم
۳	محمد بہاء الدین	〃	〃	سوم
۴	شیخ مجاور حسین	〃	〃	سوم
۵	خواجہ عبد الغنی	〃	〃	دوم
۶	کشن راؤ	〃	〃	سوم
۷	محمد اسمٰعیل	〃	〃	دوم
۸	سید شہاب الدین	〃	〃	سوم
۹	شیخ مہتاب	〃	〃	دوم
۱۰	محمد قادر ولی	〃	〃	دوم
۱۱	رام کوٹیشور راؤ	〃	〃	اول
۱۲	محمد انور خان	〃	〃	دوم
۱۳	محمد عبد السلام	〃	〃	دوم
۱۴	سید عباس حسین	〃	〃	سوم
۱۵	رام راؤ	〃	〃	دوم
۱۶	فخر الدین	〃	〃	دوم
۱۷	رزاق منور	〃	〃	سوم
۱۸	محمد وحید الحق	〃	〃	دوم
۱۹	محمد ہاشم	〃	〃	سوم
۲۰	محمد عبد الحی	〃	〃	سوم
۲۱	عبد الرحمٰن	〃	〃	دوم
۲۲	کشن راؤ	کامیاب	کامیاب	سوم

میٹرک ٹرینڈ اساتذہ

-(مرکز بلدہ)-

نشان سلسلہ	نام	پرچہ اول	پرچہ دوم	درجہ کامیابی
۱	محی الدین محمود	کامیاب	کامیاب	دوم
۲	غلام نبی	〃	〃	دوم
۳	غلام مصطفےٰ بیگ	〃	〃	سوم
۴	محمد غوث	ناکام	ناکام	ناکام
۵	یم۔ نرسنگ راؤ	کامیاب	کامیاب	دوم
۶	کشن راؤ	〃	〃	سوم
۷	سید محمد یحیٰ	ناکام	ناکام	ناکام
۸	محمد عبد الرحمٰن	کامیاب	کامیاب	دوم
۹	پی سری کرشنا راؤ	〃	〃	دوم
۱۰	حسن یار خاں	〃	〃	دوم
۱۱	سید عبد اللطیف	〃	〃	سوم
۱۲	وی۔ ین راماچاری	〃	〃	سوم
۱۳	یم۔ کشٹیا	〃	〃	دوم
۱۴	یم۔ کوٹیشور راؤ	〃	〃	دوم
۱۵	وی۔ سولمن	〃	〃	دوم
۱۶	سید صبغۃ اللہ	〃	〃	سوم

۱۷	محمد اظہر الدین	کامیاب	کامیاب	سوم	۲۶	چنتامن راؤ	کامیاب	کامیاب	دوم
۱۸	محمد ہوشدار خاں	"	"	دوم	۲۸	محمد اعظم	"	"	سوم
۱۹	راجیا	"	"	دوم	۲۹	بال کرشن راؤ	"	"	سوم
۲۰	سید خواجہ کریم الدین	"	"	دوم	۳۰	محمد حمید اللہ نعمانی	"	"	دوم
۲۱	کے۔ سیتا رام راؤ	"	"	سوم	۳۱	محمد عبد الحق	"	"	دوم
۲۲	شیخ محبوب	"	"	سوم	۳۲	محمد عبد الکریم	"	"	دوم
۲۳	خواجہ محمد اعظم	"	"	دوم	۳۳	محمد صدیق	"	"	دوم
۲۴	واسدیو راؤ نرہر راؤ	"	"	سوم	۳۴	کے۔ راگھوندر آچاریہ	"	"	سوم
۲۵	عبد القادر	"	"	دوم					

قواعد امتحان اعادی نصاب سنہ ۱۳۵۱ف

(۱) امتحان کے (۲) پرچے ہوں گے۔ پہلا پرچہ تنظیم مدرسہ و مسائل حاضرہ (۱۰۰) اور دوسرا طریقہ ہائے تعلیم مضامین درسی (سنہ عدد (۱۵۰) نشانات کا ہوگا۔ دونوں پرچے پورے نصاب پر حاوی ہوں گے۔ ہر پرچہ کا وقت ۳ ساعت ہوگا۔

(۲) درجہ کامیابی حسب ذیل ہوگا۔ جملہ نشانات (۲۵۰)

درجۂ اوّل ۶۰ فیصد (۶۵ فیصد یا زیادہ کی صورت میں درجۂ
" دوم ۴۵ " اول بہ امتیاز)
" کامیاب ۳۷ "

(۳) ہر پرچہ میں ۳۳ فیصد نشانات کامیابی ہوں گے۔ جو امیدوار کسی ایک پرچہ میں ناکامیاب ہو وہ دوسری دفعہ صرف اسی پرچہ کا امتحان دیکر کامیاب ہو سکے گا۔

فہرست مضامین المعلم

نمبر ۱۱	بابتہ ماہ مہر ۱۳۵۱ ف	جلد ۱۸

مقصد اعادی نصاب

دنیا بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔ کل جو چیزیں غیر معمولی دکھائی دیتی تھیں وہ آج بالکل معمولی سمجھی جاتی ہیں۔ کل تک جن چیزوں کو غیر اہم سمجھا جاتا تھا آج ان کی بڑی اہمیت ہے، جمہور کے خیالات اور ذہنوں میں ایک تلاطم سا برپا ہے۔ انسانی قوت اور اس کے ساتھ ہی انسانی کمزوریوں کا مظاہرہ چونکا دینے والا ہے۔ وحشی اور بربری قوتوں کا اظہار نہ صرف چھوٹی اور کمزور قوموں کا قلع قمع کررہا ہے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ انسان کس طرح بہیمیت کی آخری حد تک

عود کرسکتا ہے اور جدید تہذیب اپنے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود کس حد تک اُن پر قابو پاسکی ہے۔ بڑی بدقسمتی ہوگی اگر اس بدلتی ہوئی دنیا میں مدرسین کا طبقہ جو قوم کی ترقی کی داغ بیل ڈالنے۔ نوجوانوں میں نئے خیالات کی رَو دوڑانے اور اُن کو نئے حالات کے مطابق بنانے کا ذمہ دار ہے۔ اپنی جگہ قطب از جانمی جنبد کے مصداق ساکت وصامت رہے۔ نئے حالات اور جدید خیالات سے متاثر نہ ہو۔ ان پر غور وخوض کرکے اپنے لئے کوئی راہِ عمل متعین نہ کرلے اور اس طرح اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا کرنے کی ایماندارانہ کوشش نہ کرے۔

عام طور پر مدرس قدامت پسند سمجھا جاتا ہے۔ وہ تغیر کے عجیب وغریب دیوتا کی پوجا کرنے کا عادی نہیں۔ اور چاہتا ہے کہ اپنے قدم ڈگر ہی پر چلے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس کی ضمیر میں تھوڑی حساسیت بھی ہے اور بعض وقت وہ جدید طریقے بھی استعمال کرنا چاہتا ہے۔

تعلیم کے مقصد کو آگے بڑھانے اور مدارس کو جدید حالات کے مطابق بنانے کیلئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ نئے مدرسین کی جدید طریقے سے تربیت کیجائے اور جدید مقاصد وطریقہائے تعلیم سے ان کو واقف کرایا جائے بلکہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ پُرانے مدرسین کو بھی جن کی ٹریننگ اب سے مختلف حالات میں پہلے ہوچکی ہے اور جنھیں اپنی روزمرہ کی مصروفیات کی وجہ سے جدید خیالات سے آگاہ ہونے کا موقع نہیں ملا۔ ان سے انھیں روشناس کرایا جائے۔ گو یہ ایک وجہ ہی اعادی نصاب مدرسین کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے مگر اس کے علاوہ اس میں اور بھی بہت سے فائدے مضمر ہیں۔ جن کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

دیرینہ اور تجربہ کار مدرسین کا کافی مدت کیلئے یکجا جمع ہونا آپس میں تبادلۂ خیالات
اور اپنے تجربوں سے ایک دوسرے کو واقف کرانے کا سنہری موقع فراہم کرتا ہے۔
مسز بیٹرس اسنور کے الفاظ میں جو انھوں نے نیو فیلوشپ کی اسنور والی میقات میں کہے تھے
"اساتذہ کے اسطرح یکجا جمع ہونے کا مقصد ان اصول کو سمجھنے کی کوشش کرنا ہے جن کے مطابق
دنیا کے بچوں کے اندر روحانی قوتوں کی پرورش ہوتی ہے۔ ان کے اس طرح ملنے کا
مقصد یہ ہے کہ وہ خود کو سمجھیں اور اس کے ساتھ ہی اُن بچوں کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں
جن کی تربیت اور دیکھ بھال کے وہ ذمہ دار ہیں وہ اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے
کے تجربوں سے فائدہ اٹھائیں اور ایک ہی مقصد کے حصول کیلئے کام کرنے والوں سے
واقفیت پیدا کریں"۔ ان اعلیٰ خیال ہستیوں کی دنیا ممنون ضرور ہے جو دُوربین نظر رکھتے
تھے اور جو ارتقا کے اصول کے مدِنظر لوگوں کو آگے بڑھنے کی تلقین کرتے تھے لیکن اس کے
ساتھ ہی ہمیں ایسے افراد کی بھی ضرورت ہے جو ان کے نظریوں کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ روسو
پستالوزی۔ فروبل۔ ڈیوی۔ مانٹیسوری اور پارکہرسٹ کے خیالات جدید تعلیم کی اساس ہیں
مگر جب تک اساتذہ اِن خیالات کی نوعیت سے پوری طرح واقف نہ ہوں اور ان کو
عملی جامہ نہ پہنا سکیں مقصدِ تعلیم آگے بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے اس نصاب میں یہ کوشش کیجاتی
ہے کہ ٹریننگ کے اہم شعبوں کا مختصر طور پر اعادہ کیا جائے اور اس سے متعلق جدید معلومات
پر زور دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ مدرسین کے لئے مواقع فراہم کئے جاتے ہیں کہ وہ جدید اصول
کا قدیم اصول کے ساتھ موازنہ کریں اور حتی الامکان ہر ایک اصول کو عمل کی کسوٹی پر آزمائیں
اور ہر ایک عمل کو اصول کے نقطۂ نظر سے جانچیں۔ دس پندرہ سال پہلے ان کی ٹریننگ کے
زمانے میں جو چیزیں ان کی ذہن نشین کی گئی تھیں اور جن پر بعد میں انہوں نے دیانتداری سے
عمل کرنے کی کوشش کی تھی ان پر تنقید کریں۔ ان کی اچھائی کو واضح کریں اور ان کے کمزور پہلو پر
بھی روشنی ڈالیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ بعض مقامات پر حالات کے ناموافق ہونے کے باعث مدرسین کو اپنے کام میں مسلسل ناکامیابی ہوئی ہو اور بعض عمدہ اصول پر سے ان کا ایقان اُٹھ گیا ہو۔ اور اس نصاب کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان کے تلخ تجربات پر ہمدردی سے غور کیا جائے ان کے مشکلات کے حل کرنے کی کوشش کی جائے اور اُن اصول پر مکرر عمل کرنے کی ترغیب دیجائے۔

ایک اور مقصد اس نصاب کا یہ ہے کہ مدرسین کو ایک حد تک آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع دیا جائے اور ہر وقت متین اور سنجیدہ رہنے کی بجائے ایک مختصر سی مدت کیلئے طالب علمانہ زندگی کا لطف اُٹھانے اور اس طرح ایک طالب علم کے پورے حقوق و آزادی سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جائے تاکہ وہ کم ازکم اس مدت کیلئے محسوس کریں کہ ان سے ان کی تعطیلیں بالکل چھین لی نہیں گئی ہیں اور اس کے ساتھ انہیں یہ بھی بتایا جائے کہ اوقاتِ فرصت کو کس طرح عمدگی سے گذارا جاسکتا ہے۔

دور دراز کے دیہات میں رہنے والے مدرسین کو جنھیں شہروں کو آنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اس قسم کے نصاب میں شرکت کے باعث (اگر ان کا انتظام شہر میں کیا گیا ہو جیساکہ یہاں کیا گیا ہے) شہروں کے تبدیل شدہ حالات اور یہاں کی ترقی یافتہ چیزوں سے واقف ہونیکا موقع ہاتھ آتا ہے اور اس طرح ان کی نظریں وسیع ہوتی ہیں۔

چونکہ اس انتظام کے تحت اساتذہ صاحبان کو وقت کا زیادہ حصّہ باہم گذارنا پڑتا ہے اور بعض تو اقامت خانوں ہی میں مقیم رہتے ہیں اور پروفیسر و لکچرار صاحبان سے اکثر ملتے جلتے اور تبادلۂ خیالات کرتے رہتے ہیں اس طرح انہیں ایک اچھی علمی فضا مل جاتی ہے اور علماء کی صحبت سے فیضان حاصل کرنے کا بہترین موقع حاصل ہوتا ہے۔

نصاب کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اگر اس کی تعلیم کیلئے موزوں مدرسین نہ ملیں تو اس سے طلبہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اسی طرح کوئی تعلیمی تحریک اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتیں جب تک کہ اساتذہ کی اس کو پوری تائید حاصل نہ ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے

ایک صدر مقام سے محض احکام وگشتیات کا نافذ کرنا کافی نہیں ۔ ضرورت ہے کہ عہدہ دارانِ متعلقہ اساتذہ سے شخصی طور پر ملیں ۔ جدید تحریکات اور طریقۂ کار کے اصول واہمیت پر گفتگو کریں اور اُس کے منشاء و مقصد کو ان کے ذہن نشین کرائیں ۔ اس کام کی انجام دہی کیلئے بہترین موقع اعادی نصاب ہی کا زمانہ ہوتا ہے جبکہ مدرسین کی ایک بڑی تعداد انہیں ایک جگہ مل جاتی ہے ۔

تعلیم کے جدید نقطۂ نظر سے طلبہ کی اختراعی قابلیت کی تربیت نہایت ضروری ہے ۔ یہ عام تجربہ ہے کہ جو طلبہ مدارس سے تعلیم پاکر نکلتے ہیں وہ احکامات کی کافی عمدگی سے تعمیل تو کرتے ہیں ۔ لیکن نہ ان میں ذاتی قوتِ فیصلہ ہوتی ہے اور نہ نئی بات پیدا کرنے یا ہدایات میں ترمیم کرنے کا ایسا مادہ ہوتا ہے جسکے لحاظ سے غیر متوقع طور پر تبدیل شدہ حالات کا تشفی بخش طریقہ سے وہ مقابلہ کرسکیں ۔ موجودہ خطرہ جس سے دنیا دوچار ہے اس سے نبٹنے اور تہذیب کو بچانے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ موجودہ اور آنے والی نسلوں میں اس قوت کی کافی نشوونما کی جائے تاکہ وہ اس کو تعمیری کاموں میں لگا سکیں ۔ اور ظاہر ہے کہ اس کام کی انجام دہی جدید مدارس ہی کے ذمے ہے ۔ لیکن جب خود اساتذہ ہی میں یہ قوت وصلاحیت کافی طور پر موجود نہ ہو تو وہ اپنے طلبہ میں کس طرح اس کو پیدا کرسکتے ہیں ۔ صرف چند چیزوں کو رَٹ لینا ۔ دوسروں کے خیالات کو اپنے الفاظ میں ادا کرنا اور ایک مقررہ معیار حاصل کرلینا ان قابلیتوں کی تخلیق یا ان کے نشو ونما کا ضامن نہیں ہوسکتا ۔

مستقبل کے جدید شہریوں کی تربیت صرف ایسے مدرسین ہی کرسکتے ہیں جو نہ صرف زیادہ قابل ہوں بلکہ ساتھ ہی وسیع النظر بھی اور جن کی ٹریننگ جدید ضروریات کے لحاظ سے ہوئی ہو ۔ جنگ عظیم کے بعد کے جمہوری جرمنی میں ابتدائی مدارس کے لئے بھی صرف ایسے مدرسین کو تربیت دے کر تیار کیا جاتا تھا جو جامعہ کی تعلیم حاصل کرچکے ہوں اور ان کے متعلق یہ تصور کیا جاتا تھا کہ وہ نہ صرف اپنے متعلق آزادی سے غور و فکر کرسکتے ہیں بلکہ اپنے طلبہ

کے مفاد کے لئے بھی۔ اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا تھا کہ اُن کی شخصیت ایسی ہو کہ وہ نہ صرف اپنے شاگردوں کے معلم بن سکیں بلکہ ان کے اصلی رہبر اور حقیقی معنوں میں ذہنی اور روحانی رہنما بھی۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ جب مدرس کے ذمہ قوم کی خفتہ مگر غیر معمولی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے بیدار کرنے کا کام ہے تو اسکی تعلیم و تربیت بھی نہایت ہی سائنٹیفک طریقہ سے جدید خیالات کے مطابق ہونی چاہیئے۔ اس لئے اب یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ موجودہ زمانے کا مدرس نہ صرف ایک مقررہ معیار کا مدرس ہو بلکہ ایسا مدرس جو جدید حالات اور مواقع کا ہشیاری سے مطالعہ کرے اور ان پر قابو پانے کی کوشش کرے۔ اسلئے اس کی تعلیم ایسی ہونی چاہیئے کہ اس میں وسیع النظری اور خود کو جدید حالات کے مطابق بنانے کی صلاحت پیدا ہو۔ جدید مدرسین کی تعلیم میں تو ان چیزوں کا خیال رکھا جا سکتا ہے لیکن کیا قدیم اور پرانے طرز کے مدرسین کو اُن کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس طرح ان کو نظر انداز کیا جائے؟۔ کیا ان کے ذمہ بھی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی ان جدید حالات کے مطابق تربیت دینے کا کام نہیں ہے؟۔ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو پھر یہ لازم ہوتا ہے کہ ان کو بھی آزادی کی اسی ہوا میں سانس لینے کا موقع دیا جائے اور اگر ہم ان کے لئے وہ انتظامات نہیں کر سکتے جو جدید مدرسین کے لئے کر سکتے ہیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ ان کو اِن جدید حالات سے واقف ہونے اور اپنے قدیم طرز کے علم و عمل کا جدید روشنی میں جائزہ لینے کا موقع فراہم کریں تاکہ ممکنہ حد تک وہ اپنے نقطۂ نظر میں تبدیلی کر سکیں اور خود کو نئے حالات کے مطابق بنانے کی کوشش کریں۔

فرد و جماعت اور جماعتی تدریس

فرد اور جماعت کا باہمی تعلق

فرد اور جماعت کے باہمی تعلق کے بارے میں زمانۂ سابق میں انفرادیت اور اجتماعیت ہر دو نظریوں کو باری باری وقتاً فوقتاً غلبہ حاصل رہا ہے۔ نظریۂ انفرادیت کے حامیوں کا دعویٰ تھا کہ جماعت کے مقابلہ میں فرد کے اغراض و مقاصد کو مقدم سمجھا جائے برخلاف اسکے اجتماعیت والے معاشرے کو زیادہ اہم قرار دے کر فرد کی تعلیم و تربیت کے مدعا کو بھی سماج کے مفاد کے تابع ظاہر کرتے تھے۔

در اصل اگر دیکھا جائے تو فرد جماعت سے الگ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک جزو ہی ہے۔ اُسے جماعت میں ہی رہنا پڑتا ہے افراد کے بغیر جماعت یا جماعت کے بغیر افراد اپنے کسی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ اسلئے فرد کی تربیت جماعت کے باہر ٹھیک طور پر نہیں ہو سکتی۔ جماعت کے باہر تربیت پایا ہوا فرد بعد میں مل کر جماعت کے ناقابل رہ جاتا ہے۔

ابتدا میں جب تک مسئلہ صوری تربیت کا غلبہ رہا۔ لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ فرد کی تربیت کسی ایک سمت یا شعبہ میں کیجائے۔ تو اس سے دوسرے شعبہ جاتِ حیات میں بخوبی امداد مل سکتی ہے۔ شاید اسی اعتقاد کی بنا پر اُن کا یہ خیال تھا کہ فرد کو جماعت کے باہر بھی تربیت دی جائے تو جماعت میں بھی کامیابی کے ساتھ اس تربیت سے مستفید ہو سکیگا۔ مگر آئے دن متعدد تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مسئلہ صوری تربیت میں اسقدر اعتقاد رکھنا بے بنیاد ہے۔ کسی ایک سمت میں ذہنی قوٰی کی تربیت ہو تو ایسی تربیت صرف اُسی شعبہ سے متعلقہ امور میں مفید ہو سکتی ہے۔ نہ کہ دوسرے تمام شعبہ جاتِ حیات میں مثال کے طور پر ریاضی کا استدلال قانون میں زیادہ کام نہ دیگا۔ ہوم ورک کی صفائی

کی عادت ڈالنے پر لیاس کی صفائی میں اصلاح ہونا یقین نہیں ہے ۔ پروفیسر بیاگلے (Bagley) تو ایسی عام عادات کو نفسیاتی لغویت کہتے ہیں ۔ اور پروفیسر جیمس اور دیگر ماہرانِ نفسیات کے تجربات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔ اس لئے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر فرد کو جماعت میں کامیاب زندگی بسر کرنے کیلئے تیار کرنا ہو تو لازمی ہے کہ اس کی تربیت جماعت ہی میں کیجائے نہ کہ اس کے باہر ۔ اور تعلیم کے سماجی مدعا سے بھی مراد یہی ہے ۔ کہ فرد سماج میں رہ کر سماج کے مفاد، اغراض و مقاصد کو بخوبی مدِ نظر رکھتے ہوئے خودی کی تکمیل اور کامیابی کی راہ اختیار کرے ۔

فرد پر جماعت کا اثر

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ فرد کا کردار جماعت میں آنے کے بعد بدل جاتا ہے ۔ جان ایڈمس کا قول ہے کہ فرد اور جماعت ایک دوسرے کے متضاد ہیں جس طرح 'جوہر' کے خواص 'سالمہ' میں آنے کے بعد بدل جاتے ہیں اسی طرح فرد کی ذہنیت اور اس کا کردار جماعت میں بدل جانا لازمی ہو جاتا ہے ۔ بہ الفاظِ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرد کی انفرادیت جماعت میں آنے کے بعد کم ہو جاتی ہے ۔

اب سوال یہ ہے کہ سماج یا جماعت میں فرد کی انفرادیت کیوں کم ہو جاتی ہے ؟ اس کی ایک وجہ عام تقلید ہے ۔ جماعت میں آنے کے بعد فرد شعوری اور نیز غیر شعوری طور پر جماعت کی تقلید کرنے لگتا ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ شعوری تقلید میں بھی اس کے اکثر حرکات غیر شعوری طور پر ہی ہوتے رہتے ہیں ۔ دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ فرد جماعت کے نفسی حالات سے متاثر ہو کر ان سے ہمدردی کرنے پر تُل جاتا ہے ۔ یہاں لفظِ ہمدردی سے نہ صرف دوسروں کے دُکھ درد سے متاثر ہونا مراد ہے ۔ بلکہ خوشگوار اور حسرت بخش ماحول میں بھی جماعت کے نفسی حالات کی تقلید کرنا اور خود کو دوسروں کی حالت میں رکھتے ہوئے تصوّر کر کے نفسی حرکت کرنا بھی ہمدردی ہے ۔ ایسی ہمدردی عام طور پر دو وجوہات کی بناء پر پیدا ہوتی ہے ۔ ایک تو ملاپ یا (Fusion) ہے اور دوسری وجہ

روک یا (Arrest) بلاپ کی وجہ سے فرد، جماعت میں دوسروں کے حالات اور حرکات میں شامل ہوجاتا ہے۔ اور روک کی وجہ سے ایسے افعال کرتا ہے جنکا روکنا اُس کے لئے ناممکن ہوجاتا ہے۔ دوراندیشی اور بعد کی ضروریات وغیرہ کا مطلق خیال نہیں رہتا۔ خود پر ضبط کم ہوجانے سے ایسی حرکات سرزد ہوجاتی ہیں۔ بھلے اور بُرے ہر دو کاموں میں یہی وجوہات مہیج بن جاتی ہیں۔ جماعت میں ہڑتال مچانے والے اور دوسروں کے لئے ضرر رساں اور نیز سودمند منصوبے باندھنے والے افراد عموماً انہیں وجوہات کے شکار ہوا کرتے ہیں۔

مدرسہ کی جماعت اور اسکی اہم خصوصیات

مدرسہ کی جماعتیں بھی سطور بالا میں تذکرہ کئے ہوئے لفظ 'جماعت' ہی کی تعریف میں آسکتی ہیں۔ طلبار کی انفرادیت جماعت میں ضرور بدل جاتی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ اکثر سادہ طبیعت کے طلبا بھی جماعت میں دوسروں کی دیکھا دیکھی شرارت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اِن صورتوں میں موقع ومحل اور طلبار کی نفسی کیفیتوں کا لحاظ کرتے ہوئے بعض اوقات انہیں تنہائی میں نصیحت یا تاکید کرنی پڑتی ہے۔ اور بعض دفعہ جماعت ہی میں ہدایتیں یا سزائیں دیکر انہیں راہ راست پر لانے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مدرسین کو اپنے مضمون سے متعلقہ معلومات رکھنے کے ساتھ ساتھ تعلیمی اور گروہی نفسیات سے بھی واقف رہنا چاہئے۔

مدرسہ کی جماعتوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی جماعت کسی ساعت میں اصلی معنوں میں مکمل طور پر جماعت یا گروپ رہنے نہیں پاتی۔ اوقاتِ درس میں کچھ دیر تک جماعت میں یکسانیت اور اجتماعیت قایم رہتی ہے۔ اور پھر کچھ دیر کے لئے انتشار پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ہر طالبِ علم انفرادی طور پر کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ مثلاً مدرس جب تک کسی اُصول یا طریقے کو جماعت کے روبرو سمجھا رہا ہو۔ اُس وقت تک جماعت دراصل گروہ بن کر

رہتی ہے۔ یعنی اجتماعیت قایم رہتی ہے۔ مگر جب کوئی سوال یا مسئلہ حل کرنے کے لئے دیا جاتا ہے تو فوراً جماعت منتشر ہو جاتی ہے۔ مدرسین کیلئے چاہئے کہ اپنے کام کی نوعیت کو بدل بدل کر باری باری سے جماعت میں یکسانیت اور انتشار پیدا کریں۔ مدرس کی نگرانی میں جو انتشار پیدا ہوتا ہے وہ مفید ہے نہ کہ مضر۔ مگر بعض اوقات مدرس کی مرضی کے خلاف بھی جماعت میں انتشار پیدا ہوتا ہے جو نقصان دہ اور قابلِ اعتراض ہے۔ ذیل میں انتشار کے چند وجوہات درج کی جاتی ہیں۔

(ا) بیرونی خلل انداز عناصر اور حالات:۔ مثلاً اچانک شور و غل پیدا ہونا۔ بارش یا آندھی کا چلنا۔ غیر متعلقہ اشخاص کا جماعت میں داخل ہونا یا جماعت کے سامنے گھومتے رہنا بعض طلبار کا دیر سے جماعت میں حاضر ہونا یا صدر مدرس کا چکر لگاتے ہوئے نظر آنا وغیرہ۔ کمرۂ جماعت کا محل وقوع موزوں ہو۔ اور مدرسہ میں ضبط کی جانب کافی توجہ رہے۔ تو ان میں سے اکثر وجوہات کو قابو میں لایا جاسکتا ہے۔

(ب) انتشار کی دوسری وجہ اُکتاہٹ (Bored on) ہے ایک ہی نوعیت کا کام دیر تک لیا جائے۔ یا طلبار کو محض مجہول سامعین کی حیثیت سے بٹھایا جائے۔ تو اکتاہٹ کی وجہ سے جماعت منتشر ہو جاتی ہے۔ اس لئے مدرسین کو چاہئے کہ جماعت میں کام کی نوعیت باری باری سے بدلتے جائیں۔ تاکہ طلبار کی دلچسپی برقرار رہے۔

(ج) شریر طلبار کی وجہ سے بھی انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ علم تحلیل نفسی (Psycho Analysis) کے ایک اصول کے بموجب طبیعت کے لحاظ سے انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) Intro verts یعنے باطن جُو اور (۲) Extro verts یا ظاہر جُو۔ پہلی قسم کے لوگ خاموش پسند ہوتے ہیں۔ وہ اپنی قابلیت اور کمزوریوں سے بخوبی واقف رہتے ہیں۔ اور قابلیت رکھنے پر بھی اس کا زیادہ اظہار کرنا پسند نہیں کرتے۔ ان کے برخلاف ظاہر جُو افراد اظہار خودی کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ شریر طلبار زیادہ تر ظاہر جُو ہوا کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے جماعت میں موقع بے موقع انتشار پیدا کرتے ہیں۔ اور اگر جماعت کا ناظم بھی

ظاہر جو واقع ہوا ہو تو اُس سے مدرس کو امداد ملنے کی بجائے نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔
اسی لئے مدرسین کو چاہیئے کہ مانیٹروں کا انتخاب احتیاط سے کریں۔

جماعتی تدریس جماعتی تدریس کی ابتدا کفایت شعاری کے نقطۂ نظر سے ہوئی تھی۔ قدیم زمانے میں طلبار کی تعداد جب کم تھی۔ مدرس خود ہر ایک کو انفرادی طور پر تعلیم دیا کرتا تھا۔ بعد میں طلبار کی تعداد کی زیادتی کے ساتھ ساتھ پہلے پہل مانیٹری سسٹم کے تحت جماعت کو چند چھوٹے چھوٹے گروہوں میں منقسم کر کے ان کی تعلیم چند قابل شاگردوں کے ذمہ کیجاتی تھی۔ اور بالآخر موجودہ طرز کے جماعتی تدریس کا طریقہ نکالا گیا۔

جماعتی تدریس کی مخالفت اکثر اعتراض یہ رہتا ہے کہ جماعتی تدریس میں انفرادیت کی اہمیت کا لحاظ بہت ہی کم رکھا گیا ہے۔ اسلئے کہ اگر مدرس آدھا ساعت بھی انفرادی کام کے لئے وقف کردے۔ تو جماعت میں ۲۰ تا ۳۰ طلبار موجود رہنے کی صورت میں ہر طالب علم کو ۱½ تا ۲ منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جاسکتا۔ جو بہت ناکافی اور بے معنی ہے۔

جدید تعلیم میں جماعتی تدریس کے خلاف جو احتجاج ہے۔ اُس کے بانی ڈاکٹر میڈم مانٹی سوری مانی جاتی ہیں۔ اِن کے متعلق ایک مقولہ بھی ہے کہ انھوں نے جماعتی تدریس کی موت کی گھنٹی بجادی ہے۔

نوعیت کار کے اعتبار سے جماعت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک جماعت بہ حیثیت تدریسی اِکائی اور دوسری جماعت بہ حیثیت نظم و نسق کی اِکائی۔ ڈاکٹر مانٹی سوری کا طریقہ جہاں کہیں رائج ہے۔ وہاں بھی جماعتیں ضرور موجود ہیں۔ مگر وہ ان کو بہ حیثیت نظم و نسق کی اِکائی کے استعمال کرتی ہیں۔ نہ کہ تدریسی اکائی کے طور پر۔ کیونکہ ان کا کہنا ہے۔ کہ تعلیم کا اصل مدعا انفرادی نشو و نما ہے۔ جو جماعتی تدریس میں ناممکن ہے۔ اُنہوں نے قبل ازیں انفرادی طور پر عملی تعلیم کا طریقہ ابتدائی مدارج یعنی ۶ تا ۱۱ سال کے طلبار کے لئے جاری کیا تھا۔ بعدازاں ۱۴، ۱۵ برس کی عمر والے

طلبار کے لئے بھی اس کو وسعت دی گئی ۔

مانٹی سوری کی تحریک کی مخالفت

جماعتی تدریس کے خلاف مانٹیسوری کی جو تحریک ہے بعض لوگ اسکے مخالف بھی ہیں یعنے وہ جماعتی تدریس کی تائید میں ہیں ۔ ذیل میں اس کے چند وجوہات درج کئے جاتے ہیں ۔

(۱) پہلی وجہ یہ ہے کہ اکثر مدرسین قدامت پسند ہیں ۔ زمانۂ سابق کے طریقوں میں کسی قسم کی تبدیلی یا اُن سے انحراف کرنا نہیں چاہتے ۔ مدرسین کے علاوہ اکثر والدین بھی قدیم طریقوں کو ہی زیادہ پسند کرتے ہیں ۔ جدّت سے پیچھے ہٹتے ہیں ۔

(۲) مدرسین زیادہ تر ظاہر جُو یعنے (Extravert) واقع ہوتے ہیں (علم تحلیل نفسی کے بانی فرائڈ (Freud) نے اس خیال کو ظاہر کیا ہے) اسلئے یہ حکومت پسند اور ضبط پسند ہوتے ہیں ۔ یعنے ایک بڑی جماعت میں اپنی قابلیت کا اظہار کرنا پسند کرتے ہیں ۔ بڑی جماعت کو پڑھانے اور ضبط قایم رکھنے میں انہیں ایک طرح کی مسرت حاصل ہوتی ہے ۔ برخلاف اسکے ہر طالبعلم کو انفرادی طور پر پڑھانے میں ان کی تدریسی قابلیت کا اظہار ٹھیک طور پر نہیں ہوتا بعض اوقات مدرسین کی یہ شکایت بھی ہوتی ہے کہ جماعت چھوٹی ہونے کی وجہ سے اُنہیں درس دینے میں جوش اور خوشی حاصل نہیں ہوتی ۔ ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بھی کسی معقول استدلال پر مبنی نہیں ہے ۔

(۳) تیسرا اعتراض جو اس تحریک کے خلاف پیش کیا گیا ہے ۔ ایک حد تک معقول ہے ۔ اس ضمن میں ڈاکٹر ہییارڈ (Hayard) کا کارنامہ مشہور ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ جماعت کو بہ حیثیت تظم ونسق کی اکائی کیساتھ ساتھ بعض مضامین کی حد تک تدریسی اکائی کے طور پر استعمال کرنا بھی مفید ہے ۔ اپنے اصول کو واضح کرنے کے لئے انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام (celebrations) ہے ۔ اس میں متعدد مثالوں کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ کسی خاص مضمون کے متعلق جماعتی تدریس کے ذریعہ بھی معلومات پہنچانے میں کیونکہ زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر یہ کہ کسی شاعر کے متعلق معلومات دینے ہوں تو مدرسن کو چاہئے کہ

جماعت میں اس کی تصویر پیش کرے۔ اس کی سوانح عمری بیان کرے۔ اس کی تصانیف پر تبصرہ کرے۔ اُسکے چند کلام سنائے۔ اُسکے خیالات کو اگر ممکن ہو تو تصاویر اور خاکوں کی مدد سے واضح کرنے۔ اور اگر ہو سکے تو اس کے کسی ڈرامے کے کسی حصّہ کو عملاً بھی پیش کرے۔
بہر حال اُس مضمون سے متعلقہ ماحول جسقدر زیادہ عمدگی کے ساتھ پیدا کیا جائے۔ اُسی قدر جماعت زیادہ سہولت کے ساتھ معلومات حاصل کریگی۔ ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے کہ اسی طرح تاریخ۔ موسیقی۔ ڈرائنگ۔ حساب وغیرہ مضامین کو بحیثیت تدریسی اکائی کے پیش کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ بالخصوص جذباتی مضامین میں جماعتی تدریس اور تقلید سے اچھے نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

انفرادیت کی اہمیّت تعلیم میں

جماعت میں تعلیمی ترقی کا اندازہ یہ دیکھنے سے ہو سکتا ہے کہ درس میں مدرس کتنا حصہ لے رہا ہے۔ اور طالبِ علم کتنا حصّہ۔ ابتدا میں جب طلباء کی معلومات کم ہوں۔ تو طالب علم کے کام کے مقابلے میں مدرس کا کام ہی زیادہ ہونا قرینِ قیاس ہے۔ مگر جیسے جیسے طلباء ترقی کرتے جاتے ہیں۔ تدریس میں مدرس کا کام کم اور طلباء کا کام بتدریج بڑھتے جانا چاہئیے۔ یعنے مدرسین کا فریضہ ہے کہ طلباء کو اپنے کام میں زیادہ حِصّہ لینے کی ترغیب دیں۔

جان ایڈمس کا قول ہے کہ تعلیم میں مدرس اور طالب علم دو قطب کے مانند ہیں۔ اِن دونوں کے بغیر تدریس ناممکن ہے۔ پس جب مدرس کا کام درس میں گھٹ جاتا ہے۔ تو گویا ایک قطب کم ہو جاتا ہے۔ اسلئے یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدرس کا قطب کم ہونے نہیں پاتا۔ بلکہ طالب علم خود اپنے اندر مدرس کا قطب پیدا کر لیتا ہے۔ یعنے وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوتا ہے اور انفرادی طور پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ہی جماعت میں بہ یک وقت اجتماعی اور نیز انفرادی تدریس کا کام کس طرح انجام پا سکتا ہے؟ کیونکہ ایک طرف تو اجتماعی تدریس کے فوائد بھی گنائے جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف انفرادی تدریس کا اُصول مسلمہ ہے۔ علاوہ ازیں اوپر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ

اگر مدرس نصف ساعت بھی جماعت میں انفرادی توجہ کیلئے صرف کرے۔ تو ہر طالب علم کو اس سے مستفید ہونے کا بہت ہی ناقابلِ لحاظ موقع ملتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس مسئلہ کے چند حل پیش کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ کے حل

اس مسئلہ کا ایک حل اسکاٹ لینڈ کے ایک ماہر تعلیم میکمن (macmunn) نے پیش کیا ہے۔ انہوں نے اپنے مدرسے میں جس طریقے پر جماعت بندی کا انتظام کیا تھا۔ اس کا نام "تفرقی شراکت" (Differential partnership) ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تعلیمی ساعت کے $\frac{1}{3}$ وقت تک جماعت کو بہ حیثیت مجموعی تعلیم دیجاتی ہے۔ یعنے اس وقت جماعت تدریسی اکائی کے طور پر ہوتی ہے۔ اسکے بعد ساعت کے $\frac{1}{3}$ وقت تک جماعت کو دو دو طلبار کے جوڑوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ جوڑے پھر اپنا سبق الگ الگ یاد کرتے ہیں۔ ایک سُناتا ہے تو دوسرا سُنتا ہے۔ اور آپس میں سوال جواب کر لیتے ہیں ساعت کے آخری $\frac{1}{3}$ وقت میں مدرس جماعت کو پھر اکٹھا کرتا ہے۔ اور خود سوالات کرتا ہے۔ اس سے سبق کا اعادہ بھی ہوتا ہے۔ اور طلبا کی غلط فہمیاں بھی دور کیجاتی ہیں۔ اِسی طرح ہر طالبِ علم کو کل وقت کا $\frac{1}{3}$ حصہ انفرادی تعلیم کیلئے ملتا ہے۔ اور باقی $\frac{2}{3}$ وقت میں جماعتی تدریس کا انتظام عمدگی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

امریکہ کے ایک ماہر تعلیم ہال کوسٹ (Hall Quest) نے بھی اس مسئلہ کا ایک حل پیش کیا ہے۔ ان کا طریقہ (Supervised study) یعنے "مطالعہ زیر نگرانی" کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے بھی ہر تعلیمی ساعت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) Resume یا تمہید (۲) Assignment یا مفوضہ کام (۳) Individual work یعنے انفرادی کام، تمہید کیلئے ساعت کا $\frac{1}{5}$ حصہ اور باقی دونوں حصوں میں سے ہر ایک کیلئے $\frac{2}{5}$ ساعت دیا جاتا ہے۔ دوسرے حصہ میں مفوضہ کام کو انجام دینے کا صحیح اور سہل طریقہ وضاحت کے ساتھ جماعت کے روبرو

بتلایا جاتا ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے۔ ورنہ اکثر یہ شکایت باقی رہتی ہے کہ جماعت میں طلبا، کو کام تو کرنیکے لئے دیا جاتا ہے۔ مگر یہ نہیں تبلایا جاتا کہ اس کو کس طرح کریں کون سے حوالوں سے فائدہ اٹھائیں۔ نقشہ یا خاکہ بنانے کا صحیح اصول کیا ہے۔ سبق یاد کرنیکا آسان گر کونسا ہے۔ کس جگہ غلطیاں ہونے کا اندیشہ ہے۔ وغیرہ۔ ساعت کے آخری ⅕ حصے میں طلبا، انفرادی طور پر اپنے اپنے کام میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ اس طریقے میں ساعت کے پہلے دونوں حصوں کی حد تک مانٹی سوری کے اصول کے خلاف جماعت تدریسی اکائی رہتی ہے۔ مگر آخری حصے میں نظم و نسق کی اکائی بن جاتی ہے۔ یعنے ہر طالب علم کو انفرادی کام کیلئے ساعت کا ⅖ وقت مل جاتا ہے۔

چند اور طریقے اِس خصوص میں چند اور تجربات اور طریقے قابل ذکر ہیں۔ جان کنڈی (John Kennedy) جو نیو یارک کے ایک مقام (Batavia) بٹاویا میں مہتمم تعلیمات تھے۔ انہوں نے ۱۸۹۸ء میں جماعتی تعلیم کے ساتھ ساتھ کمزور طلبا پر انفرادی توجہ صرف کرنے کا اُصول رائج کیا تھا۔ ان کے طریقے کی اہم خوبیاں یہ تھیں۔

(۱) اوقاتِ مدرسہ میں ہی انفرادی تعلیم کا بھی الگ وقت نکال لیا گیا۔ (۲) جو طلبا، جماعتی تدریس سے کماحقہ فائدہ اُٹھا نہ سکتے ہوں۔ اور کمزور رہوں۔ ان کی انفرادی تعلیم کا کام الگ مدرسین کے ذمہ کیا گیا۔ جن کی معیار قابلیت وہی ہوتی تھی۔ جو کہ جماعتی تدریس کا کام کرنے والوں کی تھی۔ یعنے جماعتی تدریس کے ساتھ ساتھ انفرادی طریقہ تعلیم کے خاص اصول قایم کئے گئے۔ اس طرح اس تنظیم میں پس افتادہ طلبا، کا سوال ہی اُڑا دیا گیا۔ (یہ کام پس افتادہ طلبا کو مدرسے سے خارج کرنے سے نہیں۔ بلکہ بطور خاص انفرادی تدریس سے انہیں جماعت کے معیار کے برابر لا کر لیا گیا)

امریکہ میں (Wirt) وِرٹ نے بھی شہر (Gary) گیری کے مدارس کی

تنظیم اس نقطۂ نظر سے کی - یہ بھی وہاں کے مدارس کے سپرنٹنڈنٹ تھے - پہلے پہل سنہ ۱۹۰۶ء
میں صرف ایک مدرسہ میں اسکا طریقہ رائج کیا گیا۔ جو (Duplication method)
کے نام سے مشہور ہے ۔ انہوں نے مدرسہ میں جماعتوں کے کمروں کی تعداد کم اور کھلے ہال اور
عملی کام کے کمروں کی تعداد زیادہ کردی تھی۔ ان کا اصول یہ تھا کہ مدرسہ میں کوئی کمرہ یا کوئی
تالار کسی وقت خالی نہ رہے ۔

ورزش جسمانی ۔ موسیقی ۔ ڈرائنگ جیسے مضامین کی تعلیم جماعتی تدریس کے ذریعہ کھلے
ہالوں میں بھی دیجاتی تھی ۔ انفرادی اور عملی کام کیلئے ایک ایک ہال میں بیک وقت ۷ تا ۹
جماعتوں کے طلبار (جن کی تعداد ۲۰۰ سے بھی زیادہ ہو جاتی تھی) جمع ہو جاتے ۔ ابتدائی مدارس
میں بھی انفرادی کام اور انفرادی تعلیم پر زیادہ توجہ صرف کیجاتی تھی (Wirt) نے پہلے دو سال
تک اپنے طریقے پر کام چلانے کے بعد باہر سے ایک امتحان بورڈ کو معائنہ کی دعوت دی تھی-
اس بورڈ کی رپورٹوں میں وہاں کے کام کو سراہنے کے ساتھ ساتھ اس طریقے کو وسعت دیکر
سینماؤں اور ریڈیو کے ذریعہ بھی مدرسہ کے تالار میں طلبار کو اجتماعی طور پر معلومات پہنچانے
کی تجویز پیش کیگئی ہے ۔ بہر حال اجتماعی اور انفرادی تعلیم کا بہ یک وقت انتظام کرنے کا یہ طریقہ
بھی اب وہاں کے کئی مدارس میں رائج کیا گیا ہے ۔

طلبار کی انفرادی نشو و نما کا لحاظ ڈالٹن پلان میں کافی طور پر رکھا گیا ہے ۔ امریکہ میں بمقام
ڈالٹن مس ہیلن پارک ہرسٹ (Miss Helen Park Hurst) نے سنہ ۱۹۱۸ء میں
اس کی بنا ڈالی ۔ گذشتہ جنگ عظیم کے بعد اس میں ترقی ہوئی ۔ اور بتدریج امریکہ کے بہ نسبت
یورپ میں ہی اس کا رواج زیادہ رہا ۔ اس کے اہم اصول مختصراً ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں ۔
اس پلان میں بھی طریقہ تدریس کے متعلق زیادہ تبدیلیاں نہیں ہیں بلکہ اس کا تعلق خصوصاً
تنظیم مدرسہ اور تنظیم جماعت سے ہے ۔ اس کے تین اہم اصول ہیں ۔ (۱) آزادی (۲) جماعتوں
اور گروہوں کا باہمی اشتراک عمل (۳) انفرادی کام ان کے علاوہ طلبار کو نفسیاتی نقطۂ نظر سے

یہ بھی یقین دلایا جاتا ہے کہ جو بھی کام انہیں دیا گیا ہے۔ وہ خود انہیں کا ہے۔ اور انہیں کے فائدے کے لئے ہے۔ اس لئے مدرس پر اس کی ذمہ داری زیادہ عائد نہ کیجائے۔

اس طریقے کی کامیابی بالخصوص تین اجزا پر منحصر ہے (۱) دارالتجربے یا عملی کام کے کمرے۔ ہر مضمون کیلئے الگ الگ کمرے ہوتے ہیں۔ اور ان مضامین سے متعلقہ ماحول پیدا کرنیکے لئے جملہ ضروری سازوسامان، کتابیں، نقشہ جات وغیرہ وہاں مہیا کئے جاتے ہیں۔
(۲) اختصاصی مدرسین۔ ہر مضمون کیلئے خاص معلومات رکھنے والے مدرسین ہوں تو اچھا ہے۔
(۳) Assignment) یعنے مفوضات۔ اس طریقے میں ان کی خاص اہمیت ہے۔ پہلے دونوں اجزا (دارالتجربے اور اختصاصی مدرسین) اگر موجود نہ بھی ہوں۔ تو ایک حد تک کام چلایا جاسکتا ہے۔ مگر مفوضات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اُصول یہ ہے کہ ہر مضمون سے متعلقہ کام کی تقسیم ایامِ درس اور وسعت نصاب کے لحاظ سے باضابطہ طور پر کیجاتی ہے۔ اور یہ کام طلبار کو خود کرنا ہوتا ہے۔ ابتدا میں مدرسین جماعتی تدریس کے ذریعہ مفوضہ کام کے متعلق ضروری معلومات پہنچاتے ہیں۔ حوالے کے کتب۔ ضروری ابواب اور صفحوں کو نوٹ کروا دیتے ہیں۔ اور پھر طلبار کو آزادانہ طور پر کام کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ سال بھر کا مقرر کردہ نصاب یا کام (contract) کہلاتا ہے۔ اِسی طرح ایک ماہ کے کام کو (Assignment) ایک ہفتہ کے کام کو (period) اور ایک دن کے کام کو (unit) یعنے اِکائی کہتے ہیں۔ کام کے دوران میں مدرسین صرف نگرانی کرتے ہیں۔ اور وقت ضرورت رہبری بھی۔ جب طالب علم ایک مفوضہ کام ختم کرلیتا ہے تو مدرس اسکی تنقیح کرتا ہے۔ اور اگر کوئی خامی رہ گئی ہو تو اسکی تکمیل کرنے تک دوسرا کام شروع کرنے کی اجازت نہیں دیجاتی۔ انفرادی طور پر اس طرح غلطیوں کی تصحیح بہ آسانی ہوتی ہے۔ اور طلبار اپنی استعداد کے مطابق آزادانہ طور پر ترقی کرتے جاتے ہیں۔

انفرادی نشوونما اور تنظیم نصاب کا ایک اور بہترین طریقہ پراجکٹ میتھڈ ہے جو زمانہ حال میں تعلیمی دنیا کے قائد اعظم پروفیسر ڈیوی کے نظریہ عملیت پر مبنی ہے ڈالٹن پلان کے مقابلہ میں اس طریقہ میں مفوضات اور بھی بڑھ دئے جاسکتے ہیں

بعض پراجکٹس یعنے منصوبے سال بھر تک بھی چلائے جا سکتے ہیں۔ اسکا اصول یہ ہے کہ ہر مضمون سے متعلقہ چند مسائل طلباء کے اشتراکِ عمل سے تیار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً سائنس میں برقی گھنٹی کی تیاری۔ ملیریا کا انسداد۔ تاریخ میں آریاؤں کی دیہی زندگی۔ راجہ اشوک اور مہاتما بدھ کی زندگی جغرافیہ میں نقشہ کشی۔ طولِ بلد۔ عرضِ بلد اور سمتوں کا تعین کرنا۔ آمد و رفت کے ذرائع۔ حساب میں دکانداری کے کھیل۔ بنکنگ۔ فاصلہ اور رفتار اور وقت کا تعین ٹکٹ فروشی وغیرہ وغیرہ۔ مسائل طے ہونے کے بعد اُن کے حل کرنے کیلئے بھی طلباء کی جانب سے ہی تجویزیں پیش ہوتی ہیں۔ اور مختلف مضامین کتب، رسالہ جات اور محکمہ جات سے ضروری معلومات حاصل کرتے ہوئے اختیار شدہ منصوبے کی تکمیل کرنی پڑتی ہے۔ اور جب وہ کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔ تو مدرس پھر انہیں جماعت میں اکٹھا کرکے ان پر سوالات اور جرح کرتے ہوئے یہ فیصلہ کرتا ہے کہ کوئی منصوبہ کس حد تک پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اور پھر جو غلطیاں ہوئی ہیں اُنکی تصحیح اور تکمیل کے لئے بہتر طریقے تجویز کئے جاتے ہیں۔ اور بالآخر منصوبہ سے حاصل کردہ نتائج اور جملہ ضروری معلومات کا خلاصہ بھی جماعت میں تیار کروایا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جماعتی تدریس کو مفید ترین بنانے کا یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔ طلبا اور مدرس کا اشتراکِ عمل بڑھتا ہے۔ اور قدم قدم پر طلباء محسوس کرتے جاتے ہیں کہ وہ کچھ حاصل کر رہے ہیں اس طرح ان کی سعی اور دلچسپی دن بدن بڑھتی جاتی ہے اور جو معلومات وہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ عملی نقطۂ نظر سے زندگی میں ان کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نصاب کی تکمیل محض منصوبوں کے ذریعے ہی ہونا ممکن نہیں بعض حصص ضرور چھوٹ جاتے ہیں۔ مگر ان کی تکمیل جماعتی تدریس کے ذریعہ کیجاسکتی ہے۔

الغرض زمانۂ حال کی جدید تعلیمی ترقیوں کا تقاضا ہے کہ جماعتی تدریس میں طلباء کی انفرادیت کو کسی طرح نظرانداز نہ کیا جائے فقط

ابتدائی شہری مدارس میں مادری و دیگر زبانوں کی تعلیم

مادری زبان (اردو)

ابتدائی تعلیم میں مادری زبان کی تعلیم نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ کوئی تعلیم بغیر مادری زبان کے تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ ڈاکٹر ٹیگور کا مقولہ ہے کہ مادری زبان بچے کیلئے وہ اہمیت رکھتی ہے جو ماں کا دودھ شیرخوار بچہ کے لئے۔ بچہ مادری زبان کے ذریعہ اپنے اندرونی خیالات کا اظہار کرتا ہے اور بیرونی خیالات کو سمجھتا ہے۔ چونکہ دوسرے تمام مضامین کا ذریعہ تعلیم مادری زبان اُردو ہے۔ لہذا مدرسہ کے نظام الاوقات کے صرف اُردو گھنٹے تک اُس کی تعلیم محدود نہیں رہتی۔ بلکہ حقیقت میں ہر مضمون کے گھنٹوں میں اس کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ وہ بچہ گھر میں، سڑک پر کھیل کے میدان میں مادری زبان سنتا ہے سیکھتا ہے۔ گو بچہ کے یہ خارجی اثرات زبان سکھانے میں نہایت طاقتور ہوتے ہیں لیکن قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ وہ گھر میں اپنے والدین بھائی بہنوں سے سڑک پر بازاری لوگوں سے بہت سے الفاظ کا غلط تلفظ اور استعمال سیکھتا ہے۔ مدرسہ کے اُردو کے مخصوص گھنٹے میں اُستاد کا فرض ہے کہ وہ باہر کی سیکھی ہوئی غلط زبان کی صحت اور تنظیم کرے۔

صغیر جماعت میں بچہ اپنی عمر کے پانچویں یا چھٹے برس داخل ہوتا ہے۔ اصولاً یہ زمانہ بچہ کے روانی کیساتھ گفتگو یا بات چیت سیکھنے کا ہوتا ہے۔ اُستاد کو چاہیئے کہ صغیر جماعت میں بچوں کو زیادہ سے زیادہ بات چیت کرنے کے مواقع بہم پہنچائے۔ گفتگو یا روانی کے ساتھ بات چیت کی تربیت کیلئے بچوں سے انہیں کے معلومات کے متعلق سوالات کئے جائیں۔ اُستاد بچوں سے چھوٹی چھوٹی دلچسپ کہانیاں کہے اور پھر ان سے انہیں کہانیوں کو کہلائے۔ تصاویر اور باتصویر کتابوں سے بچے نہایت دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے متعلق قسم قسم کے سوالات کرتے ہیں۔ بات

چیت میں روانی پیدا کرنے کیلئے یہ ذریعہ نہایت مؤثر ہے۔ ہر ایسے مدرسہ میں جس میں صغیر
جماعت کا انتظام ہے اس قسم کی تصاویر اور کتابوں کا ایک کافی ذخیرہ ہونا چاہئے۔ جن
شہروں میں اس قسم کے ابتدائی مدارس کی تعداد ایک سے زیادہ ہے وہاں یہ مناسب ہے کہ
ایک مدرسہ دوسرے مدرسہ سے مختلف تصاویر اور کتابوں کا ذخیرہ جمع کرے۔ اور اُن کو
وقتاً فوقتاً آپس میں تبدیل کرتے رہیں۔ اس طرح سے کم مصارف میں زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے۔
اِن کتابوں سے اُستاد بچوں کو مناسب انداز کے ساتھ کہانیاں پڑھ کر سنائے اور پھر فرداً فرداً
بچوں سے بیان کرے۔ دلچسپ کہانیوں کے علاوہ بچوں کے مذاق کی چھوٹی چھوٹی نظمیں زبانی
یاد کرا دیجائیں۔ اس قسم کی موزوں نظموں کا انتخاب مختلف کتابوں سے اُستاد خود کرے۔

جب بچہ مشق کے طور پر کوئی کہانی بیان کر رہا ہو یا مسلسل گفتگو کر رہا ہو تو دوران گفتگو میں
استاد اس کی غلطیاں نظر انداز کرتا جائے۔ اور جب تب درمیان میں مداخلت کرنے سے پرہیز
کرے۔ ہاں اگر کوئی شدید غلطی ہو تو درمیان میں بھی تصحیح کریں۔ لیکن ان تمام غلطیوں کو ذہن
میں رکھا جائے اور بعد میں صحت کر دیجائے۔ یہ غلطیاں تین قسم کی ہونگی۔ اوّل تلفظ کی غلطیاں
دوم الفاظ کا جملوں میں غلط استعمال۔ سوم آواز غیر واضح۔ چونکہ بچے محسوس یا غیر محسوس طریقہ پر
استاد کے طرزِ بیان آواز اور تلفظ کی نقل کرتے ہیں اس لئے اُستاد کو اس بات کا خاص طور پر خیال
رکھنا چاہئے کہ وہ بناوٹی غیر واضح اور غلط اُردو بولنے سے احتیاط کرے۔ زبانی یاد کی ہوئی نظم
یا کہانی کے بیان کرنے میں اگر بچہ کوئی غلطی کرے تو اس کی اسی وقت تصحیح کر دینا چاہئے۔ اس امر کا
بھی خیال رکھنا چاہئے کہ مقامی غلط زبان نہ بول رہا ہو۔ ہمیشہ ملک کی مستند صحیح زبان پر
زور دینا چاہئے۔

پڑھنے کا طریقہ

پڑھنے کے ابتدائی اسباق ایسے الفاظ پر مشتمل ہونا چاہئے جن سے بچہ
واقف ہو اور جو تصویروں اور باتصویر کہانیوں کے نیچے درج ہوں۔
اس طرح بچہ ابتدا ہی سے یہ سمجھنے لگے گا کہ پڑھنا کسی قسم کا میکانکی شعبدہ نہیں ہے بلکہ یہ خیالات

کے حصول کا ایک ذریعہ ہے ۔ بچہ تصاویر کے نیچے لکھے ہوئے بہت سے عام الفاظ پر حاوی ہوجائے تو اسکے پڑھنے کے لئے ایک ابتدائی آسان یا تصویری قاعدہ جو چھوٹی چھوٹی دلچسپ کہانیوں پر مشتمل ہو مہیا کرنا چاہیئے ۔ ان آسان ابتدائی کتابوں میں اِدھر اُدھر اگر کوئی مشکل لفظ آجائے تو مضائقہ نہیں ۔ بشرطیکہ ان الفاظ کے آجانے سے بچہ کو قصہ کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دقت نہو ۔

پڑھنے کی مشق کتاب کو دیکھ کر جماعت میں بچوں سے پڑھنے کی مشق کا مروجہ طریقہ نہایت ناقص ہے ۔ بچے یکے بعد دیگرے باری باری سے اُٹھ کر مختلف الفاظ کو مربوط یا غیر مربوط طریقے سے پڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں ۔ ایک بچہ پڑھتا ہے دوسرا اس فکر میں ہوتا ہے کہ اس کا حصہ کس سطر سے شروع ہوتا ہے ۔ باقی جماعت کچھ تو اُستاد کے خوف سے سبق کو برائے نام سنتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں لیکن اُن میں سے اکثر ایک دوسرے سے شرارت کرتے رہتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی پڑھائی سے اس مقصد کی تکمیل کے علاوہ کہ مقررہ ساعت کسی طرح گزر جائے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ۔ بلند آواز سے ابتدا ہی سے پڑھنے کا طریقہ یہ ہوتا چاہیئے کہ بچے پورے پورے جملوں کو اُن کے مفہوم کے لحاظ سے ادا کریں ۔ درمیان میں جملوں کو توڑ کر بے ربط نہ بنائیں ۔ بچہ جو سبق پڑھ رہا ہو اسکے لئے بالکل نیا نہ ہو ۔ وہ اُستاد یا ساتھیوں کی مدد سے ایک مرتبہ اس کو پڑھ چکا ہو ۔ اور اسکے مفہوم سے واقف ہو ۔ اس میں شک نہیں کہ شہری مدارس کی بڑی جماعتوں میں فرداً فرداً ہر بچہ کو پڑھنے میں ضروری اور موزوں تربیت دینا بہت مشکل ہے لیکن اس وقت کا ایک بڑی حد تک یہ حل ممکن ہے کہ کچھ عرصے بعد ایسے بچے جو فطرتاً تیز طبع ہوتے ہیں یا اپنے گھروں کی علمی فضا میں صحیح طریقہ پر پڑھنا سیکھ جاتے ہیں ۔ اُستاد اُن کو اپنے اسباق خاموشی سے پڑھنے دے اور یہ وقت کمزور لڑکوں پر صرف کرے ۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس امر کا پورا خیال رکھے کہ جن بچوں کو خاموش مطالعہ کی ہدایت دی گئی ہے وہ کچھ پڑھ بھی رہے ہیں یا محض نگاہ کتاب پر ہے اور خیالات کہیں اور ۔

لکھنے کی مشق

لکھنا ایک علمی صورت ہے ۔ اس سے بچہ کو قدرتاً دلچسپی ہوتی ہے ابتدا میں بچوں کو حروف لکھنے کی بجائے باریک کاغذ پر پنسل سے مختلف قسم کے سادے پھول، پتیاں، پرندوں اور جانوروں کی شکلیں بنوائیے ۔ یہ شکلیں گہری سیاہی سے نمایاں خطوط میں دبیز کاغذ پر بنی ہوں ۔ پھر رنگین پنسلوں سے اُن کو رنگوائیے ۔ جب بچوں کو قلم یا پنسل پکڑنا آجائے اور ہاتھ کچھ کچھ قابو میں آنے لگے تو حروف بنانے کی ابتدا کیجئے۔ پہلے اُستاد خود تختہ سیاہ پر کھریا مٹی سے "الف اور ب" دو حروف لکھے اور لڑکوں سے کہے کہ وہ مدرس کے ہاتھ کی گردش اور لکھنے کے طریقہ کو بغور دیکھتے رہیں ۔ اس طرح تین یا چار "ا ۔ ب" بچوں کے دیکھنے کیلئے خوب خوشخط لکھدئیے جائیں ۔ اب بچوں سے کہا جائے کہ وہ ان حروف کی نقل کریں۔ لیکن پہلی صورت میں تو اُستاد کا لکھنا بچے دیکھ رہے تھے ۔ اب اُستاد وہی باتیں بچوں کے لکھنے میں دیکھے ۔ اور قلم کی گرفت تختی یا کاپی کے رکھنے کا انداز حروف کی کشش وغیرہ کا صحیح طریقہ بتائے۔ اس طریقہ سے آہستہ آہستہ تمام حروف کو لکھایا جائے ۔ پھر جب مفرد حروف ختم ہو جائیں تو مرکب حروف کی مشق کرائی جائے ۔ لکھنے کے وقت اس امر کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ کی نشست کا طریقہ صحیح ہو ۔ لکھتے وقت اسکا سینہ کشادہ اور آزاد رہے اور ڈیسک سے نہ دبے آنکھ کاغذ سے تقریباً ایک فٹ پر رہے ۔

مرکبات حروف کی مشق کے بعد ابتدا میں بچوں کو اپنے پڑھے ہوئے اسباق کو دیکھ کر لکھنے کی مشق کرائی جائے جب لکھنے میں روانی پیدا ہو جائے تو انہیں اسباق کو املا کی طور پر بغیر دیکھے لکھایا جائے ۔ سبق کے جس حصہ کو لکھانا مقصود ہو زبانی لکھانے سے قبل بچہ کو موقع دیا جائے کہ اس سبق کو بغور دیکھ لے اور اگر ضرورت ہو تو مشکل الفاظ کی قبل سے پانچ پانچ مرتبہ لکھکر مشق بھی کرلیجائے ۔ ہر بچہ کے پاس ایک چھوٹی سی نوٹ بک رہنے اور وہ اس میں اپنی غلطیاں لکھتا جائے ۔ ان الفاظ کو وہ وقتاً فوقتاً دیکھتا رہے یہاں تک کے وہ بالکل ذہن نشین ہو جائیں۔ املا لکھاتے وقت وہ لفظ لفظ نہ بولا جائے بلکہ پورے پورے جملے بولے جائیں اور ان کو

بار بار دھرایا نہ جائے۔

ابتدائی جماعتوں میں مضمون نگاری کا آغاز اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک بچہ کے لکھنے میں تیزی اور روانی نہ پیدا ہو جائے ورنہ لکھنے کی میکانکی مشکلات اس کی قوتِ بیانیہ میں حائل ہونگی - ساتھ ہی ساتھ اُسکے خط پر بھی بُرا اثر پڑے گا۔ شروع شروع میں صرف وہی کہانیاں لکھوائی جائیں جو بچہ زبانی یاد کر چکا ہو۔ بعد میں دلچسپ تصویری کہانیاں لکھوائی جائیں اور آخر میں اُن ذی روح یا غیر ذی روح اشیاء کے متعلق لکھایا جائے جنسے بچہ بخوبی واقف ہو چکا ہو۔

غیر زبانوں کی تعلیم | مادری زبان کے علاوہ ابتدائی شہری نصاب کی تعلیم میں ذیل کی غیر زبانیں بھی شامل۔

(۱) انگریزی (۲) اُردو ان طلبا کے لئے جن کی مادری زبان تلنگی مرہٹی یا دوسری مقامی زبانوں میں ایک ہے (۳) تلنگی مرہٹی یا کنٹری میں کوئی ایک زبان ان طلبا کے لئے جنکی مادری زبان اردو ہے (۴) فارسی ان تمام زبانوں میں انگریزی ہمارے بچوں کے لئے ایک بالکل غیر مانوس اور نئی زبان ہے لیکن حالات اور ضروریات کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے (ان غیر زبانوں کی تعلیم کا آغاز دوسری یا تیسری جماعت سے ہوتا ہے۔ ابتدائی جماعت میں انگریزی داخلِ نصاب کرنیکا مقصد یہ ہے کہ آئندہ چل کر ذیل کے مقاصد تکمیل پائیں)

(۱) انگریزی میں بات چیت کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔
(۲) انگریزی گفتگو کو سمجھنا۔
(۳) انگریزی تحریر کو سمجھنا۔
(۴) انگریزی لکھنا۔

یہ ابتدائی تعلیم تحتانوی مدارس کے آخری دو سالوں میں ایک بڑی حد تک زبانی کام پر مشتمل ہوگی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ابتدائی لکھنے پڑھنے سے غفلت نہ کی جائے۔ یہ کام تین

حصوں میں مشتمل ہوگا۔ (۱) الفاظ کا ذخیرہ جمع کرنا۔ (۲) ان الفاظ کی چھوٹے چھوٹے جملوں میں مشق (۳) صحیح تلفظ کا ادا کرنا۔

بچے کے ابتدائی الفاظ اور جملوں کا ذخیرہ جماعت کی اشیا، اور کاموں پر مشتمل ہوگا) مثلاً کمرہ دیوار۔میز۔کرسی۔بچہ۔لڑکا۔آدمی۔اُستا۔کاغذ۔قلم پنسل۔ہاں۔نہیں۔اٹھو بیٹھو۔آؤ۔جاؤ۔لکھو۔پڑھو وغیرہ ابتدا سے کوشش یہ کرنا چاہیئے کہ بچہ ان کو چھوٹے چھوٹے جملوں میں صحیح تلفظ کیساتھ استعمال کرنا سیکھے اور الفاظ کے اس ذخیرہ کو وسعت دینے کے لئے جماعت کی اشیاء کے علاوہ موزوں تصاویر سے بھی مدد لینا چاہیئے۔اسم فعل کے بعد بلحاظ اہمیت صفت وحروف جار وغیرہ کا درجہ آتا ہے۔استاد کو چاہئے کہ موزوں سوالات اور جوابات کے ذریعہ ان روزمرہ گفتگو میں آنیوالے الفاظ کی مشق کریں۔تمام بات چیت استاد ہی نہ کریں بلکہ بچوں کو بولنے کا زیادہ موقع دیا جائے۔اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ہر لفظ اور جملہ کی وضاحت مادری زبان میں نہ کرنا چاہیئے۔انگریزی کی ساعت میں حتی الامکان انگریزی کی فضا پیدا کیجائے۔مگر اس سے یہ مطلب نہ سمجھائے کہ بچے سمجھیں یا نہ سمجھیں ہر صورت میں انگریزی کی فضا کی خاطر انگریزی ہی بولی جائے تجربہ اس بات کو بتا رہا ہے کہ عملاً ہر دو حدود میں کسی ایک پر سختی سے عمل کرنا بچے کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہوتا ہے کسی موقعہ پر مادری زبان کو استعمال کرنا اور کسی وقت اس کے استعمال سے احتراز کرنا ضروری ہے۔یہ اُستاد کا فرض ہے کہ وہ ان مواقع کے صحیح استعمال میں غلطی نہ کرے۔ذیل میں ابتدائی جماعت میں انگریزی کی تعلیم کیلئے ایک مختصر خاکہ دیا جاتا ہے مگر اس خاکہ کا یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ بلالحاظ اپنی خصوصی مشکلات اور ضروریات کے ہر سبق کو اسی خاکہ میں ڈھالنے کی کوشش کیجائے۔

(۱) اعادہ کے طور پر چند سوالات اُن جملوں پر کئے جائیں جو گزشتہ دن ختم ہو چکا ہے۔

(۲) موجودہ سبق کے لئے بچوں کو وہ عنوان بتایا جائے اور اسکے معنی اردو میں سمجھائے جائیں جو سبق پڑھنا مقصود ہو مثلاً (Adjective) یا صفت (۳) آٹھ یا دس الفاظ اس عنوان کے تحت انتخاب کرکے ان کو جملوں میں اس طرح استعمال کرنا چاہیئے کہ اُن میں وہ اسم اور

فعل آ جائیں ۔ جو بچہ سیکھ چکا ہے ۔ جملوں کو زبان سے کہتے وقت ہاتھ اور آنکھ کی حرکات سے اُن کو عملی شکل بھی دیتا ہے مثلاً احمد دُبلا ہے (Ahmed is thin) اور حامد موٹا ہے (Hamid is fat) وغیرہ ہر جملہ کو تین یا چار لڑکوں سے دُہرایا جائے ۔ آخر میں دو ایک کمزور لڑکوں سے ان کا مفہوم اُردو میں بھی دریافت کرلیا جائے۔ اس کے بعد جماعت کو دو گروہ میں تقسیم کرکے اُن جملوں کو باری باری سے یاد کرایا جائے۔ اور وقتاً فوقتاً انہیں یاد کئے جملوں پر ایک گروہ دوسرے سے سوالات و جوابات بھی کرے اور نمبرات دیکر ان کی کامیابی یا ناکامی کا مقابلہ کیا جائے تاکہ دلچسپی کا باعث ہو (۴) ان جملوں کو نہایت خوشخط تختہ سیاہ پر لکھدیا جائے اور پھر انکی نقل کرائی جائے ان میں سے چند جملے بطور ہوم ورک زبانی یاد کرنے کو دے دئیے جائیں ۔

انگریزی کے علاوہ مرہٹی تلنگی کنڑی اُردو یا فارسی کی تعلیم بحیثیت دوسری زبان کے ان کی اہمیت اور ضروریات کے مدِنظر انگریزی کی طرح کم وبیش فرق کے ساتھ دینا چاہئے مثلاً اول الذکر چار زبانوں میں یہ کوشش کرنا چاہئے کہ طالب علم ان زبانوں کی تعلیم سے فارغ ہونیکے بعد اپنے روزمرّہ کے کاروبار کو اُن زبانوں کے بولنے والے طبقہ کے ساتھ بہ آسانی انجام دے سکے ۔ فارسی ایک ایسی زبان ہے جس کے ہزارہا الفاظ اردو میں شامل ہیں ۔ اس کی تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ بچہ اپنی مادری زبان اردو کو فارسی پڑھنے کے بعد زیادہ شُستہ اور سلیس بنا سکے ۔ اور فارسی کی ادبی کتابوں سے لطف اندوز ہوسکے ۔

اُردو کی تدریس

اردو کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے چار منزلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) زبان کا سمجھنا (۲) بولنا (۳) پڑھنا (۴) لکھنا۔

سمجھنا وہ بچے جن کی مادری زبان اردو ہے ان کے لئے اس پہلی منزل کی ضرورت نہیں البتہ جن کی مادری زبان اردو نہیں ہے ان کے لئے یہ منزل نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ جب تک زبان سمجھ میں نہ آئے گی اُس کا بولنا، پڑھنا، اور لکھنا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ چنانچہ اس منزل کی ابتداء میں اشارے۔ اداکاری اور مقرون اشیاء کے استعمال سے تفہیم کیلئے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔

بولنا بولنے کی منزل میں مدرس جسم کے اعضاء۔ روزمرہ زندگی کی عام چیزوں یا ان چیزوں کے بارے میں بولے اور بچوں سے بھی بار بار بولنے کی کافی مشق کرائے۔ اس کے بعد انہیں چیزوں کی بات چیت پر سوال کرے اور بچوں سے جواب لے۔ اگر کوئی غلطی ہو تو اس کی اصلاح دوسرے بچوں کی مدد سے یا خود کرے۔ جب بچے سوال وجواب پر بھی حاوی ہو جائیں تو مدرس چھوٹے چھوٹے دلچسپ قصے سنائے اور بچوں سے کہلانے کی مشق کرائے۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے آسان مکالمے وغیرہ مشق کرائی جائے۔ بہر حال جب بچے اچھا خاصا بولنے لگیں تب پڑھنے کا کام شروع کیا جائے۔

زبان کی تدریس کیلئے چند اور باتیں مدرس کیلئے نہایت اہم ہیں جن پر مدرس کو پورے پورے طور پر عمل کرنا چاہیئے۔

کسی زبان کی تدریس کے لئے چند گُر بنائے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے یعنی ان گُروں کے لحاظ سے اگر تدریس ہو تو بچے آسانی کے ساتھ کم وقت اور کم توانائی صرف کرکے تحصیل علم کرتے ہیں۔ ان میں پانچ گُر بہت اہم ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) آسان سے مشکل کی طرف بڑھنا یا معلوم سے نامعلوم کی طرف جانا۔ اُردو پڑھانے کیلئے یہ گُر کام کا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو الفاظ بچوں کو معلوم ہیں ان الفاظ کی روشنی میں نئے الفاظ سکھانا۔

(۲) مفرد سے مرکب کی طرف جانا۔ اردو کی تعلیم کی حد تک اِس گُر نے بڑے نقصانات پہنچائے ہیں کیونکہ اسی گر کا نتیجہ ہے کہ بے شمار قاعدے اور پرائمر زحروفِ تہجی کے قاعدوں پہ لکھے گئے ہیں لیکن تہجّی کا طریقہ فطرت کے خلاف ہے۔

فطری طریقہ | زبان سکھانے کا وہ طریقہ ہے جسے ہم "جملے کا طریقہ" کہتے ہیں کیونکہ ادائے خیال کیلئے بچے اور بڑے سب جملے استعمال کرتے ہیں۔

(۳) تجربی سے عقلی کی طرف بڑھنا
(۴) معروض سے مجرد کی طرف بڑھنا
} یعنی ابتدائی اسباق ایسی اشیاء کے متعلق ہوں جن کو بچے حواس سے محسوس کرسکیں اور اپنے ماحول پر نظر ڈال کر اسکا تجربہ کریں۔

(۵) بچوں کے مبہم اور غیر واضح خیالات کو واضح اور صاف بنانا۔ مثلاً بعض الفاظ کے معنی بچوں کے ذہن میں دُھندلے سے ہوتے ہیں یا غلط ہوتے ہیں۔ اسلئے اُن الفاظ کے صحیح معنیٰ مطلب بچوں کے ذہن میں واضح کر دینا چاہیئے۔ بہر حال ان سب اصولوں اور گُروں پر عمل کرنیکا اچھا "طریقہ" انتہائی لازمی ہے۔ ورنہ یہ سب اصول محض بیکار ہیں۔

ابتدائی تعلیم اردو (زبانی کام) | کنڈر گارٹن کی جماعت میں بچوں کو باقاعدہ تعلیم دینے کی ضرورت نہیں بلکہ اسی نہج پر تعلیم دینی چاہیئے جس نہج پر بچے گھروں میں اپنے گھر والوں سے اور گلی کوچوں میں اپنے ساتھ کھیلنے والوں سے تحصیلِ علم

کرتے ہیں۔ یعنی اُن کو آزادی ہو کام کرنے کی اور بولنے کی اور اُن کو صرف اُن ہی چیزوں کے متعلق بولنے کے لئے کہا جائے جن سے اُن کو دلچسپی ہے۔ نیز ان کو جی کھولکر بات کرنے کا موقع دیا جائے۔ مدرس کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ بچوں سے انتہائی محبّت کرے اور اُن کے ساتھ بے تکلف بنے اور روزمرہ باتوں سے بچوں میں دلچسپی پیدا کرے اور بچوں کی قدرتی نقل وحرکت کے شوق کو اُکسائے یعنی ان کو جو وہ چاہتے ہیں کرنے دے۔ اور خوب بولنے کا موقع دے۔ بات کرنے کے لئے بچوں کو تین طرح پر موقعے دیئے جا سکتے ہیں۔

(۱) مکالمہ کی صورت میں (۲) بچوں کی نظموں کے گانے کی صورت میں (۳) قصہ گوئی کی صورت میں

ایسا کرنے سے بچوں کو بغیر کسی جھجک کے بولنا اور صحیح زبان بولنا آجاتا ہے۔ اگر زبان کی غلطیاں بچہ دوران گفتگو میں کرے تو اس کی اُن غلطیوں کو بعد میں سمجھایا اور دور کیا جائے جبکہ وہ اپنی گفتگو ختم کرلے۔

لکھنا اور پڑھنا

جب بچے گفتگو پر حاوی ہو جائیں تو اس کے بعد ان کو پڑھنا اور لکھنا سکھانا ضروری ہے پڑھنے کو لکھنے پر عام طور پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور فطرتاً بھی یہی ہونا چاہیئے کہ بچہ پہلے علامتوں کو پہچانے یعنی پڑھنا سیکھے۔ اسلئے پڑھنا سکھانے کا کام پہلے شروع ہونا چاہیئے۔ بہرحال اردو پڑھنا سکھانے کے بھی بہت سے طریقے ہیں۔

اُردو پڑھنا سکھانے کے طریقے

(۱) سب سے پُرانا اور سب سے زیادہ رائج طریقہ "حروف تہجی" کا طریقہ ہے۔ جو اَب عام طور پر ماہرین تعلیم کی نظر میں بہت بُرا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کسی نہ کسی شکل میں یہ طریقہ اب بھی رائج ہے اور بہت سے لوگ بھی حروف تہجی کے طریقہ کو اردو کی تعلیم کیلئے سب سے اچھا خیال کرتے ہیں لیکن دراصل حروف تہجی کے طریقے نے رفتہ رفتہ جو شکل اختیار کرلی ہے وہ غلط اور خلاف فطرت ہے۔ بہرحال طریقہ تہجی پر جو اعتراض ہے وہ ایک حد تک درست ہے۔ اس لئے کہ اس طریقہ تعلیم میں پہلے حرفوں کو سکھانا پھر ان کو جوڑ کر لفظ بنوانا پھر لفظوں کو جوڑ کر جملے

بنوانا یہ سب خلاف فطرت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ بچہ گفتگو کی ابتدا فطرتاً جملوں سے کرے گا نہ کہ مہمل الفاظ سے۔ الغرض ابتدا میں بچوں کے لئے محض حروف کی شناخت کافی ہے اور ترتیب کے لئے بھی تسلسل کی ضرورت نہیں بلکہ بچے کو حروف پہچاننے کا عادی بنایا جائے اور بس۔

(۲) "صوتی طریقہ" صوتی طریقہ اردو کے لئے اتنا ہی ناموزوں ہے جتنا انگریزی کیلئے۔ کیونکہ اردو کے حروف کی آواز اور نام یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔ اسکے علاوہ صوتی طریقہ پہ اردو کی تعلیم دینے میں ایک اور دشواری بھی پیش آئے گی کہ ایک آواز کیلئے بظاہر مختلف علامتیں ہیں مثلاً (ث، ص۔ س) یا (ذ، ز، ض۔ ظ)۔ دوسری دشواری (زبر، زیر، پیش) کی بھی آکر پڑتی ہے۔ بہرحال یہ طریقہ بھی کچھ مفید نہیں ہے۔

(۳) "دیکھو اور بولو" کا طریقہ۔ یعنی کسی لکھے ہوئے لفظ کو دیکھکر حروف کا خیال کئے ہوئے بغیر تلفظ کیا جائے۔ اس طریقے سے سکھانے میں عام طور پر مشابہ الفاظ سے ابتدا کیجاتی ہے اور تصویریں بھی پیش کیجاتی ہیں اور کبھی کبھی اگر اسکے ساتھ صوتی طریقہ بھی شامل کرلیا جاتا ہے یعنی قریب قریب ایک ہی آواز دینے والے الفاظ جمع کئے جاتے ہیں تو ایسا کرنا اور بھی زیادہ مفید ہوتا ہے لیکن خرابی یہ ہے کہ اِس طریقہ سے بے قاعدہ الفاظ نہیں سکھائے جا سکتے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس طریقہ سے پڑھائے ہوئے لڑکے ہجے کی بہت غلطیاں کرتے ہیں بہرحال یہ طریقہ بھی زیادہ مفید نہیں ہے۔

(۴) "جملے کا طریقہ" بچہ جس عمر میں مدرسہ میں داخل کیا جاتا ہے وہ اپنے خیالات جملے میں ادا کرتا ہے۔ لہذا یہ کہا جاتا ہے کہ "جملے کا طریقہ" قدرتی طریقہ ہے اور اس طریقہ سے بچوں کو عبارتوں سے دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور وہ عیار۔ قت خوانی بہت جلد سیکھ لیتے ہیں۔ جملے کے طریقہ سے پڑھنا سکھانے کیلئے تصویروں وغیرہ سے زیادہ مددملتی اور سہولت ہوتی ہے۔ یہ کام تختہ سیاہ پہ مدرس کرتا ہے ساتھ ہی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ ایک ہی جملے کی یا اسی قسم کے جملوں کی مشق بار بار کرائی جائے تو زیادہ مفید ہوتا ہے۔ غرض جب بچے چھوٹے چھوٹے جملے پڑھنے کے عادی

ہو جائیں تو ان کے ہاتھوں میں کوئی خوبصورت چھوٹی سی اچھی اچھی تصویروں والی صاف اور خوشخط قلم کی لکھی ہوئی کتاب پڑھنے کو دی جائے اور یہ کتاب قصوں کی ہو اُن قصوں کی جو بچوں نے زبانی ابتدائی جماعت میں سیکھے ہیں۔

(۵) "قصہ گوئی کا طریقہ" جملے کے طریقہ کو ذرا آگے بڑھائیں یعنی بجائے ایک ایک جملہ کے جملوں کا مجموعہ لے کر اسی طریقہ پر تعلیم شروع کریں جس طریقہ پر جملوں سے تعلیم شروع کی گئی تھی تو "قصہ گوئی" کا طریقہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ جملوں کا مجموعہ کسی قصے کی شکل میں ہو ظاہر ہے یہ طریقہ "جملوں" کے طریقہ کے جیسا ہے۔ اس لئے اس کے عمل میں بھی وہی صورت پیدا ہوگی۔ اس طریقہ کے حامی جملے کے طریقہ کے مقابلہ میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جملے کے طریقہ میں اکثر جملے زبردستی بنائے جاتے ہیں۔ ان میں الفاظ ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر خاص ضرورتوں کے لحاظ سے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ جملے عموماً غیر دلچسپ پھُس پھُسے اور غیر فطری ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں قصہ ایسے جملوں کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں ایک جملہ دوسرے جملے سے فطری تعلق رکھتا ہے۔ اور ہر جملہ آپ سے آپ پیدا ہوتا ہے اور وہی الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو اس جگہ کیلئے موزوں ہوں۔ لہٰذا قصے میں قدرتی فضا موجود ہوتی ہے اور بچوں کو قصوں سے فطری دلچسپی ہوتی ہے لہٰذا قصہ سیکھنے کیلئے بیقرار ہوتے ہیں۔ چونکہ قصہ کا پڑھنا علامتوں کے سیکھنے پر منحصر ہوتا ہے اسلئے وہ جملوں اور لفظوں کو سیکھنا اور پڑھ لینا ضروری خیال کر لیتے ہیں۔ اور خوشی خوشی سیکھتے ہیں تاکہ وہ قصہ پڑھنے کے قابل ہو جائیں۔ مگر ایک قصہ پڑھانے سے کام نہیں چلتا بلکہ چھوٹے چھوٹے بہت سے دلچسپ قصے پڑھانے پڑتے ہیں۔ اس کے بعد بچوں کو نصاب کی ریڈر پڑھائی جاتی ہے۔ بہرحال قصہ گوئی کا طریقہ سب طریقوں سے اچھا اور مفید طریقہ ہے اور وقت بھی کم لگتا ہے لیکن مدرس کو کسی ایک ہی طریقہ کا پابند نہ ہونا چاہیے بلکہ جس وقت جس موقع پر جو بھی طریقہ تفہیم کیلئے زیادہ آسان معلوم ہو۔ اختیار کرنا چاہیے۔ بہرحال یہ خود استاد کی استادی اور قابلیت پر منحصر ہے۔

لکھنا (تختہ سیاہ پر چند آسان پڑھے ہوئے چھوٹے چھوٹے جملے بہت صاف صاف لکھے جائیں

اور بچوں کے سے پڑھانے کے بعد اُن کو نقل کرنے کے لئے کہا جائے۔ اُستاد کو یاد رکھنا چاہیئے کہ بچہ کو اپنے بدن کے پٹھوں پر پورا قابو نہیں ہوتا۔ وہ اپنی آنکھ اور ہاتھ میں میل پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ وہ دھیرے دھیرے ہی موٹے موٹے خراب لفظ لکھ کر بہتر صورت کے لفظ لکھنا سیکھتا ہے۔ اس لئے حرفوں کا خوب صورت لکھنا سکھانے میں کبھی جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ لکھنا سکھاتے وقت شروع میں صرف قلم پکڑنے اور ٹھیک بیٹھنے کے طریقے پر زور دیا جائے۔ حرفوں کی صورتیں اور جوڑ آگے چل کر استاد کی معمولی نگرانی سے آپ ٹھیک اور اچھے ہو جائیں گے۔

مدرس کیلئے چند ضروری باتیں جب بچوں کو تھوڑا بہت لکھنا بھی آجائے تو پھر اس کے بعد سے سبق کی تفہیم اس طرح ہرگز نہ ہونی چاہیئے کہ ایک سبق بات چیت کا ہو اور دوسرا سبق پڑھنے کا۔ اور پھر تیسرا سبق لکھنے کا۔ کسی سبق میں صرف ایک ہی طرح کا کام نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہر سبق میں تھوڑا سا بولنا۔ تھوڑا سا پڑھنا اور تھوڑا لکھنا شامل ہونا چاہیئے۔

اگر ابتداء میں تختۂ سیاہ پر رسم خط میں لکھا جائے تو بچوں کے لئے ہر طرح پر زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ عموماً حرفوں کی شکلیں جو لفظ کے شروع میں ہوتی ہیں وہی اس لفظ کے بیچ میں اور آخر میں بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے پڑھنے والوں کو لفظی طریقہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مفرد حروف کی شکل پہچاننے میں دشواری پیش نہیں آتی۔ بیشک رسم خط کے بعد نسخ اور نستعلیق دونوں قسم کے خط آسانی سے سکھلائے جا سکتے ہیں۔ بنیادی خط کی توضیحات درج ذیل ہیں۔

ملاحظہ ہو صفحہ (۳۲)

نورجہاں

تاریخ میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ ہمایوں بادشاہ کو جب شیر شاہ سوری حاکم بنگالہ نے شکست دی تو پناہ لینے کیلئے سیدھا ایران پہنچا۔ شاہنشاہِ ہند نصیر الدین ہمایوں کے ایران پہنچتے ہی شاہِ ایران نے اس معزز مہمان کی تواضع و تکریم اور ضیافت کیلئے خواجہ محمد شریف وزیر خراسان کے نام احکام جاری کئے۔ محمد خاں والئ خراسان کے انتقال کے بعد خواجہ محمد شریف شاہ طہماسپ صفوی کا وزیر مقرر ہوا تھا۔ مگر جب چند دنوں بعد خواجہ شریف کا انتقال ہوگیا تو اُسکا بیٹا مرزا غیاث زمانے کے ہاتھوں ایسا تنگ اور بے بس ہوا کہ اسے تلاش معاش کی فکر میں مع اہل و عیال اس حال سے گھر سے نکلنا پڑا کہ صرف ایک گائے تھی جس پر اسکی بی بی حاملہ سوار تھی۔ ایک قافلے کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کیا۔ جب قافلہ قندہار کے قریب آیا تو اس وقت مرزا کا حال نہایت سقیم تھا۔ دو تین دن کا فاقہ تھا۔ اس مصیبت اور آفت میں لڑکی پیدا ہوئی۔ ایسی بے سروسامانی کی حالت میں جنگل میں لڑکی کا پیدا ہونا اُن ماں باپ کے ہاں جو ہمیشہ محل میں پاؤں پھیلا کر آرام سے سوتے ہوں کیسی سخت مصیبت اور آفت تھی۔ اس شیر خوار کو لیے چلنا کیسا پہاڑ تھا؟ اور سامان تو درکنار زچہ کیلئے کھانے پینے کا سامان ہونا بھی دشوار تھا۔ غرض رات بھر والدین روتے رہے۔ باپ اپنی حالت کو سوچا اور بولا کہ "خدائے قادر پر توکل کرو اور اس معصوم کو یہیں چھوڑ دو" ہر چند ماں کی ممتا کب معصوم کو چھاتی سے جُدا ہونے دیتی تھی، اور کس کو گوارا ہوگا؟ مگر جب کچھ بن نہ آئی تو ماں نے بھی کلیجے پر پتھر رکھ کر اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو زمین پر رکھدیا اور روتی ہوئی روانہ ہوئی۔

اب یہ ایک رات کی جان جنگل میں پڑی کبھی روتی تھی اور کبھی انگلیاں چوستی تھی۔ مگر قسمت میں تو خدا نے ملکۂ ہند ہونا لکھدیا تھا۔ پیچھے سے جو قافلہ آیا تو ایسے ویرانے میں اس تنہا معصوم کو دیکھکر سب حیران رہ گئے۔ ملک مسعود قافلہ سالار کے دل میں رحم آیا۔ گود میں اُسے اُٹھا کر منزل پر لے آیا

اب وہ حیران تھا کہ دودھ اسکے لئے کہاں سے پیدا کروں؟ کہ ناگہاں اس کو مرزا غیاث ر
خیال آیا کہ اس کے اہل وعیال ساتھ ہیں اگر یہ معصوم اس کے سپرد کروں گا تو اچھی طرح پرورش
اور حفاظت ہوگی۔ غرض کچھ ٹھیرا کر لڑکی اس کے حوالے کردیا۔ خدا نے اس مصیبت میں یہ
دستگیری کی کہ لڑکی کی لڑکی ہاتھ آئی اور روٹی کا بھی آسرا ہوا۔ ایک سواری بھی مل گئی۔
جب ملک مسعود قافلہ سالار نے مرزا غیاث کی لیاقت اور حسب ونسب کا حال دریافت
کیا تو بہت افسوس کیا۔ اپنے کاروبار میں بھی اس کو شریک بنایا اور ہندوستان میں
شاہنشاہ اکبر کے دربار میں پہنچا دیا۔ مرزا نے اپنے بزرگوں کی خدمات کا جو ہمایوں کے
ساتھ کی گئیں تھیں استحقاق بادشاہ سے عرض کیا۔ علاوہ اس کے خود بھی صاحب لیاقت،
خوشنویس، خوش بیان شاعر اور پکا منشی تھا۔ چنانچہ دربار اکبری میں دیوان بیوتات
مقرر ہوا۔ امرا کی بیبیاں شاہی محل میں اکثر جایا کرتی تھیں۔ مرزا غیاث کی بی بی بھی محل میں
آنے جانے لگی۔ وہاں ایک شاہزادی سے اسکا بہناپا ہوگیا۔ نورجہاں بھی سیانی ہوچکی
تھی۔ لڑکپن میں اس کا نام مہرالنسا تھا۔ وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ شاہی محلوں کی سیر
کیا کرتی تھی۔ محل کی سب عورتیں اس کے حُسن خداداد کو دیکھ کر دل ہی دل میں کہتی تھیں
کہ معلوم نہیں یہ آفت روزگار کس کی جان پر آفت ڈھائے گی۔ اتفاقاً ایک دن شہزادہ
سلیم کی بھی نظر اس پر جا پڑی۔ دیکھتے ہی لوٹ پوٹ ہوگیا۔ عشق خانہ خراب کی آگ اندر ہی اندر
بھڑکنے لگی۔ رفتہ رفتہ چھیڑ چھاڑ کرنی شروع کی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ شاہزادۂ سلیم نشہ کے عالم میں اِدھر سے مینا بازار میں جاتا تھا اور
اُدھر سے نورجہاں اپنی البیلی چال سے اِس طرف آرہی تھی۔ شاہزادے کے ہاتھ میں دو کبوتر
تھے۔ شاہزادے نے کہا کہ "بی لڑکی تم یہ کبوتر لے لو۔ نورجہان نے کبوتر اپنے ہاتھ میں لے لئے
اور شہزادہ سیر چمن میں مشغول ہوگیا۔ ایک کبوتر پھڑک کر نورجہاں کے ہاتھ سے اُڑ گیا۔ جب
شاہزادے گل گشت سے واپس آکر اپنے کبوتر مانگے تو صرف ایک کبوتر پایا۔ پوچھا کہ

"میرا کبوتر کیا ہوا" لڑکی نے کہا کہ "صاحب عالم! وہ تو اڑ گیا" شاہزادے نے کہا کیسے؟ اس نے دوسرا کبوتر اڑا کر دکھا دیا کہ "اس طرح" غرض اس بھولے پن کی ادا نے تو زخم عشق پر اور نمک چھڑکا ان چھیڑ چھاڑوں کی خبر جب اس کی ماں کو ہوئی تو اس نے لڑکی کا محل میں لے جانا چھوڑ دیا اور ان بیگم سے کہ جن سے بہنا یا ہو گیا تھا شکایت کی۔ شدہ شدہ ظلِ الٰہی اکبر شاہ تک یہ حکایت پہنچی بادشاہ نے خلوت میں بیٹے کو بلا کر سمجھایا کہ "شریف آدمیوں کی بہو بیٹیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا بادشاہوں کے لئے نہایت نامناسب ہے"، اور مرزا غیاث کی بی بی کو کہلا بھیجا کہ "تم اپنی لڑکی کی شادی کسی بھلے مانس سے کردو اور شاہزادے کی نظر سے اسے دور رکھو۔"

علی قلی بیگ استجلو المعروف بہ شیر افگن خاں جو شاہِ ایران اسماعیل ثانی کا تربیت کردہ اور نعمت خانہ شاہی کا ایران میں داروغہ تھا۔ بادشاہ کے مرنے کے بعد وہ انقلاب سلطنت سے ملتان میں آیا۔ عبدالرحیم خان خاناں ان دنوں ٹھٹھ (سندھ) پر لڑ رہا تھا۔ اس نے اس کو نوکر رکھ لیا۔ علی قلی بیگ نے اس لڑائی میں ایسے کارہائے نمایاں کئے کہ خان خاناں خوش ہو کر اسکو بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ شاہنشاہ اکبر نے اس کی وجاہت اور صورت کو دیکھ کر ایک اعلیٰ عہدہ دیا اور خود نور جہاں سے اس کی شادی کر دی اور بنگال میں بردوان کا علاقہ اس کی جاگیر میں دے دیا۔

جب جہاں گیر تخت ہند پر متمکن ہوا تو کچھ عرصے کے بعد شیر افگن خاں کا انتقال ہو گیا لہذا تھوڑے دنوں بعد بادشاہ جہانگیر نے اپنا پیغام پہنچایا۔ اس وقت مہرالنسا کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بڑی جوانمردی اور استقلال سے یہ جواب دیا کہ "شیر افگن خاں جیسے مرد کا منہ دیکھکر دوسرے کا منہ دیکھنا وفاداری سے دور ہے۔ اس بدنصیب کی تقدیر میں جو لکھا تھا وہ پورا ہوا۔ مگر اس بیوہ بیکس پر رحم فرمائیے!" چنانچہ اس جواب کو سنکر جہانگیر کا دل بھی اچاٹ ہو گیا اور مہرالنسا کو اپنی والدہ کے مصاحبوں میں مقرر کر دیا۔ کچھ مدت یوں ہی گزری لیکن عشق کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ مہرالنسا بھی آخر پسیج گئی اور سمجھ گئی کہ مسندِ شاہی پر کیوں خاک ڈالوں۔ غرض ان دونوں کی بڑی

دھوم دھام سے شادی ہوئی اور نورالدین جہاں گیر کی بغل میں بیٹھنے سے مہرالنساء سے نور محل اور نور محل سے نور جہاں بن گئی۔

اس بیگم کو جو اختیارات امور سلطنت میں تھے وہ پہلے کسی بادشاہ کی بیگم کو نصیب نہ ہوئے۔ نور جہاں عجیب سلیقے کی عورت تھی۔ عقل کی پُتلی، زیورِ حُسن سے آراستہ تھی اسی کے کہنے سے اسکے باپ مرزا غیاث کو اعتماد الدولہ کا خطاب اور خدمتِ وزارت ملی۔ بڑا بھائی اس کا آصف خاں دربار کا مالک ہوا۔ بادشاہ ان دونوں باپ بیٹے کے مشورہ اور صلاح کے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ اگرچہ کہ بادشاہ اس عورت کے بس میں ہونے کی وجہ سے آخر کو چنداں مفید نتائج برآمد نہیں ہوئے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ جہانگیر کے مزاج کی اصلاح اس بی بی نے بہت کچھ کر دی تھی۔ یہ اسی دانشمند اور فرزانہ بیگم کا سلیقہ، انتظام اور کفایت شعاری کا نتیجہ تھا کہ دربارِ جہانگیری کی شان و شوکت کی دھوم سارے یورپ میں مچ گئی تھی۔

نور جہاں عجیب علامہ روزگار عورت گزری ہے۔ جیسا اسکو خدا نے حُسن دیا تھا ویسا ہی عاقل اور ہوشیار بھی بنایا تھا۔ اس نے تمام سلطنت کو سنبھال لیا۔ انتظامِ سلطنت میں یہ حال تھا اور اموراتِ خانگی میں یہ کیفیت تھی کہ زیور، پوشاک، بناؤ سنگھار اور گھر کی آرائشوں میں نئی نئی ایجاد کرتی۔ لباس کو تو اس نے ایک نیا لباس پہنایا اور زیور کو اپنے پیرائے میں پیراستہ کیا۔ تزک جہانگیری میں گلاب کا عطر اسکی ماں کا نکالا ہوا لکھا ہے مگر معلوم نہیں مورخوں کو کیوں شبہ نور جہاں کی ایجاد کا ہوا ہے۔ گھوڑے کی سواری خوب جانتی تھی۔ تیر اندازی اور نشانہ بازی میں یکتا تھی۔ شکار ایسا کھیلتی تھی کہ ایک دفعہ شیر کو مارا تو کسی ظریف نے حسبِ حال یہ شعر کہا کہ:-

نور جہاں گرچہ بظاہر زن است ⁂ درصفِ مرداں زنِ شیر افگن است

لطائف و ظرائف میں بلبلِ ہزار داستاں تھی۔ حاضر جوابی میں کوئی اس کا جواب نہ تھا۔ شرفا کی مجلسوں میں آج تک اس کی حاضر جوابی کی نقلیں ہوا کرتی ہیں کہ ایک دن بادشاہ جہانگیر نے چاند دیکھا اور نور جہاں کی طرف مخاطب ہو کر یہ مصرع پڑھا ع "ہلالِ عید براوجِ فلک ہویدا شد"

نورجہاں نے اسی وقت دوسرا مصرعہ یہ پڑھا "کلید میکدہ گم گشتہ بود پیدا شد"۔ نورجہاں خود شعر کہتی اور شاعروں کی قدر کرتی تھی۔ روپیہ اشرفی پر اس بیگم کا یہ سکہ تھا کہ "بحکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور، بنام نورجہاں بادشاہ بیگم زر" اور مہر شاہی کا یہ سجع تھا "نورجہاں گشت بفضل الہ، ہمدم و ہمراز جہانگیر شاہ"۔ جس وقت دربار میں بادشاہ بیٹھتا تو پیچھے پردہ پڑ جاتا اور بادشاہ کی پیٹھ پر بیگم ہاتھ رکھے رہتی۔ غرض اب خلوت و جلوت میں اسی کا جلوہ تھا۔ اگرچہ کہ بادشاہ کی بیبیاں بڑے بڑے راجاؤں کی بیٹیاں بھی تھیں مگر نورجہاں کے آگے سب کا چراغ مدھم تھا۔ لیکن اس نیک رو، خوش خو، خجستہ منظر، فرخ اختر کا نیر اقبال جہانگیر کے دم کے ساتھ درخشاں رہا۔ جب ۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ (۱۶۲۷ء) میں بادشاہ غازی نورالدین جہانگیر کا دمہ کے مہلک مرض سے جو اس کے دم کے ساتھ تھا بعمر ۶۰ سال انتقال ہوا تو نورجہاں کے سارے بھاگ جو خاوند کے ساتھ تھے خاک میں مل گئے۔ بناؤ سنگھار کرنا، رنگین کپڑے پہننے چھوڑ دئے۔ رات دن رونا پیٹنا اختیار کیا اور مرتے دم تک اپنے دم کے ساتھ یہ سوگ رکھا۔ مگر اس حال میں بھی اپنے داماد شہریار کے شہریار بنانے کا خیال نہ چھوڑا۔ اپنے بھائی آصف خاں کو کئی دفعہ بلا کر کہا کہ شہریار کے لئے کوئی تدبیر کرے مگر بھائی کو تو اپنے گھر میں سلطنت لینی تھی وہ اپنے داماد شہزادہ خرم شاہجہاں کو چھوڑ کر شہریار کیلئے کیوں کوشش کرتا۔ اس نے بہن کو گھر میں بلا کر نظر بند کر دیا اور سب کی آمد و رفت بند کر دی۔ البتہ اس کے سوتیلے بیٹے شاہ جہاں نے بادشاہ ہو کر نورجہاں کے لئے پچیس (۲۵) لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر کر دی۔ جہانگیر کی وفات کے بعد بارہ سال زندہ رہ کر نورجہاں نے اس جہاں سے انتقال کیا اور لاہور کے قریب اپنے لگائے ہوئے باغ کے اندر خاوند کے مقبرہ کے پہلو میں ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نہ گلے ۔۔۔ نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

"تربیت کی روش یا پتھر کی لکیر"

I took a piece of living clay,
And gen:ly formed it day by day,
And moulded with my power and art,
A young ch..d's soft and yielding heart.

It came agai.. when years were gone,
It was a man I looked upon;
He still that early impress wore,
And I could change him never more!

گِلِ آدم کا لے کے مہ پارہ
میں نے اِک امتزاج پر ڈھالا
تربیت سے مری ہوا تعمیر
دلِ حساس و نرمِ طفلِ صغیر
بعد برسوں کے پھر جو آیا نظر
ایک رعنا جوان تھا وہ پسر
تربیت کی روش مگر تھی وہی
بن گئی جو لکیر پتھر کی

تبصرے

نفسیات اور اصولِ تعلیم حصّہ اول و دوم

مسٹر رائیبرن درسی کتب کے ایک مشاق مؤلف ہیں۔ انکی انگریزی کتاب کا یہ اردو ترجمہ ہے۔ جہاں تک مضمون کے مواد اور اسکی ترتیب کا تعلق ہے وہ یقینی عمدہ ہے اور مدرسین زیر ٹرینگ کیلئے بہت مفید ہے۔ ہمارے خیال میں ان اسکولوں میں جہاں تحتانیہ مدارس کیلئے مدرسین تیار کئے جاتے ہیں یہ کتب شریک نصاب کی جاسکتی ہیں لیکن اردو ترجمہ قابل نظر ثانی ہے۔ اول تو اس میں وہ اصطلاحات استعمال نہیں کیگئی ہیں جو جامعۂ عثمانیہ کی محوضہ ہیں اور عام طور پر ٹکسالی شمار ہونے لگی ہیں۔ دوسرے زبان سادہ اور بعض جگہ بامحاورہ نہیں ہے۔ مثلاً ”بیوال اپنے بچوں کی اصلاح کے درپے نہیں ہوتے لیکن ان کا تباہی مقصد یہی ہوتا ہے“ (ص ۶ س ۲) ”تعلیم بچوں کو وہ زندگی گذارنیکے لئے تیار کرتا ہے جو انہیں اس دنیا میں گزارنی پڑیگی“ (ص ۳ س ۱۷) ”ایک بچہ کو کبھی نہ ڈراؤ“ (ص ۱۲۰ س ۹) ”... کہ بچہ ... بے تحاشا اور بے ساختہ گفتگو کرسکے“ (ص ۱۶۵ س ۱۲ جلد دوم) وغیرہ وغیرہ

لکھائی چھپائی متوسط۔ کاغذ عمدہ مجلد۔ حجم ۱۶۸ و ۱۷۶ ص۔ قیمت فی جلد عہ ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔ بمبئی۔ مدراس۔

تعلیم کے طریقے مدن گوپال سنگھ صاحب

یہ بھی متذکرہ بالا کتاب کی طرح ایک مقبول انگریزی کتاب کا ترجمہ ہے۔ ابتدائی مدرسہ کے مضامین نصاب کے پڑھانے کے مختلف طریقوں پر مختلف ماہرین نے روشنی ڈالی ہے۔ اس میں اکثر وبیشتر ایسے ہیں جنکو ہندوستان کے مدارس کا تجربہ حاصل ہے۔ یہ کتاب خاص طور سے مدارس تحتانیہ کے مدرسین کیلئے تیار کیگئی ہے اور ہمارے خیال میں مفید ہے۔ اس میں اگر کوئی خامی ہے تو وہ یہ ہے کہ مضامین بہت مختصر ہیں اور مزید مطالعہ کیلئے کتابیں نہیں تجویز کیگئی ہیں۔ کتابوں کے انتخاب کا مسئلہ ہمارے اساتذہ اور طلبہ دونو کیلئے اہم ہے۔ اگر آئندہ اڈیشن میں اسکی تلافی کردیجائے تو یہ کتاب زیادہ مفید ہوجائیگی۔ لکھائی چھپائی متوسط کاغذ عمدہ مجلد۔ حجم ۲۴۴ ص قیمت عہ ناشر آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔ بمبئی۔ مدراس

ہمارا ہندوستان مینومسانی

گزشتہ چند سال میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہندوستان کے متعلق چھپی ہے جس نے آناً فاناً عالمگیر حیثیت حاصل کرلی۔ مینومسانی کی بصیرت افروز کتاب جو ابتداً انگریزی زبان میں چھپی تھی اب اسکے تراجم دیسی زبانوں میں ہورہے ہیں۔ ہمیں بڑی مسرت ہے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے بڑے اہتمام سے اسکا اردو ترجمہ شایع کردیا ہے۔ یہ ظاہری اور معنوی دونو خوبیاں رکھتا ہے۔ قابل مترجم نے ترجمہ میں اصل کا رنگ اڑایا ہے۔ انکے ترجمہ میں ترجمہ کی بوباس کا پتہ چلانا مشکل ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خشک مواد بھی شگفتہ ہوگیا ہے۔ بعض ابواب کا لب لباب نظم کرکے فاضل مترجم نے اپنے ترجمہ میں چار چاند لگائے ہیں۔ نظم کیلئے مضامین بھی ایسے انتخاب کئے ہیں جن سے اب تک ہمارے شاعر اجتناب کرتے رہے ہیں مثلاً گوبر، مشین وغیرہ۔

اس کتاب میں جدید رسمِ خط اختیار کیا گیا ہے اور بڑی مسرت ہے کہ اسکی بڑی احتیاط سے پابندی کیگئی ہے۔ لیتھو کی کتابیں غلطیوں سے پُر ہوتی ہیں لیکن یہ حیرت انگیز ہے کہ اس میں ڈھونڈنے سے بھی غلطیاں مشکل سے نظر آتی ہیں۔ تصویریں بھی نئی وضع کی ہیں اور بکثرت دیگئی ہیں۔ ہم اس کتاب کی اشاعت و طباعت پر جملہ اصحاب متعلقہ کو مبارکباد دیتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ سبق آموز اور دلچسپ کتاب ہر بوڑھے اور جوان مرد اور عورت سب کے ہاتھ میں ہوگی اور مدارس کے نصاب میں شریک کیجائیگی۔ حجم ۲۰۱ ص لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت ۸؍ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی و مدراس

تعلیم اور دیہات سدھار

آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے یہ کتاب بڑے وقت پر چھاپی ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصوں میں دیہات سدھار کی طرف توجہ ہونے لگی ہے بلکہ نارمل اسکولوں میں زیر ٹریننگ اساتذہ کے نصاب میں یہ مضمون شریک کیا جارہا ہے۔ ابتک جو مشکل تھی وہ کسی موزوں کتاب کا عدم وجود تھا جو بطور درسی کتاب استعمال کیجاتی۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اب ایک دیدہ زیب اور پر از معلومات کتاب اردو میں شایع ہوگئی ہے۔ اس کتاب کے چند باب مثلاً دیہاتی املات میں دلچسپی کا آغاز۔ دیہی قرضہ۔ کھیتی باڑی کا پیشہ۔ کفایت شعاری اسکی عمدگی اور ہمہ گیری کا ثبوت ہیں۔ یہ انگریزی کا ترجمہ ہے لیکن زبان سادہ اور رواں ہے۔ جابجا تصویروں سے مطلب کی وضاحت کیگئی ہے۔ آخر میں فہرست کتب ہے۔ اس کتاب کی مدرسین سے بطور خاص سفارش کرتے ہیں۔ ہر گاؤں کے مدرسہ میں اسکا نسخہ رہنا چاہئے۔ ہمارے ہاں کے ایسے مدارس جو مرکزی تحتانیہ مدارس قرار دئیے گئے ہیں وہ اس کتاب کو بہت ہی مفید پائینگے۔ حجم ۳۰ ص۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت عہ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس بمبئی۔ مدراس

دی آل انڈیا انڈسٹریل اینڈ کمرشیل ڈائرکٹری

یہ انگریزی زبان میں ہے جو سنہ ۴۲ء کے بابت آل انڈیا فیڈریشن بمبئی نے شائع کی ہے اسمیں ہندوستان کی صنعت وحرفت اور تجارت کے متعلق مفید معلومات ہیں نہ صرف مختلف کارخانوں اور بڑے تجاروں کے اشتہارات ہیں بلکہ ان کے متعلق مختصر تاریخی معلومات بھی بہم پہنچائے گئے ہیں۔ ہندوستان کے بعض ماہرین نے مختلف مسائل پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً سر وشوش ایر نے ہندوستان کی صنعت وحرفت پر اور محمد حضور عالم صاحب نے جوتہ سازی پر بہت دلچسپ اور پر از معلومات مضامین لکھے ہیں دیال باغ آگرہ کے متعلق بھی بہت کچھ مواد ہے۔ ان اوصاف کے باوجود اسکی قیمت بہت کم یعنی صرف دو روپیہ کلدار ہے۔ آجکل مدارس میں عملی تعلیم پر زور دیا جارہا ہے۔ ساتھ ہی ہندوستان کے بنے ہوئے سامان کی ضرورت بھی محسوس ہوتی رہتی ہے۔ اگر اس کی ایک جلد کتب خانہ میں رکھی جائے تو مناسب ہوگا۔ حجم ۱۳۶ ص۔ بڑی تختی مجلد قیمت عا۔
پتہ دی آل انڈیا انڈسٹریل فیڈریشن سر فیروز شاہ روڈ۔ بمبئی۔

اورنگ آباد ٹیچر اردو مرہٹی

حیدرآباد میں تعلیمی اخبارات اور رسائل بہت کم ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اضلاع میں اسپر توجہ ہونے لگی ہے اور جناب مولوی محمد عثمان صاحب صدر مہتمم تعلیمات کی سرپرستی اور مولوی کریم احمد خاں صاحب مہتمم تعلیمات ضلع اورنگ آباد کے علمی ذوق اور شغف کے نتیجہ کے طور پر اورنگ آباد سے ایک دو زبانی رسالہ جاری ہوا ہے۔ اسوقت ہمارے پیش نظر اسکا پہلا نمبر ہے جو بابتہ آذر بہمن ۱۳۵۱ف ہے۔ اور ہم صرف اسکے مرہٹی حصہ پر تبصرہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں کئی مضامین دلچسپ ہیں مثلاً تعلیم کی اہمیت۔ سماجیت کی تربیت وغیرہ۔ ''پیغام'' کا مرہٹی ترجمہ بہت زیادہ لفظی ہے اور مرہٹی داں کی نظر میں کھٹکتا ہے۔ ادبی نقطۂ نظر سے بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ رسالہ مطبوعہ ہو اور مدرسین کیلئے مخصوص ہو۔ ہجے۔ گرامر اور اوقاف کی غلطیاں ایک بدنما دھبہ ہیں۔ بہرحال یہ پہلی کوشش خصوصاً جبکہ مطابع کی حالت تشفی بخش نہ ہو۔ ہمت افزائی اور قدر افزائی کی مستحق ہوتی ہے۔ رسالہ کی باگ قابل اور تجربہ کار اصحاب کے ہاتھوں میں ہے امید ہے کہ اورنگ آباد ٹیچر ترقی کرے گا اور سمت اورنگ آباد میں مفید ثابت ہوگا۔ قیمت سالانہ صرف عہ ہے۔

فہرست مضامین رسالہ المعلم

جلد (۱۸)	بابتہ ماہ آبان سنہ ۱۳۵۱ ف	نمبر ۱۲

تعلیمی سیر و تفریح

دنیا جس میں ہم رہتے ہیں بستے ہیں اور ترقی پر ترقی کرتے ہیں، اس "دنیا" کا تعلق ہمارے تعلیمی اداروں سے بہت ہی گہرا ہے، خواہ وہ ابتدائی تحتانیہ کے ہوں یا انتہائی جامعہ کے۔ ان اداروں اور مدرسوں کو "فطری" و "غیر فطری" ترقی کے لئے موید و ممد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا یوں تو ترقی کے شعبے مختلف النوع ہیں، مگر ان ترقیوں کو اچھے معیار پر جلد سے جلد لا پہنچانے میں علم کی وقعت و منزلت سب سے ارفع و اعلیٰ اور "سونے پر سہاگہ" ہے۔ اس علم کے حاصل کرنے کیلئے حامیان علم و ماہران تعلیم نے درس و تدریس کے ایسے ایسے نت نئے طرق سے ہمیں آگاہ کیا ہے کہ ان سہل الحصول طریقوں سے فضل و دانش میں ممکنہ فراوانی ہوتی رہتی ہے اور اسکا

بنیادی اثر دن بدن ترقی ہی پر رہتا ہے جس کی بدولت نزاکت عقل و ذکاوت طبع کی عمارت انہیں بنیادی اصول پر شدہ کھڑی ہوتی چلی جاتی ہے اور اسی کی بدولت ایجادات و اختراعات کی کٹھن سے کٹھن منزل ایسے ہی باتربیت دل و دماغ کے بھروسے پر طے پاتی رہتی ہے۔ ایسی آگاہ بخشتی نہ صرف مطابق فطرت ہی ہوتی ہے بلکہ محصّل کی بیرونی زندگی (عملی زندگی) میں کارکردگی کے لئے کماحقہٗ تیار کرتی ہے۔ طرفہ یہ کہ نہ ہی عقل پر بے جا دباؤ پڑے۔ نہ ہی ذہن و حافظہ سے اس کی یاد غائب ہو سکے۔ اس نظریہ کے تحت "کتابی تعلیم" وہمی و قیاسی تعلیم سے زیادہ نہ سمجھی جائے گی۔ ولو فرضاً قطع نظر ان طریقہائے تعلیم کے عقل و دماغ، دل و جگر اور اعضائے رئیسہ پر "غیر اصولی تعلیم" کا ناواجبی بوجھ لاد دیا جائے گا تو سمجھ لیجئے کہ طالبان علم کے وجود ہی کو نابود کرنے کی تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔ بلکہ ان سے پیدا ہونے والی نسل۔ آگے بڑھنے والی آبادی کی بیخ و بن میں مہلک جراثیم کو داخل کیا جارہا ہے۔ بھلا ایسی تعلیم کس کی نظر کو بھلی لگے گی؟

اس قباحت کو دور کرنے کے لئے مفکرانِ تعلیم نے سیکھنے والوں کے معیار و استعداد کا لحاظ کرتے اپنی تجسسانہ و تفحصانہ نگاہیں ان کی فطرت، حرکت اور وضع قطع پر ڈالیں اور ایسے نئے نئے طریقے معلوم کئے کہ ہر درس یابندہ اپنی قوتہائے دماغی سے حسب ضرورت کام لے کر زیادہ سے زیادہ واقفیت کو محفوظ کر سکے اور اس تحفظ میں دقت نہ ہو نہ مکان معلّم کی تھوڑی سی کوششِ افہام و تفہیم کے باعث متعلم تھوڑے ہی عرصہ میں اس قدر حاصل کر سکے کہ اس کو ترقی کے مراحل طے کرنے میں زیادہ سہولت پیدا ہو جائے۔

قبل اسکے کہ میں آپ حضرات کے سامنے ایک ایسے عمدہ طریقہ کا ذکر اور اسکی وضاحت اور اچھائیاں بیان کروں میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اولاً اپنے مدرسوں کے رائجہ طریقہ ہائے بکار کے ہر دو پہلو (تعلیم و تربیت) پر سرسری نظر ڈالوں۔

ہم جسقدر بھی اس جلسے میں شریک ہیں وہ ناواقف نہیں ہیں کہ ہماری ابتدائی تعلیم کی جد و جہد رہنمایانِ تعلیم کی اتباع سے کیسے اور کس قدر کامیاب ہو رہی ہے اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں یا

کرتے ہیں اپنے اپنے مدرسوں کی حدود کے اندر ہی وقوع میں آتے اور ہمارے اکثر و بیشتر طریقے جماعت کی چار دیواری کے اندر ہی کام میں لائے جاتے ہیں۔

ہر مدرس اپنے مفوضہ مضمون کو دلچسپ و موثر بنانے کی جو کوشش کرتا ہے۔ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہی پھر رہی ہیں۔ یعنی بیرونی زندگی سے متعلق اور دنیاوی امور کے متعلقہ اشیاء کی تدریس میں کوئی مدرس تختہ سیاہ کو بنا تختۂ مشق بناتا ہے تو کبھی کوئی خاکہ جات و نمونہ جات و تصاویر سے دلچسپی پیدا کرتا ہے۔ یا کوئی کچھ نہ ہو سکے تو زبانی جمع و خرچ ہی پر اکتفا کر لیتا ہے۔ غرضیکہ کروٹیں بدل بدل کر اسی دس بیس فٹ کی جگہ میں اپنا رنگ جماتا اور ہر مضمون کی پختگی کے لئے امکانی تدابیر کو عمل میں لاتا ہو۔ یہ ہے ہمارا طریقۂ کار۔ اس طرح سے استاد و شاگرد کی صحبت کا عرصہ چھ ساعات سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور اب تو یک پہری مدارس میں تین گھنٹے کی استادی صحبت "(دیہات سدھار کام کیلئے کہتے تو شرم آتی ہے) گنوار سدھار" کام کیلئے کافی سمجھی گئی ہے۔ اس قلیل صحبت میں اخلاقی زاویہ سے ہٹا ہوا شاگرد بھی مودب بن کر خود کو محمودہ افعال و حسنہ صفات کا خوگر بتلا سکتا ہے۔ ہر معلم کا موثر سے موثر طریقہ اپنا جادو اس پر کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور مدرسہ کی چار دیواری ہی تک اثر پذیری میں کوئی کوتاہی نظر نہیں آسکتی مگر افسوس کیا جائے کہ یہ سحر کاری مدرسہ کے احاطے کے باہر مفقود ہو جاتی ہے۔ نتیجۃً تعلیم کا ساتھی پہلو "تربیت" انگشت نما بن جاتا ہے اسکی کمزوری سے بیرونی زندگی بد سے بدتر ہونے کا احتمال ہی نہیں تعلیم کے حسن کو داغدار بنا کر چھوڑتا ہے۔

پھر تو ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ کیا ہم چار دیواری کے اندر ظاہر کئے جانے والے ان طریقہائے تعلیم سے با اخلاق شاگرد پیدا کر سکتے ہیں؟ کیا ہم کاروبار دنیاوی کے لئے اپنے شاگردوں میں مدنیت داخل کر سکتے ہیں؟ کیا ان طریقوں سے نیکو صفات مجسمات بنا سکتے ہیں؟

آپ حضرات شاید نفی میں جواب دیتے ہوئے ضرور یہ اعتراض فرمائیں گے کہ جب ہم اصولی طریق پر معلومات کا ذخیرہ ان کے دل و دماغ کے خزانے میں بھر چکے ہیں اور تاثرات

میں بظاہر استحکامات بھی پائے جاتے ہیں تو ان شاگردوں کے حرکات میں تمدنی لچک و چمک یقینی ہے اور علم کی فیض بخشی۔ سے قوی امید ہے کہ وہ خود کو ہر طریقے سے۔ بیرونی زندگی کے ہر شعبہ میں درجہ امتیاز حاصل کرنیکا حق دار بنالیں گے۔

مجھے بھی اس امر سے انکار نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آپ کی سعی بلیغہ نے علم کے ناپیدا کنار سمندر میں انہیں تیرنا سکھا دیا مگر تیرایا نہیں۔ "وہ کس طرح تیرتے ہیں، کیونکر تیرا جاتا ہے" اسکا علم ٹھوس ٹھوس کر بھر دیا مگر عمل کے موقع پر نتیجہ "گنگا گئے منڈائے سُدھ کے مصداق ہوا۔ اس سے کیا حاصل۔ علم بے عمل کے بے فیض ہی نہیں بلکہ نقصان رساں بھی ہو جاتا ہے۔ اور عمل کے لئے اچھی تربیت کی سخت ضرورت ہے۔ پس وہی طریقہ سود بخش و نفاع ہو سکتا ہے جسمیں علم کے ساتھ عمل اور عمل کیلئے تربیت ہو۔ اور تربیت میں اخلاقی تربیت کی ہر زمانے میں ہر قوم میں ہر ملک میں سخت ضرورت اور بیحد اہمیت ہے۔ اس ضرورت کو پیش کرتے ہوئے اب میں آپ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا مدرس صرف درس و تدریس ہی کا ذمہ دار ہے؟ آیا اسباق کی نری افہام و تفہیم ہی اسکی کارگزاری میں شامل ہے؟ کیا مدرس کے کارنامہ کو درخشاں کرنے کیلئے "اخلاق سنوار" درس ضروری نہیں ہے؟ جب اس کا جواب میری موافقت میں ملتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم ایسے فائدہ بخش طریقۂ تعلیم سے کنارہ کش رہیں جس سے بچوں کے خیالات، حرکات اور افعال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ بھی مضامین کا ربط بھی برابر قائم رہتا ہے۔

اس کے لئے ہمیں سوچنا چاہیئے کہ مدرسہ یا جماعت کے احاطہ میں "ریا آمیز مودب شاگردوں" کی، "گریہ مسکین" طالب علموں کی ظاہرا بھولی بھولی صورتوں، اور نادان مورتوں کی چالبازیوں سے ہم کیسے باخبر ہو سکتے ہیں؟ جبکہ ایک اچھے قیافہ شناس معلم کو بھی دھوکا کھا جانے کا احتمال ہوتا ہے، میرے اس خیال کو اور اس کے گر کو وہی خوب سمجھ سکتے ہیں جو اپنی طالب علمانہ زندگی میں ایسے بیسیوں کھیل کھیل چکے ہوں اور اب عملی زندگی کی مصائب میں پھنس کر طفلانہ حرکات کے خواب کبھی کبھی دیکھا کرتے اور سوچا کرتے ہوں۔

میں نے اب تک جو کچھ عرض کیا ان سب احسن فوائد کا حال، ان تمام قبیح حرکات کا دافع اور لغزشوں سے بچانے والا طریقہ اگر ہو سکتا ہے تو وہ "تعلیمی سیر و تفریح" ہے بشرطیکہ یہ تفریح صرف تفریح طبع اور وقت گذاری کیلئے نہ ہو۔ سیر و تفریح کے مفہوم سے تو ہر شخص واقف ہی ہے۔ مگر تعلیمی سیر و تفریح میں وہ سب امور شامل ہیں جو تفریحی مشغلوں کیلئے درکار ہوتے ہیں۔

ہر دو میں فرق ہے تو اسی قدر ہے کہ عام سیر و تفریح دل بہلائی اور دنیاوی اغراض سے وابستہ رہتی ہے اور تعلیمی سیر میں طالب علموں کی دل بہلائی کی دل بہلائی ہوتی ہے اور معلومات علمی میں اضافہ۔ اسکے علاوہ طالب علمی کے تجسسانہ زندگی اور دنیاوی زندگی میں رابطہ و اتحاد قائم کرتی ہے۔

تعلیمی سیر و تفریح کیلئے اولاً جماعت میں مقررہ مقام وغیرہ کے حالات اور واقعات پر سرسری معلومات دیدیئے جاتے ہیں اور وہاں کے قابل مشاہدہ امور پر بطور خاص زور دیا جا کر خیال آرائی و قیاس پیمائی کا طریقہ سکھلا دیا جاتا ہے اور واقعہ کی مطابقت کے لئے اس کا موہوم تصور جما دیا جاتا ہے۔ پھر اس کی صحت اور بچوں کو اپنی جدت طبع کی جولانی کے لئے مقام مقررہ کا سفر آغاز کیا جاتا ہے۔

حضرات میں اس سفر کے ساتھ ساتھ اپنا خیال بھی لئے چلتا ہوں۔ آپ بھی غور فرماتے جائیے کہ آغاز سفر ہی سے کیسے کیسے انمول فوائد رونما ہوتے رہتے ہیں اور کس طرح تعلیمی مدعا دلچسپی و پختگی سے پورا ہوتا جاتا ہے۔ مقررہ وقت اور مقررہ دن حسب ہدایت "رہنما مدرس" طلبا سفر کا ضروری سامان اور سامان مایحتاج کی تکمیل کے بعد مقام مقررہ پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں کچھ تو طلبا سامان ضروری کی فراہمی ایک دوسرے کی امداد سے کرتے ہیں اور کچھ تو مدرس صاحب اپنی جد وجہد سے دستیاب فرماتے ہیں۔ ابتداہی میں امداد باہمی و ہمدردی کا سبق نامعلوم طریق پر بچے سیکھ لیتے ہیں جس بچہ کے پاس کوئی ضروری سامان نہ ہو وہ اسکی امداد سے کبھی دریغ نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے سفر کیلئے زیادہ سامان کا ساتھ رکھنا دو بھر ہوتا ہے، اسلئے ایک دو ہی چیزوں سے کل جماعت کی ضروریات تکمیل پاتی ہیں۔ یہ بچی الفت و یگانگت

پیدا کرانے کا بیش بہا طریقہ ہے تو خود اعتمادی و راست بازی کو دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھرنے کا نادر ڈھنگ بھی ہے۔

دیکھئے دورانِ سفر میں کیسے کیسے دلکش اور غیر دلکش مناظر آنکھوں سے گذرتے جاتے ہیں ــ درخت جنگل۔ ویرانے۔ آبادیاں۔ درند۔ پرند۔ ندی۔ نالے وغیرہ وغیرہ۔ ہر ایک کو ہم دیکھتے اور کسی سے خوش تو کسی سے نفرت۔ کسی پر خاص ٹکٹکی بندھی نظر تو کسی پر حسرت بھری نگاہ۔ کسی کو متعجب ہو کر دیکھا جاتا ہے تو کسی کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہیں کسی واقعہ کو دیکھ کر دل اُمنڈ آتا ہے تو کہیں کسی سے محظوظ ہوتے ہوئے دل بھر جاتا ہے تو کسی کی حالت پر دل بھر بھی آتا ہے۔ کسی دیدہ شئے کی طرف مولوی صاحب توجہ دلاتے ہیں تو کبھی نا دیدہ شئے کی طرف دھیان دلایا جاتا ہے غرضکہ ہماری سابقہ واقفیت کے ارتباط سے معلومات میں ازدیاد کی کوشش نامعلوم طریق پر ہوتی ہے اور ہمارا معائنہ و مشاہدہ کا غائر انہماک معلومات کو پختہ سے پختہ تر کرتا جاتا ہے۔ اس سے آپ خود اندازہ فرمالئے ہونگے کہ ایک تعلیمی سیاحت میں تفریح طبع کے علاوہ مطالعۂ قدرت۔ تاریخ و جغرافیہ ادب وغیرہ وغیرہ مضامین سے کیسی دلچسپی ہو جاتی ہے۔ اگر ہم تعلیم کے دوسرے رُخ پر نظر ڈالیں تو اس کا نظر انداز ہونا تو بڑی بات ہے۔ اس میں ناقابل بیان خوبی پیدا ہوتی نظر آتی ہے۔ چونکہ تمام بچے اپنے استاد محترم کی نگرانی میں ایک ہی جگہ رہتے اُٹھتے بیٹھتے بولتے کھیلتے ہیں اسلئے حفظ مراتب کی تربیت سے آپس کی گفتگو میں جو سلیقہ پیدا ہوتا جاتا ہے علاوہ ازیں آپس کے یکجائی میل ملاپ سے بُرے بھلے کی تمیز اچھے بُرے کی شناخت چھوٹے بڑوں کا پاس۔ الفت و محبت یگانگت و ہمدردی و خود اعتمادی اور اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے کرنے کی عادت گرتے کو سنبھالنے کا۔ عاجز و مجبور کی دستگیری کرنے کا مادہ بھی خود بخود پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ الغرض کوئی شریفانہ خصلت ایسی نہیں ہوتی جس کی تربیت ایسے ثمر مفید سفر میں نہ ہوتی ہو۔

یہ سن کر ہم و آپ خیرات کے دل میں شک پیدا ہوگا کہ اس قدر انمول صفتوں کی

ودیعت بہ یک وقت کیونکر ممکن ہوگئی۔ اور مدرس اپنے شاگردوں کی اصلاح اتنا جلد کس طرح کرسکتا ہے۔

اس کا جواب غور سے سننے کے قابل ہے وہ یہ کہ دورانِ سفر میں طلبا ایک منظم حالت میں آزادی پاتے ہیں اس لئے دل کھول کر اپنے اندرونی و لے جوان کے عادات و اطوار کے "پیش خیمہ" ہوتے ہیں اپنے ساتھیوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ چلبلے پن کو کام میں لاتے ہیں اور فطری و عادتی حرکات کے ظاہر کرنے سے نہیں چوکتے۔ بہ الفاظ دیگر طلبار کی ہر ایک نیک و بد چالیں اپنے ساتھیوں میں بالکلیہ ظاہر و باہر ہوتی جاتی ہیں۔ چوں نوبت بہ اینجا رسید ایک "اخلاق سنوار معلم" کو اپنے کام کے کرنے میں کس خوبی سے سہولت ہاتھ آگئی اس کا اندازہ آپ حضرات خود فرمالیں۔ ماسوا اس کے ایسے سفر کے تجربے سے ان کی آنے والی زندگی کے سفر میں آسانیوں کا پیدا ہونا بھی بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ ناتجربہ کاری کے باعث جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا ہوتا تھا ایک حد تک اس کے بیچ بچاؤ کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسکے لئے زیادہ آرام دہ سفر کبھی زیادہ فائدہ دینے والا نہیں ہوسکتا۔ سفر کی غرض و غائت کے مدنظر وہی سفر اچھا جو بچوں کے بل بوتے پر ہو اور جس سے ان میں اپنے پیر پر آپ کھڑے رہنے کی ہمت آجائے۔ یا کم از کم اس کا تجربہ ہی ہو جائے۔

غرض ایسا "آرام نما" سفر جس میں تکلیف تو ضرور ہوتی ہے مگر وہ تکلیف "جماعتی زندگی" کی بدولت بمصداق مرگِ انبوہ جشنے دارد غیر محسوس اور خوش کن ہو جاتی ہے ختم کرکے مقام معہود پر رکے۔ رکتے ہی "اٹھا پٹک" کے بعد مقامات کے سیر کی سوجھتی ہے۔ وہاں پہنچکر کیا کیا جاتا ہے؟ وہاں کے آثار، عمارات وغیرہ وغیرہ کے موجودہ حالات سے سابقہ حالات کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ ہر ایک شئے صناعی طرزِ تعمیر و فن کتابت و کتبہ جات وغیرہ وغیرہ سے توازن کیا جاکر حقیقی دریافت کا راستہ صاف کیا جاتا ہے۔ یہی وہ طبیعت کی جولانی اور دماغ

کی علو پروازی کی نشانی ہے جس سے ایک مفید تعمیری بنیاد کا قیام ہوجاتا ہے۔ غور و فکر کے بعد معائنہ و مشاہدہ کا ایسا اچھا نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ اس کے اثرات تادمِ آخر لوحِ دماغ سے نہیں دھل سکتے۔ اِدھر تو طالب علم دنیاوی زندگی میں ایک کامیاب قدم اُٹھانے کے راز سے باخبر ہوجاتا ہے اور اپنی آنے والی زندگی کو خوش اسلوبی سے گذارنے کا ڈھنگ سیکھتا ہے تو اُدھر فنا ہونے والی شاندار عمارتوں کے بنانے والے جو خود بھی فنا ہو چکے اور ان کی یادگاریں بھی فنا کے کنارے پہنچ چکی ہیں یا پہنچنے والی ہیں۔ ان ہر دو کے عبرت انگیز پیش نظر ناپائدار حالات سے دنیا کی بے ثباتی اور "کئے کے بھوگ" کو دیکھ کر چوکنا بھی ہوجاتا اور آخرت کی بھلائی کے لئے اپنا قدم پھونک پھونک کر رکھنے کے تاثرات دل میں پیدا کر لیتا ہے۔ اب آپ حضرات ہی ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ایسی علیمی تفریحیں جن سے آنے والی ہر دو زندگیوں (دنیا و عقبیٰ) کی عظیم الشان عمارت کے گرانبار بوجھ کے برداشت کی صلاحیت اور استعداد پیدا ہوجائے اور طالب علم حقیقی معنوں میں ظاہری و باطنی علم کا طالب ہوجائے تو کیا کچھ نہ فائدہ دینے والی ہیں۔

میری اس قدر تقریر کو آپ حضرات "اونٹ کی بڑ" سے زیادہ وقعت نہ دینگے جبکہ آپ کے دل میں یکایک یہ خیال پیدا ہوجائے کہ اس کام کیلئے سرمایہ کی سخت ضرورت ہے اور رعایا کی عام زبوں حالی۔ عدم اشتیاق اور خود کی بے مائگی اس قسم کے کام کی اجازت نہیں دیتی۔ میری دانست میں اس کا آسان علاج یہ ہے کہ ابتداً دور دراز کی "لامبی اننڑی" تاننے کی ضرورت نہیں۔ یہ کام پہلے گھر سے شروع کیا جائے۔ جوں جوں معلومات میں اضافہ ہوتا جائے اور شوق "ہل من مزید" کے نعرے لگانا شروع کردے تو قدم باہر نکالیئے۔ "مصمم شوق خود سرمایہ کی کنجی ہے۔" جونہی شوق کی پونجی ہاتھ لگی تو اس کی مدد سے بڑے سے بڑا کام بھی آسان ہوکر ہی رہتا ہے۔

میرے ساتھی بھائیوں کو اس بیش بہا مشغلے کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک زندہ جیتا

ہوئے حالات کو سپرد قلم کرنا اچھا جانتا ہوں۔

بیدر کے شاہان بہمنی و بریدی کی تعمیر کردہ فصیل اور قلعہ ارک کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان عمارات میں ایسے پتھر لگائے گئے ہیں جو پہلے کسی شاندار عمارت کے زیب و زینت ہوں گے۔ ان عمارات کی ٹوٹی پھوٹی چٹانیں اپنی اپنی زبانِ نقش و نگار سے صاف صاف کہہ رہی ہیں کہ ہم کسی قدیم ہندو زمانے کی یادگار ہیں"۔

یہ وہ یادگار تھی جس پر سے برسوں کی سردیاں گرمیاں گذر گئیں جس نے زمانے کی گرمی و سردی کھا کھا کر اپنی پیرانہ سالی تک بہت سے نشیب و فراز دیکھے کبھی مرجع خلائق بنے تو کبھی بوسیدگی و کہنگی کے باعث اپنی بزرگی شان کو دوبالا کیا اور اپنی وقعت کو دیکھنے دکھانے والوں کے دلوں میں قائم کر دیا۔

اسی یادگار کا ہر ٹوٹا پھوٹا پتھر اپنی فلاکت زدگی حالت میں نازک سنگتراشی کا جلوہ چھپائے صاف صاف پتہ دے رہا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں آرائش و زیبائش کے لئے کسی ماہر فن کے کامل کمال نے دلی فطری کیفیت کو پتھر پر گھڑ دیا ہے۔ نقاش کا ہر نقش یہ بھی تبلا رہا ہے کہ اس زمانے کا عام رجحان کس قسم کی نیچرل کا دلدادہ تھا

یہ وہ پتھر ہیں جو اس زمانے کے نازک خیال امراء و بادشاہوں کے دلوں میں اپنا نقشہ جما کر باعث انبساط ہوئے تھے، بہرحال مرفع الحال مکان کے کونے کونے میں انکی جگہ تھی۔ کہیں دروازوں کی پیشانی پر ان کا ستارۂ اقبال چمکتا نظر آتا تھا تو کہیں محفل رقص و نشاط میں ستون بن کر مبہوت و مست کھڑے تھے۔ کہیں کسی دیوار میں لگے ہوئے ہر آئیند و روند کی حالت کو دیکھ دیکھ کر اپنے میں آپ گم ضم رہتے۔ مگر اپنی آنے والی حالت سے بالکل ہی بے خبر تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کی مستی پاش پاش ہو کر زمانے کے ہاتھوں جگہ سے اُتر جانے والی ہے۔ اور ان کی سادہ لوح دل کشی کے مٹے مٹائے نمونے ایک زمانے کے بعد کسی آوارہ گرد سیاح کو گہرے خیالات کے سمندر میں غوطہ لگانے پر مجبور کرنیوالے

ہیں۔ اب انکی جگہ بیدر کے قلعے کی دیواروں اور اس وقت کی شاہی عمارتوں کے پیٹ
ں ہے۔ لیکن اس شان میں پھر بھی اپنے ملک و مالک کی حفاظت کی خاطر دشمن کے توپوں
کے گولوں کی مار اپنے سینے پر سہنے قلعہ کی دیواروں میں سینہ سپر بنے لگے بیٹھے ہیں۔ یہ بھی
زمانہ گذر گیا اب تو ان کا یہ حال ہے کہ زمانہ کی بے ثباتی کو دیکھ دیکھ کر ٹکڑے ٹکڑے
ہو رہے ہیں بلکہ گوشۂ گمنامی میں جا چھپ رہے ہیں۔ ایسی حضیض نکبت میں پڑی ہوئی
چٹانیں کس ٹھاؤ ٹھکانے کی ہیں۔ پتہ لگانے کے لئے ہیڑ گاپور تعلقہ او دگیر اور ننور تعلقہ اودگیر
اور چنداپور کے گرد و نواح کی سیر و تفریح کیجئے تو حقیقت آشکار ہوگی۔ اسی اطراف و
اکناف میں آبادی اور جنگل میدان میں ایسے ہی نمونے مل جائیں گے جن کا حال زار بتلا دیگا
کہ ان کے ساتھی بیدر کے قلعہ کی دیواروں میں چھپے بیٹھے ہیں یا اندرون قلعہ وہ اپنی چھاتی
پر مٹی پتھر ڈال لے کر دفن ہو گئے ہیں۔ یہ اُن کے ہی پسماندہ ہیں جو اُن دیہاتوں کے اطراف
میں دربدر پڑے پڑائے ہیں۔ اور پھر ننور و ہیڑ گاپور کی گنبد کو دیکھ کر دل خود گواہی دیتا
ہے کہ یہاں کی عمارت کو تہ خاک کرنے والوں نے اپنی یادگاریں اس یادگار کو بنا کر چھوڑا
ہے جن کی ساخت بجنسہ سلطان بہمنی و علماء برید کی گنبد کے مشابہ ہے۔

موضع چنداپور کی مسجد اور اس کا کتبہ بھی ایک ہی زمانہ کا حال بتلانے کیلئے شہادۃً
موہوم خیال پیدا کرتا ہے۔ یہ سب واقعات چند سالوں کے آگے پیچھے سے ایک ہی وقت کے
ہیں۔ ان خیالات کو میں نے اس وقت ظاہر کیا تھا جبکہ میں مدرسہ ہیڑ گاپور پر کارگزار تھا۔
اپنے ساتھی ہم پیشہ حضرات کو ماہواری تعلیمی جلسہ کے موقع پر مرکز کشنور میں مخاطب کیا تھا۔
ان میں تعلیمی تفریح کا مشغلہ پیدا کرنے کیلئے اپنے مشاہدہ کردہ امور کو تاریخی واقعات کی مطابقت
سے جدید ریسرچ میں کس طرح میں نے مدد لی اور اس کی صحت تک پہنچا۔ ظاہر کر کے طلباء
میں بھی تعلیمی سیر و تفریح کا مادہ پیدا کرنے اور اس بیش بہا عملی تعلیم و تربیت سے مستفید ہونے
کی تمنا کی تھی۔

اذر ۱۹۴۷ف میں میں قصبہ کرٹپور تعلقہ احمدپور تبادلہ ہوکر گیا۔ تاریخ وجغرافیہ کا
مضمون میری طرف تھا جنگی واقعات وغیرہ کی تفہیم کے لئے میری نظر مقامی گڑھی پر پڑی تفہیم
سے بیشتر میرے لئے ضروری تھا کہ خود پہلے واقف ہوجاؤں پھر اپنے سبق کو ہر پہلو
سے کامیاب بنانے کی کوشش کروں۔ اس گڑھی کی بیرونی و اندرونی اندر ماحول کی
حیثیت پتہ دے رہی تھی کہ اس میں ایک تاریخی واقعہ ضرور دفن ہے۔ اس موہوم خیال کو
لئے ہوئے اپنے ساتھی مدرسین مسٹر دادا راؤ ومسٹر اپا راؤ کے ہمراہی اس کی سیر کی۔ ان حضرات
کو بھی اپنی مقدور بھر وہ نکات تبلائے جو ایک تاریخی مقام کے تفریح کے ضمن میں نئے حالات
پیدا ہوتے اور سابقہ واقعات پر روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔ بڑی غور وپرداخت کے بعد ہم
اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس مقام پر کسی وقت میں کشت وخون ضرور ہوا ہے۔ یہ سچ ہے کہ
"ماحول کے خیال سے نیا خیال پیدا ہوتا ہے" اسی کی ٹوہ میں میرے ساتھیوں نے مدد
دی۔ بڑے بوڑھوں کی کہاوتوں سے نتیجہ نکالا گیا کہ اسی غالب ومغلوب خاندان کے
افراد اب تک بھی موجود ہیں جن کے پاس کچھ قدیم تحریرات بھی ہیں ابھی پوری طرح ان نوشتوں
کو جانچنے کا موقع بھی نہ ہوا تھا اسی دوران میں ایک کتبہ کا پتہ بھی مل گیا جو کسی مقام پر زمین
کے اندر موجود ہے۔ اس کے نکلوانے کی فکریں ہورہی تھیں کہ تبادلہ کا غلیتہ آپہنچا۔ بس
اب کیا تھا ہر بات ناتمام ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ سب خیالات کو وہیں
چھوڑا اور اپنے ساتھیوں میں اسکا چسکا پیدا کرکے چلتا بنا۔

اب دوبارہ میں اسی قصبہ کے قریب موضع جانول پر کارگزار ہوں۔ یہاں بھی
ماہواری تعلیمی جلسہ کا مرکز ہے۔ اتفاقاً اس سال بھی تعلیمی سیر وتفریح پر اپنے خیالات
کے اظہار کا موقع ملا ہے۔ یہاں مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ جناب اپا راؤ صاحب نے
س کتبہ کا پتہ چلا لیا جو کرٹپور میں دفن ہے۔ صاحب موصوف نے بتلایا کہ اس پتھر پر ہٹی
زبان میں یہ تحریر تھا चार वे ळ मारा मारी चार वेळ काठा काठी

یعنی چار مرتبہ مارا ماری اور چار دفعہ لٹھ بازی غرض کہ تعلیمی سیر و تفریح کا علاوہ اور خوبیوں کے یہ کیا ہی اچھا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کو جدید نامعلوم مواد فراہم ہو جاتا ہے۔ جس سے ایک دنیا نا آشنا ہوتی ہے۔ اسی چھان بین میں ہزاروں خوبیاں ڈھکی ہوئی پائی جاتی ہے۔

آخر میں آپ حضرات سے استدعا کرتا ہوں کہ مجھے اور تھوڑا وقت مرحمت فرمائیں تاکہ میں آپ صاحبین کو موضع جانول اور اس کے اطراف و اکناف کی واقعات و حالات بتلا کر آپ جملہ اصحاب کو تعلیمی سیر و تفریح پر مجبور کروں اور اپنے ساتھ طلباء کو رکھ کر ان حالات سے دلچسپی پیدا کرنے کی استدعا کروں۔ اس شوق کے ساتھ میرا ہاتھ بٹاتے ہوئے میرے قیاسات اور موہوم خیالات کی روشنی میں ان حالات کی صحت کے لئے آپ بھی تفریح میں تجسس فرمائیں۔

میرے کرم فرما صدر مدرس جناب محمد اسماعیل صاحب اس بات کے شاہد ہیں کہ جب ہم دونوں نے موضع جھری کی دیول کو دیکھنے چلے اور اپنے ساتھ ایک دو ہوشیار بچوں کو بھی لے لئے وہاں پہنچکر دیول کو بغور دیکھا گیا۔ یہ دیول زمانۂ قدیم کی ایک پائیدار یادگار ہے۔ اس دیول سے پانی کے چند چشمے بہ نکلے ہیں جس کو بہت ہی متبرک مانا جاتا ہے۔ اس دیول کی بناوٹ "ہیماڑ پنتھی" نمونے پر ہے۔ یہاں مجھے اپنے ساتھیوں پر ظاہر کرنا پڑا کہ ان دیولوں کی دیواروں وغیرہ پر جو مورتیں کھدی ہوئی ہیں وہ صاف پتہ دیتی ہیں کہ زمانۂ قدیم سے ہندوں کے ہاں ناچ گانا ضروری سمجھا گیا ہے چنانچہ کئی ایک اوتاروں کی مورتیاں اسی ناچ و رنگ کے ڈھب پر تراشی گئی ہیں بعض مورتیوں میں ناچنے کے طور طریق بتلائے گئے ہیں۔ اور بعض مورتیوں میں فن حرب کو ظاہر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہیں نیزہ سے وار کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے تو کہیں تیر چلانے کا نمونہ کھودا گیا ہے۔ کہیں پہلوانی کے کرتب دکھلاتے ہوئے زبردست کو پچھاڑا گیا ہے تو

کسی جگہ ڈھال پر وار روکنے کا طریقہ کُندا ہوا ہے ۔ چونکہ اس زمانہ میں لکھے پڑھے کمیاب تھے ۔ علم عام نہ تھا اس لئے عوام میں اس کو رائج کرنے اور سکھلانے کیلئے تصاویر کندہ کرکے بتلا دیا گیا ہے ۔ اِن سب امور پر غور کرتے ساتھی طلبا کو بتلاتے ہوئے اُن کی نزاکتوں کو سمجھاتے ہوئے ہم واپس ہوئے ۔ اثنائے راہ میں ایک واقعہ پیش آیا اس کی ٹوہ میں پندرہ بیس منٹ صرف ہوئے مگر اب تک بھی معمہ ہی رہا ۔ خدا وہ وقت لائے کہ یہ معمہ حل ہوا اور میرا مقصد پورا ہو اسی معمہ کے حل میں ہمارے بچوں نے حصہ لیا۔ اور بالآخر اس بات کی تصدیق کروادی کہ اس مقام پر کسی زمانے میں گاؤں آباد تھا جس کے اجڑے ایک دو نمونے زمین کے برابر پائے گئے ۔ چنانچہ اس گاؤں کے نام کا بھی پتہ ایک بچے نے چلایا ۔ میں سمجھتا ہوں اگر اور چند سال اسی عالم میں گذر جائیں تو اس گاؤں کے نام کا آشنا ایک بھی باقی نہ ملتا ۔ اس تلاش اور اس تفریح کا خوب لطف رہا ۔ اس ضمن میں موضع وڈول کی مسجد کی کہاوتوں کے انتخاب اور اجتماع میں یہ بات آشکار ہوئی کہ وڈول اور جانول کے درمیان جو دو تین پہاڑیاں ہیں اس میں سے وڈول کے پہاڑی پر ایک کتبہ بھی ہے جو زمین کے اندر آٹھ دس فٹ پر ہے جسکو ایک دو بار نکالا بھی گیا تھا ۔ اس کتبہ پر چاند تارے کا نشان ہے اور اس کے نیچے معلوم نہیں انگریزی یا فرانسیسی زبان میں کتبہ ہے ۔ میں نے خود پہاڑی کا بغور مشاہدہ کیا ہے وہاں چار دیواری ہونے کے علامات اب بھی زمین کے برابر ہوئے ہوئے پائے جاتے ہیں ۔ خندق کا کھدوائی بھی پائی گئی ہے ۔ اور چند قبور کے علامات بھی موجود ہیں ۔ خدا وہ وقت لائے کہ ہماری تعلیمی سیر و تفریح میں اس کا ایک صحیح واقعہ اور نتیجہ بھی برآمد ہو جو برسوں سے نامعلوم مدفون ہے ۔ امید ہے کہ آپ حضرات ضرور اس میں دلچسپی لیں گے ۔ ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ "پیشۂ مدرسی" کس درجہ اہم پیشہ ہے ۔ یہاں اس کے متعلق کچھ کہنا بے موقع ہے ۔ صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتا ہوں کہ ملک یا قوم کو جس قسم کا بننا چاہئے

اس کا سنگ بنیاد ذہین کے ہاتھوں رکھا جاتا ہے۔ آئندہ کے بنانے بگاڑنے کے محرک یہی ہیں۔ ہم بھی مدرس ہیں، استاد ہیں۔ ایک آنے والی قوم کو تیار کرنے والے ہیں اس لئے دن بدن ہمیں ایسے طریقے معلوم کرنے چاہئیں جس سے ہماری "استادیت" میں چار چاند لگیں۔ میں نے تعلیمی سیر و تفریح سے جو عملی سبق سیکھا جن کے تاثرات ابتک بھی اپنے میں پاتا ہوں اور آیندہ بھی رہیں گے۔ انھیں فوائد ہی نے قلم اُٹھانے کی ہمت بھی پیدا کی اور اپنے ٹوٹے پھوٹے خیالات کو آپ حضرات کے سامنے پیش کرنے کھڑا ہوا ہوں یہ بھی میرے محترم استاد مولوی سید سعید الدین صاحب مدرس بیدری کی نوازشات ہیں کہ انھوں۔ نے میرے تعلیمی زمانے میں جماعت کے ساتھی طلبا اور مجھ میں ایسا تعلیمی اثر پیدا کردیا جسکے بے نہایت فوائد اب محسوس ہو رہے ہیں۔ آپ حضرات کو میرا وہ ابتدائی واقعہ بتلا کر استدعا کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جب ہم بھی استاد ہیں تو ضرور ہم اپنے شاگردوں میں ایسے ہی بیش بہا مشغلے پیدا کریں جسکا اچھا اثر ان کے لوح دل سے کبھی محو نہ ہونے پائے۔

جب میں جماعت ششم میں تھا مولوی صاحب ممدوح نے بیدر کے قلعہ پر تفصیلی مضمون لکھنے کی تاکید فرمائی۔ ہمارے شوق مضمون نویسی کو ابھارنے کیلئے دوپہر کی چھٹی بھی عنایت کرتے ہوئے قلعہ کی سیر کرنے کا ارشاد ہوا۔ پھر کیا تھا چند ساعات کے بعد قلعہ کے صدر دروازے پر لڑکوں کا اجتماع ہو گیا۔ ہمارا ہر ساتھی نت نئی چال کا تھا یہ مجمع آگے بڑھا۔ ہر دروازہ۔ پتھر۔ کتبہ۔ توپ۔۔ برج۔ در و دیوار غرض کوئی بھی چیز ہماری نظر سے نہ چھوٹ سکی۔ گو کہ اس زمانے میں چپل سینڈ کی شیطانی پیک" ہمارے راستے کو بہت کچھ روکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ہمارا شوق اس کو خاطر میں نہ لاتا ہوا آگے بڑھنے پر ہمت بندھاتا تھا۔ یہ کام مولوی صاحب قبلہ کی رہنمائی میں نہیں ہو رہا تھا۔ ہماری شوق نے ہر چھوٹی بڑی چیز کا مشاہدہ و معائنہ کروایا۔ اور ہماری "بچکانی عقل" نے مقدور بھر

قیاسات وخیالات کا دریا بہا دیا۔ ہم نازاں تھے کسی بیدر کے باشندے کو اسقدر
معلومات نہ ہوں گے جتنے ہم سب نے حاصل کیا۔ اور بڑی جدوجہد سے حاصل کیا۔
دوسرے دن اپنی اپنی یادداشتیں جماعت میں مولوی صاحب کے روبرو سنائی گئیں۔ اور
استدعا کی گئی کہ ہمیں اس کے تفصیلی حالات سنائے جائیں۔ مولوی صاحب نے
بجائے اسکے کہ خود کچھ سناتے' تبلاتے' ہمارے "اشتیاقی اضطراب" سے فائدہ اٹھاتے
ہوئے مطالعۂ کتب تاریخی کی طرف توجہ دلائی۔ کتب خانے سے چند کتابیں ہی دی گئیں
اور چند ایک کتب اور بھی مل گئے۔ زیادہ چسکا لگا۔ [illegible] کیلئے ایک دو اڑتے اڑتے
واقعات بھی سنا دیے جس سے ہمارا شوق اور بھی بڑھ گیا۔ چند دنوں کے بعد جلدی میں
اپنی بساط بھر اچھا خاصہ مضمون ہم نے لکھ مارا۔ استاد بزرگوار نے [illegible] خوش کن الفاظ
سے ہمیں مسرور کیا اور محنت کی داد دی۔ دیکھئے صاحبان وہی تعلیمی سیر کی ابتدائی تحریک
تھی جس نے آج مجھ کو آپ کے سامنے کھڑا ہو کر کچھ کہنے کی ہمت دی ہے۔ وہ بھی تو ہم
جیسے ہیں۔ ایک استاد تھے جس کا اثر مجھ میں ہے۔ اور ہم بھی ایک استاد ہیں جن کا کام
صرف نام اور شاگرد ناکام۔

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے امید کرتا ہوں کہ اب آپ حضرات اس مفید طریقہ
تعلیم سے اپنے شاگردوں کو فیض اور فائدہ پہنچانے کی کوشش فرمائیں گے۔ اگر ہم اس کو
تہ دل سے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں تو یہ ممکن ہے کہ ہمارے شاگردوں میں ایسے
بھی نکل آئیں جو آئندہ اپنی [illegible] مشاہدات کی بنا پر جدت طرازی کے
نئے نمونے پیش کر سکیں۔

(ہندو)

پپیتے سے پپین Papain کی تیاری

ہندوستان میں خام اشیاء کی اسقدر کثرت ہے کہ ان سے کئی دوائیں بڑی مقدار میں تیار کیجا سکتے ہیں چنانچہ پپیتے سے ایک اہم مرکب حاصل کیا جاسکتا ہے جسکو پپین Papain کہتے ہیں۔ یہ پپین سے بہت ملتا جلتا ہے۔ جنگ کی وجہ سے پپین کی مانگ دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ خود ہمارے ہاں اس کی مانگ اسقدر زیادہ ہے کہ آج کل پپیتے کی کاشت ضرور فائدہ بخش ثابت ہوگی۔
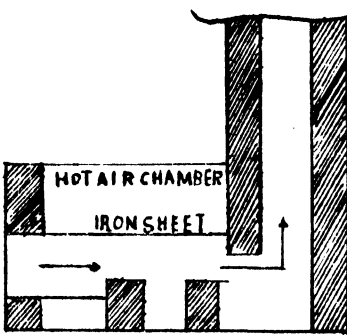
HOT AIR CHAMBER
IRON SHEET

ابتدا میں پپیتے کی کاشت امریکہ کے گرم علاقوں میں ہوتی تھی۔ اب سے تین سو سال پہلے غالباً پرتگال والے اس کو اپنے ساتھ ہندوستان لے آئے تھے۔ لوگوں کے مرغوب خاطر ہونیکی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ بہت جلد پھل دینے لگتا ہے۔ اس پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ کسی زمین میں بھی بارآور ہوسکتا ہے بشرطیکہ زمین دلدل نہ ہو۔ علاوہ بریں [illegible] پھل بڑا اور ذائقہ دار ہوتا ہے۔

پپیتا ایسا پھل ہے جس کی کاشت [illegible] ن بھر [illegible] ہوتی ہے۔ کیا امیر اور کیا غریب سب ہی اس کو کچا اور پکا دونوں حالتوں میں کھاتے ہیں۔ بعض سائنسدانوں نے تحقیق کی ہے کہ اس میں حیاتین الف، ب، ج اور د پائی جاتی ہیں۔ گو یہ ہمارے ہاں ایک نہایت ہی عام پھل ہے مگر اسکی کاشت پر ہم کوئی خاص توجہ نہیں دیتے

اور نہ اس کی تجارت کر کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اکثر مقامات پر تو یہ دیکھا جاتا ہے
کہ پڑے ہوئے بیج ادھر اُدھر اگ جاتے ہیں کوئی ان کا خیال تک نہیں کرتا۔ جنگ
کی وجہ سے پیپین جو پپیتے سے دستیاب ہوتا ہے بازار میں اس کی مانگ بڑھ گئی
ہے اور یہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو سکتا ہے۔ اس مضمون میں پیپن کی تیاری کے
طریقے کا خاکہ مختصراً دیا گیا ہے اور پپیتے کی کاشت کے متعلق چند ہدایات لکھی ہیں۔
پھل کو لوگ کثرت سے کھاتے ہیں کچے پھل کا دودھ ہاضمہ اور ضعفِ معدہ
dyspepsia کے لئے مفید ہے۔ جلدی امراض اور بواسیر کا اس سے علاج
کیا جا سکتا ہے۔ جگر اور طحال کا ورم اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اسہال diarrhoea
اور خناق (diphtheria) کی صورت میں بھی اس سے عمدہ نتائج حاصل ہوتے
ہیں۔ عورتیں اس کا دودھ جھائیاں دور کرنے کے لئے چہرہ پر استعمال کرتی ہیں۔ یہ طاقتور
دافع کرم (Vermifuge) ہے اور پکا ہوا پپیتا ہلکا سا منضج laxative
ہے۔ پپیتے کے بھی وہی خواص ہیں جو پھل کے ہیں۔ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ
گوشت کو اسکے پتے میں لپیٹ کر رکھ دیں تو چند گھنٹوں میں گوشت گل جاتا ہے اور
اس کے ریشے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ پپیتے کے بیج کا ذائقہ چبھتا ہوا ہوتا ہے
اور اس سے پیٹ کے کرم مر جاتے ہیں۔ اس کی جڑیں مقوی اعصاب ہوتی ہیں۔ اس
ظاہر ہے کہ اس پودے کا ہر حصہ سرے سے لیکر جڑ تک کسقدر فائدہ بخش ہوتا ہے۔

کاشت

پپیتے کی کاشت نہایت آسان ہے۔ یہ درخت ہر جگہ خود بخود بغیر کسی
نگہداشت کے اگ جاتا ہے۔ اچھی قسم کا پھل کھانے یا پیپین حاصل کرنے کیلئے
مطلوب ہے تو چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ خانہ باغ میں عام طور پر چند پودے
ایسی جگہ لگائے جائیں جہاں پانی خوب ملتا رہے۔ زیادہ پیمانہ پر اسکی کاشت مقصود ہو تو
زمین کا ایک تختہ اس کے لئے خاص طور پر تیار کر کے مختص کیا جائے۔

چکنی مٹی میں یہ پودا خوب اُگتا ہے جس میں نامیاتی مادّے اور جانوروں کے فضلے کی بہتات ہو۔ بیج بونے کیلئے موسم گرما میں تین فٹ چوڑے اور تین فٹ گہرے گڑھے کھود دے جاتے ہیں۔ عام طور پر اسکے بیج بوئے جاتے ہیں۔ پودے اُگنے کے بعد تیار کئے ہوئے گڑھوں میں ان کو منتقل کیا جاتا ہے۔ بارش کے زمانہ میں یعنی جون سے نومبر تک بیج بو دئے جاتے ہیں اس کے بعد جو بیج بوئے جاتے ہیں اُن سے پھل اچھے حاصل نہیں ہوتے۔ گرم مرطوب ہوا کی مدد سے بیج جلد اُگ جاتے ہیں۔

باغ میں بیج بونے کے لئے چھ فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی کیاریاں تیار کیجاتی ہیں۔ مٹی کو کھود کر خوب باریک اور نرم کیا جاتا ہے۔ ہر کیاری میں ایک ٹوکرا بھر خوب سڑی ہوئی کھاد ڈالی جاتی ہے اور دو ٹوکرے پت کھاد (leaf mould) کے ڈالے جاتے ہیں۔ بالٹی کے ذریعہ آہستہ سے پانی ڈالا جاتا ہے۔ پانی خوب برسنے کے آثار ہوں تو کیاریوں پر گھاس بچھائی جاتی ہے۔ تین یا چھ ہفتے میں بیج اُگ جاتے ہیں۔ ایک مہینے کے بعد جس وقت پودے نو انچ کے ہو جائیں ان کو تیار کی ہوئی کیاریوں میں منتقل کیا جائے۔ ہر گڑھے میں دو سے زیادہ پودے نہ بوئے جائیں اور ان کے درمیان آٹھ فٹ کا فاصلہ رکھا جائے۔ اس طرح پر ۴۰۰ ۱ پودوں کے لئے ایک ایکڑ زمین درکار ہوگی اور ۴ یا ۶ آونس بیجوں کی ضرورت ہوگی۔ گجرات اور واشنگٹن کے بیج اچھی قسم کے ہوتے ہیں اور یہ کسی مشہور تخم فروش سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔

پودے منتقل کرتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ ہر گڑھے میں آدھا ٹوکرا کھاد ڈالی جائے۔ پانچ یا چھ مہینے کے بعد ہر پودے کو ایک یا دو ٹوکرے کھاد دیجائے۔ ہاتھ سے پانی ڈالنا ہو تو پودوں کے آنے میں ہر دوسرے دن دو بالٹیاں پانی ڈالا جائے۔ جہاں نہر کے ذریعہ پانی پہنچایا جاتا ہے وہاں ہفتہ میں ایک مرتبہ پانی دینا کافی ہے۔ دوسرے پھلدار درختوں کے ساتھ اسکے پودے ہوں تو ان کے ساتھ انکو بھی پانی ملجاتا ہے

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ پانی پودوں کے گرد جمع نہ ہونے پائے کیونکہ اس سے پودے سرسبز نہیں ہوتے۔ پودوں کو ہوا کے تیز جھونکوں سے بچایا جائے ورنہ وقتِ واحد میں کئی پودے اکھڑ جانے کا امکان ہے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ بعض پودوں کی طرح یہ بھی ایک جنسی (uni-sexual) ہوتے ہیں یعنی ایک ہی پودے میں نر اور مادہ کے خواص نہیں پائے جاتے۔ صرف مادہ پودے پھل دیتے ہیں۔ عام طور پر پانچ مہینہ میں یہ بار آور ہوتے ہیں۔ اسی زمانے میں نر پودوں کو شناخت کر کے ان کو اکھاڑ دیا جائے۔ البتہ فی ایکڑ ۱۰ فیصدی پودے برقرار رکھے جائیں۔ خالی جگہ پر دوسرے پودے نصب کر دئیے جائیں۔ ایک سال ختم ہونے پر یہ پھل دیتا ہے۔ پھلوں کو درخت پر ہی پکنے چھوڑ دیا جائے تو یہ بڑے لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتے ہیں اور بازار میں بھی فوراً فروخت ہو جاتے ہیں۔ گو پپیتے کا درخت دس سال تک زندہ رہ سکتا ہے۔ مناسب ہے کہ پانچ سال کے بعد درخت اکھاڑ دیا جائے۔

بیماریاں پپیتے کے درخت میں یہ ایک اچھی بات ہے کہ کیڑوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جہاں اور ثمرہ دار درخت مختلف بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں یہ ان تمام سے محفوظ رہتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی یہ مرض "Ripe rot" پکا پھل سڑنے سے متاثر ہو جاتا ہے۔ عام طور پر کچے پھلوں پر اس مرض کا اثر نہیں ہوتا۔ بعض اوقات پکے پھل میں یہ مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی پہلی علامت یہ ہے کہ سفیدی مائل زرد رنگ کا داغ پھل کے پوست پر نمایاں ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ حصہ نرم ہوتا جاتا ہے۔ اس تمام پھل سکڑنے لگتا ہے۔ آخر کار وہ سڑ جاتا ہے۔ [illegible] مرض کا سخت حملہ ہوتا ہے تو [illegible] درخت میں جراثیم پتوں اور تنے پر اثر کرتے ہیں۔ اس کا بہترین علاج یہ ہے کہ Burgundy mixture (برگنڈی

آمیزہ چھڑک دیا جائے۔ آمیزہ اس طرح تیار کیا جائے۔ ۱۰ پونڈ نیلا تھوتھا copper sulphate اور ۱۲ پونڈ شوبی سوڈا (Washing soda) ۵۰ گیلن پانی میں حل کیا جائے۔

چونکہ اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ دیہات کے باشندوں کو بتلایا جائے کہ پپیتے سے پیپن کس طرح تیار کیا جاتا ہے۔ اس کی تیاری کا طریقہ درج ذیل ہے۔

گھر میں اسکو نہایت آسانی کے ساتھ تیار کیا جاسکتا ہے۔ اس میں بڑی بڑی کلوں کی ضرورت ہے اور نہ کسی خاص تجربہ خانہ کی۔ صرف پپیتے کا دودھ جمع کرلینا کافی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہرے اور کچے پپیتے پر لکڑی، ہاتھی دانت کے ٹکڑے، ہڈی یا بانس کے چھلکے سے خراش ڈالی جائے۔ بالعموم دودھ صبح کے وقت جمع کیا جائے کیونکہ اس وقت دودھ خوب نکلتا ہے۔ آدھے آدھے انچ کی دوری پر ہلکی سی خراشیں ڈالی جائیں تو دودھ بہت تیزی سے نکلتا ہے۔ اس کو کسی ادھاتی پیالہ میں جمع کیا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد دودھ کا نکلنا کم ہوجاتا ہے اور خراش پر جم جاتا ہے اس کو بھی کھرچ کر جمع کئے ہوئے دودھ میں شامل کرلیا جائے۔ دودھ جمع کرنے کا عمل چار روز میں ایک مرتبہ کیا جائے۔ دودھ کو مٹی یا شیشہ کے برتن میں رکھا جائے اور فوراً ہی خشک کرلیا جائے ورنہ اسکی تحلیل ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

چھوٹے پیمانہ پر دودھ کو خشک کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ جمع کئے ہوئے دودھ کو شیشہ کی پتلی تختی پر اس کی پتلی سی تہ پھیلا کر دھوپ میں رکھ دیں۔ بڑے پیمانہ پر یہ عمل بھٹی یا گرم کمرہ میں کیا جاسکتا ہے۔ ۶ فٹ لمبا تین فٹ چوڑا اور تین فٹ اونچا کمرہ اینٹوں کا بنایا جاسکتا ہے۔ لکڑی کے چوکھٹوں پر ٹاٹ کر اس پر جمے ہوئے دودھ کی ہلکی سی تہ پھیلا دی جاتی ہے۔ ان چوکھٹوں کو گرم کمرہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ کمرہ کو گرم کرنے کے لئے کوئلہ یا ناریل کے چھلکے جلائے جاتے ہیں ان کی بجائے کوئی اور چیز

جلائی جائے تو دھواں بہت زیادہ نکلتا ہے جس سے دودھ کے بگڑ جانے کا امکان ہے۔ زیادہ حرارت پر اس دوا کا جوہر ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لئے تپش کسی صورت میں ۱۰۰ فارن ہیٹ سے بڑھنے نہ پائے۔ سوکھنے پر دودھ سکڑ جاتا ہے لہذا کئی کشتیوں میں کا سوکھا ہوا دودھ ایک ہی برتن میں جمع کر کے اور خشک کیا جائے یہاں تک کہ اسکو ذرا سا دبانے پر سفوف بن جائے۔ تیز دھوپ میں خشک کرنے کے لئے دو یا تین دن لگتے ہیں اور گرم کمرہ میں محض چھ گھنٹے کافی ہیں۔

دودھ جب بالکل سوکھ جائے تو اسکو پیس لیا جائے۔ سفوف کا رنگ زردی مائل ہوگا اور اس میں ایک خاص قسم کی بو ہوگی۔ سفوف کو ڈبوں یا بوتلوں میں بھر کر اُن کے مُنہ مضبوط بند کر دئے جائیں تاکہ ہوا داخل نہ ہونے پائے۔

کہا جاتا ہے کہ سیلون میں ہر درخت سے اوسطاً ۴ اونس خشک سفوف حاصل ہوتا ہے جس کی قیمت ۱/۲ فی پونڈ ہوتی ہے۔ گجرات کے پپیتے سے بھی اتنی ہی مقدار حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے سنگاپور کے پپیتے سے اس کی دُگنی مقدار حاصل ہوتی ہے۔ متعدد تجربوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ایک ایکڑ رقبہ سے ۲۰۰ روپے کی آمدنی ہو سکتی ہے۔

پپیتے کی کاشت مشکل ہے اور نہ گراں۔ پپین کو گھر پر تیار کر لینا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آج کل ادویات کی مانگ زیادہ ہے۔ ایسی صورت میں پھل فروخت کرنے کی بجائے پپین تیار کر کے بیچنے میں اس سے زیادہ فائدہ ہے۔ ان تمام امور سے ظاہر ہے کہ پپین کی تیاری کو گھریلو صنعت بنایا جا سکتا ہے۔

سیرت سازی طلبہ میں اساتذہ کا حصّہ

تعلیم میں سیرت سازی کا مقصد ایک ایسا موضوع ہے جس پر جس قدر بیان
کیا جائے وضاحت خود تشنہ رہ جاتی ہے۔ اس میدان میں ماہرانِ فنِ تعلیم نے جو
خاص دل و دماغ کے مالک ہیں سیر حاصل بحث کی ہے۔ مزید طبع آزمائی کی گنجائش باقی
نہیں رکھی۔ لیکن علم و مشاہدہ اور آتشِ شوقِ تجسس نے بیدار طبیعت والوں کیلئے ابھی تنگ دل
ہونے نہ دیا اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں کہ آئے دن کے نظریئے اور نقاطِ نظر
کے سبب دنیائے تعلیم میں انقلابات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے ہر چیز نفسی نشو و نما
کے پہلو بہ پہلو ارتقائی منازل طے کرتی ہے۔

پروفیسر اسپرنگ ماہرِ نفسیات نے اپنی کتاب میں سیرت کی تعمیر میں ممد
ہدایاتِ تعلیم معاون ہونے والے عناصر کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ "تا وقتیکہ طالب علم
کی ذات میں مستحکم اور بلند نصب العین جاگزین نہ کیا جائے اور اس کے حصول کی
خاموش آرزو نہ کی جائے۔ تخیل اور تفکر قدرِ حیات کے احساس سے معمور نہ ہوگا۔ کبھی
اس کا میلان طبع علوی پُر نور بلندیوں کی جانب نہیں ہو سکتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا
کہ صرف حسی لذت کا شعور اس کو عالمِ سفلی کی پستی میں گرا دے گا" ظاہر ہے کہ فی زمانہ
مادیت کے بھوت کا کچھ ایسا منتر چل گیا ہے کہ خود بینی اور سروری کی ہوس نے نئی نئی
ایجادات و انکشافات کا واحد منشا خونریزی و بالآخر خودکشی تک قرار کر لیا ہے جس کا ثبوت
ہماری روزمرہ زندگی ہے۔ جب تک کہ تعلیم کا مقصد سیرت سازی فی الحقیقت ہو الفاظ
بغیر تفتیش کے شرمندۂ معنی ہوں گے۔ دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ علم اخلاق میں کوئی مناسب

نہیں ہوا کرتا جس طرح ”حسین جسم میں حسین روح کا ہونا لازمی امر نہیں“ حیات انسانی کی قدر انسانیت کے درجہ کے حصول کی تدابیر اور لذتِ سعی پر منحصر ہے جسکے لئے موزوں ماحول اور روشن ضمیر تربیت کی ضرورت ہے۔ علم دماغ سوزی کا نام ہے اور اخلاق یا سیرت نتیجہ پاکبازی کی راہ پر استقامت کے ساتھ گامزن ہونے کا۔ اول الذکر دماغ روشن کرتا ہے اور ثانی الذکر روح کو منور و منزہ کرتا ہے۔ قرآن حکیم بھی اسی بات پر زور دیتا ہے کہ وہی انسان اشرف و اعلیٰ ہے جس کا عمل خالص صداقت اور بے ریا محبت کا حامل ہو۔ اور یقیناً ہر مقدس کتاب میں یہی دعوی کیا گیا ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ علم کا مدعا سیرت سازی ہے۔

سیرت سازی میں تعلیم کا موقف حکیم سقراط ”ایک وہ کاریگر ہیں جو بے حس و حرکت تصاویر اور مجسمے تیار کرتے ہیں۔ دوسرے وہ صناع ہیں جو ایسی جاندار انسانی صورتیں گھڑتے ہیں جنھیں قوائے عقلیہ و عملیہ عطا کیگئی ہیں تم بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون سے صناع زیادہ قابل تعریف ہیں“ سقراط نے منصب معلمی کو کس قدر سراہا ہے! ہر فن کا مالک اپنے فن میں کمال پیدا کرتا ہے لیکن اسکے اوزار بے جان ہوتے ہیں اور مدرس کو جیتے جاگتے اوزار یعنی طلبہ سے سابقہ ہے۔

یہاں پر Idealisation اور Realisation میں امتیاز ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ ہمارا تخیلی نصب العین تو سنہری حروف میں لکھا جا سکتا ہے لیکن اسی خیال کو عملی جامہ پہنانا کس قدر ہمت شکن اور صبر آزما مرحلہ ہے۔ اور ہم میں ایسے کتنے ہیں جو اس میدان [illegible] ہونے کا دعوی کر سکتے ہیں؟ شاعر کی طرح مدرس پیدا ہوتا ہے۔ ذریعہ معاش جب [illegible] ہو تو طلبہ میں [illegible] یات، خصائل حمیدہ، استقامت، راستبازی، ایثار، وغیرہ کی خصوصیات کیونکر [illegible] کیجا سکتی ہیں؟ کسی قوم کی تعمیر دراصل اس قوم کے مدرسے کے احاطہ میں شروع [illegible] ہے۔ معلم کا علم، کردار، توارث، و ماحول متعلم کے لئے نہ صرف

علمی فضا پیدا کرتا ہے بلکہ علمی دنیا کا ہیرو بھی بنا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ قوم کا عروج و زوال اسی کی سعی اور تغافل پر موقوف ہے۔ یہ خود مجسم کمال ہو تو اس کا پرتو وہی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ طالب علم گویا معلم کا رفتار و گفتار اور قول و فعل میں عکس ہوتا ہے۔ جام جمشید ہو تو جہاں بینی بھی ممکن ہے۔

مملکت کا فرض

"کسی سلطنت کی اس سے بڑھکر اور کیا شریفانہ خدمت ہو سکتی ہے کہ آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت کیجائے"۔

ہماری ریاست ابد مدت نے اس خصوص میں اس فراخ دلی اور وسیع النظری سے کام لیا ہے کہ از روئے بجٹ فی طالب علم تقریباً دس روپیہ خرچ عائد ہوتا ہے اتنی کثیر رقم اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں تو دنیا کی آج کوئی گورنمنٹ صرف نہیں کر رہی ہے۔ دیگر ممالک میں سرکاری مصارف معین ہیں۔ مخیر حضرات کے عطیات اور قومی امداد نظام تعلیم کے بار کو ہلکا کرتی ہے۔ لیکن سیرت سازی تو کجا فیصدی تعلیم یافتہ کا حساب دیکھئے۔ سچ ہے جبتک قوم میں احساس کی بیداری نہ ہوگی شوق تعلیم مفقود ہوگا اور اخلاق یا سیرت جو تعلیم کی روح کہنی چاہئے ہم میں ناپید ہوگی چشم کور کو آفتاب عالمتاب سے شکایت نہ ہونی چاہئے۔

معلم کی مجبوریاں

افلاس و روایت پرستی و احساس کمتری کی سرزمین میں جسکو مردہ کہنا چاہئے جوہر نایاب کا وجود میں آنا اولاً مشکل ثانیاً اس فضا میں سرسبز ہونا دشوار، نہ علم آموز فضا ہے نہ سامان تربیت، ادھورا تقلیدی علم، تربیت کا فقدان تو بھلا اسکی پودا پیداوار جس قدر گراں قدر ہوگی ظاہر۔ صرف سلف کے کارناموں کو دہرانا اور خود کچھ نہ کرنا کس چیز پر دلالت کرتا ہے۔ جز معاشی، کثیر العیالی، ضابطہ کی جکڑ بندیاں، صحت کی خرابی غرضکہ صدہا رکاوٹیں فرائض منصبی کو کما حقہ ادا کرنے میں سد راہ ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر مدرس میں صبر، استقلال، دیانتداری، طلبہ سے خلوص و یگانگت برتنے کی اہلیت پائی نہیں جاسکتی۔ ضبط نفس جو بڑا اسر... ہے اس سے بالکل

معرا ہے۔ طریقۂ تعلیم وہ اچھا جو طالب علم کی کوتاہی کا اندازہ لگا کر مناسب حال تفہیم کیجائے۔
محبت جب قہر سے متبدل ہوتی ہے تو مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

سیرتِ طلبہ میں ماں کا حصہ

سیرتِ فرزندہا از امہات
جوہرِ صدق و صفا از امہات
اقبال

آج جس نسوانی نظامِ تعلیم و ترویج پر نعرہ زنی کیجا رہی ہے حق بجانب ہے کیونکہ وہ نسوانی دائرۂ عمل سے ہٹ کر تقلیدی زمرہ میں شامل ہے۔ لیکن جس تعلیم کی عورت کو ضرورت ہے اس سے بھی بدظنی تو اس تصورِ فہم کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟ بچہ بالخصوص ماں کی نقل ہے اور اس کے تاثرات عمل و عقیدہ کے اعتبار سے زندگی بھر باقی رہتے ہیں۔ بچہ کا پہلا مکتب ماں کی گودی ہے۔ غیر تعلیم یافتہ ماں اپنے بچہ کے ورثہ میں بجز چند نقائص کے اور کیا دے سکتی ہے؟ جبلت یا خصلت کی اہمیت کیا سمجھ سکتی ہے۔ اس کی تربیت تو درکنار۔ میں نے ایک رسالہ میں دیکھا تھا کہ ایک دانشمند ماں نے دو سال کی عمر میں اپنے بچہ کو نپولین کے حوالہ کرنا چاہا تاکہ وہ قوم کے کام کا بن سکے تو نپولین نے اس کو جواب دیا کہ اب اسکی تربیت کیا ہو سکتی ہے۔ اس چیز کا زمانہ ختم ہو چکا۔ تو حضرات جائے غور ہے۔ ہمارے بچے جو مدرسہ میں چھ سات سال کی عمر میں بے راہ روی رکیک عادات و خصائل کو عدم تربیت کی جگہ اپنے ساتھ لائیں تو گنتی کے چند گھنٹوں میں تعلیم اس کی سیرت سازی میں کس قدر حصہ لے۔ بچہ مدرسہ میں ۵ گھنٹے رہتا ہے تو گھر اور بازار میں بقیہ اوقات، ان مضر ارتسامات کا ذہن سے محو کرنا اور نئے نقوش بٹھلانا کس قدر مشکل کام ہے! علاوہ ہندوستانی گھریلو زندگی کی فضا ایسی ناخوشگوار ہوتی ہے کہ والدین اور عزیزوں کے روزانہ کی جھگڑے نا ملائم طور اور الفاظ بچوں میں اس افتاد کی بنا ہیں۔ بچوں کی جانب والدین کی بے توجہی کا احساس۔ غذا، صحت تعلیم و تربیت میں سمِ قاتل سے کم نہیں ہے۔ جب سرچشمہ گدلا ہو تو شفاف نہر کی توقع خلاف قیاس و گمان

ہے ۔ دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ ہیرو جہاں کہیں بھی پیدا ہوئے ہیں اسکا باعث مائیں ہے،
اگر ماں حلاوتِ علم و ذوقِ تربیت سے بہرور نہ ہو تو بھلا سیرت کا تصور بھی کہاں پیدا
ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا قوم کی تعمیر میں پہلے پہل نسوانی نظام تعلیم کا تعین ضروری ہے ۔
اب تک اس موضوع پر جو استدلال پیش کیا گیا اس کا تعلق خارجی عناصر پر
تھا جہاں معلم کی ذات مجبور محض ہے ۔ بحالت موجودہ ان کوتاہیوں کے باوجود معلم
اپنی داخلی سعی و جد و جہد سے یہ دیکھتا ہے کہ طلبہ کی تشکیل سیرت میں کہاں تک حصہ
لے سکتا ہے اور اپنے درسی تجربہ کی روشنی میں کس حد تک مفید نتائج برآمد کر سکتا ہے
ایک ماہر تعلیم کا قول ہے Children have more need of models than critics.
بقول ریمنٹ کے انفرادی سیرت کا کوئی ترقی یافتہ علم موجود نہیں، اگرچہ کہ نفسیات
نے ذہن کے عناصر ترکیبی کی تحلیل اور ترکیب میں بڑی ترقی کی ہے ۔ لہٰذا
عام مشاہدہ ہی کام میں لایا جا سکتا ہے ۔ طلبہ مزاج یا طینت کے اعتبار سے سست یا چست
ذہین، کم فہم وغیرہ ہوتے ہیں اس اعتبار سے معلم کا کام سخت مشکل ہے لیکن ایک فرض شناس اور
فن سے واقف کار مدرس طلبا کا مقام آخر تلاش کر ہی لیتا ہے بعد ازاں حسب ضرورت
و مدارج فہم و فراست کی بنیادی تعمیر کا کام آغاز کرتا ہے ۔ تمثیل بالا میں نمونہ
پر زور دیا گیا ہے ۔ زجر و توبیخ کے بجائے وہ خود ایک نمونہ بنتا ہے اور اس کی تقلید
کے لئے تکرار کے ذریعہ ترغیب دلاتا ہے اور جماعت میں محبت اور سکون کی فضا پیدا کرتا ہے،
کہ بچے اس میں خشک تعلیم کا جبر محسوس نہیں کرتے بلکہ ذاتی سعی اور دلچسپی کی بدولت محو ہو جاتے
ہیں ۔ طرز عمل ایسا ہوتا ہے جس سے بچہ مدرسہ میں اپنے تئیں فرض نہیں کرتا لیکن تعلیم ہی
ایک دلچسپ مشغلہ بن جاتا ہے ۔ بچوں کی جبلتوں کا احساس اور علم اور اسی کے مطابق تربیت
کیا جانا ہی منصب معلمی کا طرۂ امتیاز ہے ۔ معلم کے لئے ضروری ہوگا کہ حسب ذیل جبلتوں کا
تربیت میں خیال رکھے ۔

بچے بالعموم مدرس کی ہو بہو قول و فعل میں نقل ہوتے ہیں چونکہ نقالی اُن کی خاص خصوصیت ہے ۔ اور یہ اثر طلبہ پر لاشعوری طور پر ہوتا ہے ۔ طالب علم میں اثر پذیری کا مادہ ہوتا ہے ۔ بچہ کی فطرت نرم اور لچکدار ہوتی ہے اور ہر قسم کے نقوش اس کے دماغ پر مرتسم ہوتے رہتے ہیں ۔ خوش اخلاقی سیرت کی ابتداء اور انتہا ہے ۔ ضبط نفس ہی وہ شے ہے جو معلم کو قہر اور درشتی کی تدریس سے باز رکھتی ہے ۔ خلوص سے کام کی ابتدا ہونی چاہیئے کیونکہ کام مشکل ہے ۔ بچے مختلف ماحول، ذہن، اور توارث اور تربیت کے ساتھ مدرسہ کی چار دیواری میں اکٹھا کئے جاتے ہیں ۔ ان میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنا کار دارد کا مصداق ہے ۔ میں نے اپنے اساتذہ میں سے بعض کے نقوش اپنے ساتھیوں پر بہت دیر پا دیکھے ہیں مثلاً Ideal Teacher کی نقل وضع قطع، بول چال، خط کی تقلید، طرز معاشرت کی نقل غرضکہ زندگی کے ہر درخشاں پہلو کی نقل کرتے ہیں ۔ مختصر یہ کہ ایسے طلبہ آنیوالی زندگی میں کامیاب ہیں ہر چیز میں اثر اندازی یا اثر پذیری لاشعوری طور پر اپنا اپنا عمل جاری رکھتی ہے ۔

نصاب تعلیم میں تشکیل سیرت کیلئے ممد و معاون مضامین یوں تو اکثر مضامین میں جمالیاتی، اخلاقی، سماجی کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوتا ہے ۔ لیکن یہاں پر صرف زیادہ مفید مضامین سے بحث کی جاے گی ۔

(ا) دینیات یا اخلاقیات ۔ عقیدہ کا استحکام ضروری ہے، یہ وہ مضامین ہیں جن میں انسانی غرض و غایت اور فرائض سے بحث ہوتی ہے ۔ ایک قابل مدرس اس تدریس میں نیکی، راستبازی، دیانت، فرائض، وغیرہ پر ایسی عملی اور روشن دلیلیں پیش کر سکتا ہے کہ ضمیر بول اٹھتا ہے کہ جا ایں جاست ۔ ان مضامین کے معلم کو ظاہری اور سطحی اُصول کے قطع نظر حقائق پر حسب استطاعت روشنی [ڈالنی] چاہیئے ۔ اکابر اور رہنمائین کی طرز معاشرت اور مقاصد اور جد و جہد کو واضح کرنے کی ضرورت ہے ۔

(ب) علم تاریخ بقول ابن خلدون انبیا۔ حکمرانوں اور مصلحین کی سیرت کا آئینہ ہے جو طلبہ کی سیرت سازی میں بدرجہ اتم معاون ہے۔ اس میں قتل و غارتگری کا انجام نتیجہ خیز نکل سکتا ہے اور کامل انسانوں کے صد ہا نمونے دعوت عمل کیلئے موجود پائے جاتے ہیں۔ اخلاقی اور قومی تعمیر کا سرچشمہ ہے۔ یہ تعلیم دینیات اور اخلاقیات کی طرح ابتدا سے لے کر انتہائی جماعتوں تک مفید و موثر ہو سکتی ہے۔ قصے کہانیوں میں سورما اور اعلیٰ سیرت بادشاہوں کے نمونے بجائے فضول قصوں اور افسانے کے ضروری ہیں۔

(ج) مطالعۂ قدرت یا سائنس کا مدعا صرف جمالیاتی مظہر الٰہی نہیں بلکہ باہمی اشیا میں اتحاد، نظم وضبط، وفرائض کی پابندی امتیازی خصوصیات ہیں۔ نظامِ کائنات کے ایک مقصد کی تکمیل میں سرگرداں وحیران نظر آتے ہیں۔ جب بیجان چیزوں میں یہ ادنیٰ حرکت موجود ہے تو جاندار بے حس ہو اور جمود کے عالم میں بسر کرے تو مقام افسوس ہے۔ چونکہ سیرت پر فرض منصبی کا ایقان اس قسم کا مطالعہ مستحکم کرتا ہے۔

(د) جغرافیہ گھر سے شروع ہو کر دنیا کے طول وعرض پر ختم ہوتا ہے۔ یہ مضمون سیرت سازی میں بڑی مدد دیتا ہے۔ جغرافیہ کی معلومات آب وہوا۔ پیداوار کے قطع نظر، دیگر ممالک کے عقائد۔ علوم وفنون، صنعت وحرفت کی کرشمہ سازیاں۔ طرز معاشرت، اولوالعزمی حب الوطنی، خوش اخلاقی غرضیکہ ان کے علم واخلاق کا لب لباب ہوتا ہے۔ مشرق اقصیٰ میں جاپان یا یورپی اقوام کی قومی جدوجہد کا حوالہ ہمارے لئے ایک تازیانۂ عبرت سے کم نہیں ہوتا۔

(ھ) ڈرل، ورزش جسمانی، جمناسٹک، ادارۂ بوائے اسکاوٹ اور گیمیں یہ سارے کے سارے ادارے خصوصاً تربیت جسمانی کے ساتھ باخبر اور پرخلوص معلمین کے زیر اثر و تربیت اخلاقی نشوونما میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کر سکتے ہیں۔ جہاں طالب علم کو طاقت اور اسکے تحفظ کا خیال مصمم طور پر پیدا ہو جاتا ہے۔ اُسکے شباب سے [illegible] علوی منازل

کا رُخ کرتے ہیں ۔ ڈسپلن ادائی فرض اور جفاکشی کا وہ مجسم نمونہ بن جاتے ہیں ۔

(و) ادب دنیا کے عروج و زوال کا قصہ سناتا ہے ۔ خیل کی پرواز و جولانی کی طرف مائل کرتا ہے ۔ ادیبوں اور شاعروں کے زرین کارناموں پر روشنی ڈالتا ہے ۔ تہذیب و تمدن، سماجی اخلاق بیان کرتا ہے ۔ حاصل کلام یہ کہ جہالت اور کلچر میں امتیاز سکھاتا ہے ۔ ایسے بہت سارے مضامین کو لیا جاسکتا ہے لیکن تفصیل طوالت کا باعث اور اکتانے والی ہوگی ۔

سماجی علم یا علمِ مجلس کتابی علم اور عملی کاروبار میں وہی فرق ہے جو آج مشرق اور مغرب میں ہر جہتی اعتبار سے اختلاف ہے ۔ سائنس میں آکسیجن کی تیاری عملی نمونہ ہے ۔ اسی طرح کسی تعلیمی ادارے سے نکلنے کے بعد سوسائٹی میں جو طالب علم امتیاز پیدا کرے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ادارے نے اس طالب علم کے آداب و علم و مجلس کے پہلو کی خاص تربیت کی ہے جو زندگی میں کامیابی کا واحد حربہ ہے ۔ مثال کے طور پر ایک مدراس کا گریجویٹ اور ایک علی گڑھ کے گراجویٹ کو لیجئے ۔ قبل الذکر کتابی مجسمہ ہوگا ۔ آداب و اخلاق میں ہرگز ثانی الذکر کا مدمقابل نہ ہوسکیگا ۔ کیونکہ جن باتوں کا اہتمام علی گڑھ نے کیا ہے اس کا فقدان مدراس میں ہے ۔ کتاب سے نشست و برخاست، آداب و تخاطب ولب ولہجہ میسر نہیں آتا بلکہ یہ چیز مشق و مہارت سے حاصل ہوسکتی ہے ۔ چنانچہ تقریر ہی کے معاملہ میں علی گڈھ کا اسٹیج ایک ضرب المثل ہے جو یہاں کامیاب ہے وہ دنیا بھر میں کامیاب ۔ اکثر بچے ذہین اور قابل ہوتے ہیں لیکن علمِ مجلس و آداب سے بے بہرہ ۔ اس کی وجہ تکبر نہیں بلکہ لاعلمی ہے جو معلم کے تغافل سے بچوں کے کردار میں راسخ ہوچکی ہے ۔ لہذا خود مدرسہ کی فضا میں یہ بات شامل ہونے کی ضرورت ہے ۔ اس قسم کی تربیت کا میدان مدرسہ کے سالانہ جلسے ، ادبی تقاریر کے [illegible] یا مدرسہ کے انتظامی شعبے ، پور فنڈ وغیرہ ۔ جو طلبہ کے تفویض کئے جاسکتے ہیں اور ان کی رہبری عملی میدان میں کیجاتی رہے ۔ کوئی چیز قدرتی طور پر از خود وجود میں نہیں آتی، تاوقتیکہ جبلت کے لحاظ سے اس کی تربیت نہو اختصار کے طور پر یوں کہا جاسکتا ہے ،

کہ درسگاہ میں طلبہ کے لئے ایسے مواقع پیدا کئے جائیں اور ان تقاریب کا اہتمام بچے خود کریں لیکن یہ سب کچھ موزوں اساتذہ کی زیرِ نگرانی ہو تا کہ بچے اندرونِ مدرسہ پاباک میں پیش آنے والے امور سے قبل از قبل دوچار ہوں اور جب ضرورت داعی ہو انجام دہی میں نا اہلی یا پس و پیشی کا ثبوت نہ دیں۔

معلم کا شخصی کردار یہ خیال غلط ہے کہ مدرس کا تعلق مدرسہ سے صرف اوقات مدرسہ میں ہے اور خانگی اوقات میں سررشتہ کو اُسکے طرزِ عمل سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ قوم کے بچوں کیلئے ہر لحاظ سے ایک نمونہ ہے۔ اپنی مدت ملازمت میں ایسے واقعات دیکھنے میں آئے جو ہر اعتبار سے اصلاح طلب ہیں۔ مثلاً تعصب اور فرقہ وارانہ جذبات کے جراثیم کی منظم طور پر تربیت کیجاتی ہے۔ ناسمجھ بچوں کو سیاسیات کے میدان میں ڈھکیل دینا، امتحانات میں نشانات کے بارے میں جا و بیجا طرفداری کرنا، پرچہ جات قبل از وقت ظاہر کرنا، یا مدرسہ کی ہم آہنگی اور اتحادِ عمل میں ذاتی اغراض کے تحت رخنہ اندازی کرنا وغیرہ۔ مختصر یہ کہ ایسا طرزِ عمل ہرگز نہ اختیار کیا جائے جس سے خود معلم کے اعتماد اور وقار کو صدمہ پہنچتا ہو۔ ان امور کے استیصال کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بجز اسکے مدرسہ میں ایسی فضا کا پیدا کرنا آسان نہیں جس سے تشکیل سیرت میں کامیابی محال ہے۔

تعلیمی سیر و تفریح "مدرسہ میں فنونِ لطیفہ کی تدریس اور عجائب خانوں اور صنعتی کارخانوں کی تعلیمی سیاحتوں میں اخلاقی مطالعت بطریق احسن ہو سکتی ہے" معلم کا ذوق تربیت متعلم میں ہر جہتی سعی کو اکسا سکتا ہے۔ اس ضمن میں ماضی کی شاندار عمارتیں، موجودہ کشمکش حیات اور دیگر علمی مشاہدات کے ذریعہ وسعت نظری اور تجربہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہاں طلبہ عینی مشاہدہ سے اپنے علم و اخلاق کو ماحول کے مطابق بنانا سیکھتے ہیں۔ یہی وہ اسباب ہیں جو قومی نظام اخلاق کی تشکیل کا باعث ہوتے ہیں۔

مدارس تحتانیہ میں زبانِ زائد

موجودہ نصابِ تعلیم میں زبانِ زائد کا نصاب جماعت دوم سے آغاز ہوا ہے۔ زبانِ زائد سے میری مُراد ۔ اردو، مرہٹی، تلنگی، کنڑی وغیرہ ہے۔ لیکن میں یہاں پر صرف زبانِ زائد اردو کے متعلق عرض کرونگا ۔ زبانِ زائد اردو جماعت دوم میں قاعدہ انجمن ترقی اردو یا بولتا قاعدہ حصۂ اوّل و دوم و نصف پہلی کتاب رکھی گئی ہیں ۔ جماعت دوم کے طلباء کی اوسط عمر ۹ یا ۱۰ سالہ ہوتی ہے، جو عموماً صاف طور سے زبان بول سکتے ہیں نہ اپنا اظہارِ خیال کرسکتے ہیں۔ خیر اُن کی تعلیم کا آغاز ماہ امرداد سے ہو جاتا ہے ۔ موجودہ قاعدہ انجمن ترقی جو بالکل خشک قاعدہ ہے یا بولتا قاعدہ حصۂ اول و دوم جو ٹھیک ہے ختم کرائے جاکر پہلی نصف ختم کرنا ہوتی ہے ۔

زبان اُردو ایسی زبان ہے جس کے مرکب حروف بہت مشکل ہیں۔ دیگر زبانوں میں سہولت ہے ۔ نیز اکثر بچے لکھنے میں بہت غلطیاں کرتے ہیں چونکہ ان کی مادری زبان نہیں ہوتی اکثر طلباء کو تو حروف کے آواز سمجھنے میں ہی غلطی ہوا کرتی ہے ۔ مثلاً (ظ، ذ، ز) ۔ و (ت، ط،) (ث، ص) وغیرہ چونکہ ان کا آواز قریب قریب ایک ہی وزن کا ہوتا ہے ۔ حروف کے نام بتلانے پر بھی غلطی ہوتی ہے اسی لئے املا بھی ناقص ہوتا ہے ۔ ایک ایک سبق کے مخارج و جملے رٹانے و لکھانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا ہے ۔ اور الفاظ یاد کرائے جاتے ہیں پھر بھی بعض لفظ غلط پڑھتے ہیں۔ تختۂ سیاہ پر مدرس طریقہ نوشت و دائرہ و مرکز بتلاتا ہے۔ پھر بھی ٹیڑھے ترچھے حروف لکھے جاتے ہیں۔ موجودہ قاعدہ جس کا نام بولتا قاعدہ ہے جو مولوی شیخ چاند صاحب بی ۔ اے نے مرتب فرمایا ہے ۔ سبق نمبر (۱۴) سے لکھنے کی مشق کرانے تحریر کیا گیا ہے جو مناسب ہے، چونکہ الفاظ کی بناوٹ وہیں سے شروع ہے دونوں قاعدے ختم کرا کر اور لکھائی ختم کرکے پھر پہلی نصف ختم کرانا ہوتا ہے ورنہ کمی نصاب کے متعلق معائنہ کے وقت اعتراض ہوتا ہے اور مدرس صاحب

متعلقہ کا جواب لیا جاتا ہے۔ لڑکوں کو تختیوں ہی پر لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ کاپیاں تو آجکل گراں ہیں اور گرانی کیا کاغذ بھی نہیں خریدی جاتے اور مستثنیات بھی ہیں۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح سے طلبا کو لکھنا اور پڑھنا آنا ضروری ہے ورنہ کارگذاری خراب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جماعت سوم و چہارم کا نصاب بڑھا دیا جا کر جماعت چہارم میں تیسری کتاب ختم کرنا پڑتا ہو۔

اوقات زبان زائد کے ہفتہ میں صرف چار ساعات رکھی گئی ہیں۔ جو بہ لحاظ نصاب مقررہ غیر کافی ہیں۔ اس میں مدرس اگر بچوں کو ایک روز سبق دے اور تختہ سیاہ پر لکھنا سکھائے تو گھنٹہ ۴۰ منٹ کا ختم دوسرے دن اگر املا لکھے تو گھنٹہ ختم اور تیسرے روز اگر سبق پچھلا سنے تو گھنٹہ ختم ہو جایا کرتا ہے۔ ادھر حساب تو ختم کرتا ہے۔ نیز کسی جماعت میں طلبا زیادہ ہوں تو پورا سبق بھی سنا نہیں جا سکتا اور نہ املا کی تصحیح کی جا سکتی ہے۔ گھنٹہ ختم ہوتے ہی طلبا دوسرے مضمون کے گھنٹوں میں جانے تیار ہو جاتے ہیں اور نہ ان کو روک سکتے ہیں اور نہ دوم جماعت کے طلبا اتنے قابل ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے املا کی تصحیح کریں۔ نیز یہ تکلیف تو صرف چھوٹی جماعتوں اور خصوص مدارس تحتانیہ میں ہے۔ بڑی عمر کے اور بڑی جماعتوں کے طلبا البتہ کچھ کتابیں دیکھ کر نقل کر لیتے ہیں اور کچھ سبق یاد بھی کر لیتے ہیں۔ پھر بھی انکو وقت کی ضرورت ہے۔ وہ بھی (بوجہ شفٹ سسٹم) اگر دوپہر میں آجائیں تو اپنے اسباق یاد کرتے اور کاپیاں وغیرہ لکھتے ہیں ورنہ مکان کو تو چھوٹے بڑے طلبا اکثر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ چونکہ دیہی مدارس میں ایسے طلبا ہوتے ہیں جو بعد از وقت مدرسہ والدین کو کام میں مدد دیتے ہیں اسلئے جو کچھ بھی کرنا ہوتا ہے اوقات مدرسہ میں ہی کرنا ہوتا ہے۔ کمترین کی گذارش اور دیگر مدرسین صاحبان سے یہی ہے کہ وہ بھی اپنے تجربہ پر اس مضمون کی تائید کریں یا تنقیدی نظر سے موجودہ نصاب زبان زائد پر اپنا تجربہ تحریر فرمائیں کہ ہفتہ میں چار ساعات رکھنے پر زبان زائد کا نصاب خواہ وہ اردو ہو یا مرہٹی یا تلنگی یا کنڑی ختم ہو سکتا ہے اور کیا اس کو وقت کی ضرورت ہے۔ کمترین کے خیال میں زبان زائد کو کم از کم ہفتہ میں (۵) ساعات دی جائیں تو احسن ہوگا تاکہ نصاب مقررہ کے ختم کرنے میں سہولت ہوگی

تاریخی ڈراما

"حسن گنگو"

(چھوٹے بچوں کے لئے)

اشخاص ڈراما

۱ - حسن ۔ ۲ گنگو جوتشی

۳ - دربان ۔ ۴ بادشاہ محمد تغلق

۵ وزیر اعظم ۔ ۶ سلطان ناصر الدین (شاہ دکن)

(۷ - چند صوبیدار یا سردار

(نوٹ دربار کے لئے کم سے کم چار صوبیدار ہوں)

پہلا حصہ

پہلا منظر:-

(حسن اپنی تنگ حالی اور بیکاری سے نجات کے لئے خدا سے دعا مانگتا ہے)

حسن:- پروردگار! کیا یوں رکھے گا بیکار ۔ شکر ہے مالک تیرا
بہر حال پیدا کئے کی شرم رکھیو۔

پرارتھنا :- دو جگ میں شرم رکھ موری
پیدا کئے کی لاج تم ہی کو، تم داتا میں بھیری
دو جگ میں شرم رکھ موری

آج گنگو جوتشی کے پاس جاکر قسمت آزمائی کرتا ہوں۔

دوسرا منظر

(جوتشی کا بھجن گاتے ہونا اور حسن کا اس کے یہاں پہنچنا)

جوتشی: (بھجن):- جیون ہے سنگرام بندے جیون ہے سنگرام
یا مر یا تو جی لے بندے۔ ڈرنے کا کیا کام بندے۔ ڈرنے کا کیا کام بندے۔
ڈرنے کا کیا کام۔

لے ہمت سے کام بندے۔ جیون ہے سنگرام بندے جیون ہے سنگرام
سیج نہیں پھولوں کی دنیا۔ کانٹوں کی آکھاڑ بندے۔ کانٹوں کی آکھاڑ بندے
کانٹوں کی آکھاڑ۔

لے ہمت سے کام بندے۔ جیون ہے سنگرام بندے۔ جیون ہے سنگرام
یوں رونا تھا کیوں آیا تو۔ جیون کے میدان بندے۔ جیون کے میدان بندے
جیون کے میدان۔

لے ہمت سے کام بندے۔ جیون ہے سنگرام بندے۔ جیون ہے سنگرام

حسن:- سلام جوتشی مہاراج۔

جوتشی:- خوش رہو بچّا۔ تمہارا کیا نام ہے؟

حسن:- مجھے حسن کہتے ہیں۔

جوتشی:- کہو کیسے آنا ہوا؟

حسن:- میں آج کل بہت پریشان ہوں۔ مجھے اپنے یہاں نوکر رکھ لیجئے تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

جوتشی:- کیا تم محنت کا کام کر سکو گے؟

حسن:- انسان کو اس پیٹ کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔

جوتشی:- تم سچ کہتے ہو۔

حسن:- میں ہر مشکل سے مشکل کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔
جوتشی :- اچھا تو میں تمھیں ایک ہل۔ ایک جوڑی بیل اور کچھ زمین دیتا ہوں۔ کھیتی کر کے اپنی گذر بسر کرو۔
حسن :- آپ بڑے ہمدرد ہیں۔ میں آپ کا احسان عمر بھر نہ بھولوں گا۔ اچھا اب اجازت چاہتا ہوں۔ سلام۔

تیسرا منظر

(حسن کا کھیت میں ہل چلانا اور ہل چلاتے وقت گانا)

حسن :- چلائے جا۔ چلائے جا۔ ہل چلائے جا
چلائے جا۔ چلائے جا۔ ہل چلائے جا۔
(ہل چلتے چلتے اک دم رُک جاتا ہے۔)
حسن :- ہائیں! یہ کیا؟ ہل کی نوک زمین میں کیوں اَڑ گئی؟
(حسن جھکتا ہے اور ہل کی نوک زمین سے کھینچکر نکالنے کی کوشش کرتا ہے)
حسن :- (اُونھ (ہل کی نوک زمین سے نکل آتی ہے اور زمین میں کسی برتن کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔ جسے حسن کھود کر نکالتا ہے۔ تو ایک بند دیگچی نکلتی ہے)
حسن :- دیگچی۔ (کھولتے ہوئے) اشرفیوں کی دیگچی؟
(خوش ہوکر) اب میرا افلاس، دور ہو جائیگا۔ مگر نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ دوسرے کی امانت ہے۔ یہ زمین میرے مالک گنگو کی ہے۔ اس کی ہر چیز کا مالک وہی ہے۔ بس اسے اس کے پاس لے جانے میں اب دیر نہ کرنی چاہیئے۔

چوتھا منظر :-

(حسن اشرفیوں کی دیگچی لیکر جوتشی کے گھر پہنچتا ہے۔ جوتشی اس وقت پوجا

کرتے ہوئے بھجن گاتا ہے)

جوتشی :۔ (بھجن گانا) :۔ کرم ۔ دھرم ۔ شرم راکھو

توہی پرور ۔ توہی سرور ۔ داتا بھی داتا

کرم ۔ دھرم ۔ شرم راکھو

حسن :۔ سلام جوتشی مہاراج

جوتشی :۔ خوش رہو حسن ۔ کیسے آنا ہوا؟

حسن :۔ یہ آپ کی امانت لے کر حاضر ہوا ہوں

جوتشی :۔ کیسی امانت

(اشرفیوں کی دیگچی جوتشی کی طرف بڑھاتے ہوئے)

حسن :۔ آج ہل چلاتے وقت یہ اشرفیوں کی دیگچی زمین سے نکلی ۔سیدھا آپ کے پاس لے کر حاضر ہو گیا

(جوتشی اشرفیوں کی دیگچی اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہتا ہے)

جوتشی :۔ حسن! تم بڑے دیانت دار اور ایماندار ہو۔

اچھا ۔ اس میں سے کچھ اشرفیاں تم بھی لے لو۔

حسن :۔ معاف کیجئے سرکار ۔ مجھے ان اشرفیوں سے کیا سروکار۔

(سلام کرتے ہوئے) اچھا اب اجازت چاہتا ہوں۔

جوتشی :۔ حسن! تمھیں میرے ساتھ آج ہی دہلی چلنا ہے ۔ جاؤ تیار ہو کر آجاؤ۔

حسن :۔ بہت خوب ۔ (حسن واپس جاتا ہے)

جوتشی :۔ حسن حسن! یہاں آؤ ۔ ذرا اپنا ہاتھ تو بتا۔

(حسن آتا ہے اور اپنا ہاتھ بتاتا ہے)

جوتشی :۔ حسن! تو ایک نہ ایک دن ضرور بادشاہ ہوگا۔

حسن :- ہونھ - خدا گنجے کو ناخن نہیں دیتا مہاراج -

جوتشی :- میں سچ کہتا ہوں - تیرے ہاتھ کی لیکھا ... بتاتی ہے - تو ایک نہ ایک دن ضرور بادشاہ ہوگا - اچھا - اگر تو بادشاہ ہوا - تو مجھے کیا دے گا ؟

حسن :- میں اپنا وزیر اور خزانچی بناؤں گا - اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام بھی شریک کروں گا - (سلام کرتے ہوئے) اچھا اب اجازت دیجئے -

جوتشی :- میں آج ہی دہلی کے بادشاہ محمد تغلق کے پاس جاکر حسن کی دیانت داری اور ایمانداری کا حال سناتا ہوں -

دوسرا حصّہ

پہلا منظر :-

(بادشاہ محمد تغلق کا دربار)

دربان :- حضور گنگو جوتشی شرفِ باریابی حاصل کرنا چاہتے ہیں -

بادشاہ محمد تغلق :- آنے دو -

(گنگو جوتشی دربار میں حاضر ہوتا ہے اور آدابِ شاہی بجالاتا)

جوتشی :- جہاں پناہ ! جان بخشی ہو تو غلام کچھ عرض کرے -

بادشاہ :- اجازت ہے -

جوتشی :- حضور ! غلام کے پاس حسن نامی ایک ملازم ہے وہ بڑا دیانت دار اور ایماندار ہے - کل کی بات ہے ، ہل چلاتے وقت یہ اشرفیوں کی دیگچی نکلی سیدھا میرے پاس لاکر حوالہ کردی -

محمد تغلق :- حسن کو دربار میں حاضر کرو -

(دربان کے ساتھ حسن دربار میں حاضر ہوتا ہے اور آدابِ شاہی بجالاتا ہے)

محمد تغلق :- حسن ! تمہاری دیانت داری اور ایمانداری سے ہمیں بہت خوشی ہوئی - اچھا -

تمہیں آج سے فوج کا سپہ سالار مقرر کیا جاتا ہے۔

(حسن آداب شاہی بجا لاکر واپس جاتا ہے)

دوسرا منظر

(بادشاہ محمد تغلق کا دربار)

وزیر:۔ حضور جاں بخشی ہو تو غلام کچھ عرض کرے۔

محمد تغلق:۔ وزیر اعظم! کہو کیا کہنا ہے۔

وزیر:۔ عالم پناہ! خبر ملی ہے۔ آج کل دکن میں دن بدن بدامنی پھیلتی جارہی ہے۔

محمد تغلق:۔ سپہ سالار حسن کو دربار میں حاضر کرو۔

(سپہ سالار حسن دربار میں حاضر ہوکر فوجی قاعدے سے آداب شاہی بجالاتا ہے)

محمد تغلق:۔ حسن! آج کل دکن میں دن بدن بدامنی پھیلتی جارہی ہے۔ اسلئے "ظفر خاں" کے خطاب کے ساتھ تمھیں دکن کی صوبیداری سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ وہاں جاکر معقول انتظام کرو اور امن قائم کرو۔

سپہ سالار حسن:۔ (فوجی سلام بجالاکر) جو حکم عالی!

تیسرا منظر:۔

(سلطان ناصرالدین شاہ دکن کا دربار)

دربان:۔ باادب۔ ! ملاحظہ ہوشیار۔ سلطان ناصرالدین شاہ دکن تشریف لارہے ہیں۔

(سلطان ناصرالدین شاہ دکن تشریف لاتے ہیں۔ حاضرین دربار آداب شاہی بجالاتے ہیں اور پھر بادشاہ تخت پر رونق افروز ہوتے ہیں۔)

سلطان ناصرالدین:۔ آج ما بدولت کو تم سب سے ایک خاص بات کہنی ہے اور صلاح لینی ہے۔ "چونکہ اب میں بہت بوڑھا اور کمزور ہوگیا ہوں"

بادشاہت کے بوجھ کو بخوبی سنبھال نہ سکوں گا۔ دوسرے میں اپنی باقی عمر خدا کی یاد میں گزارنا چاہتا ہوں۔ اس لئے بادشاہت سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں صوبیدار ظفر خاں بادشاہت کے لئے ہرطرح موزوں ہیں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ تم سب میری اِس رائے سے اتفاق کروگے۔"

تمام صوبیدار :۔ ہم سب آپ کی رائے اور خیال کے ساتھ ہیں۔

(سلطان ناصرالدین صوبیدار ظفر خاں کے سر پر تاج شاہی رکھتے ہیں اور سب مل کر مبارکباد گاتے ہیں)

گانا مبارکباد :۔

تاج پوشی تمھیں مبارک ہو ‏ ‏ ‏ بادشاہی تمھیں مبارک ہو
تم پہ برسیں سلام کے بادل ‏ ‏ ‏ تم کو یہ ساعتیں مبارک ہو
تاج پوشی تمھیں مبارک ہو

ڈراپ سین
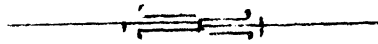
اعلان

ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر نظامت تعلیمات سرکار عالی (صیغہ نصاب) کو تحتانیہ منزل میں شریک نصاب کرنے کے لئے حسب ذیل کتابوں کی ضرورت ہے۔

نام جماعت معہ کتاب	ابواب جو بطور نمونہ پیش کئے جاسکتے ہیں
(۱) اردو جغرافیہ برائے جماعت سوم	(۱) اصطلاحات جغرافیہ کی تفہیم (۲) بحری و بری تقسیم (۳) چین کے باشندوں کا قصہ
(۲) کتاب زبان زائد فارسی برائے جماعت دوم	(۱) ہمارا مدرسہ - (۲) ہمارا گھر -
" " سوم	(۱) ہمارا شہر (۲) موٹر (۳) فٹ بال
" " چہارم	(۱) ہمارا بادشاہ (۲) ایران کے باشندے (۳) ہوائی جہاز -
(۳) کتاب اخلاقیات برائے جماعت سوم غیر حنفی و غیر مسلم طلبا کے لئے	(۱) وقت اور اسکی قیمت (۲) بڑوں اور استادوں کا ادب (۳) اتحاد -
کتاب اخلاقیات برائے جماعت چہارم غیر حنفی و غیر مسلم طلبا کے لئے	(۱) کھیل اور کام (۲) اچھی صحبت (۳) غذا اور صحت -
(۴) کتاب دینیات جماعت اول حنفی طلبا و طالبات کیلئے	(۱) اللہ تعالی - (۲) اللہ تعالی کے رسول (۳) اسلام
کتاب دینیات جماعت دوم حنفی طلبا و طالبات کیلئے	(۱) اللہ تعالی کی متعلق مسلمانوں کے عقیدے (۲) قیامت (۳) تقدیر
کتاب دینیات جماعت سوم حنفی طلبا و طالبات کیلئے	(۱) نماز کے فوائد (۲) روزے کے فوائد (۳) خلفائے راشدین -
کتاب دینیات جماعت چہارم حنفی طلبا و طالبات کے لئے	(۱) سیرت پاک صلعم (۲) حج و زکوٰۃ (۳) نماز جنازہ

مسودات کے علاوہ مطبوعہ کتابیں بھی پیش کیجاسکتی ہیں بشرطیکہ وہ نصاب منظورہ سررشتۂ تعلیمات سرکار عالی بابتہ سنہ ۱۳۴۸ف کے مطابق ہوں ایسی مطبوعہ کتابوں کے چار چار نسخے ختم آذر سنہ ۱۳۵۲ف تک دفتر نظامت تعلیمات سرکار عالی پر پیش کئے جائیں۔ قلمی مسودات ان ابواب پر جن کی صراحت جماعت اور کتب کے محاذی اوپر کردی گئی ہے۔ فلسکیپ سائز کے ایک رخ پر ٹائپ کراکر یا خوشخط لکھاکر تاریخ مذکور تک پیش کئے جائیں۔

پیش کردہ کتب سے جو مسودات یا کتب منظور ہوں ان کی اشاعت تحت قواعد منظورہ سررشتۂ تعلیمات ہوگی اور جو مسودات وغیرہ بطور نمونہ وصول ہوں گے یہ اسی صورت میں منتخب کئے جائیں گے جبکہ وہ موجودہ کتب سے بہتر ہوں۔

واضح رہے کہ سررشتہ اپنے کو ان مسودات و کتب کا محافظ سمجھتا ہے مگر دوران کارروائی میں کوئی مسودہ یا کتاب کسی ناگہانی حادثہ وغیرہ کی وجہ تلف یا خراب ہوجائے تو اس کی ذمہ داری سررشتہ تعلیمات سرکار عالی پر عائد نہ ہوگی فقط

حسب تجویز ناظم صاحب

شرح دستخط مددگار ناظم تعلیمات

نظامت مجلس تعلیم ثانوی سرکار عالی

اعلان

ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ دفتر مجلس تعلیم ثانوی کو جماعت نہم اور دہم میں شریک نصاب کرنے کے لئے حسب ذیل مضامین میں کتب درسی کی ضرورت ہے۔ نصاب مقررہ کے مطابق مطبوعہ کتب و ٹائپ شدہ مسودات یکم آذر ۱۳۵۲ف تک دفتر ہذا پر پیش کئے جائیں مسودات بالکل مکمل حالت میں مع سوالات وغیرہ پیش کئے جائیں تاکہ ان کے شریک نصاب ہونے کی صورت میں طباعت کا کام فوری شروع کیا جا سکے۔ مطبوعہ کتب کے سات سات نسخے داخل کئے جائیں جن پر مولف کے نام۔ قیمت۔ اڈیشن مطابع و ناشر کی صراحت ہو۔ پیش کردہ کتب یا مسودوں میں اگر کوئی مسودہ منظورہ ہو تو اس کی طباعت اور اشاعت حسب قواعد نافذہ دفتر نظامت تعلیمات ہوگی۔

<u>اردو</u>

نویں جماعت ۔ درسی کتاب غائر مطالعہ (۱۷۵) صفحے مطبوعہ (۱۱۵) صفحے نثر اور (۶۰) صفحے نظم

دسویں جماعت ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

<u>ریاضی لازمی۔</u>

نویں اور دسویں جماعت کے لئے بروے نصاب منظورہ دونوں جماعتوں کیلئے ایک ہی کتاب مطلوب

<u>ریاضی اختیاری۔</u>

نویں اور دسویں جماعت کے لئے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

<u>جغرافیہ۔</u>

نویں اور دسویں جماعت کے لئے 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

<u>علم خانہ داری۔</u>

〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

<u>مرہٹی ۔ تلنگی ۔ کنڑی۔</u>

نویں اور دسویں جماعت کے لئے 〃 〃 نہم اور [illegible] کیلئے علحدہ علحدہ کتابیں ہونگی

<u>اخلاقیات</u>

نویں اور دسویں جماعت کے لئے 〃 〃 دونوں جماعتوں کیلئے ایک ہی کتاب ہوگی

فارسی نویں جماعت درسی کتاب 〃 〃 نثر (۱۰۵) صفحے مطبوعہ نظم (۲۰۰) اشعار

دسویں جماعت 〃 〃 〃 〃 (۱۲۵) 〃 〃 〃 (۳۰۰) 〃

قواعد نویں اور دسویں کے لئے۔ 〃 〃 دونوں جماعتوں کیلئے ایک ہی کتاب ہوگی

<u>دینیات لازمی</u>۔ نہم ۔ 〃 〃 صرف نہم کیلئے جدید رسالہ مطلوب ہے

سائینس ۔ نہم و دہم ۔ 〃 〃 علحدہ علحدہ کتابیں مطلوب ہیں فقط

مددگار معتمد